اشتیاق احمد

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ____
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ____
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ____
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ____
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو
ناول [illegible] رکھ دیں۔ پہلے نماز ادا [illegible]
معاملے سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

فقط:

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم! آج کچھ پرانی باتیں کیوں نہ کر لی جائیں۔۔۔ اس وقت کی باتیں جب آتش جوان تھا بلکہ بچہ تھا۔ آپ میں سے کچھ بچے یہ نہ سوچنے لگیں کہ یہ کس آتش کی بات ہو رہی ہے۔۔۔ میں اپنی بات میں کر رہا ہوں۔۔۔ اس وقت کی جب میں بچہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھ کر رسائل کو بھیجتا تھا اور جب وہ کہانیاں رسائل میں چھپتی تھیں تو میں خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا۔۔۔ بچوں کی طرح اچھلتا کودتا تھا حالانکہ اس وقت میں خود بچہ تھا' اس وقت تو مجھے بڑوں کی طرح اچھلنا کودنا چاہیے تھا۔ میں کہانیاں لکھتا چلا گیا۔۔۔ کہانیاں شائع ہوتی چلی گئیں۔۔۔ ایک مدت گزر گئی۔۔۔ پھر کہیں جا کر دماغ میں یہ جراثیم کلبلائے کہ کوئی ناول لکھنا چاہیے۔۔۔ ناول لکھا۔۔۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس کو شائع کس طرح کرایا جائے۔

مم۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ یہ سب باتیں تو میں میری کہانی میں لکھ چکا ہوں۔۔۔ لکھتا ہوں نا اور آپ سب پڑھ چکے ہیں۔۔۔ لہٰذا اس کہانی کو دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ آپ کو بور کرنے کی کوئی ضرورت

نہیں... ضرورت ہے تو صرف اس بات کی یہ زندگی ایک میدان ہے... کوشش کا میدان... اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کا میدان... جی ہاں سب سے پہلے اس میدان میں اتریں اللہ تعالیٰ کے احکامات بجا لائیں اور پھر اپنی دنیاوی کوشش کے میدان کی خبر لیں... اس کوشش کے میدان میں اس قدر کوشش کریں... اس قدر کوشش کریں کہ بے چاری کوشش پانی پانی ہو جائے... شرم کے مارے آپ کے سامنے آنکھ نہ اٹھا سکے... ٹھیک ہے نا۔

یہ میں کس طرف نکل گیا... دو باتیں کا مطلب آپ کو نصیحت کرنا بالکل نہیں ہے... یہ تو بس ادھر ادھر کی چند باتیں کا نام دو باتیں رکھ دیا ہے میں نے... اس میں جلی کٹی دو باتیں نہیں ہو سکیں... نہ بہت گہری... بس ہلکی پھلکی دو باتیں... اس کا نام پڑھ کر یار لوگوں نے اپنے خطوط میں بتایا کہ اب پھر ناولوں میں بلا کا سسپنس نظر آنے لگا ہے... شاید یہ اچھی بات... سسپنس کا اور ان ناولوں کا چولی دامن کا ساتھ جو ہوا... ہاں تو میں کہہ رہا تھا... آج بچپن کی چند باتیں کیوں نہ کر لی جائیں... لوگ اس وقت مجھ پر ہنسا کرتے تھے... نہ جانے کیوں... جب ذرا بڑا ہوا... تو بھی لوگ مجھ پر ہنسا کرتے تھے... اور بڑا ہوا... تو بھی... پھر میرے ناول دھڑادھڑ بازار میں بکنے لگے تو بھی لوگ مجھ پر ہنسنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تلاش کر لیا کرتے تھے... یعنی وجہ کا بہانہ تلاش کر لیتے تھے... آج بھی لوگ مجھ پر ہنستے ہیں... بہت ہنستے ہیں اور میں یہ سوچتا ہوں... کہ لوگوں کو تو ہنسنا ہی ہوتا ہے۔ انہیں ہنسنے دیا جائے... ہمیں اپنا کام کرنا ہے۔ اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔ وہ اپنا کام کرتے رہیں... ہم اپنا... ہنسنے والے خالی ہاتھ ہنستے رہ جائیں گے... اور کام کرنے والوں کو ایک دن ان کی ہنسی پر ہنسی آئے گی۔ کیا خیال ہے آپ کا۔

اشتیاق احمد

ikji www. urdufanz.c

خط

"اس خط کو کھولنا نہیں...... اگر تم نے اس کو کھول کر پڑھ لیا...... تو تم کہیں کے نہیں رہو گے...... بس یہاں سے سیدھے اس پتے پر جاؤ گے اور خط وہاں دے کر لوٹ آؤ گے، راستے میں کسی سے اس خط کے بارے میں کوئی بات بھی نہیں کرو گے...... تم یہ باتیں اچھی طرح سمجھ گئے"۔

"یس سر...... آپ کی باتیں میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں...... میں نے ان لوگوں کا انجام دیکھا ہے...... جو آپ کی باتیں اچھی طرح نہیں سمجھتے"۔

"بہت خوب! یہی عقل مندی ہے...... اب جاؤ...... ٹیکسی پکڑنا...... واپس بھی ٹیکسی کے ذریعے آنا...... کسی سے لفٹ ہرگز نہ لینا...... ورنہ یہ خط گیا تمہارے ہاتھ سے"۔

"فکر نہ کریں سر"۔

اس نے کہا اور باہر نکل گیا...... چند قدم ہی چلا ہو گا کہ ٹیکسی مل گئی۔

"باغی روڈ" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یس سر" ڈرائیور بولا۔

ٹیکسی چل پڑی...... وہ لفافے کو گھورتا رہا...... اس کا باس اس سے ہمیشہ اس قسم کے پراسرار کام لیتا رہتا تھا اور وہ ان کاموں کے بارے میں بس سوچتا ہی رہتا تھا...... اس نے آج تک اپنے باس کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کیا تھا...... اس نے اپنے کئی ساتھیوں کو باس کے ہاتھوں نہایت بے دردی سے مرتے دیکھا تھا...... اس کے باس میں رحم نام کی کوئی چیز سرے سے نہیں تھی...... لیکن آج نہ جانے کیوں اس کے دماغ میں ایک ہل چل سی تھی...... اس نے اپنے باس کی آنکھوں میں ایک طنزیہ مسکراہٹ اس وقت دیکھی تھی جب وہ خط اسے دے رہا تھا...... اور وہ طنزیہ مسکراہٹ اسے خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس لیے کہ جب بھی باس کسی کو جان سے مارتا تھا یا جان سے مارنے کی کوئی ترکیب کرتا تھا تو یہ طنزیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر ضرور آتی تھی...... اس کے دوسروں کو مارنے کے طریقے بھی عجیب و غریب تھے...... وہ اپنے کام کرنے والوں کو خود اپنے ہاتھوں سے کبھی نہیں مارتا تھا۔

اسے اچھی طرح یاد تھا...... ایک روز اس کے باس نے اس سے کہا تھا کہ آج شام دوشی کی موت واقع ہو جائے گی...... دوسرے دن اس کی لاش اپنے بستر پر پڑی پائی گئی تھی...... اس کا گلا گھونٹا گیا تھا...... لیکن پولیس آج تک قاتل کا سراغ نہیں لگا سکی تھی...... اسی طرح ایک روز

اس نے کہا تھا کہ کل شام جانی کتے کی موت مرے گا...... اور وہ سڑک پر ایک کار کے نیچے کچلا گیا تھا...... بری طرح...... پولیس اس کا بھی آج تک سراغ نہیں لگا سکی...... شہر میں ایسے اور بھی کئی واقعات ہوئے تھے...... جن کو یاد کر کے وہ لرزا کرتا تھا اور سوچا کرتا تھا...... کسی روز باس اسے بھی اسی طرح ہلاک کروا دے گا...... اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔

اچانک اسے بے پناہ خوف کا احساس ہوا...... اسے لگا، آج اس کی زندگی کا آخری دن ہے...... اس کا پورا جسم پسینے سے بھیگ گیا...... اور پھر اچانک ہی اس نے کہا۔

"ڈرائیور! مہربانی فرما کر ٹیکسی روک دو اور مجھے یہیں اتار دو"۔

"کیوں جناب...... کیا ہوا؟"۔

"مم...... میری طبیعت خراب ہو گئی ہے"

"تو میں ڈاکٹر تک لے چلتا ہوں"۔

"نہیں...... باہر کی ہوا لگتے ہی ٹھیک ہو جائیں گے...... ایسا میرے ساتھ ہوتا رہتا ہے"۔

"تو آپ باہر نکل کر ٹہل لیں...... میں انتظار کر لیتا ہوں...... ابھی تو آپ کا کافی سفر رہتا ہے"۔

"نہیں...... اب میں کچھ دیر بعد ہی سفر کرنے کے قابل ہو سکوں گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

اس نے بل ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی...... چند منٹ تک وہ پیدل چلتا رہا...... پھر سامنے سے آنے والی ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا...... اور اس میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"گرین روڈ"۔

"یس سر" ڈرائیور بولا اور ٹیکسی چل پڑی۔

جلد ہی وہ گرین روڈ پر اترا...... اور پیدل چلتا رہا...... ایک خوب صورت سے گھر کے سامنے رکا...... اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دستک دی...... فوراً ہی قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک آواز ابھری۔

"باہر کون صاحب ہیں"۔

"مم...... میرا نام ڈالی ہے...... ایک جرائم پیشہ ہوں...... اپنے گناہوں کا اقرار کرنے آیا ہوں اور میرے پاس شاید میری موت کا خط ہے"۔

"مم...... موت کا خط...... کیا کہا...... ذرا پھر سے کہیے گا" اندر سے چونک کر کہا گیا۔

"میرے پاس موت کا خط موجود ہے"۔

"یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"جی کیا فرمایا" اس نے چونک کر کہا۔

"چھوڑیں...... یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی...... آپ کسی خط کی بات کر رہے تھے...... آپ کی آواز سے لگتا ہے...... آپ کسی شدید پریشانی سے دوچار ہیں...... لہٰذا آپ کو باہر روک کے رکھنا مناسب نہیں لگتا...... میں دروازہ کھول رہا ہوں...... لیکن اگر آپ کسی برے ارادے سے آئے ہیں تو پھر آپ خود ذمے دار ہوں گے"۔

"ہاں! ٹھیک ہے...... آپ فکر نہ کریں...... میں آپ لوگوں کے خلاف کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتا" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... کہ ایک جرائم پیشہ ہمارے خلاف کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتا"۔

"ایسا ہو سکتا ہے...... بہت سے جرائم پیشہ آپ کو بہت پسند کرتے ہیں"۔

اسی وقت دروازہ کھل گیا...... ایک لڑکے کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔

"مہربانی فرما کر مکھن نہ لگائیں...... اس لیے کہ ہمارے درمیان مکھن موجود ہے"۔

"کک...... کیا فرمایا...... آپ کے درمیان مکھن موجود ہے"۔

"ہاں! وہ دیکھیے...... صحن میں جو گورے سے رنگ کے بیٹھے ہیں...... بس وہی مکھن ہیں...... ویسے ان کا نام آفتاب ہے...... ان کے گورے رنگ کی وجہ سے گھر والوں نے انہیں مکھن کہنا شروع کر دیا تھا...... سو یہ اس وقت سے مکھن کہلاتے ہیں...... اور ہم خدا کا شکر ادا

malikji www.urdufanz.com

کرتے ہیں کہ مفت میں مکھن مل گیا...... وہ بھی مستقل مکھن"۔

"چپ...... پتا نہیں آپ کیا باتیں کر رہے ہیں"۔

"میری باتیں ذرا اوٹ پٹانگ سی ہوتی ہیں...... سمجھ داری کی باتیں آپ سے وہ لوگ کریں گے...... جو صحن میں بیٹھے آپ کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ہیں اور مجھ پر تاؤ کھا رہے ہیں کہ میں جلدی سے آپ کو اندر کیوں نہیں لے آتا...... چلیے صاحب...... ان کی فرمائش بھی پوری کر دیتے ہیں...... آپ جلدی سے صحن کی طرف چلیے...... اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا"۔

عین اس لمحے ایک بھاری بھر کم اور خوف ناک قسم کا جوتا دروازے میں اڑ گیا۔

"ارے، بھئی یہ آپ اپنا پاؤں تو باہر ہی بھول گئے" فاروق نے ہانک لگائی۔

اندر بیٹھے سب لوگ ہنس پڑے...... وہ چونک کر مڑا...... اور اپنے دونوں پیروں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مم...... میرے پیر تو یہ رہے...... میرے جوتوں میں"۔

"اوہو...... تو پھر یہ کس کا پاؤں ہے...... اور کس کا جوتا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فاروق کی پیشانی پر ایک مکا لگا...... ساتھ ہی ایک فائر ہوا...... انہوں نے دیکھا...... وہ بالکل ساکت ہو چکا تھا...... گولی بالکل ٹھیک دل میں لگی تھی...... غضب کا نشانہ تھا اس کا...... جس

نے گولی چلائی تھی۔

جب تک وہ کھڑکی کے ذریعے پائیں باغ سے ہوتے دروازے تک آئے...... حملہ آور غائب ہو چکا تھا۔

"ارے باپ رے...... یہ کیا ہوا" آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"وہی ہوا جو منظور خدا تھا" آفتاب نے کہا۔

انہوں نے دروازے کا جائزہ لیا، وہاں کوئی چیز نہیں تھی...... فی الحال وہ دروازہ نہیں کھول سکتے تھے...... اس لیے کہ قاتل نے دروازہ باہر سے بند کیا تھا...... اس کی انگلیوں کے نشانات مل سکتے تھے۔

"آفتاب تم باہر ٹھہرو...... کہیں انگلیوں کے نشانات کوئی ضائع نہ کر دے" محمود بولا۔

اس نے سر ہلا دیا...... اندر آ کر محمود نے اکرام کو فون کیا۔

"انکل جلد آ جائیں"۔

"جلدی آ جاؤں...... کہاں اور کیوں" اس نے بھی جلدی سے کہا۔

"گھر آ جائیں...... ایک عدد لاش آپ کا انتظار کر رہی ہے"۔

"ارے باپ رے...... لاش...... اور انسپکٹر صاحب کے گھر میں...... تم نے پہلے کیوں نہ بتایا" اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"کمال کرتے ہیں انکل...... یعنی کہ...... اس کے لاش میں تبدیل ہونے سے پہلے آپ کو کس طرح بتا سکتے تھے کہ وہ لاش بننے والا ہے...... لہٰذا آپ آ جائیں"۔

"حد ہو گئی...... یہ بھی کوئی مذاق کا وقت ہے" اکرام نے جھلا کر کہا۔

malikjr www. urdufanz.com

"نن نہیں...... بالکل نہیں" محمود مسکرایا۔

"مرنے والے کا نام کیا ہے"۔

"ابھی میں نے اس سے پوچھا نہیں"۔

"حد ہو گئی...... مرنے کے بعد پوچھو گے" اکرام بھنا کر بولا۔

"ارے ہاں یاد آگیا...... اس نے اپنا نام ڈالی بتایا تھا"۔

"ہائیں تو کیا مرنے والی لڑکی ہے...... یا عورت ہے"۔

"آپ غلط سمجھے...... ڈالی نام مردوں کا بھی ہو سکتا ہے" محمود نے کہا۔

"آرہا ہوں...... ہوشیار رہنا"

"آپ فکر نہ کریں...... اس کے آنے پر بھی ہوشیار نہیں تھے...... لیکن اب ہو چکے ہیں"۔

"اچھا ہی ہے" اکرام نے کہا اور فون بند کر دیا۔

جلد ہی وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا...... اس نے ڈالی کی لاش کو غور سے دیکھا۔

"جانا پہچانا نہیں ہے...... لیکن ہو سکتا ہے...... یہ میک اپ میں ہو"۔

"پہلے تو آپ انگلیوں کے نشانات کی طرف توجہ دیں...... قاتل

جاتے وقت دروازہ باہر سے بند کر گیا تھا"۔

"اور ہم کیا کرتے رہ گئے"۔

"اس کے دروازہ بند کرنے کا انتظار کرتے رہ گئے" محمود نے کہا۔

"حد ہو گئی"۔

"انکل آج آپ پر حد ہو گئی کا دورہ تو نہیں پڑ گیا" فاروق نے کہا۔

اکرام نے اسے گھور کر دیکھا...... پھر ہنس پڑا۔

"آپ ایک لاش کے سرہانے ہنس رہے ہیں" اشفاق نے گویا اسے یاد دلایا۔

"اوہ ہاں...... واقعی" وہ یک دم سنجیدہ ہو گئے۔

پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا...... ادھر اکرام نے کہا۔

"بتاؤ...... یہ کیسے ہوا؟"۔

"ہم سب بیٹھے گپیں لگا رہے تھے...... کیونکہ جب سے روتان والا کیس ختم ہوا ہے...... راوی ہمارے لئے عیش ہی عیش لکھ رہا ہے"۔

"یہ کم بخت راوی مجھے کیوں نہیں ملا آج تک" اکرام نے جل بھن کر کہا۔

"کک...... کیوں...... آپ کو اس کی کیا ضرورت پیش آگئی"۔

"پوچھتا اس سے...... اس نے آج تک میرے لیے کیوں کبھی عیش نہیں لکھی"۔

انہیں ہنسی آگئی۔

malikj.www.urdufanz.com

"ہاں تو ہم صحن میں بیٹھے تھے"۔

"اور بڑے صاحبان کہاں ہیں؟"

"وہ پروفیسر انکل کے ساتھ ان کی تجربہ گاہ گئے ہیں"۔

"کوئی خاص بات تھی"۔

"پروفیسر انکل کسی وجہ سے پریشان تھے...... ہمیں وہ وجہ نہیں معلوم...... ہمیں ساتھ لے جانا انہوں نے مناسب نہیں سمجھا...... اس لیے کہ ہم پر اس وقت باتوں کا بھوت سوار تھا" محمود نے جلدی جلدی بتایا۔

"کیوں...... کیوں" وہ مسکرایا۔

"اس لیے کہ اس بھوت کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے"۔

"یار مذاق نہ کرو...... ہم ایک قتل سے دوچار ہیں...... جو ہوا بھی تمہارے گھر کے اندر ہے...... ہمیں انسپکٹر صاحب کیا کہیں گے"۔

"یہی کہیں گے کہ اللہ کو یہی منظور تھا" فاروق نے فوراً کہا۔

"میں بتاتی ہوں انکل...... یہ تو یونہی ٹر ٹر کرتے رہیں گے"۔

"کیا کہا...... ہم ٹر ٹر کر رہے ہیں"۔

"ہاں! اور کیا" اس نے جل کر کہا۔

"اچھا" پھر اب تم واقعات کو انکل بتاؤ" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"واقعات کو انکل بتاؤ...... یہ کیا بات ہوئی"۔

"میرا مطلب تھا انکل کو واقعات بتاؤ"۔

"ہم صحن میں بیٹھے تھے انکل...... اچانک گھنٹی بجی...... فاروق اٹھ کر دروازے پر گیا...... پتا چلا کہ باہر کوئی ڈالی نام کا شخص موجود ہے...... اس نے بتایا اس کے پاس اس کی موت کا خط ہے"۔

"کیا کہا...... موت کا خط"۔

"ہاں! موت کا خط" اس نے یہی کہا تھا۔

"تم نے اب تک اس کی تلاشی کی"۔

"جی نہیں...... ہم نے سوچا تھا...... موت کا خط کہیں بھاگا نہیں جارہا...... پہلے آپ آجائیں...... پھر تلاشی لیں گے"۔

"ارے تو لاؤ بھئی وہ خط نکالو"۔

فاروق نے آگے بڑھ کر...... اپنا پاؤں خون سے بچاتے ہوئے اس کی جیبوں کی تلاشی لی...... ضرورت کی دوسری چیزوں کے علاوہ ایک جیب میں واقعی ایک خط تھا...... لفافے میں بند خط...... لفافہ بہت احتیاط سے بند کیا گیا تھا...... لیکن اس پر کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔

"اس پر تو کسی کا نام نہیں ہے"۔

"ہم نے کب کہا انکل کہ اس پر کسی کا نام ہے" فاروق نے کہا۔

"یار تم چپ رہو"۔

"جی بہت بہتر"۔

"انکل پہلے اس لفافے پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھوالیں......

malikji www.urdufanz.com

آخر جس نے یہ خط اس...... کو دیا تھا...... اس کی انگلیوں کے نشانات بھی تو ہو سکتے ہیں اس پر"۔

"ٹھیک ہے" اس نے سر ہلا دیا۔

نشانات اٹھائے گئے...... اس سے پہلے دروازے پر سے بھی نشانات اٹھائے گئے تھے...... مرنے والے کی انگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے...... تب کہیں جا کر ~~اکرام نے کہا~~

"اب اس لفافے کو کھولو"۔

"مم...... مجھے ڈر لگتا ہے انکل" فاروق نے کہا۔

"حد ہو گئی...... ایک خط سے ڈر رہے ہو"۔

"للل...... لیکن یہ موت کا خط ہے"۔

"اوہو...... کھولو بھئی، موت جس کی واقع ہونا تھی...... ہو چکی"۔

آخر فاروق نے ڈرتے ڈرتے خط کھولا...... ویسے اسے واقعی ڈر لگ رہا تھا...... اندر تہ کیا ہوا سفید کاغذ موجود تھا...... اس نے وہ کاغذ نکالا اور اس کی تہ کو کھولا...... پھر جونہی خط پر اس کی نظر پڑی...... وہ بہت زور سے اچھلا۔

☆☆☆

لاش

"اف مالک! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں" انسپکٹر جمشید نے کانپتی آواز میں کہا۔

ان کی نظریں ایک فریم میں لگے نقشے پر جمی تھیں...... چہرہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا اور صرف ان کا نہیں...... انسپکٹر کامران مرزا، خان رحمان اور منور علی خان تک کے چہرے بالکل سفید پڑ چکے تھے...... پروفیسر داؤد کی حالت ان سب سے خراب تھی۔

تھوڑی دیر پہلے وہ سب انسپکٹر جمشید کے گھر میں ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے...... کہ اچانک پروفیسر داؤد کے اسسٹنٹ امجد فاروقی نے انہیں گھبرائی ہوئی آواز میں فون کیا...... وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر ان کی طرف آ گئے...... پھر پروفیسر داؤد نے انہیں فون کیا...... وہ انہیں تجربہ گاہ بلا رہے تھے۔

اس وقت چھوٹی پارٹی زور شور سے محاورات اور ضرب الامثال کی جنگ لڑ رہی تھی...... انسپکٹر جمشید نے ان کا جوش اور خروش دیکھا تو

mahkji www.urdufanz.com

سرسری انداز میں بولے۔

"پروفیسر صاحب نے کسی سلسلے میں ہمیں تجربہ گاہ بلایا ہے...... تم لوگ چلنا پسند کرو گے"۔

"بات پسند ناپسند کی نہیں انکل...... اگر وہاں ہماری ضرورت ہے تو ہم ضرور چلیں گے"۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے...... ضرورت ہے یا نہیں"۔

"تب پھر پہلے آپ چلے چلیں...... ضرورت ہو تو ہمیں بلا لیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر وہ تجربہ گاہ پہنچے...... تو پروفیسر داؤد کا چہرہ بالکل سفید نظر آیا...... جیسے ان کا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

"خیریت نظر نہیں آتی"۔

"ہم...... میں کچھ کہہ نہیں سکتا جمشید"۔

"جی...... کیا مطلب...... آپ کچھ کہہ نہیں سکتے"۔

"ہاں! اس لیے کہ ابھی کوئی بات واضح نہیں"۔

"تب پھر اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"پتا نہیں...... مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

"خیر...... آپ پہلے وضاحت فرمائیں...... اگر ضرورت ہوئی تو ہم بھی ڈر لیں گے" وہ مسکرائے۔

"اڑا لو مذاق جمشید...... لیکن تمہاری سٹی بھی گم ہونے والی ہے"۔

"اوہ ارے باپ رے...... تب تو پھر پہلے مجھے اپنی سٹی کی حفاظت کا انتظام کرنا ہوگا"۔

"اس سے بہتر تو تھا جمشید...... تم چھوٹی پارٹی کو ساتھ لے آتے"۔

وہ مسکرا دیے...... پھر وہ چاروں بھی سنجیدہ ہو گئے۔

"اچھا چلیں...... دکھائیں...... کیا بات ہے"۔

وہ انہیں ایک ہال میں لے آئے...... اس ہال میں وہ پہلے کبھی نہیں آئے تھے...... اس کی دیواروں پر چار بڑے بڑے نقشے بنے ہوئے تھے...... یہ نقشے عام نقشوں جیسے نہیں تھے...... بلکہ پوری ایک دیوار پر دیوار جتنا ہی نقشہ تھا...... اور اس پر مختلف چیزیں ابھری ہوئی تھیں...... ننھے منے مختلف رنگوں کے بلب...... ٹیوبز...... کنڈنسرز...... ننگی تاریں...... ان کے درمیان گردش کرنے والے ننھے ننھے والوز، بیرنگ اور کمانیاں وغیرہ۔

"یہ...... یہ کیسے نقشے ہیں...... ہم زندگی میں پہلی بار ان کو دیکھ رہے ہیں"۔

"ایک دیوار پر ہمارے ملک کا نقشہ ہے...... دوسری پر انشارجہ کا...... تیسری پر شارجستان کا، چوتھی پر بیگال کا...... ان چاروں ملکوں میں کسی بھی شہر میں...... کسی بھی جگہ پر کوئی ایٹمی یا میزائلی گڑبڑ ہوتی ہے...... تو ہمیں پتا چل جاتا ہے"۔

malikjii www.urdufanz.com

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے۔

"میں ابھی مثال دے کر بتاؤں گا...... پہلے یہ سن لو...... اس قسم کے نقشے کوئی خاص میری ایجاد نہیں ہیں...... بیگال کے ایک ہال میں اس قسم کے نقشے موجود ہیں...... انشارجہ میں بھی ہیں...... اور شاید شارجستان کے ہاں بھی ہوں گے...... اس کا مجھے پتا نہیں...... گویا ہم اگر ان کے ملک میں کوئی ایٹمی یا میزائلی کام کریں...... تو انہیں پتا چل جائے گا"۔

"اوہ اوہ" وہ بولے۔

"اب آؤ اپنے ملک کے نقشے کی طرف...... یہ دیکھو...... یہ رہا ہمارا دارالحکومت...... اس کے شمال میں اس طرف چلے آؤ...... یہ سرحدی علاقہ ہے...... اس کی تھوڑا سا اس طرف...... جہاں یہ سرخ بلب بار بار جل اور بجھ رہا ہے...... یہ آج صبح پہلی بار جلتا بجھتا نظر آیا...... میرے نائب نے اس کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا...... پھر وہ اس کو اپنا وہم خیال کرتا رہا...... اس نے اپنے ماتحتوں کو یہاں بلا کر دکھایا...... سب نے کہا...... یہ وہم نہیں کوئی خواب نہیں، سچ مچ یہاں کوئی گڑبڑ ہے"۔

"ہم سمجھ گئے...... آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے اس حصے میں کوئی ایٹمی یا میزائلی گڑبڑ ہے"۔

"ہاں جمشید...... میں یہی کہنا چاہتا ہوں...... لیکن اس میں مشکل ایک اور ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ یہ حصہ ہمارے ملک میں ضرور ہے...... لیکن ہمارا یہ نقشہ یہ نہیں بتا رہا کہ یہ کہاں ہے"۔

"کیا مطلب...... یہ کیسے ہو سکتا ہے...... جب یہاں ملک کے ہر حصے کی نشان دہی موجود ہے...... سب شہروں کی نشاندہی کی گئی ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے...... یہ دیکھو...... یہ سرحدی شہر انبار کوٹ ہے...... ہے نا"۔

"جی ہاں بالکل ہے"۔

"سرخ روشنی اس سے قدرے آگے بائیں طرف نظر آ رہی ہے...... لیکن یہ جگہ سرحد میں نہیں ہے"۔

"تب پھر اس سے کیا ہوتا ہے...... شارجستان کی سرحد پر گڑبڑ ہے...... اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں" انہوں نے زوردار انداز میں سر ہلایا۔

"تب پھر؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"تب پھر یہ کہ...... یہ جگہ نہ تو ہمارے شہر میں ہے...... اور نہ شارجستان کی سرحدی شہر میں ہے"۔

"کیا مطلب...... پھر کہاں ہے" ان کی حیرت کی حد نہ رہی۔

"میں نہیں جانتا"۔

"کیا فرمایا آپ نے...... میں نہیں جانتا"۔

malikji www.urdufanz.com

"ہاں...... نہ صرف یہ کہ میں نہیں جانتا...... بلکہ یہ میرے تمام نائب بھی نہیں جانتے اور یہی تو وجہ ہے ہمارے چہرے سفید ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے...... یہ جگہ نا معلوم ہے"۔

"یہ جملہ بھی کہا جا سکتا ہے...... لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ جگہ معلوم ہے...... لیکن اس جگہ اگر کوئی گڑبڑ ہے تو وہ چھپی نہیں رہ سکتی...... وہ سارا علاقہ تو فوجی ہے...... فوج کا وہاں ہر وقت گشت ہے"۔

"تب پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خفیہ جگہ بنائی گئی ہے"۔

"میں اس کے علاوہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا...... اور اب یہ کام بن گیا ہے تم لوگوں کا...... اس جگہ کو جس قدر جلدی ہو سکے...... تلاش کرو...... ورنہ کیا ہو جاتا ہے...... میں نہیں کہہ سکتا...... ہو سکتا ہے...... ہمارا دارالحکومت میزائلوں کی زد میں ہو اور کسی بھی لمحے پورا شہر اڑ جائے"۔

"نن نہیں...... نہیں"۔

"اسی لیے تو ہم سفید پڑے ہوئے ہیں"۔

"تب تو یہ واقعی ہولناک بات ہے...... اس کا مطلب ہے...... ہمیں ابھی اور اسی وقت روانہ ہونا ہے"۔

"ہاں! اور میں ساتھ چلوں گا"۔

"چلیے پھر...... چھوٹی پارٹی کو ساتھ لے کر چلتے ہیں...... انہیں فون کر دیتے ہیں...... تاکہ وہ تیار رہیں" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی

کہا۔

"تیاری کے لیے تو کسی قدر وقت میں بھی لوں گا...... تم ایسا کرو جمشید...... گھر پہنچ کر خود بھی تیاری کر لو...... انہیں بھی تیار کر لو...... اتنے میں میں وہاں آجاؤں گا"۔

"بہت بہتر...... آؤ بھئی چلیں"۔

اب وہ چاروں وہاں سے روانہ ہوئے اور گھر پہنچے...... وہاں پولیس کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہاں کیا ہوا بھئی" انہوں نے اکرام کے ایک ماتحت سے پوچھا۔

"قتل" اس نے کہا۔

"ارے باپ رے...... ہم ادھر گئے اور ادھر قتل بھی ہو گیا...... حیرت ہے...... کون قتل ہوا ہے"۔

"پتا نہیں سر"۔

اب وہ اندر داخل ہوئے...... انہوں نے سب کے چہروں پر حیرت دیکھی...... لاش پر نظر پڑی تو انسپکٹر جمشید بری طرح اچھلے...... انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں اچھلتے دیکھا تو حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا آپ اسے جانتے ہیں"۔

"نہیں...... میں جانتا تو نہیں...... لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے......

malikji www.urdufanz.com

جیسے میں انہیں دیکھتا رہا ہوں...... لیکن افسوس مجھے یاد نہیں آرہا کہ میں کہاں دیکھتا رہا ہوں...... خیر تم پہلے تفصیل سنا دو"۔

محمود نے ساری تفصیل سنا دی۔

"اور وہ خط"۔

"یہ رہا خط" محمود نے وہ ان کی طرف بڑھا دیا۔

انہوں نے خط کو کھولا اور دھک سے رہ گئے...... موت کا وہ خط بالکل سادہ تھا...... یعنی اس سفید کاغذ پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔

"اور اس نے کیا کہا تھا...... میرے پاس موت کا خط ہے"۔

"جی ہاں! یہی کہا تھا"۔

"اوکے...... اکرام...... اخبارات میں اس کی تصویر شائع کرادو...... کہ اس شخص کی لاش ملی ہے' اس غریب کے رشتے دار رابطہ کریں"۔

"اوکے سر"۔

"دروازے پر یا اس کاغذ پر قاتل کی انگلیوں کے نشان ملے"۔

"جی نہیں...... وہ کوئی بہت ہی ماہر قاتل تھا...... اس نے فاروق کو دھکا دیا...... ٹھیک دل پر وار کیا...... اور اتنی ہی دیر میں باہر سے دروازہ بند کر کے غائب ہو گیا...... اس قدر عجلت میں ٹھیک دل کا نشانہ لینے پر مجھے حیرت ہے...... اور یہ کام کسی عام قاتل کا ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

"ہاں اکرام! اس میں شک نہیں...... لیکن سب سے پہلے ہمیں یہ

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تھا کون؟"

"جی ہاں...... بالکل"۔

"اور یہ میک اپ میں بھی نہیں ہے"۔

"جی نہیں...... میک اپ کے امکانات کا جائزہ ہم لے چکے ہیں"۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے...... لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادو...... گولی جسم کے اندر ہی رہ گئی ہے...... اس کو محفوظ کر لینا"۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں سر' جیسے کہیں جا رہے ہوں"۔

"ہاں! ہمیں جانا ہوگا...... محمود فاروق...... تم سب فوراً تیاری کر لو...... ہمیں ایک لمبے سفر پر جانا ہے"۔

"کیا ملک سے باہر ابا جان" فاروق بولا۔

"نہیں...... ملک میں ہی...... لیکن بہت دور"۔

"اس کا مطلب ہے...... تجربہ گاہ میں کوئی خاص بات نوٹ کی گئی ہے"۔

"یہی بات ہے"۔

اور پھر وہ سب تیاری کرنے لگے...... اکرام اپنے کام سے فارغ ہو کر چلا گیا...... جلد ہی پروفیسر داؤد وہاں پہنچ گئے...... وہ ایک خاص قسم کے لباس میں نظر آئے...... اس لباس کی جیبوں میں چند آلات نظر آئے...... یہ خاص قسم کے آلات تھے۔

"میں پوری طرح تیار ہوں جمشید"۔

maliki www.urdufanz.com

"اوکے...... ہم بھی تیار ہیں...... بچوں سے پوچھتا ہوں"۔

"یہاں کیا ہوا ہے جمشید...... گڑبڑ کے آثار نظر آ رہے ہیں"۔

"یہاں ایک آدمی کا قتل ہوا ہے"۔

"اوہ ارے باپ رے" وہ بوکھلا گئے۔

"جی ہاں...... قتل...... ان سب کی آنکھوں کے سامنے دن دیہاڑے ایک قاتل ایک شخص کو قتل کر کے چلا گیا...... ویسے اس میں شک نہیں کہ وہ بہت ماہر تھا"۔

"اور مرنے والا کون تھا"۔

"پتا نہیں چل سکا...... ویسے مجھے اس کا چہرہ جانا پہچانا نظر آیا تھا"۔

"پتا نہیں جمشید...... کیا بات ہے...... میرا جی چاہ رہا ہے کہ اس کا چہرہ میں بھی دیکھ لوں"۔

"ضرور دیکھ لیں...... تصاویر یہاں موجود ہیں"۔

"نہیں جمشید...... تصویر میں نہیں...... مردہ خانے میں جا کر"۔

"چلیے پھر دکھلاتا ہوں آپ کو...... ایک منٹ ٹھہریں...... بچوں کا پتا کر لوں"۔

وہ بچوں کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں زور شور سے تیاری کرتے پایا۔

"کہو بھئی...... کتنی دیر ہے"۔

"جی بس دس پندرہ منٹ اور لگیں گے"۔

"اوہو...... تم تو عورتوں کی طرح تیاری میں وقت ضائع کر رہے ہو...... ہے کوئی تک...... اچھا خیر...... میں ذرا پروفیسر صاحب کو وہ لاش دکھا کر آتا ہوں...... اس وقت تک بالکل تیار ملنا"۔

"انہیں لاش دیکھنے کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔

"ان کا جی چاہ رہا ہے" وہ مسکرائے۔

"جی کیا مطلب...... جی چاہ رہا ہے...... لاش دیکھنے کو"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"یہ عجیب بات ہے...... خیر آپ لاش دکھائیں انہیں"۔

وہ انہیں اپنی کار میں مردہ خانہ تک لائے...... مردہ خانے کے ایک ملازم نے لاش تک ان کی رہنمائی کی...... اور اس کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔

پروفیسر داؤد نے جونہی اسے دیکھا...... بہت زور سے اچھلے...... ان کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔

☆☆☆

malikpi www. urdufanz.com

کیا کریں

"کک...... کیا ہوا پروفیسر صاحب! خیر تو ہے" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جمشید! تم نے اسے پہچانا نہیں؟" وہ بولے۔

"یہ مجھے جانا پہچانا ضرور لگا تھا...... لیکن یاد نہیں آسکا کہ کہاں دیکھا ہے"۔

"اوہو جمشید...... یہ میرے پاس کام کرتا رہا ہے"۔

"اوہ! اب یاد آیا...... آپ کے ریکارڈ میں تو پھر اس کی فائل ہو گی"۔

"ہاں بالکل...... کیوں نہیں"۔

"آئیے چلیں...... پہلے ہم اس کی فائل دیکھیں گے...... ویسے آپ ہمیں اس کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں"۔

"جب تک یہ میرے پاس رہا...... بہت ایمان داری سے کام کرتا رہا...... یہ میرے پاس لیبارٹری انچارج تھا"۔

"پھر اس نے ملازمت کیوں چھوڑ دی تھی"۔

"بس اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا تھا...... کچھ عرصہ سے یہ کہنے لگا تھا...... اب میں دنیا کے کام چھوڑ دینا چاہتا ہوں...... اللہ اللہ کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا آپ مجھے فارغ کر دیں...... اور آخر جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اس کا مطالبہ مان لیا اور اسے فارغ کر دیا...... جہاں تک مجھے یاد ہے...... میں نے اسے آج سے تین سال پہلے فارغ کیا تھا"۔

"اس کا نام؟"۔

"راجا دل نواز" وہ بولے۔

"چلیے پھر پہلے اس کی فائل دیکھ لیں"۔

وہ فوراً تجربہ گاہ آئے...... انہوں نے ریکارڈ کیپر کے ذریعے فائل نکلوائی...... پھر وہ اس کا مطالعہ کرنے لگے...... اس نے سائنس میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی اور اس کے بعد ان کے ہاں ملازمت اختیار کر لی تھی...... اس کا کردار بے داغ تھا...... اس کے بارے میں کوئی بات سننے میں نہیں آئی تھی...... اس کے گھر کے افراد کے بارے میں کوئی غلط بات سننے میں نہیں آئی تھی...... ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد انہوں نے اسے ملازم رکھ لیا تھا...... اور آج اتنے دن بعد انہیں اس کی لاش دکھائی دی تھی۔

فائل سے کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی...... البتہ گھر کا پتا ضرور معلوم ہو گیا...... وہ سیدھے اس کے گھر پہنچے...... گھر میں اس کا بڑا بھائی انہیں ملا۔

maltkji www.urdufanz.com

"راجا دل نواز یہیں رہتے ہیں"۔

"ہاں جناب...... لیکن اس وقت وہ گھر پر نہیں ہے"۔

"وہ آج کل کہاں کام کر رہے ہیں"۔

"پروفیسر داؤد کے ہاں"۔

"جی! کیا فرمایا...... پروفیسر داؤد کے ہاں...... وہاں سے تو وہ تین سال پہلے ملازمت چھوڑ چکے...... یہ پروفیسر صاحب ہمارے ساتھ ہیں" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ...... اور یہ کیسے ہو سکتا ہے...... جب کہ وہ ہر روز صبح سویرے یہاں سے ان کی تجربہ گاہ چلا جاتا ہے اور رات کے وقت واپس آتا ہے"۔

"تب وہ غلط بیانی کر تا رہا ہے...... تین سال پہلے اس نے ملازمت چھوڑ دی تھی"۔

"نہیں...... میں اس بات کو نہیں مانتا"۔

"یہ دیکھئے...... ہمارے پاس اس کی فائل موجود ہے...... اب ہمیں اس کے کمرے کی تلاشی لینا ہے"۔

"کیا مطلب...... آپ کون لوگ ہیں"۔

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے...... ایک گھر میں اس کی لاش پائی گئی ہے"۔

"نہیں" وہ چلا اٹھا اور روتا ہوا اندر کی طرف دوڑ پڑا۔

"اب تو ہماری تلاشی بہت مشکل ہو گئی" خان رحمان بولے۔

"ہاں! لیکن مجبوری ہے...... تلاشی تو لینا ہو گی"۔

جلد ہی وہ پھر باہر نکلا اور روتے ہوئے بولا۔

"اس کی لاش اس وقت کہاں ہے"۔

"ہسپتال...... پہلے اس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا...... مہربانی فرما کر ہمیں اس کا کمرہ دکھا دیں"۔

"آیئے" وہ انہیں ساتھ لیے اوپر والی منزل پر ایک کمرے میں آیا۔

"یہ ہے اس کا کمرہ"۔

"آپ جا سکتے ہیں...... ہم اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس چلے جائیں گے"۔

"ہمیں لاش کب ملے گی"۔

"پوسٹ مارٹم کے فوراً بعد...... میں آپ کو رقعہ لکھ دیتا ہوں"۔

"بہت شکریہ" اس نے کہا اور روتا ہوا چلا گیا۔

اب انہوں نے باریک بینی سے کمرے کی تلاشی شروع کی۔

"گھر والوں سے نئی ملازمت کے بارے میں کوئی ذکر نہ کرنا...... اور بات کو اس حد تک چھپانا کہ آج تین سال بعد بھی گھر والوں کو یہی معلوم ہے کہ وہ پروفیسر صاحب کے ہاں ملازم ہے...... مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور کوئی مجرمانہ کام کرنے لگ گیا تھا...... اور اس کی موت جس

malikji www.urdufanz.com

انداز میں، قتل ہوئی، اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ کسی پراسرار آدمی کے لیے کام کرتا تھا...... اسی نے اسے وہ سادہ خط دیا تھا...... جو اسے کہیں پہنچانا تھا...... لیکن اس نے خطرہ محسوس کیا...... اپنی موت کا خطرہ...... اور ہمارا رخ کر لیا...... ادھر اس پراسرار آدمی نے اس کے پیچھے کسی کو لگا رکھا تھا...... جب اس نے دیکھا کہ وہ ہمارے ہاں داخل ہو چکا ہے تو اس نے وار کر دیا...... حیرت اس پر ہے کہ وہ کس قدر ماہر قاتل تھا...... جس نے اس قدر عجلت میں بھی ٹھیک دل کا نشانہ لیا...... تاکہ وہ کچھ بتانے کے قابل نہ رہ جائے"۔

"اوہو...... جمشید...... یہ دیکھو...... اس کی تین چار ڈائریاں" خان رحمان بول اٹھے...... وہ ایک الماری کھولے کھڑے تھے...... اور ڈائریاں اب ان کے ہاتھ میں تھیں۔

"بہت خوب! یہ ایک کام کی چیز ہاتھ لگ گئی"۔

پھر اس الماری سے انہیں ہیروئن کی چند پڑیاں بھی مل گئیں۔

"اف مالک! تو یہ ہیروئن بھی پیتا تھا"۔

"پیتا نہیں تھا...... اس پراسرار آدمی نے پہلے اسے ہیروئن پر لگایا ہو گا...... پھر ملازمت چھڑوالی ہو گی...... اور اپنے گروہ میں شامل کیا ہو گا"۔

کمرے میں باقی چیزیں عام ضرورت کی تھیں...... آخر وہ باہر نکل آئے...... اس کے بھائی کو رقعہ لکھ کر دیا اور گھر آ گئے...... وہاں سب تیار

تھے اور ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"کیا ہوا ابا جان"۔

"پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس کا نام راجا دل نواز تھا...... وہ کبھی زمانے میں پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ میں کام کرتا رہا ہے"۔

"ارے!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! لیکن تین سال پہلے اس نے ملازمت چھوڑ دی...... کسی نے اسے ہیروئن کا عادی بنایا اور اس سے وہ ملازمت چھڑا دی...... پھر شاید اپنے گروہ میں ملازم رکھ لیا...... اس نئی ملازمت کا ذکر اس نے آج تک اپنے گھر والوں سے بھی نہیں کیا...... اس سے ظاہر ہے وہ کوئی جرائم پیشہ گروہ ہے...... جس میں وہ کام کرتا رہا ہے...... یہ ہمیں اس کی ڈائریاں ملی ہیں...... اور کچھ پڑیاں ہیروئن بھی...... میرا خیال ہے...... چلنے سے پہلے ہم ان ڈائریوں کو دیکھ لیتے ہیں ورنہ الجھن رہے گی"۔

"چلیے پھر" وہ بولے۔

اور وہ ڈائریوں کا مطالعہ کرنے لگے...... لیکن اس میں نئی ملازمت کا کہیں ذکر نظر نہ آیا۔

"اب تو پھر یہ ایک عام سا کیس بن گیا ہے...... پھر اس کی تفتیش اکرام کے ذمے لگا دیتے ہیں...... کیونکہ ہمارا جانا بھی بہت ضروری ہے"۔

سب نے اس تجویز کو پسند کیا...... پھر اکرام کو بلایا گیا...... راجا دل

نواز کے بارے میں اسے سب کچھ بتایا گیا...... اس کی ڈائریاں اسے دے دی گئیں...... ان میں اگرچہ کچھ نہیں تھا...... لیکن اس کی تحریر کا نمونہ موجود تھانا۔

اس سادہ کاغذ پر بھی کسی کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے تھے...... ہدایات دیتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا۔

"اور اکرام احتیاط کرنا"۔

"جی...... کیا مطلب؟"

"قاتل بہت سفاک ہے...... بہت ماہر ہے...... ٹھیک دل کا نشانہ لے کر فائر کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے...... ایسے لوگ مجھے بہت ناپسند ہیں...... ان لوگوں کا روز کا کام انسانوں کو قتل کرنا ہوتا ہے...... یہ شاید دنیا کے بے رحم ترین لوگ ہیں...... اور میں خوف محسوس کر رہا ہوں کہ"۔

"کیا فرمایا سر...... آپ خوف محسوس کر رہے ہیں...... کس سے"۔

"اس قاتل سے...... وہ تنہا نہیں ہو سکتا...... وہ بھی اس گروہ کا آدمی ہے...... جس گروہ میں راجا دل نواز شامل ہو گیا تھا...... اب غالباً انہیں راجا دل نواز کی ضرورت نہیں رہی تھی...... یا پھر اس نے کوئی بے ایمانی کی تھی جس کی یہ سزا اسے دی گئی...... بات کچھ بھی ہو...... یہ گروہ میرے نزدیک خطرے کی گھنٹی ہے...... اور اگر ہمارا جانا ضروری نہ ہوتا تو ہم فوری طور پر اس معاملے کو لیتے...... اور اکرام تم مسلسل ہم سے

رابطہ رکھنا اور اس بارے میں کوئی نئی بات ہو تو بتاتے رہنا۔

"بہت بہتر سر"۔

اور پھر وہ وہاں سے رخصت ہوئے...... پہلے انہیں جہاز پر سفر کرنا تھا...... سرحدی شہر کے ایئرپورٹ پر ان کے لیے ایک بڑی گاڑی تیار تھی...... ان کی خفیہ فورس اس قسم کے کام کرنے میں بہت تیز تھی...... جونہی وہ گاڑی کے نزدیک پہنچے...... خفیہ فورس کا کارکن گاڑی سے دور ہوتا چلا گیا...... اور وہ مسکرا دیئے۔

پھر وہ وہاں سے اس سمت میں روانہ ہوئے...... جس طرف وہ سرخ روشنی نظر آئی تھی...... ان کے پاس نقشہ موجود تھا اور سمت کا اندازہ وہ پہلے ہی لگا چکے تھے...... ایک گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سڑک دو سڑکوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔

"ہمیں اب کون سی سمت میں چلنا ہے پروفیسر صاحب...... دائیں طرف یا بائیں طرف"۔

"اندازے کے مطابق بائیں طرف...... لیکن میری تجربہ گاہ کے ہال میں لگے نقشے کے مطابق...... یہ سڑک ہمارے ملک میں شامل نہیں ہے...... ہمارا ملک بس یہیں تک ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے پروفیسر صاحب...... اس جگہ تو پھر فوجی موجود ہونے چاہئیں تھے"۔

"تب وہ جگہ آگے جا کر آتی ہو گی...... میں ذاتی طور پر اس طرف

mahkji www.urdufanz.com

کبھی آیا تو ہوں نہیں"۔

"چلیے دیکھ لیتے ہیں"۔

وہ چلنے لگے تھے کہ دائیں طرف سے ایک فوجی گاڑی آتی نظر آئی...... وہ اس کو دیکھ کر رک گئے...... ان سے معلومات مل سکتی تھیں...... گاڑی ان کے نزدیک پہنچ کر رک گئی...... اور فوجی جلدی جلدی نیچے اتر کر پوزیشن لینے لگے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں"۔

"پہلے ہمیں اپنا کام کرنے دیں" ان کا آفیسر بولا۔

جب وہ پوزیشن لے چکے...... اور انہیں فوری طور پر نشانہ بنانے کے قابل ہو گئے تو آفیسر نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں! اب بتائیں...... آپ اس طرف کیسے نکل آئے...... کیا آپ کو معلوم نہیں...... یہ علاقہ عام علاقہ نہیں...... خاص علاقہ ہے اور اس طرف آنا منع ہے۔

"ہم نے شہری حدود سے اس طرف آتے ہوئے اس قسم کا کوئی بورڈ نہیں دیکھا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں...... آپ کی نظروں کا قصور ہے...... آپ اس طرف آئے کیوں ہیں...... پہلے تو یہ بتائیں"۔

"ایک سرکاری کام ہے...... پہلے آپ ہمارے کارڈ دیکھ لیں"۔

"ضرور...... کیوں نہیں" وہ پہلی بار مسکرایا۔

"خدا کا شکر ہے...... آپ مسکرائے تو" پیچھے سے فاروق بول اٹھا...... باقی لوگ مسکرا دیے...... آفیسر کا منہ بن گیا۔

پھر اس نے کارڈ دیکھے تو چونک اٹھا۔

"اوہو! یہ آپ لوگ ہیں...... خیر...... آپ کوئی بھی ہوں...... اس جگہ سے آگے آپ نہیں جا سکتے...... بلکہ یہاں سے پندرہ کلو میٹر دور ہم نے نشان لگا رکھا ہے...... اس جگہ سے آگے کوئی نہیں آ سکتا...... آپ کو ہمارے کیپٹن صاحب کے پاس چلنا ہو گا"۔

"چلیے پھر"۔

"آپ اپنا اسلحہ ہمارے حوالے کر دیں" اس نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے...... جب کہ آپ کارڈ دیکھ چکے ہیں"۔

"ضرورت ہے...... ہم اپنا کام اپنے اصولوں کے مطابق کرتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے...... آپ ہمارے ملک کے فوجی ہیں...... اور ہم فوج کا حد درجے احترام کرتے ہیں ورنہ"۔

انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"ورنہ کیا؟" اس نے آنکھیں اوپر اٹھا کر انہیں گھورا۔

"ورنہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ آپ ہمیں روک نہیں سکتے"۔

"تب پھر پہلے وہ چیز دکھا دیں" اب اس نے تنک کر کہا۔

"اچھی بات ہے...... یونہی سہی"۔

malikji www.urdufanz.com

انہوں نے اپنا اجازت نامہ نکال کر دکھایا..... اس کو پڑھ کر وہ ذرا بھی متاثر نہ ہوا اور مسکرا کر بولا۔

"اس کو اپنے پاس رکھیں..... شہر میں کام آئے گا..... سرحدی علاقوں میں یہ بے اثر ہے"۔

"اس اجازت نامے میں ایسی کوئی بات نہیں کہ سرحدی علاقے میں یہ بے اثر ہے" انہوں نے جل کر کہا۔

"او کے..... آپ ہمارے آفیسر سے بات کر لیں..... لیکن ان تک جانے سے پہلے آپ کو اسلحہ تو ہمارے پاس جمع کرانا ہوگا..... ورنہ ہم آپ کو یہیں سے لوٹا دیں گے"۔

انہوں نے بے بسی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... یہ فوجی تھے..... وہ تو پولیس والوں کے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کے عادی نہیں تھے..... پولیس کا بھی بہت احترام کرتے تھے اور یہ تو تھے فوجی..... لہٰذا انہوں نے کہا۔

"اپنے پستول انہیں دے دو بھئی"۔

انہوں نے فوراً ہدایات پر عمل کیا۔

"گاڑی سے نیچے اتر آؤ..... ہمیں پیدل چلنا ہوگا"۔

"اچھی بات ہے..... لیکن یہ سن لیں..... کہ ہم ایک بہت اہم سرکاری کام کے سلسلے میں نکلے ہیں اور جہاں ہمیں پہنچنا ہے..... اس جگہ اگر ہم وقت پر نہ پہنچے تو ہو سکتا ہے..... ملک کو کافی نقصان پہنچ

جائے"۔

"نہیں پہنچے گا..... ملک کو کوئی نقصان..... اور پھر ملک کی حفاظت کرنا ہمارا کام ہے..... آپ کا نہیں"۔

"ملک کے اندر جو اندرونی بیرونی سازشیں ہوتی ہیں..... ان سے نبٹنا ہمارا کام ہے..... اور وہ زیادہ خطرناک ہوتی ہیں"۔

"ہوتی ہوں گی..... آیئے میرے پیچھے..... اور خبردار..... کوئی غلط حرکت کی تو..... مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا"۔

"آپ اپنے برتاؤ پر پچھتائیں گے..... صوبیدار میجر صاحب" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کوئی پروا نہیں..... ہم لوگ تو بس اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"او کے" وہ بولے۔

اور پھر پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک عمارت کے سامنے رکے..... عمارت سرخ اینٹوں کی تھی اور بہت خوب صورت تھی۔

"اتنی دور آنا تھا تو پھر گاڑی میں بیٹھ کر آنے میں کیا حرج تھا"۔

"کیپٹن صاحب کا حکم" اس نے کہا۔

"اچھا صاحب..... چلیے پھر ملوایئے اپنے کیپٹن سے"۔

"آپ لوگ یہیں ٹھہریں..... میں انہیں اطلاع کرتا ہوں"۔

malikji www.urdufanz.com

"اچھی بات ہے"۔

وہ اندر چلا گیا...... تین منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

"آپ میں سے صرف ایک آئے...... جو کیپٹن کو مطمئن کر سکے"۔

انسپکٹر جمشید آگے بڑھے...... انھیں ایک نامعلوم سی بے چینی کا احساس بار بار ہونے لگا...... تاہم وہ چلتے رہے...... پھر صوبے دار ایک کمرے میں داخل ہوا...... اس کے پیچھے وہ داخل ہوئے...... اندر ایک کیپٹن آرام کرسی میں نیم دراز تھا۔

"تو آپ انسپکٹر جمشید ہیں"۔

"جی ہاں!" وہ بولے۔

"آپ لوگ تو بہت مشہور لوگ ہیں...... اس طرف کس لیے آئے ہیں"۔

"ملک کسی انجانے خطرے کی لپیٹ میں ہے...... ہم اس خطرے کا سراغ لگانے آئے ہیں"۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے...... یہاں کوئی گڑبڑ نہیں ہے"۔

"ہمیں غلط فہمی ہو سکتی ہے...... آلات کو نہیں" انھوں نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہ بات پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ میں نصب چند آلات نے بتائی

ہے کہ اس طرف کوئی گڑبڑ ہے"۔

"لیکن ہمارے آلات نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی"۔

"آپ کے آلات میں اور پروفیسر صاحب کے آلات میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔

"جی نہیں...... یہاں بھی جدید ترین آلات موجود ہیں...... آپ یہیں سے لوٹ جائیں...... آپ اس جگہ سے آگے نہیں جا سکتے...... صوبے دار...... انھیں وہیں پہنچا دیں جہاں سے انھیں لائے ہیں...... اور ان کی گاڑی میں انھیں واپس روانہ کر دیں"۔

"او کے سر"۔

"اگر ملک کو کوئی نقصان پہنچا...... تو کیا اس کے ذمے دار آپ ہوں گے"۔

"ذمے دار تو کوئی بھی ہو سکتا ہے" اس نے کہا۔

"کیا مطلب...... کیا ہم بھی ذمے دار ہو سکتے ہیں...... جب کہ اس جگہ سے ہمیں آگے نہیں جانے دیا جا رہا"۔

"ہم اور کچھ نہیں کر سکتے...... یہ حکم ہے...... حکم"۔

"او کے...... کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں"۔

"میں آپ کو سرکاری فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔

"بہت بہتر! میں اپنے موبائل سے تو کر سکتا ہوں"۔

malikji www.urdufanz.com

"ہاں! ضرور...... کیوں نہیں سر"۔
اب انہوں نے جلدی سے کمانڈر انچیف کو فون کیا...... لیکن وہ موجود نہیں تھے...... پھر کور کمانڈر کو فون کیا...... وہ مل گئے...... ان کی بات سن کر وہ بولے۔

"اس معاملے میں میں کوئی حکم جاری نہیں کر سکتا"۔

"او کے" وہ بولے...... پھر انہوں نے صدر کے نمبر ڈائل کیے...... انہوں نے ان کی بات کو حیران ہو کر سنا اور بولے۔

"وہ کون ہوتے ہیں...... میرے اجازت نامے کو بے کار کہنے والے...... میں ابھی کمانڈر سے بات کرتا ہوں"۔

"یہی تو مشکل ہے سر...... وہ نہیں ہیں"۔

"میں ابھی انہیں تلاش کر لیتا ہوں...... تم فکر نہ کرو"۔

جلد ہی ان کا فون انہیں ملا...... وہ کہہ رہے تھے۔

"جمشید...... کمانڈر صاحب نہیں مل رہے...... ان کا موبائل تک خاموش ہے"۔

"تب پھر ہم اب کیا کریں...... ہمارا جانا تو بہت ضروری ہے"۔

"چند منٹ وہیں ٹھہرو...... میں دیکھتا ہوں" انہوں نے کہا۔

انہیں فون بند کرتے دیکھ کر صوبے دار طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"شہید بات بنی"۔

"بات بنے گی اور ضرور بنے گی"۔

چند منٹ بعد پھر صدر صاحب کی آواز سنائی دی...... وہ کہہ رہے تھے۔

"کمانڈر صاحب مل گئے ہیں...... وہ اس کیپٹن کو فون کر رہے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ سر"۔

"جب یہ لوگ تمہیں جانے کی اجازت دے دیں تو فون کر دینا"۔

"اچھی بات ہے سر"۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن کے فون کی گھنٹی بجی...... اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا اور دوسری طرف کی بات سننے لگا...... اس کے چہرے کا رنگ اڑتا جا رہا تھا...... آخر اس نے لیس سر کر کے فون رکھ دیا اور ان سے بولا۔

"آپ جا سکتے ہیں...... صوبے دار...... انہیں وہیں لے جاؤ جہاں یہ ملے تھے...... وہاں سے یہ بائیں طرف والی سڑک پر آگے جائیں گے"۔

"لل...... لیکن سر" صوبے دار ہکلایا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں...... اوپر کا حکم ہے...... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"اس طرح تو ہم" اس نے پھر کچھ کہنا چاہا...... لیکن کیپٹن نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں ہاں! میں جانتا ہوں...... جو کہا ہے وہ کرو"۔

"لیس سر" اس نے کہا اور پھر انہیں لے کر اس مقام پر گیا جہاں

سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔

"آپ کو بائیں سڑک پر جانا ہے" اس نے فوراً سامنے بتایا۔

"دائیں سڑک پر کیا ہے...... اور یہ کس طرف جاتی ہے"۔

"آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے" ایک نے جل کر کہا۔

"لیکن ہمیں اس سے غرض ہے" انسپکٹر جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح چونکا۔

"ہمیں دائیں طرف والی سڑک پر جانا ہے اور آپ ہمیں روک نہیں سکتے...... اس لیے کہ ابھی ابھی آپ کے کیپٹن کے ہدایات ملی ہیں آپ کو"۔

"لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم کس سڑک سے آپ کو بھیجیں"۔

"جب دو سڑکیں ہیں اور یہ فیصلہ نہیں کیا گیا تو ہم جس سڑک پر چاہیں جا سکتے ہیں"۔

"آخر آپ جانا کہاں چاہتے ہیں" اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ ہم نہیں بتا سکتے"۔

"اچھی بات ہے...... اگر آپ دائیں طرف جانا چاہتے ہیں تو دائیں طرف ہی چلے جائیں...... لیکن ذمے دار آپ ہوں گے" صوب دار نے کہا۔

malikji www. urdufanz.com

"کیا مطلب...... کس چیز کے ذمے دار"۔

"کسی بھی قسم کے نقصان کے ذمے دار"۔

"وہ تو پہلے بھی ہم خود ہوتے ہیں...... کسی دوسرے کو ذمے دار ٹھہرانا ہماری عادت نہیں"۔

"یہاں معاملہ اور ہے...... ان دونوں سڑکوں سے پہلے ہماری ڈیوٹی ہے...... کسی کو آگے نہ جانے دینا ہماری ذمے داری ہے"۔

"ٹھیک ہے...... ہر قسم کے حالات کے ہم خود ذمے دار ہوں گے...... آپ فکر نہ کریں"۔

"شکریہ...... خدا حافظ" اس نے کہا اور وہ آگے بڑھ گئے۔

"انکل! مجھے اس کے جملے سے خطرے کی بو آ رہی ہے" فرحت کی آواز سنائی دی۔

"کون سے جملے سے!" وہ چونکے۔

"یہ کہ ذمے دار آپ خود ہوں گے"۔

"کوئی بات نہیں...... دیکھا جائے گا...... ہم رک نہیں سکتے...... ہمیں آگے جانا ہے" وہ بولے۔

وہاں سڑک کے درمیان میں ایک بورڈ رکھا گیا تھا...... اس پر لکھا تھا۔

"یہ آخری حد ہے...... اس سے آگے بڑھنے والے کی زندگی کی کوئی

malikji www. urdufanz.com

ضمانت نہیں دی جاسکتی"۔

انہوں نے ادھر ادھر...... دائیں بائیں...... اور پیچھے ہر طرف کا جائزہ لیا...... دور دور تک کوئی نہیں تھا...... انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں"۔

"ہم آگے بڑھیں گے"۔

انہوں نے کہا اور قدم آگے بڑھا دیے...... عین اس وقت ایک فائر ہوا۔

☆ ☆ ☆

یہ کیا ہو رہا ہے

فوجی فوراً اوندھے منہ گرا اور ساکت ہو گیا...... وہ اس سے پہلے گر چکے تھے...... ان کے رنگ اڑ گئے۔

"فف...... فو...... صوبے دار صاحب" مکھن نے لرزتی آواز منہ سے نکالی۔

صوبے دار میجر جوں کا توں پڑا رہا...... اس کے جسم میں ذرا بھی حرکت نہ ہوئی...... درختوں کی اوٹ لیے بغیر وہ اس کے نزدیک نہیں جاسکتے تھے...... کیونکہ انہوں نے فائر کرنے والے کا انداز دیکھا تھا اور اپنی سٹیاں گم ہوتے محسوس کی تھیں۔

اس ایک فائر کے بعد دوسرا فائر نہ ہوا...... انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ تھوڑی دیر پہلے جب انہوں نے صوبے دار کو پہلی بار دیکھا تھا...... اس وقت وہ اس سڑک کی طرف سے آتا نظر آیا تھا...... اور اب گولی بھی اسی سمت سے آئی تھی۔

"صوبے دار صاحب" انسپکٹر جمشید نے منہ سے آواز نکالی...... اس

کی طرف سے اب بھی جواب نہ ملا…… پستول دائیں ہاتھ میں لیے آخر کار وہ سڑک پر سینے کے بل رینگتے اس کی طرف بڑھے…… یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ گئے…… ذرا سا سر ابھار کر انہوں نے اس کی طرف دیکھا…… اس کے ٹھیک دل پر گولی کا نشان نظر آیا…… اس کا خون سڑک پر دور تک پھیل گیا تھا۔

وہ سکتے میں آ گئے…… اس قدر سفاک قاتل ان کی نظروں سے بہت کم گزرے تھے…… انہوں نے سر ادھر ادھر گھمایا، لیکن کہیں کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہ آئے۔

"درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے سب لوگ آگے بڑھیں، کسی کی ذرا سی جھلک بھی نظر آئے تو اسے نشانہ بنانے سے نہ چوکیں" انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت دی۔

وہ سب آگے بڑھنے لگے…… ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے…… پستول ان کے ہاتھوں میں تھے…… جلد ہی وہ لاش سے بھی آگے نکل گئے…… کافی دور آگے جا کر انہوں نے اندازہ لگایا کہ قاتل اب وہاں نہیں تھا…… اب انہوں نے کیپٹن کو اطلاع دی…… وہ اپنی جیپ پر بیٹھ کر وہاں آیا…… اس کا چہرہ دھواں ہوا تھا۔

"یہ…… یہ کیسے ہوا؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا…… ہم لوگ یہاں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے…… دراصل ہم دائیں طرف والی سڑک سے جانا چاہتے

تھے…… جب کہ صوبے دار صاحب بائیں طرف والی سڑک سے ہمیں جانے کے لیے کہہ رہے تھے…… بس ایسے میں اس وقت کوئی گولی آئی اور ٹھیک ان کے دل میں لگ گئی…… ہم لوگ بھی اسی وقت گر گئے تھے اور لوٹ لگا کر درختوں کی اوٹ میں آ گئے تھے…… لیکن پھر کافی دیر گزرنے پر بھی دوسرا فائر نہ ہوا…… اس وقت میں سینے کے بل رینگ کر ان تک آیا اور میں نے دیکھا…… گولی ان کے دل میں لگی ہے"۔

"یہ ایک خوفناک حادثہ ہے…… اس پر حیرت مجھے بھی ہے…… آخر وہ کون تھا…… جس نے گولی چلائی…… بلکہ وہ آپ میں سے کوئی تھا"۔

"ہمیں بھلا صوبے دار صاحب کو ہلاک کرنے کی کیا ضرورت تھی…… آپ خود سوچیں"۔

"لیکن ہمارے ساتھ بھی تو ایسا آج تک نہیں ہوا…… ایک مدت سے ہم یہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں"۔

"ہم خود حیران ہیں…… ہمارے لیے بھی یہ انوکھی واردات ہے…… ویسے اس طرف ہے کیا…… کیا بتا سکتے ہیں" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس طرف آگے پہاڑ ہیں…… جو قدرتی سرحد کا کام دیتے ہیں…… جہاں پہاڑ نہیں ہیں…… وہاں دونوں ملکوں کے فوجی پہرہ دیتے ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"اور بس..... اور تو کچھ نہیں ہے اس طرف"۔
"نہیں اور کچھ نہیں ہے..... آخر آپ اس طرف کیوں آئے ہیں"۔
"اور بائیں طرف کیا ہے" انہوں نے جیسے اس کا سوال سنا ہی نہیں۔

"بائیں طرف بھی یہی کچھ ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے..... آپ اس لاش کو سنبھالیں..... ہم اس کے قاتل کو آپ کے حوالے کرنے کا وعدہ کرتے ہیں"۔

"مشکل ہے..... ان پہاڑوں میں کوئی چھپ جائے تو اس کو تلاش کرنا آسان کام نہیں"۔

"اچھا خدا حافظ"۔

یہ کہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔

"لیکن میں یہ قتل کس کے کھاتے میں ڈالوں..... میں اپنے آفیسر کو کیا جواب دوں گا..... اس کے گھر والوں کو کیا بتاؤں گا"۔

"ہم بتا چکے ہیں..... یہ ایک انوکھا واقعہ ہے..... ہماری سمجھ سے باہر واقعہ ہے..... لہٰذا نامعلوم شخص کی گولی والی بات بتائیں..... جب تک ہم قاتل کو گرفتار نہیں کر لیتے..... اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے"۔

"لیکن میں اس کو مناسب نہیں سمجھتا"۔

"پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"آپ کو یہیں ہمارے پاس رکنا ہوگا..... میں بریگیڈیئر صاحب کو فون کر کے بلاتا ہوں..... جو وہ حکم کریں گے..... ہم وہی کریں گے"۔

"اس طرح ہمارا وقت ضائع ہوگا" انہوں نے منہ بنایا۔

"اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی"۔

"اچھی بات ہے..... آپ کو بھی جو کرنا ہے کر لیں..... اور یہ سوچ لیں..... اگر ملک کو کوئی ناقابل بیان نقصان پہنچا تو اس کے ذمے دار آپ ہوں گے"۔

"آپ نے یہ کیا بات کہی"۔

"ہمیں اس طرف ایک بڑی گڑبڑ کی خبر ملی ہے"۔

"لیکن اس طرف کوئی گڑبڑ نہیں ہے"۔

"یہ آپ کہتے ہیں نا..... لیکن ہمارے آلات بتاتے ہیں..... اس طرف کوئی بڑی گڑبڑ ہے"۔

"ہوں..... آپ لوگ بریگیڈیئر صاحب کے آنے تک نہیں جا سکتے"۔

"جیسے آپ کی مرضی..... ویسے ہم بہت دیر سے محسوس کر رہے ہیں..... یہاں ہمارے ساتھ بہت عجیب سلوک ہو رہا ہے..... یہاں تک کہ کمانڈر انچیف صاحب کی ہدایات آنے پر بھی کوئی فرق نہیں پڑا"۔

"کیا آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے دی گئی تھی..... اگر یہ

malikji www.urdufanz.com

واقعہ پیش نہ آجاتا تو کون آپ کو روک رہا تھا۔

"آخر ہمیں روکنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا خبر ...... صوبے دار کا قاتل آپ میں سے کوئی ہو"۔

"کیا بات کرتے ہیں ...... ہم کیوں بلاوجہ کرتے اس بے چارے کو قتل۔ اس نے ہمارا کیا نقصان کیا تھا" انہوں نے منہ بنایا۔

"کچھ بھی کیوں نہ کہیں ...... میں آپ کو جانے نہیں دوں گا"۔

"ہماری ایک مجبوری ہے ...... بہت بڑی ...... اور وہ یہ کہ ہم اپنے ملک کی فوج اور پولیس کے ساتھ ذرا بھر بھی کوئی زیادتی نہیں کرتے ...... صرف احترام کرتے ہیں ...... ورنہ ہمارے لیے چلے جانا کچھ بھی مشکل نہیں تھا" انہوں نے تلملا کر کہا۔

"کیا مطلب ...... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے زبردستی بھی جا سکتے ہیں"۔

"ہاں بالکل ...... اس لیے کہ آپ نے ملک کے صدر کا حکم نہیں مانا نہ اپنے کمانڈر انچیف کا"۔

"یہ آپ سراسر الزام لگا رہے ہیں ...... آپ کو ان کی ہدایت ملنے کے بعد جانے کی اجازت دے دی گئی تھی ...... لیکن یہ واقعہ ہو گیا" اس نے بھی تلملا کر کہا۔

"او کے ...... اب آپ بریگیڈیئر صاحب کو بلا لیں"۔

پھر وہ اس عمارت میں چلے آئے ...... وہیں بریگیڈیئر صاحب

آگئے ...... انہوں نے ساری بات سنی ...... ان کے کاغذات دیکھے ...... پھر بولے۔

"آپ لوگ اپنے پستول چیک کرا دیں ...... اگر صوبے دار کے جسم سے نکلنے والی گولی آپ کے پستولوں میں سے کسی کی نہ ہوئی تو ہم آپ کو جانے کی اجازت دے دیں گے"۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں بریگیڈیئر صاحب ...... لاش جس رخ سے پڑی تھی ...... اس سے تو صاف ظاہر ہے ...... گولی اس سڑک کی طرف سے آئی تھی ...... آخر ہم اپنے پستول کیوں چیک کرائیں"۔

"ملٹری کے ڈاکٹر اس وقت تک لاش میں سے گولی نکال چکے ہیں ...... اس طرح آپ لوگ جلد فارغ ہو جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے اپنے پستول دے دو بھئی"۔

انہوں نے پستول دے دیے ...... ویسے وہ کچھ بے چینی سے محسوس کر رہے تھے۔

"آپ لوگ یہاں آرام کریں ...... آدھ گھنٹے تک یہ کام مکمل کر لیا جائے گا"۔

"آدھ گھنٹے تک ...... یہ تو بہت زیادہ وقت ہے"۔

"مجبوری ہے ...... ہم اپنا اطمینان کیے بغیر آپ کو ...... میں جانے دیں گے ...... آگے علاقہ بہت خطرناک ہے"۔

"آپ کی مرضی ...... آپ لوگوں کی وجہ سے ...... کو کوئی

malikji www.urdufanz.com

نقصان پہنچا تو میں آپ کو عدالت میں طلب کراؤں گا“۔

انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

”دیکھیے جناب! ہم جو کچھ کرتے ہیں...... اپنے آفیسرز کے حکم کے مطابق کرتے ہیں...... لہٰذا آپ ہمیں عدالت میں نہیں بلا سکیں گے“۔

”کوئی بات نہیں...... دیکھیں گے...... بلا سکتے ہیں یا نہیں“۔

”او کے“ بریگیڈیئر صاحب کندھے اچکا کر رہ گئے...... تھوڑی دیر بعد بہت سے فوجیوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا...... وہ حیران رہ گئے...... پھر بریگیڈیئر صاحب وہاں آئے۔

”اب ہمیں آپ کی تلاشی بھی لینا ہے“۔

”کیوں! اب کیا ہوا؟“۔

”ایک خاص بات سامنے آئی ہے“۔

”بتائیں! کیا بات سامنے آئی ہے“۔

”ابھی نہیں...... پہلے تلاشی“۔

”اچھی بات ہے...... جو کرنا ہے...... کرلیں...... لے لیں تلاشی“۔

اب کئی فوجیوں نے ان کی تلاشی شروع کی...... پھر ایک نے کہا۔

”آپ جوتے اتار دیں...... جوتوں میں بھی کچھ چیزیں چھپائی جا سکتی ہیں“۔

”یہ لیں...... یہ رہے جوتے...... آپ جو کرنا چاہتے ہیں

کرلیں...... پھر ہماری باری ہے“۔

”اوہ ہاں ضرور...... کیوں نہیں“ وہ ہنس دیے۔

ان کے جوتوں کو ایک طرف لے جا کر ان کی تلاشی بھی لی گئی...... انہیں بھلا کس کی پرواہ ہو سکتی تھی...... آخر ان کے جوتے واپس کر دیے گئے...... باقی چیزیں بھی واپس مل گئیں۔

”آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں...... ایک بات کا خیال رہے“۔

”اور وہ کیا جناب“۔

”آپ کے حق میں بہتر یہ رہے گا کہ یہاں سے چلے جائیں“۔

”یہ آپ کیوں کہہ رہے ہیں“۔

”یہ کہ...... یہاں ہر طرف خیریت ہے...... کہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہے، اس لیے آپ واپس چلے جائیں“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”اب جب ہم آ گئے ہیں تو دیکھ کر جائیں گے“۔

”آخر آپ کو یہاں کس قسم کی گڑبڑ کا اندیشہ ہے“۔

”خوفناک قسم کی“۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوئی یہ بات“۔

”پروفیسر داؤد صاحب کے آلات نے بتائی یہ بات“۔

”اوہ اچھا خیر...... ٹھیک ہے...... آپ اس علاقے کو پوری طرح دیکھ سکتے ہیں“۔

وہ سڑک پر چلنے ہی والے تھے کہ فرزانہ نے چونک کر کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ ایک اہم بات سامنے آئی ہے...... آپ نے بتایا نہیں کہ وہ کون سی بات ہے"۔

"اس بات کا آپ سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکا...... لہٰذا آپ کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہ آگے بڑھتے چلے گئے...... اچانک ایک فوجی دستہ ان کے سامنے آگیا...... ان کا اسلحہ ان کی طرف تن گیا۔

"کہاں کا ارادہ ہے"۔

"ہم پوری طرح چیکنگ کرا کے آئے ہیں" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کس نے کی آپ کی چیکنگ"

"بریگیڈیئر صاحب نے"۔

"بریگیڈیئر صاحب نے...... کیا کہہ رہے ہیں...... کون سے بریگیڈیئر"۔

"جس جگہ سے سڑک دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے نا...... وہاں ہمیں فوج نے روکا تھا"۔

"وہ ان کا علاقہ تھا...... یہ ہمارا علاقہ ہے...... آپ بغیر اجازت ہمارے علاقے میں آئے کیوں...... پہلے تو یہ بتائیے"۔

"بغیر اجازت نہیں...... ہم نے ان سے اجازت لی تھی"۔

"پتا نہیں آپ کیا باتیں کر رہے ہیں...... یہ سرحدی علاقہ ہے...... اگر آپ ہمارا اطمینان کرا سکتے ہیں تو ہم خود آپ کو آگے تک کی سیر کرا دیں گے، ورنہ اسی جگہ سے واپس بھیج دیں گے"۔

"چلیے پھر کرائیں آگے کی سیر"۔

"پہلے چیکنگ ہو گی"۔

"لو ہو...... آپ فون کر کے پتا کر لیں نا"۔

"نہیں...... مجھے معلوم ہے"۔

"کیا معلوم ہے آپ کو" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ آپ کی چیکنگ اس موقعے پر ہو چکی ہے...... لیکن اپنے شہر کے ذمے دار ہم ہیں...... وہ نہیں"۔

"کیا کہا...... شہر" وہ چونکے۔

"ہاں! شہر...... یہاں ایک چھوٹا سا سرحدی شہر موجود ہے...... کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں"۔

"ابھی ابھی آئی ہے" وہ بولے۔

"اگر آپ کو اس شہر کے بارے میں علم نہیں تھا تو پھر اس طرف کیا لینے آئے"۔

"پتا نہیں...... ہم کیا لینے آئے یا کیا دینے آئے...... آپ پہلے چیکنگ کر لیں...... کیونکہ اس چیکنگ میں پہلے ہی ہمارا بہت وقت برباد ہو چکا ہے...... اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہاں ہمارے ساتھ یہ سلوک ہو گا تو

malikji www.urdufanz.com

ہم انتظام کر کے چلتے"۔

"چلئے پھر...... پہلے یہ بتائیں...... آپ کیا انتظام کر کے چلتے۔"

"اس قسم کا انتظام کہ پھر آپ کو ہماری چیکنگ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی"۔

"خیر وہ تو اس صورت میں بات تھی...... اب تو ہم مجبور ہیں...... حکم کے مطابق یہ کام کر سکتے ہیں"۔

"میں نے کہا تو ہے...... کریں چیکنگ" انہوں نے جھلا کر کہا۔

اور پھر ان کی ایک بار پھر اچھی طرح تلاشی لی گئی...... وہ سخت بوریت محسوس کرتے رہے تھے...... تاہم یہاں آکر شہر کا ذکر سن کر ان کے کان کھڑے ہو گئے تھے...... کیونکہ پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ کے ہال کی دیوار پر نصب نقشے میں اس جگہ کوئی شہر موجود نہیں تھا...... اور اس وقت وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ جس جگہ انہیں سرخ روشنی نظر آئی تھی...... گڑبڑ اسی شہر میں ہے...... ان پر اب جوش بھی طاری ہو چکا تھا۔

ابھی تلاشی جاری تھی کہ انہیں وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا...... اس نے قدرے فاصلے پر جا کر پیغام سنا...... اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے...... وہ سمجھ گئے کہ اس نے کوئی خبر سنی ہے...... جو ناگوار ہی ہو سکتی ہے...... پھر وہ ایک ایک قدم اٹھاتا ان کے پاس چلا آیا...... ان کی تلاشی ابھی تک جاری تھی...... اس تلاشی کے دوران ان کے پستول لے

لیے گئے تھے...... پھر ان کے جوتے بھی اتروائے گئے...... انہیں اس [illegible] ہوئی کہ یہاں جوتے کیوں بار بار اتروائے جا رہے ہیں...... آخر تلاشی کا یہ دور عمل ختم ہوا۔

"آپ لوگ اپنے جوتے پہن سکتے ہیں" آفیسر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے" وہ مسکرائے۔

"کس بات پر خدا کا شکر ادا کیا" آفیسر نے حیران ہو کر کہا۔

"یوں تو ہر بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے...... لیکن اس وقت میں نے خاص طور پر اس لیے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم جوتے پہن سکتے ہیں...... ورنہ اس پتھریلی زمین پر آپ ننگے پاؤں چلنے کا حکم بھی تو دے سکتے تھے"۔

"نہیں! اس طرح ہمیں دقت ہو گی"۔

"دقت ہو گی...... کیا مطلب؟"۔

"دقت ہو گی...... کیونکہ پھر آپ بہت آہستہ چلیں گے اور ہمیں آپ کے ساتھ چونکہ شہر میں داخل ہونا ہے...... اس لیے ہمیں بھی آپ کے ساتھ آہستہ چلنا پڑے گا...... آپ بات کو سمجھ رہے ہیں نا"۔

"جی ہاں! بس سمجھ ہی رہے ہیں...... بات کے علاوہ ہم تو ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں...... اور کچھ نہ کچھ سوچنے پر مجبور ہیں"۔

"سوچتے رہیں...... یہ آپ کا اپنا فعل ہے...... اس پر کون کیوں اعتراض کرنے لگا"۔

malikji www.urdufanz.com

"چلیے...... ہم جوتے پہن چکے ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے"۔

"کس بات پر افسوس ہے"۔

"اس بات پر کہ میں آپ کو شہر کی سیر کی اجازت نہیں دے سکتا...... ہاں شہر کے اندر لے جاؤں گا ضرور"۔

"پتا نہیں...... آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"ابھی ابھی ایک پیغام ملا ہے مجھے...... پیغام ان بریگیڈیئر صاحب کی طرف سے تھا"۔

"چلیے پھر اب وہ پیغام بھی سنائیں...... جب یہاں آ گئے ہیں تو ہر وہ کام کرنا پڑے گا جو آپ چاہیں گے" انہوں نے جھلا کر کہا۔

باقی لوگ بھی اب سخت بور ہو چکے تھے...... ان فوجیوں کی کارروائی بہت سخت تھی...... اور ان کا بہت سا وقت ضائع ہو گیا تھا۔

"پیغام ملا ہے کہ اس فوجی کے قاتل آپ لوگ ہی ہیں جسم سے نکلی ہوئی گولی، آپ میں سے ایک کے پستول کی ثابت ہو گئی ہے...... لہٰذا ہم آپ کو گرفتار کرتے ہیں...... آپ اپنی بے گناہی عدالت میں ثابت کر کے ہی آزاد ہو سکیں گے...... ویسے آپ بے فکر رہیں...... یہاں فوری کارروائی ہوتی ہے...... مطلب یہ کہ آج آپ کو گرفتار کیا گیا ہے تو کل عدالت میں پیش کر دیا جائے گا...... مقدمے کا فیصلہ بھی کل ہی سنا دیا جائے گا"۔

"حیرت ہے...... اس قدر رفتار سے کام ہوتا ہے یہاں" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی بس...... آپ دیکھ ہی لیں گے"۔

"اچھی بات ہے...... کر لیں پھر ہمیں گرفتار! یہ بھی سہی"۔

اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں...... وہ حیرت زدہ تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے...... صدر اور کمانڈر انچیف کے فون کے باوجود وہ انہیں کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں تھے...... یہ عجیب حالات تھے۔

انہیں ایک بند گاڑی میں بٹھا کر وہاں سے آگے لے جایا گیا...... اس گاڑی سے وہ باہر دیکھنے کے قابل نہیں تھے...... لہٰذا صبر شکر سے بیٹھے رہے...... آخر آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد گاڑی رکی، انہیں نیچے اتارا گیا...... انہوں نے دیکھا...... وہ ایک جیل کے دروازے پر موجود تھے...... آفیسر نے جیل کے آفیسر کو ان کے بارے میں بتایا...... اب جیل کے کانسٹیبلوں نے انہیں گھیر لیا...... فوجی گاڑی رخصت ہو گئی۔

یہاں پھر ان کی تلاشی لی گئی...... جوتے بھی اتروائے گئے...... ایسے میں فاروق نے کہا۔

"میرا تو جی چاہتا ہے...... اب ان سے پستول بھی نہ لیں اور نہ جوتے نہ یہ ہمارے پاس ہوں گے...... نہ ان کی تلاشی لی جائے گی"۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرا دیے۔

"چلو اندر قاتلو؟" کانسٹیبلوں نے انہیں اندر کی طرف دھکا

malikji www.urdufanz.com

دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا..... قاتلو" انسپکٹر جمشید کو غصہ آ گیا..... اب تک بہت برداشت کرتے آئے تھے۔

"ہاں تو اور کیا..... قاتل ہی تو ہو تم لوگ..... ایک فوجی کے قتل کا الزام ہے تم پر"۔

"الزام ہی ہے نا..... یہ بات ابھی ثابت نہیں ہوئی..... اور جب تک ثابت نہیں ہو جاتی..... آپ ہمیں قاتل نہیں کہہ سکتے" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

کانسٹیبل نہ جانے کیوں ان کے لہجے سے سہم گیا۔

"ٹھیک ہے" اس نے فوراً کہا۔

پھر وہ انہیں جیل کے اندر لے آئے..... جیل کی کوٹھریوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے انہوں نے اندر قیدیوں کو حیرت زدہ انداز میں دیکھا..... ان کے رنگ بالکل زرد تھے..... یوں لگتا تھا جیسے ان کے لئے دنیا کی کوئی بھی خوشی نہ رہ گئی ہو..... ہر کوٹھری میں کئی کئی قیدی نظر آئے۔

"یہ اتنے بہت سے قیدی..... یہاں کون سا جرم کرتے ہیں..... کیا یہ بہت بڑا شہر ہے" انہوں نے پوچھا۔

"شہر بڑا نہیں ہے..... لیکن سرحدی شہر ہے..... اور کوئی سرحدی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے بند کر دیا جاتا ہے" اس نے ہنس کر بتایا۔

"لیکن اس قسم کی خلاف ورزی پر تو تھوڑی بہت سزا ہی ہو سکتی ہے..... نہ کہ عمر قید کی سزا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ یہ قیدی تو عمر قید کے قیدی لگتے ہیں"۔

"سب قیدی عمر قید کے نہیں ہیں" اس نے منہ بنایا۔

"اس شہر کا نام کیا ہے بھئی"۔

"آپ کو شہر کا نام معلوم نہیں..... اور آپ شہر کی سیر کرنے آ گئے..... کمال ہے" اس نے جھلا کر کہا۔

"ایسا بھی ہوتا ہے..... ہماری شامت آئی تھی کہ اس طرف کی سیر کرنے آ گئے" فاروق نے جل کر کہا۔

"جب شامت آئی تھی تو پھر میرا کیا قصور"۔

"ہم نے آپ کا قصور کب بتایا؟" آفتاب نے اسے گھورا۔

"اے..... آنکھیں نکالتے ہو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی کانسٹیبل نے ایک زناٹے دار تھپڑ آفتاب کے دائیں گال پر جڑ دیا۔

وہ سکتے میں آ گئے..... ان کے خون کھول اٹھے اور پھر معاملہ انسپکٹر جمشید کی برداشت سے باہر ہو گیا..... بہت دیر سے برداشت کر رہے تھے..... ان کا الٹا ہاتھ اٹھا اور کانسٹیبل کے منہ پر پڑا۔

وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا..... بس پھر کیا تھا..... چاروں

malikji www.urdufanz.com

طرف سے سیٹیاں بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں..... ان کے گرد کانسٹیبل زیادہ ہوتے چلے گئے..... پھر تو یوں لگا جیسے پوری جیل کا عملہ ان کے گرد جمع ہو گیا..... پھر بھاری قدموں کی آوازیں آنے لگیں..... اور جیل کے آفیسر بھی وہاں آ پہنچے۔

"کس نے مارا اسے تھپڑ..... کس نے مارا" ایک دھاڑتی آواز سنائی دی۔

"میں نے مارا اسے تھپڑ..... میں نے" انسپکٹر جمشید چلائے۔

انہوں نے اس قدر غصے میں انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا..... آفیسر ان کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یہ کون لوگ ہیں" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

جیل کے ایک ملازم نے ان کے بارے میں تفصیل سے بتایا..... ساری بات سن کر وہ بولا۔

"اچھا خیر..... اسے کیوں مارا آپ نے"۔

"یہ دیکھ رہے ہیں آپ..... اس بچے کا گال..... اسے کیا حق تھا مارنے کا" وہ چلائے۔

"آہستہ آواز میں بات کریں..... میں بہرہ نہیں ہوں..... اور اپنی جیل میں کسی کو اونچی آواز میں بات کرنے نہیں دیتا"۔

"اسے ہوش میں لا کر پوچھیں..... اس بچے کا قصور کیا تھا..... پھر آگے بات ہو گی"۔

"آگے تو اب خیر بہت باتیں ہوں گی..... ان سب کو بیڑیاں پہنا دو..... یہ تو بہت خطرناک مجرم لگتے ہیں"۔

"یس سر..... یس سر"۔

"خبردار..... ہم بیڑیاں نہیں پہنیں گے..... ہم لوگ جرائم پیشہ نہیں ہیں..... ہمارے کاغذات دیکھیں..... آپ کو معلوم ہو جائے گا"۔

"کیا معلوم ہو جائے گا"۔

"یہ کہ ہم کون ہیں"۔

"آپ کوئی بھی ہوں..... قانون سب کے لیے برابر ہے"۔

"تب پھر اس کانسٹیبل کے لیے کیوں برابر نہیں ہے..... اسے مارنے کا حق کس نے دیا"۔

لمحے بھر کے لیے وہ ٹھٹکا..... پھر غرا کر بولا۔

"قانون کے ایک محافظ پر ہاتھ اٹھانے کی سزا تو ملے گی اب آپ کو..... مارو انہیں سب مل کر مارو..... اور جب مار کھاتے کھاتے یہ بے دم ہو جائیں تب انہیں بیڑیاں پہنائی جائیں"۔

"خبردار..... ہم پر ہاتھ نہ اٹھانا..... ورنہ" انسپکٹر کامران مرزا غرائے۔

"ورنہ کیا ہو گا"۔

"ورنہ پھر ہم بھی ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہوں گے"۔

"وہ تو آپ اس کانسٹیبل پر اٹھا ہی چکے ہیں"۔

"اس وقت تک معاملہ ایک اور ایک کا ہے...... پھر یہ معاملہ سب کا ہو جائے گا...... ہم سب کے ہاتھ اٹھ جائیں گے" انہوں نے کہا۔

"بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں...... ابھی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا ہے" اس نے چلا کر کہا۔

اور پھر سب کانسٹیبل انہیں لاتوں اور مکوں سے مارنے لگے۔

"اب ہم رک نہیں سکتے...... تم سب کو پوری طرح اجازت ہے" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"شکریہ ابا جان"۔

اور پھر وہاں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی...... اس قسم کی لڑائی وہ زندگی میں پہلی مرتبہ لڑ رہے تھے۔

ہر کانسٹیبل انہیں شدید ضرب لگانے کے چکر میں تھا...... جب کہ اس حالت میں بھی وہ انہیں نرم سے نرم چوٹ لگا رہے تھے اور اس چیز نے انہیں اور شیر بنا دیا تھا...... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اب نرم چوٹوں سے کام نہیں چلے گا...... یہ لوگ مرنے مارنے پر تل گئے ہیں...... لہٰذا انہیں شدید ضربیں لگائی جائیں"۔

ان کے ہاتھ اور کھل گئے...... پھر تو جس کے ہاتھ پڑا...... وہ گرا...... یہ لڑائی آدھ گھنٹے تک جاری رہی...... اور پھر وہاں کانسٹیبلوں کے

کشتے کے پشتے لگ گئے...... ہر طرف کانسٹیبل لیٹے نظر آئے...... ایسے میں ایک سرد آواز ابھری:

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے"۔

☆☆☆

malikji www. urdufanz.com

maliksiwww.urdufanz.com

دستک

انہوں نے فوجی لباس میں ایک لمبے تڑنگے آدمی کو آتے دیکھا...... جب کہ ان کے ہاتھ پیر اب بھی نہایت تیزی سے چل رہے تھے۔

"رک جاؤ سب لوگ...... ورنہ میں گولی چلا دوں گا" لمبا آدمی غرایا۔

ان سب نے یک دم ہاتھ روک لئے۔

"یہ...... یہ سب کیا ہے بھئی...... جیلر صاحب...... آپ کی موجودگی میں یہ ہلڑبازی...... میری سمجھ میں نہیں آئی"۔

"یہ لوگ...... آپ دیکھ رہے ہیں انہیں" جیلر نے پھنکار کر کہا۔

"ہاں! دیکھ رہا ہوں...... دیکھ تو میں آپ لوگوں کو بھی رہا ہوں...... بہر حال یہ کون لوگ ہیں...... یہ سب کیا چکر ہے"۔

اب اس نے آنے والے کو تفصیل سنائی...... اس کے خاموش ہونے پر وہ بولا۔

"مطلب یہ کہ یہ سارا جھگڑا اس تھپڑ سے شروع ہوا...... اور تھپڑ

اس لیے مارا گیا کہ وہ لڑکا اس کانسٹیبل کو گھور رہا تھا...... گھورنے کی وجہ سے کانسٹیبل نے تھپڑ دے مارا...... جواب میں ان صاحب نے کانسٹیبل کو تھپڑ مارا...... لیکن بھئی...... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے سر"۔

"ایک تھپڑ کھا کر کوئی بے ہوش کیسے ہو سکتا ہے...... بے ہوشی بھی ایسی کہ ابھی تک وہ بے ہوش ہے"۔

"ایسا ہو سکتا ہے جناب...... ہو سکتا ہے، ان صاحب کا ہاتھ بہت بھاری ہے"۔

"خیر...... اس کے بعد کیا ہوا؟"۔

"اس کے بعد میں نے ان سب کو بیڑیاں پہنانے کا حکم دیا...... لیکن انہوں نے بیڑیاں پہننے سے انکار کر دیا...... کہنے لگے...... ہم نے کیا جرم کیا ہے کہ بیڑیاں پہنیں...... نہیں پہنیں گے"۔

"بس پھر ہمارے درمیان جنگ چھڑ گئی سر"۔

"میرا خیال ہے...... یہ ایک اتفاقی حادثہ ہو گیا...... دونوں فریق ٹھنڈے ہو جائیں...... آخر ان لوگوں کو بھی یہاں رہنا ہے...... پھر گزارا کیسے ہو گا" لمبے آدمی نے ہنس کر کہا۔

"ہمیں بھی یہاں رہنا ہے...... کیا مطلب...... میں بھلا کیوں یہاں رہنا ہے"۔

"میرا مطلب ہے مقدمے کے فیصلے تک"۔

malikji www.urdufanz.com

"وہ تو کل ہو جائے گا"۔

"ایک آدھ دن کی دیر بھی ہو سکتی ہے...... مثلاً ہو سکتا ہے کل مجسٹریٹ صاحب کسی وجہ سے نہ آئیں...... اس صورت میں کیا ہوگا"۔

"مقدمہ کسی دوسرے مجسٹریٹ کی عدالت میں لگ جائے گا"۔

"نہیں...... یہاں ایک ہی مجسٹریٹ ہوتا ہے...... اس کے اوپر جج اور بس"۔

"خیر خیر...... آپ فکر نہ کریں...... یہاں ہمارے رہنے کا کوئی امکان نہیں"۔

"تو میں کب چاہتا ہوں...... آپ کو بلاوجہ یہاں رکھا جائے"۔

"ویسے کیا ہم جان سکتے ہیں...... آپ کون صاحب ہیں"۔

"ارے! آپ مجھے نہیں جانتے" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"معاف کیجئے گا...... ہم آپ سے واقف نہیں ہیں"۔

"میں اس شہر کا منتظم اعلیٰ ہوں...... جیسے بڑے شہروں میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوتے ہیں نا"۔

"اوہ اچھا...... لیکن آپ جیل میں کیسے آ گئے"۔

"شہر کا منتظم ہونے کی وجہ سے مجھے پورے شہر کا چکر لگانا پڑتا ہے...... گھوم پھر کر دیکھنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے"۔

"اوہ اچھا...... تب تو ٹھیک ہے...... آپ کا نام؟"۔

"فرزان پیازی"۔

"کیا فرمایا...... فرزان پیازی"۔

"ہاں! آپ نے ملا دو پیازی کا نام نہیں سنا"۔

"وہ جو مغلیہ دور میں ہوتا تھا"۔

"ہاں! میں انہی کی نسل سے ہوں...... ہمارے خاندان کے لوگ پیازی کہلاتے ہیں"۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر...... یہ لوگ ہمیں بیڑیاں لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں...... آپ انہیں سمجھائیں"۔

"ہرگز نہیں لگائیں گے...... آپ لوگ تو بہت اچھے بہت مشہور لوگ ہیں"۔

"کیا مطلب...... آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم کون ہیں"۔

"میں اخبارات پڑھنے کا بہت شوقین ہوں...... اور آپ کی خبریں تو اکثر شائع ہوتی رہتی ہیں"۔

"شکریہ...... ایک آدمی تو یہاں ایسا ملا...... جو ہمیں جانتا ہے"۔

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کو عدالت نہ جانا پڑے...... یہیں سے آپ فارغ ہو جائیں...... اس وقت کسی قسم کے جھگڑے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگ اپنی کوٹھری میں چلے جائیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

•

اور پھر انہیں ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا...... اس رات انہیں کھانا بھی نہیں دیا گیا...... نہ صبح کا ناشتا دیا گیا...... یہاں تک کہ جب نہیں

malikji www.urdufanz.com

عدالت میں لایا گیا تو مارے بھوک کے پروفیسر داؤد کا برا حال تھا۔۔۔۔۔۔ یوں بھوک سب کو بری طرح ستا رہی تھی۔۔۔۔۔ انسپکٹر جمشید کو رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔۔۔۔ عام طور پر وہ غصے میں آنے والے آدمی نہیں تھے۔۔۔۔۔ لیکن اس وقت اس شہر میں وہ اپنے غصے پر قابو نہیں پا رہے تھے۔۔۔۔۔ مجسٹریٹ پر نظر پڑتے ہی وہ بول اٹھے۔

"جناب عالی۔۔۔۔ سب سے پہلے ہمیں کچھ کھلایا پلایا جائے۔۔۔۔۔ ان لوگوں نے کل سے اس وقت تک جیل میں کچھ کھانے پینے نہیں دیا"۔

"یہ بہت بری بات ہے۔۔۔۔ بہت غلط بات ہے۔۔۔۔ پہلے ان لوگوں کو کھانا کھلایا جائے۔۔۔۔ پانی پلایا جائے۔۔۔۔ پھر عدالت میں لایا جائے"۔

انہیں کمرے سے نکال کر ایک ریسٹورنٹ میں لایا گیا۔۔۔۔ وہاں انہوں نے پیٹ بھرا۔۔۔۔ پھر انہیں کمرہ عدالت میں لایا گیا۔۔۔۔ اب ان کے خلاف مقدمہ پیش ہوا۔۔۔۔ یہ ابتدائی سماعت تھی۔۔۔۔ سیدھا سادا واقعہ بیان کیا گیا، پھر وہ پستول پیش کیا گیا۔۔۔۔ جس سے گولی چلائی گئی تھی اور یہ کہا گیا کہ پستول ان کا ہی ہے۔۔۔۔ اب مجسٹریٹ نے ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا یہ مقدمہ تفصیل سماعت کے لیے جج صاحب کے پاس بھیج دیا جائے"۔

"جج صاحب کے پاس بھیجنے کا کوئی جواز نہیں، اس لیے کہ مقدمہ بے بنیاد ہے۔۔۔۔ یہ پستول۔۔ نہیں۔۔۔۔ کیا اس پر سے ہم میں

سے کسی کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں"۔

"کیوں بھئی۔۔۔۔ نشانات ملے ہیں"۔

"جی ہاں ملے ہیں۔۔۔۔ انسپکٹر جمشید کی انگلیوں کے"۔

"کیا۔۔۔۔ نہیں" وہ چلائے۔

"تب تو مقدمہ پکا ہو گیا۔۔۔۔ اور انہیں جج صاحب کی عدالت میں جانا ہو گا۔۔۔۔ وہی فیصلہ کریں گے"۔

"شکریہ سر" سرکاری وکیل نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ بات درست نہیں۔۔۔۔ اس پستول پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں ہو سکتے" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جب مقدمہ تفصیل سے سنا جائے گا۔۔۔۔ تو آپ اس پہلو پر کھل کر بات کر لیجئے گا۔۔۔۔ آپ کو وقت اور موقع دیا جائے گا"۔

"اچھی بات ہے" انہوں نے کہا۔

انہیں پھر جیل لایا گیا۔

"اب ہمیں جج صاحب کے سامنے کب پیش کیا جائے گا"۔

"کل اسی وقت"۔

"اگر آپ لوگوں نے ہمیں کھانا نہ دیا تو ہم کل پھر عدالت میں پہلے کھانے کی بات کریں گے"۔

"اب ہم ایسی بے وقوفی نہیں کریں گے" جیلر مسکرا دیا۔

دوپہر کو انہیں کھانا دیا گیا۔۔۔۔ رات کو بھی دیا گیا۔۔۔۔ کھانا نہایت

malikji www.urdufanz.com

بد مزا تھا...... ان سے کسی طرح نہ کھایا گیا...... پھر بھی مجبوراً کھانا پڑا۔ صبح کا ناشتا اور بھی بد مزا تھا...... جب وہ انہیں جیل سے نکال رہے تھے تو جیلر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آج تو آپ کھانے کی شکایت نہیں کریں گے"۔

"نہیں...... آپ کا شکریہ...... آپ نے اچھی مہمان نوازی کی...... کبھی ہمارے شہر آیئے گا...... ہم بھی آپ کی مہمان نوازی کریں گے"۔

"اوہ کیوں نہیں...... وقت ملا تو ضرور آئیں گے اور آپ کی میزبانی کا لطف اٹھائیں گے"۔

اور پھر انہیں جج کی عدالت میں لایا گیا...... مقدمہ پھر سے پیش ہوا...... آخر بات پستول پر انگلیوں کے نشانات پر آ گئی۔

"میرا دعویٰ ہے جناب والا...... پستول پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں"۔

"پستول عدالت میں موجود ہے جناب والا...... آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں...... یہاں فنگر پرنٹ کے ماہر موجود ہیں...... وہ انسپکٹر جمشید کی انگلیوں کے نشانات دیکھ کر پستول پر موجود نشانات ملا کر دیکھ سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے...... خود انسپکٹر جمشید بھی ملا کر دیکھ لیں...... عدالت کو کوئی اعتراض نہیں"۔

اب نشانات دیکھے گئے اور اس وقت انسپکٹر جمشید کو حیرت کا ایک

جھٹکا لگا اور ان کے ساتھیوں کے تو رنگ اڑ گئے...... جب انہیں اپنی انگلیوں کے نشانات صاف نظر آئے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... یہ پستول تو میرا ہے ہی نہیں...... آج سے پہلے میں نے اسے چھوا تک نہیں...... پھر اس پر میری انگلیوں کے نشانات کیسے نظر آ گئے"۔

"ہر مجرم یہی کہتا ہے...... انسپکٹر جمشید کو آج سے ساتویں روز صبح تین بجے پھانسی دی جائے گی...... باقی لوگوں کو پانچ سال قید کاٹنا ہو گی"۔

"لیکن جناب والا...... باقی لوگوں کا قصور" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"باقی لوگ بھی تو آپ کے ساتھ تھے"۔

"اچھی بات ہے...... جج صاحب" وہ بولے۔

"کیا آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں" جج نے چونک کر کہا۔

"کیا آپ کو میرے الفاظ میں دھمکی محسوس ہوئی ہے"۔

"ہاں بالکل ہوئی ہے"۔

"تب پھر میں کیا کر سکتا ہوں" انہوں نے کندھے اچکائے۔

"لیکن میں تو کچھ کر سکتا ہوں نا...... آخر جج ہوں"۔

"آپ کو کس نے روکا ہے"۔

"کسی نے نہیں...... انسپکٹر جمشید کو کل ہی پھانسی دے دی جائے"۔

malikji www.urdufanz.com

"بہت بہت شکریہ جج صاحب...... آپ نے یہ بہت اچھا فیصلہ سنایا ہے...... مجھے سات دن تک موت کے انتظار سے بچالیا"۔

"کہو...... تو ابھی اور اسی وقت پھانسی دلوا دوں"۔

"اگر آپ ایسا کرنا پسند کرتے ہیں...... تو ایسا ہی سہی"۔

نہیں...... پھانسی کل صبح تین بجے" اس نے کہا۔

اور انہیں عدالت سے جیل پہنچا دیا گیا۔

"یہ کیا ابا جان؟ آخر آپ کی انگلیوں کے نشانات اس پستول پر کیسے آگئے"۔

"کھانا جو ہمیں دیا گیا...... اس میں نیند آور دوا تھی...... ہمیں بہت زیادہ گہری نیند آئی تھی نا"۔

"اوہ ہاں...... بالکل آئی تھی"۔

"بس تو پھر...... اسی حالت میں یہ لوگ کوٹھری کا دروازہ کھول کر اندر آگئے اور میری انگلیوں کے نشانات پستول پر لے کر چلتے بنے"۔

"لیکن کیوں...... انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی...... کیا یہ زبردستی ہمیں مجرم بنانے پر تل گئے ہیں"۔

"ایسا ہی لگتا ہے" انہوں نے کہا۔

"پھر اب کیا ہوگا"۔

"کچھ نہیں ہوگا...... صبح پھانسی پانے چلیں گے" وہ مسکرائے۔

"اس کی کیا ضرورت ہے...... پھر جوتے کی"۔

"ہاں ہاں...... بس چپ رہو...... دیواروں کے کان ہوتے ہیں...... اور ان دیواروں کے تو ضرور ہوں گے"۔

"او کے" وہ بولے۔

جب رات ہوگئی...... جیل میں ہر طرف سناٹا چھا گیا...... بس کبھی کبھی کسی چوکیدار کی ہانک سنائی دے جاتی تو اس وقت وہ حرکت میں آئے۔

"لاؤ محمود...... جوتے کی ایڑی سے"۔

"ضرور کیوں نہیں" یہ کہ کر اس نے ایڑی سرکا دی اور پھر ٹھٹک کر رہ گیا۔

"ارے! یہ کیا...... وہ...... وہ تو ایڑی میں نہیں ہے"۔

"کیا کہا" وہ چلائے۔

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے...... پھر انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"آصف! تم دیکھو"۔

اب اس نے ایڑی سرکا دی...... چاقو وہاں بھی نہیں تھا۔

"اس کا مطلب ہے...... یہ لوگ ہمارے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس وقت تک جو کچھ ہوا ہے...... سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے...... خیر...... ہم دیکھ لیں گے ان شاء اللہ اب تک ہم ان لوگوں کا بہت لحاظ کرتے رہے...... اور وہ صرف اس لیے

malikji www.urdufanz.com

کہ ان کا تعلق فوج اور پولیس سے ہے...... لیکن اب ان کا لحاظ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ گئی...... اب ہمیں ان سے مجرموں جیسا سلوک کرنا ہے"۔

"وہ تو ٹھیک ہے...... لیکن صبح تو یہ آپ کو پھانسی گھاٹ لے جائیں گے"۔

"جب صبح ہو گی؟ یہ ہمیں اس کوٹھری میں نہیں پائیں گے...... آیئے کامران مرزا ہم دونوں مل کر ایک سلاخ پر زور لگائیں گے...... انہیں ہمارے چاقو کے بارے میں تو پتا تھا...... ہماری طاقت کا اندازہ ہرگز نہیں تھا"۔

"او کے" وہ مسکرائے۔

دونوں نے ایک سلاخ پر اپنا زور صرف کرنا شروع کیا...... سلاخ آہستہ آہستہ مڑتی چلی گئی...... پھر دو سلاخوں میں اتنا خلا پیدا ہو گیا کہ فرزانہ ان کے درمیان سے نکل سکتی تھی۔

"فرزانہ تم باہر نکل جاؤ اور کسی پہرے دار کی رائفل لے آؤ...... پھر تالے پر رائفل چلا دینا"۔

"بہت بہتر!" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

اب وہ دیوار کے ساتھ لگ کر وہاں سے آگے بڑھی...... کچھ دور جا کر اسے ایک پہرے دار گشت پر نظر آیا...... وہ دبے پاؤں اس کی کمر پر پہنچ گئی اور پھر اچھل کر اس کی گردن سے لٹک گئی...... اب جو اس نے

اس کا گلا گھونٹنا شروع کیا تو...... وہ تڑپ کر رہ گیا...... لیکن اس کے بازو گردن پر سے نہ ہٹا سکا...... تڑپ تڑپ کر گرا...... اس کے اوپر وہ بھی گری...... گردن اس نے اب بھی نہ چھوڑی...... یہاں تک کہ وہ بالکل ساکت ہو گیا...... اب اس نے اس کی رائفل پر قبضہ کیا...... اور اپنی کوٹھری کی طرف آئی...... وہ سب اس کا بے تابانہ انداز میں انتظار کر رہے تھے۔

"رائفل تو میں لے آئی ہوں...... لیکن اگر اس کے ذریعے تالا کھولا تو دھماکا ہو گا اور سب لوگ اس کی طرف دوڑ پڑیں گے...... اور ہمارے لیے پھر مشکل پیدا ہو گی"۔

"تب پھر...... کیا کیا جائے"۔

"ایسی ترکیب کی جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

"بتاؤ پھر ایسی ترکیب"۔

"رائفل میں لائی ہوں...... ترکیب فرحت یا رفعت بتائیں گی" فرزانہ مسکرائی۔

"حد ہو گئی" فاروق بھنا اٹھا۔

"کوئی بات نہیں پھر کیا ہوا" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے نزدیک تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا" آفتاب جل کر بولا۔

"میرے خلاف انگارے کیوں چبائے جا رہے ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"نن نہیں تو...... جیل میں انگارے کہاں؟" ۔

"ختم کرو...... فرحت تم ترکیب بتاؤ گی" ۔

"جی بہتر...... میں باہر نکل کر دوسری طرف چلی جاتی ہوں...... ایک اور پہرے دار سے رائفل چھین کر میں اس طرف فائر کر دوں گی...... بلکہ کئی فائر کر دوں گی...... جب فائروں کی آواز گونجے تو اس طرف بھی تالے پر فائر کر دیا جائے...... اس طرح اس فائر کا کسی کو پتا نہیں چلے گا...... اور آپ لوگ باہر نکل آئیے گا" ۔

"او کے...... لیکن...... بھئی...... اس طرح تو پوری جیل میں ہنگامہ مچ جائے گا" شوکی نے منہ بنایا۔

"تب پھر رفعت سے ترکیب پوچھیں...... میں اس وقت اس سے بہتر ترکیب نہیں بتا سکتی" اس نے جل کر کہا...... باقی مسکرا دیے اور رفعت کی طرف نظریں جم گئیں۔

"میری ترکیب یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہ کریں...... فرزانہ بھی اندر آ جائے گی" رفعت بولی۔

"واہ...... کس قدر زبردست ترکیب ہے" فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا...... یہ لوگ بہت دبی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

"بھئی ابھی اس نے پوری ترکیب کب بتائی ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"چلیے پھر پہلے آپ پوری ترکیب سن لیں" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہم اندر رہیں گے...... سلاخ بھی سیدھی کر دیں گے...... جب وہ دروازہ کھولیں گے...... اسی وقت ہم ان پر حملہ کر دیں گے...... رائفل ہمارے پاس ہو گی" رفعت نے جلدی جلدی کہا۔

"غلط...... بالکل غلط" فرزانہ نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟" ۔

"جس آدمی سے رائفل چھین کر لائی ہوں...... کیا اس کی لاش کسی کو نظر نہیں آئے گی...... اس وقت تک...... جونہی وہ خطرہ محسوس کریں گے...... ہماری کوٹھری کی طرف ان گنت رائفلیں تن جائیں گی" ۔

"تب پھر یہ ترکیب بھی نہیں چلے گی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمیں کوئی اور ترکیب سوچنا ہو گی" ۔

"اس طرح ترکیبیں سوچتے سوچتے صبح کے تین بج جائیں گے" شوکی نے جل کر کہا۔

"تو بھائی تم کوئی ترکیب بتا دو" آفتاب نے اسے گھورا۔

"اس وقت کوٹھری سے چھوٹے تمام نکل سکتے ہیں...... اگرچہ چند ایک کو نکلنے میں دقت ہو گی...... کھال بھی چھل سکتی ہے...... لیکن نکل بہر حال جائیں گے...... یہ لوگ باہر نکل کر خاموشی سے پہرے داروں کو ختم کرنا شروع کر دیں...... اس طرح ہمارے ہاتھ کئی رائفلیں لگ جائیں گی اور اس صورت میں جب کوٹھری کھولی جائے گی تو پھر ان پر

فائر کر دیں گے...... تالے میں چابی لگ ہی چکی ہو گی...... بلکہ ان میں سے چند ایک کو ہم یرغمال بھی بنا لیں گے اور انہیں یرغمال بنا کر ہم جیل سے نکل جائیں گے"۔

"لیکن اس وقت تک پورے شہر کی فوج اور پولیس ہمارے پیچھے لگ چکی ہو گی"۔

"وہ تو بہر حال لگے گی...... آخر ہم اس کو پیچھے لگنے سے کیسے روک سکتے ہیں" خان رحمان بولے۔

"ترکیب تو پھر اسی کو کہتے ہیں...... یعنی ان لوگوں کو کانوں کان پتا نہ چلے اور ہم باہر نکل جائیں"۔

"اچھی بات ہے...... تب پھر اب کوئی اور ترکیب بتائیے" پروفیسر داؤد نے اعلان کیا۔

سب خاموش ہو گئے اور لگے ترکیب سوچنے...... آخر اخلاق احمد کی آواز ابھری۔

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں کوئی ترکیب بتاؤں؟"۔

"لو اور سنو...... ہوا ملی مینڈکی کو بھی زکام" فرزانہ ہنسی۔

"بری بات ہے فرزانہ" انسپکٹر جمشید نے اسے ڈانٹا۔

"اوہ سوری!" اس نے فوراً کہا۔

"ہاں اخلاق...... بتاؤ"۔

"رائفلیں نہایت خاموشی سے اور ضرور حاصل کی جائیں

پہرے داروں کو ٹھکانے لگا دیا جائے...... ان میں سے کسی کے پاس تو چابیاں ہوں گی...... ان کی مدد سے دروازہ کھول کر آپ لوگ باہر آ سکتے ہیں اور پھر جیل سے نکل جانا ہمارے لیے کیا مشکل ہو سکتا ہے...... لیکن اس سے پہلے اس سلاخ کو سیدھا کر دیں...... تاکہ وہ یہ نہ جان سکیں کہ ہم باہر کیسے نکلے"۔

"میرا خیال ہے...... ان حالات میں یہی کیا جا سکتا ہے...... اور اگر چابیوں کا گچھا نہ ملا...... تب بھی کوئی بات نہیں...... جب سب پہرے دار مارے جائیں گے تو پھر رائفل بھی چلائی جا سکے گی"۔

"ہوں ٹھیک ہے...... یہی کیا جائے گا"۔

اب اس ترکیب پر عمل شروع ہوا...... چھوٹی پارٹی کسی نہ کسی طرح اس جگہ سے باہر نکل گئی...... اب وہ مختلف سمتوں میں آگے بڑھی...... جہاں کوئی پہرے دار نظر آیا...... ان کی زد میں آ گیا...... اس طرح وہ مرنے والوں کی تلاشی بھی لیتے رہے...... چابیوں کا گچھا مل سکا...... سب پہرے دار لمبے ضرور لیٹ گئے...... آخر کار تالے پر فائر کیا گیا...... تالا کھل گیا اور وہ باہر نکل آئے۔

اب انہیں رک کر یہ دیکھنا تھا کہ اس دھماکے پر کوئی باہر سے اندر آتا ہے یا نہیں...... لیکن بہت دیر گزرنے پر بھی کوئی نہ آیا...... اس وقت وہ خود حرکت میں آ گئے...... اور صدر دروازے کی طرف بڑھے دروازے پر دستک دی گئی...... باہر سے فوراً کہا گیا۔

"ہاں جیلر...... کیا بات ہے"۔

malikjiwww.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

شہر

ایک لمحے کے لیے وہ ٹھٹک گئے...... اس لیے کہ انہوں نے جیدے کی آواز نہیں سن رکھی تھی...... آخر انسپکٹر جمشید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اف...... ان کی کوٹھری میں...... گڑبڑ ہے...... جلدی گیٹ کھولو"۔

"اوہ اچھا" اس نے کہا۔

پھر جونہی دروازہ کھلا' وہ سب کے سب باہر والوں پر ٹوٹ پڑے...... صرف چند منٹ میں وہ سب لمبے لیٹ گئے...... ان میں سے ایک کو انہوں نے جان سے نہیں مارا تھا...... اس سے کہا گیا۔

"اب تم دروازہ کھلواؤ...... ورنہ تم بھی ان کے ساتھ جان سے جاؤ گے"۔

"نن...... نہیں...... میں کھلواتا ہوں"۔

یہ کہ کر اس نے بیرونی دروازے پر دستک دی۔

"کیا بات ہے"۔

"دروازہ کھولو...... مجھے گھر جانا ہے"۔

"اوہ کیوں...... کیا بات ہے"۔

"میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے"۔

"اوہ اچھا" باہر سے کہا گیا۔

دروازہ کھلا اور پھر وہ باہر والوں پر ٹوٹ پڑے...... اس کے بعد ان کے لیے میدان صاف تھا...... انہوں نے باہر والوں کی لاشوں کو جیل کے اندر ڈالا اور دروازہ باہر سے بند کر کے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے...... جیل کے باہر کوئی گاڑی نہیں تھی...... ورنہ وہ لے اڑتے۔

شہر کے راستوں کا انہیں کوئی پتا نہیں تھا...... لہٰذا وہ سڑک کو چھوڑ کر ایک گلی میں داخل ہو گئے...... پھر گلیوں میں نکلتے گھستے...... وہ ایک سڑک پر آ گئے...... وقت بھی رات کا تھا...... انہیں حیرت اس بات پر تھی...... سڑک پر دور دور تک کوئی گاڑی نہ آتی نظر آ رہی تھی...... نہ جاتی...... یوں لگتا تھا جیسے اس شہر کے لوگ رات کو بالکل گھروں سے نہیں نکلتے تھے...... بہر حال یہ بات ان کے حق میں جاتی تھی...... سڑک پر انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور نہ جیل والوں کی خبر لینے والا کوئی تھا۔

"آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے جمشید" پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم اپنی گاڑی کی تلاش میں ہیں...... جونہی ہم شہر میں داخل ہوئے تھے...... ہمیں گاڑی سے اتار لیا گیا تھا...... میں چاہتا ہوں ہم کسی طرح اپنی گاڑی تک پہنچ جائیں...... اس کے بعد شہر سے باہر نکل جانا ہمارے لیے آسان ہو گا"۔

"مشکل یہ ہے کہ یہاں تو کوئی راستا بتانے والا بھی نہیں...... یہاں تو کوئی چوکیدار بھی نہیں...... کوئی پولیس والا بھی نہیں...... آخر یہ کیسا شہر ہے" آصف نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"انوکھا شہر" مکھن بولا۔

"اوہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیجئے! انہیں ایسے میں بھی ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے" شوکی نے منہ بنایا۔

"بھئی اب راستا تو طے کرنا ہے...... اور خاموشی سے طے کرنا ذرا مشکل کام ہو گا...... تو کیوں نہ ہم ان باتوں کے سہارے آگے بڑھتے رہیں"۔

"تو اللہ کے سہارے کیوں نہ آگے بڑھتے رہیں" اشفاق بول اٹھا۔

"اوہ ہاں واقعی...... یہ بات میری بات سے ہر لحاظ سے بہتر ہے"۔

"اصل مسئلہ یہ ہے کہ جیل تک ہمیں بند گاڑی میں لایا گیا تھا اب ہمیں کیا پتا...... شہر سے باہر جانے والا کون سا راستا ہے...... اور پھر کیا یہ ضروری ہے کہ جس جگہ ہمیں گاڑی سے اتارا گیا...... گاڑی اب

بھی وہیں کھڑی ہو...... انہوں نے تو وہاں سے ہٹا دیا ہو گا" خان رحمان جلدی سے بولے۔

"اوہ ہاں بالکل...... تب تو یہ بھاگ دوڑ بالکل بے کار ہو گی" انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"تب پھر انکل! اس کا ایک ہی حل ہے" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"اور وہ کیا؟"۔

"ڈاکا...... کسی گھر میں ڈاکا ڈالا جائے...... وہاں سے گاڑی اڑائی جائے...... ورنہ ہم کب تک یہاں پیدل مرتے کھپتے رہیں گے"۔

"تجویز معقول ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اگر معقول ہے تو پھر شروع کریں...... دائیں طرف ایک بڑی کوٹھی ہے...... اس میں ضرور گاڑی ہو گی" اس نے اشارہ کیا۔

انہوں نے اس کوٹھی کا جائزہ لیا...... لیکن اس میں داخل ہونا مشکل نظر آیا...... چنانچہ انہوں نے اس خیال کے تحت کوٹھیوں کا جائزہ شروع کیا کہ کون سی کوٹھی میں داخل ہونا آسان ہے یا کم خطرناک ہے...... اور آخر سب کی نظریں ایک شان دار کوٹھی پر جم گئیں...... اس کے باغ کی دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں...... انسانی سیڑھی بنائی گئی اور انسپکٹر جمشید اس پر چڑھ کر کوٹھی کی دیوار پر آ گئے...... انہوں نے اندر کا جائزہ لیا...... باغ میں بلب روشن تھا...... اور وہاں کسی...... کے آثار نہیں تھے...... چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر چھلانگ لگا دی...... جا

malikjr www.urdufanz.com

...رے۔ اس لیے ان کے گرنے سے آواز بھی پیدا نہ ہوئی...... اب انہوں نے اندر سے دروازہ کھول دیا...... سب اندر آ گئے...... بائیں طرف کوٹھی کا گیٹ تھا اور اس کے بالکل سامنے گیراج...... گیراج میں ایک کار موجود تھی...... اس میں تو ہم صرف چار پانچ آدمی آ سکیں گے...... جب کہ ہمیں ضرورت ہے ایک عدد بڑی گاڑی کی...... فی الحال تو اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے...... اور اب ایک اور کوٹھی میں داخل ہونا پڑے گا...... حیرت ہے...... یہ اتنی بڑی کوٹھی ہے اور گاڑی صرف ایک...... وہ بھی چھوٹی سی...... حد ہو گئی" خان رحمان نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

پھر وہ اس گاڑی کو کھولنے میں کامیاب ہو گئے...... اس کو پہلے دھکیل کر باہر لے آئے...... پھر سٹارٹ کیا گیا...... اس میں پروفیسر داؤد اور شوکی برادرز کو بٹھایا گیا...... پروفیسر صاحب نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی...... اب وہ ان کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے لگے...... اس طرح وہ ایک اور کوٹھی میں داخل ہوئے...... اتفاق کی بات کہ اس میں بڑی گاڑی مل گئی...... ان کے چہروں پر مسکراہٹیں رینگ گئیں...... اب وہ اس کو باہر لے آئے...... پھر سب اس میں بیٹھ گئے...... اب گاڑی انسپکٹر کامران مرزا نے چلانا شروع کی۔

"خدا کا شکر ہے...... خدا خدا کر کے گاڑی تو ملی...... اسے کہتے ہیں خدا کی قدرت" شوکی کی خوشی سے بھرپور آواز سنائی۔

"اب سوال یہ ہے کہ ہم کس طرف چلیں"

"کوئی اندازہ نہیں...... بس چلتے رہیں...... کسی نہ کسی طرح شہر سے باہر پہنچ جائیں...... پھر کام آسان ہے" محمود بولا۔

"لگتا نہیں" آصف نے کہا۔

"کیا نہیں لگتا" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ کہ کام آسان ہے"۔

"حد ہو گئی...... ارے بھائی آسان لگے یا نہ لگے...... ہو یا نہ ہو...... ہمیں آخر شہر سے نکلنا ہے...... ورنہ اس شہر میں تو انصاف کی ہمیں کوئی امید نہیں ہے...... یہاں تو ان فوجیوں تک نے ہمیں قتل کا مجرم بنا دیا...... جو سڑک پر ملے تھے اور جنہیں ہم نے صدر اور کمانڈر انچیف سے فون تک کروا ڈالا تھا...... لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی...... آخر یہ کیسے فوجی ہیں"۔

"مل گئے تو یہ سوال ان سے ضرور کروں گا" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اس میں خوش ہونے والی بات کون سی ہے" رفعت جل کر بولی۔

"بھئی خوش ہونے والی بات کا کیا ہے...... وہ تو کسی بات میں بھی ہو سکتی ہے" آصف ہنسا۔

"حد ہو گئی"۔

malikji www.urdufanz.com

"وہ تو واقعی ہو گئے ..... قاتل تک تو بن گئے ..... اور خدا ہونا کسے کہتے ہیں"۔

"اب گاڑی فراٹے بھر رہی تھی ..... ابھی تک پورے شہر میں انہیں ایک آدمی بھی جاگتا نظر نہیں آیا تھا ..... بلکہ سوتا بھی نظر نہیں آیا تھا ..... کیونکہ سب گھروں کے اندر تھے ..... باہر تو سرے سے کوئی تھا ہی نہیں۔

"شاید ایسا شہر پوری دنیا میں کہیں نہ ہو ..... اور تعجب ہے ..... یہ ہمارے ملک میں موجود ہے اور ہمارے ملک کے نقشوں میں یہ نہیں ہے ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ایک وقت میں بہت سے کیسے ہو سکتا ہے ..... پیدا ہو گئے ..... اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ..... ہمیں اب کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا ..... دن نکلنے میں کتنا وقت باقی ہے جمشید"۔

پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

"تین گھنٹے باقی ہیں"۔

"تین گھنٹے بعد یہ سارا شہر جاگ پڑے گا ..... اس وقت ہمارے لیے بہت مشکل ہو جائے گی ..... ہم نے گاڑی تو حاصل کر لی ..... ایک آدھ آدمی بھی اغوا کر لیتے ..... وہ ہمیں شہر سے باہر جانے کا راستہ بتاتا" پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

سب کو ہنسی آگئی اور جھلاہٹ بھی محسوس ہوئی ..... اس لیے کہ یہ

ماننے کی بات کسی کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔

"شاید ہمارے دماغ سو رہے ہیں" آصف بولا۔

"تو اب ان کو جگا لو ..... روکا کس نے ہے" آفتاب نے کہا۔

"ٹھیک ہے ..... اب ہم ایک آدمی کو اغوا بھی کریں گے"۔

اب وہ ایک اور کوٹھی میں داخل ہوئے ..... پہلے صرف گاڑی چرانے کا مسئلہ تھا ..... جو گھر سے بیرونی حصے میں ہوتی ہے ..... لیکن اب انہیں گھر کے اندر داخل ہونا تھا ..... لہٰذا دروازہ کھولنے کا مسئلہ پیدا ہوا ..... اور ان کی تلاشی اس طرح لی گئی تھی کہ ایک تنکا بھی کسی کی جیب میں نہیں رہنے دیا گیا تھا ..... تاہم اب ان کے پاس اس گاڑی کی چابیاں موجود نہیں ..... جو وہ اڑا لائے تھے ..... بلکہ دوسری کار کی چابیاں بھی تھیں ..... چنانچہ ان کی مدد سے کوشش کی گئی اور آخر کار وہ اندرونی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے ..... اب صرف انسپکٹر کامران مرزا اندر داخل ہوئے ..... ایک کمرے میں انہیں ایک دبلا پتلا آدمی سوتا نظر آیا ..... کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا ..... وہ اندر داخل ہوئے ..... اور اسے پکڑ کر ہلایا ..... رائفل ان کے ہاتھ میں تھی ..... تبھی اس کی آنکھ کھلی ..... رائفل کی نالی اس کی کن پٹی سے آلگی۔

"آواز منہ سے نکالی اور تم گئے"۔

"کیا کہا ..... کیا مطلب ..... کک ..... کون ہو تم ..... اور اس شہر" وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

malikji www. urdufanz.com

"اس شہر میں کیا؟"۔

"اس شہر میں بھلا چوری چکاری کہاں...... یہاں تو سب" وہ پھر کہتے کہتے رک گیا...... ویسے وہ حیرت زدہ بہت تھا۔

"یہاں تو سب کیا؟"۔

"کچھ نہیں...... تم کیا چاہتے ہو...... پہلے یہ بتاؤ"۔

"اٹھ کر باہر نکلو...... ورنہ تم تو گئے کام سے" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"تم بہت خوفناک خطرہ مول لے رہے ہو"۔

"کوئی بات نہیں"۔

"اوہو...... تم ضرور اجنبی ہو...... پورے شہر میں کیمرے نصب ہیں...... ساتھ ساتھ تمہاری فلم بن رہی ہے...... لہٰذا تم بچ نہیں سکتے"۔

"تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو" وہ غرائے۔

اب وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا...... اور ان کے ساتھ باہر چلا آیا۔

"تم پکڑے جاؤ گے" اس نے خبردار کیا۔

"تم اس گاڑی میں بیٹھو"۔

"اوہو...... کہاں لے جانا چاہتے ہو...... یہ تو بتا دو"۔

ہمیں شہر کے راستے معلوم نہیں...... بس تم شہر کے باہر جانے والے راستے پر ہمیں ڈال دو"۔

"او اچھا...... سیدھے چلو"۔

گاڑی تیر کی طرح آگے بڑھی...... اور پھر صرف تین منٹ بعد وہ اس مقام پر پہنچ گئے...... جہاں ان کی گاڑی سے انہیں اتارا گیا تھا۔

"یہ ہے وہ سڑک جو آپ کو شہر کے بیرونی سرے پر لے جائے گی"۔

"وہ جگہ...... جہاں دو سڑکیں ایک سڑک میں تبدیل ہو جاتی ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بالکل...... لیکن تم بچ پھر بھی نہیں سکو گے"۔

"آخر کیسے...... ہم تو اب شہر سے باہر نکلنے والے ہیں"۔

"جس جگہ دو سڑکیں ایک سڑک میں تبدیل ہوتی ہیں...... وہاں فوج کا پہرہ ضرور رہتا ہے...... اور اس راستے کے علاوہ کوئی اور راستا نکلتا ہی نہیں...... لہٰذا تم ان سے کیسے ٹکراؤ گے...... ان کا وائرلیس پر ایک اشارہ...... پوری بٹالین وہاں لے آئے گا" اس نے کہا۔

"آپ نے بہت قیمتی معلومات ہمیں دیں...... آپ کا شکریہ"۔

"تت تو کیا اب میں یہاں سے پیدل اپنے گھر جاؤں گا" وہ کانپ گیا۔

"اگر آپ پیدل جانا نہیں چاہتے...... تو ہمارے ساتھ چلئے...... ہم اسی گاڑی پر آپ کو واپس بھیج سکتے ہیں"۔

"نن نہیں...... نہیں" وہ مارے خوف کے کانپ گیا۔

malikji www.urdufanz.com

"اس میں خوف زدہ ہونے کی کیا بات ہے"۔

"آپ لوگوں کے فرار ہونے میں مدد دینے کا مقدمہ مجھ پر چلے گا" لہٰذا مجھے یہیں اتار دیں...... میں پیدل چلا جاؤں گا۔

"اور ویڈیو کیمرے تمہاری فلم نہیں بنا رہے" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"اوہ...... اوہ...... یہ تو میں بھول ہی گیا"۔

"تب پھر آپ ہمارا شکریہ ادا کریں...... ہم نے یہ اہم بات آپ کو یاد دلا دی" فاروق بولا۔

"ش ش...... شکریہ" وہ ہکلایا۔

"بے چارے شکریے کے دو ٹکڑے کر دیے"۔

"کک...... کیا کہا...... آپ نے" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ان کی باتوں پر حیران نہ ہوں...... ورنہ مارے حیرت کے مر جائیں گے اور ابھی ہمیں آپ کی بہت ضرورت ہے" یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ کو میری بہت ضرورت ہے...... لیکن آپ تو مجھے فارغ کر رہے ہیں"۔

"اب پروگرام بدل دیا ہے...... آپ بہت کام کے آدمی ہیں...... ہمارے بہت کام آئیں گے"۔

"نن نہیں...... مجھے یہیں اتار دیں"۔

"نن نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا" آفتاب نے اس کے انداز میں

کہا۔

سب مسکرا دیے...... گاڑی برق رفتاری سے چلی جا رہی تھی...... آخر وہ اس جگہ پہنچ گئے...... جہاں سڑک ایک ہو گئی تھی...... یہاں واقعی فوجی موجود تھے...... اور ان کی گاڑی سے سرچ لائٹ ان پر ماری گئی...... ساتھ میں انہیں رکنے کا اشارہ کیا گیا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے گاڑی آہستہ کر لی...... لیکن جونہی وہ ان کے نزدیک پہنچے...... انہوں نے یک دم رفتار بڑھا دی...... گاڑی کو ایک زبردست جھٹکا لگا...... شہری تو الٹ کر آگے جا کر گرا...... لیکن باقی لوگ چونکہ پہلے ہی چوکنے بیٹھے تھے...... اس لیے انہیں کچھ نہ ہوا اور گاڑی اس جگہ سے آگے نکل آئی...... فوراً اس پر گولیوں کی باڑھ ماری گئی...... لیکن اس وقت تک گاڑی گولیوں کی رینج سے نکل چکی تھی...... اب تین فوجی گاڑیاں ان کا تعاقب کرنے لگیں...... شہری کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا...... وہ اس کو اٹھا کر پھر درمیان میں بٹھا چکے تھے۔

"مم...... مم مجھے کہاں لے جا رہے ہیں"۔

"یار چپ رہو...... اس وقت ہم کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے" انسپکٹر جمشید غرائے۔

وہ سہم گیا...... گاڑی پوری رفتار پر اڑی جا رہی تھی...... اور فوجی گاڑیوں سے اس کا فاصلہ لحہ بہ لحہ بڑھ رہا تھا...... یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

"آپ لوگ بے وقوف ہیں"۔

"وہ کیسے؟"

"اب وہ آگے سے آپ کو روکیں گے"۔

"آگے سے کہاں"۔

"کیا وہ فوجی حکام کو خبردار نہیں کریں گے"۔

"کرتے رہیں...... کیا آپ جانتے ہیں...... ہم کون ہیں"۔

"اب جان گیا ہوں...... آپ ضرور وہ لوگ ہیں...... جن پر قتل کا مقدمہ بن گیا ہے"۔

"بن نہیں گیا...... بنا دیا گیا"۔

"خیر خیر...... یہی سہی...... اب فوج آپ کو دارالحکومت پہنچنے سے پہلے پہلے روک لے گی...... وہ وائرلیس کر چکے ہوں گے"۔

انہوں نے اس کی بات میں وزن محسوس کیا...... لیکن اب وہ اپنے جانے پہچانے راستے پر تھے...... لہٰذا انہوں نے فوراً راستہ بدل دیا۔

"اس سے کیا ہوگا...... وہ پتا چلا لیں گے"۔

"جب تک وہ پتا چلائیں گے...... ہم اپنے شہر پہنچ جائیں گے"۔

"آپ لوگ پاگل تو نہیں ہیں...... پورے چوبیس گھنٹے کا راستہ ہے یہاں سے"۔

"ہاں! ہم جانتے ہیں...... آپ فکر نہ کریں"۔

"اور آپ مجھے بھی اپنے ساتھ دارالحکومت لے جائیں گے"۔

malikji www.urdufanz.com

"ہاں مجبوری ہے...... لیکن آپ فکر نہ کریں...... آپ کو وہاں واپس پہنچا دیا جائے گا"۔

"مشکل ہے" اس نے مایوس ہو کر کہا۔

"کیا مشکل ہے"۔

"یہ کہ آپ مجھے وہاں پہنچا دیں"۔

"ہمارے لیے ایسا کرنا مشکل نہیں ہوگا...... دوسری بات یہ کہ ابھی ہمیں آپ سے کچھ باتیں پوچھنا ہیں"۔

"وہ آپ ابھی پوچھ لیں اور مجھے یہیں اتار دیں"۔

"پاگل تو نہیں ہو گئے آپ...... یہاں سے پیدل کس طرح جائیں گے"۔

"میں کسی نہ کسی طرح چلا جاؤں گا"۔

"کیا خیال ہے...... اسے اتار دیا جائے" انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"نہیں...... اس سے بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں"۔

"وہ آپ یہیں معلوم کر لیں"۔

"نہیں...... ہم اپنے دفتر چل کر بات کریں گے"۔

"اف...... دفتر" وہ چونکا۔

"ہاں کیوں...... اس میں چونکنے کی کیا بات ہے"۔

"آپ کون لوگ ہیں"۔

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے"۔

"اوہو اچھا...... لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، وہ فوجی ہیں آخر...... کیا فوجی آپ کو خاطر میں لائیں گے"۔

"ہمیں خاطر میں آنے کا کوئی شوق نہیں" مکھن بولا۔

"بہت خوب! اچھا جملہ ہے" خان رحمان مسکرائے۔

جلد ہی وہ ایک شہر میں داخل ہو رہے تھے...... پہلے ہی ناکے پر پولیس نے انہیں روک لیا...... لیکن پھر کارڈ دیکھتے ہی جانے دیا۔ اب وہ شہری اور حیران ہوا۔

"اب آپ کا کیا خیال ہے"۔

"آپ دارالحکومت پہنچ جائیں...... تب بھی وہ آپ کو پکڑوائیں گے" اس نے جل کر کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب" آصف نے پوچھا۔

"گوبل" اس نے کہا۔

"گوبل...... یہ کیا نام ہوا...... یہ مسلمانوں والا نام تو ہے نہیں"۔

"گلاب دین سے گوبل بن گیا ہوں" اس نے فوراً کہا۔

"اوہ مسٹر گلاب دین...... عرف گوبل...... آپ کا شکریہ"۔

"کک...... کوئی بات نہیں...... آپ لوگوں کے نام کیا ہیں"۔

"خادم کو انسپکٹر جمشید کہتے ہیں اور یہ انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔

"یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا...... صبح جب میرے گھر

والے اٹھیں گے...... اور مجھے نہیں پائیں گے تو ان پر کیا بیتے گی"۔

"ہمیں بھی تو جیل میں بند کر دیا تھا آپ کے شہر کے حکام نے...... ہمارے گھر والوں پر کیا گزرتی اگر ہم واپس نہ پہنچ پاتے"۔

"لیکن تم لوگ تو قاتل ہو"۔

"نہیں...... ہم نے قتل نہیں کیا"۔

"اب یہ تو مجھے معلوم نہیں"۔

"ہاں! آپ کو معلوم نہیں...... لیکن ان فوجیوں کو ضرور معلوم ہے...... جنہوں نے فائر کیا تھا"۔

"لیکن یہ اتنا لمبا سفر آخر گاڑی پر کیسے طے ہو گا"۔

"فکر نہ کریں...... یہاں سے ہم آپ کو جہاز پر لے کر جائیں گے"۔

"کک...... کیا...... واقعی"۔

"ابھی آپ دیکھ ہی لیں گے"۔

اور پھر وہ ایئرپورٹ پہنچے...... انہیں کارڈ دکھا کر انہوں نے فوراً جانے والے جہاز کی سیٹیں حاصل کیں اور پھر وہ دارالحکومت کے ایئرپورٹ پر اترے...... انسپکٹر جمشید پہلے ہی اپنے دفتر فون کر کے حالات بتا چکے تھے...... لہٰذا جونہی وہ جہاز سے اترے...... آئی جی صاحب اور دوسرے ان کی طرف لپکے۔

"خدا کا شکر ہے...... تم لوگ نظر تو آئے...... ہم تو تمہیں رو دھو

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

چکے تھے" آئی جی صاحب بولے۔

"جی کیا مطلب ...... وہ مردہ ہو چکے تھے ...... وہ کیسے؟"۔

"ایک نامعلوم آدمی نے فون کیا تھا کہ تم سب کے سب موت کے گھاٹ اتر گئے ہو...... اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ ان لوگوں کی کبھی لاشیں بھی نہیں ملیں گی"۔

"شاید ایسا ہوتا ...... لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا"۔

"آؤ آؤ ...... ہم بیٹھ کر تفصیل سنیں گے"۔

وہ انہیں دفتر لے آئے ...... یہاں کے کانفرنس روم میں انہیں بٹھایا گیا ...... پھر صدر صاحب بھی وہیں آ گئے ...... سب کے سب بری طرح بے چین تھے ...... ان کی کہانی سننے کے لئے ...... کیونکہ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے ...... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"سر بہتر ہو گا کہ آپ یہاں کمانڈر انچیف صاحب کو بھی بلا لیں"۔

"وہ اچھا ...... پہلے کیوں نہ کہا"۔

"بعد میں خیال آیا" وہ مسکرائے۔

پھر کمانڈر انچیف خالد سفیان صاحب بھی وہاں آ گئے ...... ان کے چہرے پر بھی حیرت تھی ...... ہم نے آپ سے بذریعہ فون بات کی تھی کہ ہم سے اچھا سلوک نہیں ہو رہا ...... نہ ہمارے خصوصی اجازت نامے کو کوئی اہمیت دی گئی ہے ...... پہلے آپ نے انہیں کیا ہدایات دی تھیں

سر"۔

"یہ کہ یہ خاص لوگ ہیں ...... ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے، بلکہ ان کی ہر طرح مدد کی جائے، اور ان کی ہدایت پر عمل کیا جائے"۔

کمانڈر انچیف نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن جناب! انہوں نے آپ کی ہدایات پر ذرہ بھر بھی عمل نہیں کیا"۔

"نن نہیں ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"آپ بریگیڈیئر صاحب سے بات کریں ...... وہ کیا کہتے ہیں" انہوں نے کہا۔

"ابھی لیجئے" یہ کہہ کر انہوں نے وائرلیس پر اس بریگیڈیئر کو مخاطب کیا ...... جس کو ہدایات دی گئی تھیں ...... جلد ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"خالد سفیان بات کر رہا ہوں"۔

"یس سر ...... اجمل نیازی سر"۔

"میں نے آپ کو انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے تمام ساتھیوں کے بارے میں کیا ہدایات دی تھیں"۔

"یس سر ...... میں نے ان ہدایات کو کیپٹن ناصر تک پہنچا دیا تھا سر"۔

malikji www.urdufanz.com

"اور انہوں نے کیا عمل کیا"۔

"اس کے بعد ان سے رابطہ نہیں ہوا سر"۔

"آپ اسے وائرلیس پر بلائیں...... میں انتظار کروں گا"۔

"یس سر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

پھر پندرہ منٹ بعد کیپٹن ناصر کی آواز آئی جس نے ان کے راستے میں مشکلات کھڑی کی تھیں۔

"کیپٹن ناصر سیٹ پر حاضر ہیں سر" آواز آئی۔

"آپ کو بریگیڈیئر صاحب نے انسپکٹر جمشید صاحبان کے بارے میں ہدایات دی تھیں"۔

"یس سر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"پھر...... آپ نے ان ہدایات پر عمل کیوں نہیں کیا"۔

"ان لوگوں نے ایک فوجی کو قتل کر دیا تھا سر...... اس کے بعد میں کس طرح ان ہدایات پر عمل کرتا"۔

خالد سفیان نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"آپ اسے یہاں طلب کر لیں"۔

"اچھا" یہ کہہ کر وہ سیٹ کی طرف مڑے۔

"آپ فوراً یہاں آ جائیں...... ہیڈ کوارٹر"۔

"جی نہیں...... ایوان صدر" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"آپ سیدھے ایوان صدر آئیں گے...... فوری آئیں"۔

"او کے سر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اب خالد صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔

"یہ فوجی کی ہلاکت کا کیا چکر ہے"۔

"صدر صاحب سے پوچھ لیں" وہ مسکرائے۔

"ناممکن خالد صاحب...... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی اپنے ملک کے کسی فوجی اور پولیس والے کو ہلاک نہیں کرتے...... ہلاک کرنا تو بہت دور کی بات ہے...... یہ تو انہیں مار پیٹ بھی نہیں سکتے...... ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے"۔

"خیر...... اب آپ بتائیں...... معاملہ کیا ہے"۔

"سرحدی انبار کوٹ سے آگے کیا ہے"۔

"آگے مکمل سرحدی علاقہ ہے...... ایک طرف پہاڑ ہیں...... جو ہمارے لیے سرحد کا کام دیتے ہیں...... دوسری طرف دونوں ملکوں کی فوج ہر وقت موجود رہتی ہے...... اور بس"۔

"انبار کوٹ سے ایک سڑک سیدھی سرحدی علاقے کی طرف جاتی ہے...... جو آگے جا کر دو سڑکوں میں تقسیم ہو جاتی ہے"۔

"دو سڑکوں میں...... نہیں...... میرا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں...... وہاں بس ایک ہی سڑک ہے...... جو سرحد تک چلی جاتی ہے" خالد سفیان بولے۔

"جی نہیں...... ہم وہاں سے ہی چلے آ رہے ہیں...... وہ سڑک دو

malikiwww.urdufanz.com

سڑکوں میں تقسیم ہو جاتی ہے...... اس جگہ آپ کے کیپٹن اور ان کے ماتحت مقرر ہیں"۔

"اچھا خیر...... آگے کہئے"۔

"جب ہم وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے ہمیں روک لیا اور بتایا کہ ہم اس جگہ سے آگے نہیں جا سکتے...... ہم نے انہیں اپنے کاغذات دکھائے...... صدر صاحب کا خصوصی اجازت نامہ دکھایا...... لیکن انہوں نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی...... اور ہمیں جانے کی اجازت نہیں دی...... اس وقت تو کوئی فوجی ہلاک نہیں ہوا تھا...... اس وقت انہوں نے کیوں نہ جانے دیا"۔

"یہ تو وہ اب یہاں آئے گا تو میں اس سے پوچھوں گا" وہ مسکرائے۔

"او کے...... پھر میں نے صدر صاحب سے رابطہ کیا...... آپ سے رابطہ کیا...... تب انہوں نے ہمیں آگے جانے کی اجازت دی...... لیکن اس وقت آگے کی طرف سے ایک گولی آئی اور ایک فوجی کو چاٹ گئی...... سڑک کے آس پاس دونوں طرف دیکھا بھالا گیا...... لیکن کوئی نہیں ملا...... اس جگہ ہماری تلاشی بھی لی گئی...... ہمارے جوتے تک اتروائے گئے...... ہمارا اسلحہ تک لے لیا گیا...... پستولوں سے انگلیوں کے نشانات اٹھوائے گئے...... تب کہیں جا کر ہمیں آگے جانے کی اجازت دی گئی...... اگر بات یہیں ختم ہوتی تو خیر تھی...... ہم کوئی گلہ نہ کرتے

لیکن آگے ہمارے لیے ایک اور مشکل منہ کھولے کھڑی تھی"۔

"اور وہ کیا" صدر صاحب پریشان ہو گئے۔

"ہم دائیں طرف والی سڑک پر آگے بڑھے تھے...... قریباً پندرہ منٹ کے سفر کے بعد ہماری گاڑی کو پھر روک لیا گیا...... اس بار روکنے والے پولیس والے تھے"۔

"کیا مطلب...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں...... پولیس وہاں کہاں سے آ گئی...... وہ تو سرحدی علاقہ ہے...... وہاں تو بس فوج ہی فوج ہے"۔

"اوہو! آپ سمجھے نہیں" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"میں کیا نہیں سمجھا...... مہربانی فرما کر آپ سمجھائیں بھی تو" انہوں نے بھی جھلا کر کہا۔

"دونوں سڑکوں کے درمیانی حصے میں...... واقع شہر کی پولیس نے ہمیں روکا تھا"۔

"کیا کہہ رہے ہیں جناب...... وہاں شہر کہاں...... وہاں کوئی شہر نہیں ہے...... تمام سرحدی مقامات کی تفصیلات مجھے انگلیوں پر یاد ہیں"۔

"میں آپ کی یادداشت کو چیلنج نہیں کر رہا...... لیکن ہم سب لوگ اس شہر کو دیکھ کر آ رہے ہیں...... نہ صرف دیکھ کر...... بلکہ ہمیں تو وہاں کی پولیس نے گرفتار کیا تھا"۔

"غلط...... بالکل غلط" خالد سفیان اچھل کر کھڑے ہو گئے...... پھر چیخ کر بولے۔

"وہاں کوئی شہر نہیں ہے"۔

malikji www. urdufanz.com

وہ رہا

سب ٹکر ٹکر انسپکٹر جمشید اور خالد سفیان کو دیکھنے لگے...... صدر صاحب کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جمشید" آخر صدر بولے۔

"جی...... کیا فرمایا آپ نے...... کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

"یہ کہ خالد سفیان صاحب کے مطابق وہاں کوئی شہر سرے سے نہیں ہے...... لیکن تم کہہ رہے ہو وہاں ایک شہر ہے...... اس شہر کی پولیس ہے...... اس پولیس نے تم لوگوں کو گرفتار کیا تھا"۔

"ہاں! نہ صرف گرفتار کیا تھا...... بلکہ ہم پر وہاں مقدمہ بھی چلا تھا...... پہلے ہمیں ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر کے ہمارا ریمانڈ حاصل کیا گیا...... پھر جج کی عدالت نے مجھے پھانسی کا حکم سنایا...... میرے ساتھیوں کو پانچ سال کی سزا سنائی...... اور پھر ہمیں جیل میں ڈال دیا گیا...... ہم وہاں سے فرار ہو کر سیدھے ادھر آ رہے ہیں"۔

"لو میں سمجھ گیا" خالد سفیان نے ایک قہقہہ لگایا اور بیٹھ گئے۔

"آپ کیا سمجھ گئے"۔

"آپ لوگوں نے دراصل کوئی خواب دیکھا ہے"۔

"حد ہو گئی...... خواب ہم میں سے کوئی ایک دیکھ سکتا ہے...... سب نہیں جناب...... آپ کیا بات کر رہے ہیں"۔

"لیکن میں نے اس جگہ کو چپے چپے پر گھوم پھر کر دیکھا ہے...... میں اپنے کسی ماتحت کے مطابق بات نہیں کر رہا"۔

"اور ہم بھی خود وہاں ہو کر آئے ہیں...... اپنے ماتحتوں کی بات نہیں سنا رہے آپ کو"۔

"آپ لوگ لڑیں نہ" صدر صاحب گھبرا گئے۔

"بات لڑائی کی نہیں...... الجھن کی ہے...... اچھا صدر صاحب...... آپ ایک کام کریں" ایسے میں کمانڈر انچیف نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں بتائیں...... میں تو ہر وہ کام کرنے کو تیار ہوں...... جو آپ کہیں گے" وہ بھی مسکرا دیے۔

"اس علاقے کے سیکرٹری ہوم کو بلائیں...... وہ ہمیں بتائیں گے...... کہ وہاں کوئی شہر نہیں ہے...... کیونکہ اگر وہاں شہر ہے تو انہوں نے وہاں پولیس کے تمام محکمے بھی مقرر کر رکھے ہوں گے"۔

"بہت خوب...... یہ اچھی بات ہے" صدر بولے۔

اور اب انہوں نے سیکرٹری ہوم کو فون کیا...... کہ وہ سیدھے ایوان صدر چلے آئیں...... اب انہیں ان دونوں کا انتظار کرنا تھا اور شام

malikji www.urdufanz.com

سے پہلے ان کے پہنچنے کا کوئی امکان نہیں تھا...... لہٰذا شام تک کے لیے یہ اجلاس برخاست کر دیا گیا۔

اب وہ گھر آئے...... بیگم جمشید کو ان کی آمد کی خبر پہلے ہی ایوان صدر سے مل چکی تھی...... لہٰذا وہ بہت سا کھانا تیار کیے بیٹھی تھیں...... پروفیسر داؤد تو اس کھانے کو دیکھ کر کھل اٹھے۔

"بھئی واہ بھائی ہو تو آپ جیسی۔" وہ بولے۔

"خدا کا شکر ہے...... کہ کھانا نصیب ہوا...... جیل کے کھانے نے تو ہمارے پیٹ خراب کر دیئے" شوکی بولا۔

"جج...... جیل کے کھانے" وہ بوکھلا اٹھیں۔

"جی نہیں جج...... جیل کے نہیں...... صرف جیل کے" آفتاب مسکرایا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو"۔

"نن...... نہیں تو آنٹی...... یہ کیسے ہو سکتا ہے" آفتاب گھبرا گیا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ کہ ہم آپ کا مذاق اڑائیں...... جب کہ یہاں ان کے لیے اور بہت چیزیں ہیں"۔

"مثلاً مجھے تو ایک بھی نظر نہیں آ رہی" فرحت نے کہا۔

"حد ہو گئی...... اسے کہتے ہیں بال کی کھال اتارنا"۔

[illegible]

"اوہو...... پہلے کھانا تو کھا لیں...... محاورے بعد میں چٹ کر لینا" بیگم جمشید نے انہیں گھورا۔

"بھابی صاحبہ کا مشورہ بہت ٹھیک ہے" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

پھر وہ کھانا کھانے لگے...... فارغ ہونے پر انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد سے کہا۔

"آپ ذرا تجربہ گاہ فون کر کے معلوم کریں...... سرخ بلب ابھی جل بجھ رہا ہے یا نہیں"۔

"او اچھا...... ویسے جمشید...... مجھے ایک بات بہت پریشان کر رہی ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"اگر واقعی وہاں کوئی شہر نہ ہوا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا...... ہم اس شہر کی جیل میں رہ چکے ہیں"۔

"کک...... کہیں واقعی وہ ایک خواب نہ ہو...... اور ہم سب نے ایک وقت میں اس خواب کو دیکھا ہو" انہوں نے خیال ظاہر کیا۔

"دنیا میں آج تک ایسا ہوا تو نہیں"۔

"کیا خبر...... ایسا ہو گیا ہو...... خوابوں کے ماہر سے پوچھ کر دیکھیں...... میرے ایک دوست ہیں...... اس معاملے میں بہت ماہر"۔

malikjii www.urdufanz.com

"ٹھیک ہے...... ضرور پوچھیں...... لیکن پہلے تجربہ گاہ کی رپورٹ لے لیں"۔

انہوں نے تجربہ گاہ کے نمبر ملائے...... ادھر سے بتایا گیا کہ سرخ بلب بدستور جل اور بجھ رہا ہے...... اب انہوں نے خوابوں کے ماہر کو فون کیا...... اس نے ساری بات سن کر فوراً کہا۔

"نہیں...... ایسی کوئی مثال دنیا میں سامنے نہیں آئی کہ اتنے بہت سے لوگ ایک ہی خواب دیکھیں"۔

"اب بتائیں...... بلب بدستور جل اور بجھ رہا ہے...... اس کا مطلب ہے، وہاں کوئی گڑبڑ ہے...... دوسری طرف کمانڈر صاحب کا کہنا ہے کہ اس جگہ کوئی شہر نہیں ہے...... اور ہم اس شہر میں جیل تک کی ہوا کھا آئے...... عدالت میں مقدمہ تک بھگت آئے"۔

"یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں...... کیپٹن ناصر آ ہی رہے ہیں...... دوسری طرف سیکرٹری ہوم آرہے ہیں...... شام کو پھر میٹنگ ہے...... اس میں دیکھ لیں گے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

اور پھر شام کو انہیں صدر صاحب کا فون ملا...... وہ کہہ رہے تھے۔

"وہ لوگ ایئرپورٹ پر پہنچ چکے ہیں...... اور ایوان صدر کی طرف روانہ ہونے والے ہیں...... لہٰذا تم لوگ بھی آجاؤ...... باقی لوگوں کو بھی فون کر دیا ہے"۔

"ہم ابھی آتے ہیں سر" وہ بولے۔

پھر وہ ایوان صدر پہنچ گئے...... وہاں سب لوگ اسی وقت پہنچے تھے...... اور اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ چکے تھے...... ان کی نظریں کیپٹن ناصر پر جم گئیں...... اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"سب سے پہلے تو کیپٹن ناصر سے بات کر لیں" انسپکٹر جمشید نے کمانڈر صاحب سے کہا۔

"ہاں کیپٹن! اب بتائیں...... ہمارے علم کے مطابق تو انسپکٹر جمشید کسی فوجی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے...... گولی چلا کر ہلاک کرنا تو بہت دور کی بات ہے"۔

"پستول پر ان کی انگلیوں کے نشانات ہیں سر"۔

"کیا ان کے خلاف مقدمہ بھی چلایا گیا تھا؟"۔

"جی مقدمہ...... کیسا مقدمہ" اس نے چونک کر کہا۔

"ان کا کہنا ہے...... وہاں آگے جا کر ایک شہر ہے...... اس شہر کی پولیس نے انہیں گرفتار کیا تھا اور عدالت کے سامنے پیش کیا تھا...... اس عدالت میں وہ پستول پیش کیا گیا جس سے فوجی پر گولی چلائی گئی تھی اور اس پر انسپکٹر جمشید کی انگلیوں کے نشانات تھے...... گویا واردات اس شہر سے باہر فوجی علاقے میں ہوئی اور گرفتاری اس شہر میں ہوئی...... کیا وہاں کوئی ایسا شہر ہے؟"۔

"جی نہیں...... وہاں شہر کہاں...... آپ کا تو وہ سارا علاقہ دیکھا بھالا

malikji www. urdufanz.com

ہے"۔

"یہ...... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیوں جناب! کیا میں نے کوئی غلط بات کہ دی"۔

"عدالت میں اس وقت آپ بھی موجود تھے اور غالباً آپ نے ہی پستول پولیس کو دیا تھا"۔

"نہیں جناب! آپ کو ضرور خوش فہمی ہوئی ہے...... میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا...... نہ وہاں کوئی شہر ہے...... ہاتھ کنگن کو آرسی کیا...... آپ خود چل کر دیکھ لیں...... بات واضح ہو جائے گی" کیپٹن ناصر نے کہا۔

"آپ نے سنا...... یہ کیا کہ رہے ہیں" کمانڈر صاحب نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں سن چکے ہیں...... اب آپ سیکرٹری ہوم صاحب سے بھی بات کر لیں"۔

"ضرور کیوں نہیں...... میں میز پر نقشہ پھیلا رہا ہوں...... آپ بھی ملاحظہ فرمائیں...... سیکرٹری صاحب بھی غور فرمائیں...... یہ دیکھئے...... انبار کوٹ سے آگے ایک سڑک ہے...... یہ سڑک آگے جا کر دو سڑکوں میں تبدیل ہو جاتی ہے...... سیکرٹری صاحب...... کیا ان دو سڑکوں کے درمیان میں کوئی شہر آباد ہے"۔

"کیا فرمایا آپ نے شہر...... ہرگز نہیں"۔

"لیکن ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ وہاں ایک عدد شہر موجود ہے...... اس میں باقاعدہ پولیس موجود ہے...... عدالت موجود ہے...... جیل موجود ہے...... سڑکیں ہیں، کوٹھیاں ہیں، کاریں ہیں"۔

"کیا بات کرتے ہیں صاحب...... اگر وہاں کوئی شہر ہوتا تو وہاں پولیس کی تعداد...... جیل میں عملے کی تعداد...... عدالتوں میں عملے کی تعداد یہ سب چیزیں میرے علم میں ہوتیں...... لیکن جناب چونکہ وہاں سرے سے کوئی شہر ہے ہی نہیں...... تو پھر اس بات کا کیا اعتبار" سیکرٹری صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

"او کے...... اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم آپ کو آنکھوں سے وہ شہر دکھائیں"۔

"اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے بھلا"۔

"تب پھر آپ لوگ یہ فیصلہ کر لیں کہ کون کون جائے گا اور خالد صاحب...... میں چاہتا ہوں...... آپ یہاں سے فوج کا ایک دستہ بھی ساتھ لے کر چلیں"۔

"اس کی کیا ضرورت...... فوج تو وہاں پہلے ہی موجود ہے...... ضرورت ہوئی تو ہم ان کی مدد لے لیں گے۔

"جی نہیں...... یہاں سے لے کر چلیں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا"۔

"آپ کی مرضی...... اگر وہاں چل کر ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کو افسوس ہوگا...... لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"پتا نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جب وہاں پہلے ہی فوج موجود ہے...... تو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے...... اور ہاں آپ نے فوجی کی ہلاکت کے بارے میں ابھی تک اپنی پوزیشن صاف نہیں کی...... آخر اس پستول پر آپ کی انگلیوں کے نشانات کیوں ہیں"۔

"ہمیں ایک رات جیل میں رکھا گیا تھا...... بلکہ دو راتیں...... ہمیں جو کھانا دیا گیا...... اس میں نیند کی دوا تھی...... جب ہم بے ہوش ہوگئے تو انہوں نے نیند کی حالت میں میری انگلیوں کے نشانات پستول پر لے لیے"۔

"اس بات کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے" خالد سفیان بولے۔

"ثبوت میں شہر میں جا کر دوں گا" وہ بولے۔

"شہر...... پھر وہی شہر...... ارے بھئی وہاں کوئی شہر سرے سے نہیں ہے" سیکرٹری ہوم چلا اٹھے۔

"میں آپ کو شہر دکھاؤں گا" انہوں نے بتایا۔

"تب تو پھر میں بھی چلوں گا" سیکرٹری ہوم بولے۔

"ضرور...... اور خالد سفیان صاحب تو چل ہی رہے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں...... آغا اسلم صاحب کے ساتھ چلنے پر اور خوشی ہو رہی ہے" انہوں نے سیکرٹری ہوم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اور مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آپ دونوں چل رہے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"تب تو پھر جمشید...... میں بھی چلتا ہوں...... تاکہ تمہیں اور زیادہ خوشی ہو جائے" صدر بولے۔

"نہیں سر...... آپ کیوں اتنی زحمت کریں گے"۔

"اس میں زحمت کی کیا بات ہے...... یہ ملک اور قوم کا ایک مسئلہ ہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی...... میں کہہ تو سکتا ہوں...... ویسے مشورہ بھی ہے کہ آپ نہ جائیں"۔

"حد ہوگئی...... بھئی کیوں نہ جاؤں...... آپ اس بات لیے کہہ رہے ہیں کہ جب آپ شہر نہیں دکھا سکیں گے...... تو ان کے سامنے آپ شرمندہ ہوں گے"۔

"وہ تو ہمیں یہاں واپس آکر بھی ہونا پڑے گا...... میں اور وجہ سے کہہ رہا ہوں...... پہلی بات یہ کہ وہاں خطرہ بہت زیادہ ہے...... اور دوسری بات یہ کہ خالد صاحب نے میری تجویز نہیں مانی...... ورنہ میں آپ کے ساتھ جانے پر بھی کوئی اعتراض نہ کرتا"۔

"کون سی تجویز...... میں آپ کی ہر تجویز ماننے کے لیے تیار ہوں"۔

"وہی فوج والی تجویز...... آپ کو یہاں سے اپنا وفادار دستہ ساتھ

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

لے جانا چاہئے۔"

"حد ہوگئی...... آپ دیکھ رہے ہیں سر...... انسپکٹر جمشید کس طرح ایک بات کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے...... فوج تو وہاں پہلے سے موجود ہے۔"

"ہاں جمشید...... یہ بات واقعی بے بنیاد ہے...... اور پھر اس طرح ملک اور قوم کا سرمایہ ضائع ہوتا ہے...... کیا تم نہیں جانتے...... فوج کا ایک دستہ ساتھ لے جانے پر کتنے اخراجات زائد ہوں گے۔"

"جانتا ہوں سر...... اخراجات تو ہمارے ہاں نہ جانے کس کس سلسلے میں ہوتے رہتے ہیں اور ہم کبھی پروا تک نہیں کرتے...... کروڑوں روپے بالکل فضول خرچیوں میں برباد کر دیے جاتے ہیں، جن سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا...... بلکہ میں تو کہتا ہوں اربوں روپے ضائع کر دیے جاتے ہیں...... مثلاً سر آپ کو کسی شہر جانا ہے...... اب آپ کا تو یہ اپنا ملک ہے...... وہ شہر بھی آپ کا اپنا ہے...... لیکن اس سلسلے میں لاکھوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں...... آپ کا استقبال کرنے کے لیے...... راستے کو جھنڈیوں اور جھنڈوں سے سجانے کے سلسلے میں...... سڑکوں پر سکولوں کے بچے تمام راستے پر کھڑے کرنے کے سلسلے میں...... تحائف دینے کے سلسلے میں...... اس پروگرام میں دوسرے لوگوں کو لانے کے سلسلے میں...... اور نہ جانے کتنے سلسلوں میں پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے...... اور پھر کہا جاتا ہے...... بجٹ پورا

نہیں پڑتا...... بہرحال خسارے کا بجٹ عوام کو دیا جاتا ہے...... ہر چیز کے ریٹ بڑھائے جاتے ہیں۔"

"اچھا بس...... تم تو تقریر کرنے لگ گئے۔" صدر صاحب نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"لیجیے...... آپ کو میری ایسی باتیں کرنا ناگوار گزر گیا...... جب کہ میرا خیال تھا آپ سن کر میری تائید کریں گے۔"

"تائید میں کرتا ہوں...... اور ان لوگوں کو ایسا ایسا کرنے سے روکتا بھی ہوں...... لیکن یہ لوگ نہیں مانتے...... نہیں رکتے۔"

"اس سلسلے میں سخت احکامات جاری کیے جا سکتے ہیں...... بل نامنظور کر کے معاملے کو آئندہ کے لیے ضرور ختم کیا جا سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے جمشید...... اب میں ایسا کروں گا" وہ بولے۔

"تب پھر سر یہ طے رہا کہ آپ ساتھ نہیں جا رہے" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"میں...... میں ساتھ جا رہا ہوں" وہ بولے۔

"آپ...... آپ تو کم از کم ہمارا مشورہ مان لیں۔"

"میں سمجھ گیا...... تم لوگ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے چکر میں ہو...... لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا...... اگر تم نے جرم کیا ہے...... تو بھگتنا بھی پڑے گا۔"

"اوہ...... آپ یہ کیا کر گئے...... اچھا خیر...... آپ کی مرضی......

malikji www.urdufanz.com

آپ بھی ساتھ چلیں...... لیکن قائم مقام صدر کو ہمارے بارے میں ہدایات دیتے جائیں۔

"کس قسم کی ہدایات"۔

"اس شہر کے بارے میں وہ ہماری ہر ممکن مدد کریں گے"۔

"حد ہو گئی جمشید...... کیا آج تم پاگل ہو گئے ہو...... تمہارا دماغ چل گیا ہے...... ارے بھئی میں تو تمہارے ساتھ ہوں گا...... انہیں یہ ہدایات دینے کی کیا ضرورت ہے"۔

"بہت بہتر"۔

"بلکہ میں تو یہ ہدایات دوں گا...... کہ اس شہر کے معاملے میں کوئی توجہ نہ دیں...... کیونکہ شہر تو وہاں ہے ہی نہیں"۔

"ہم سب ایسا کہنے پر مجبور ہیں...... اس لیے کہ اس ملک کے جغرافیئے سے اگر ہم واقف نہیں ہوں گے تو کون ہو گا"۔

"اب ہم کچھ نہیں بولیں گے" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"یہ...... جمشید...... تم نے کس لہجے میں بات کی" صدر صاحب تیز آواز میں بولے۔

"یہ لہجہ میں نے اپنے آپ پر استعمال کیا ہے سر...... مجھے خود پر غصہ آرہا ہے...... کہ آخر میں ہوتا کون ہوں...... آپ کو کوئی مشورہ دینے والا ہو...... ایک انسپکٹر صرف"۔

"یہ بات نہیں...... تم اس ملک اور قوم کے لیے ایک انمول خزانہ

ہو...... اور ہم اس خزانے کو ضائع نہیں کر سکتے...... لیکن اب جو بات اصول کی ہے...... اس کو بھی نہیں چھوڑا جا سکتا...... جب کمانڈر انچیف خالد سفیان اور سیکرٹری ہوم آغا اسلم صاحب واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ اس سڑک سے آگے جہاں سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے...... وہاں کوئی شہر نہیں ہے...... ان دونوں سڑکوں سے آگے صرف اور صرف سرحد ہے"۔

"میں نے یہ کب کہا کہ ان دونوں سڑکوں سے آگے...... میں نے یہ کہا ہے کہ ان دونوں سڑکوں کے درمیان میں شہر موجود ہے"۔

"وہی وہی...... ان حضرات کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ان دونوں سڑکوں کے درمیان کوئی شہر نہیں ہے" "اور نہ آپ لوگوں کو وہاں قید کیا گیا...... نہ مقدمہ چلایا گیا...... بلکہ آپ یہ فرضی کہانی سنا رہے ہیں" صدر صاحب جلدی جلدی کہہ گئے۔

"یہ...... یہ آپ کہہ رہے ہیں سر" انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھی دھک سے رہ گئے۔

"نہیں...... یہ بات یہ لوگ کہہ رہے ہیں اور میں ان کی بات کی جھٹلا نہیں سکتا...... کیونکہ جس جگہ کوئی شہر آباد ہوتا ہے...... اس جگہ کا تو چپے چپے کا سروے کیا جاتا ہے...... کہ اس میں کتنے سکول ہوں گے...... کتنے ہسپتال ہوں گے...... کتنے پولیس انسپکٹر ہوں گے...... کتنے پولیس والے ہوں گے...... اور اگر وہ سرحدی شہر ہے تو اس کی حفاظت کے

malikji www.urdufanz.com

لیے کتنے فوجی سرحدوں پر ہوں گے"۔

"ٹھیک ہے سر...... اب یہ فیصلہ تو وہاں جا کر ہی ہو گا" وہ مسکرائے۔

"خدا کا شکر ہے...... جمشید...... تم مسکرائے تو"۔

"میں اور زیادہ مسکرائے دیتا ہوں" یہ کہ کر وہ اور مسکرا دیئے۔

ان کے سب ساتھی بھی مسکرانے لگے...... پھر دوسرے دن جانے کا پروگرام طے ہوا...... وہ گھر آگئے...... ایک دن میں سفر کی تیاریاں کی گئیں...... بیگم جمشید نے ان کی تیاریوں کو دیکھا تو حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"اور وہ چند دن پہلے کی تیاریاں کیا ہوئیں"۔

"خاک میں مل گئیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کی ہنسی عجیب سی ہے" وہ چونک کر بولیں۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے میری ہنسی کو...... یہ بھی اپنی چال بھول گئی ہے" وہ مسکرائے۔

"جی کیا فرمایا...... ہنسی کی چال" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں ہنسی کی چال...... کیوں تمہیں کیا ہوا؟"۔

"یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ" محمود جھلا اٹھا۔

"کیوں اس میں حد کہاں سے ہو گئی" فاروق اس کی طرف الٹ پڑا۔

"جہاں سے پہلے ہوتی رہتی ہے...... حد کا کیا ہے"۔

"توبہ ہے تم سے" پروفیسر داؤد بولے۔

"لیجیے انکل...... آپ بھی توبہ توبہ کرنے لگے...... اب ہمارا کیا بنے گا" آصف گھبرا گیا۔

"کس سلسلے میں کیا بنے گا؟"۔

"یہی باتیں واتیں کرنے کے سلسلے میں"۔

"اوہ...... وہ تم جی بھر کر کر سکتے ہو...... لیکن صرف باتیں واتیں نہیں"۔

اور وہ مسکرانے لگے...... دوسرے روز وقت مقررہ پر سب کے سب ایئرپورٹ پر پہنچ گئے...... جہاز تیار تھا اور باقی لوگ بھی آ چکے تھے...... صدر صاحب انہیں دیکھ کر مسکرا دیئے...... جواب میں وہ بھی مسکرانے لگے...... جب کہ خالد سفیان آغا اسلم اور کیپٹن ناصر انہیں دیکھ کر برے برے منہ بنا رہے تھے...... پھر جہاز پرواز کر گیا...... وہ ازکوٹ کے ہوائی اڈے پر اترے...... یہاں فوجی گاڑیاں انہیں لینے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔

"یہ...... یہ گاڑیاں یہاں کیسے پہنچ گئیں" انسپکٹر جمشید نے ہکلا کر کہا۔

maliki www.urdufanz.com

"میں نے انہیں اپنی آمد کی اطلاع دی تھی" خالد سفیان بولے۔

"ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی سر...... ہم خود چلے جاتے" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"کیسے چلے جاتے...... کیا ٹیکسیوں میں چلے جاتے"۔

"نن نہیں...... خیر...... اب تو یہ آگئے ہیں" انہوں نے کندھے اچکائے۔

پھر وہ ان گاڑیوں میں بیٹھ کر اس سڑک کی طرف روانہ ہوئے...... جو آگے جا کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی...... آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اس مقام پر پہنچ کر رک گئے۔

"یہ ہے وہ جگہ سر...... جہاں ہم نے ان حضرات کو روکا تھا اور یہ ہم نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا...... اس جگہ تو اگر آپ بھی آئیں تو ہم آپ کو بھی چیک کریں گے"۔

"بہت خوب! یہ تو بات ہے" خالد سفیان خوش ہو کر بولے۔

"اب پہلے میں انسپکٹر جمشید صاحب سے پوچھوں گا...... کہ یہاں کیا ہوا تھا" خالد سفیان بولے۔

"جی ہاں ضرور پوچھیں"۔

یہ کہ کر انھوں نے تفصیلات سنا دیں۔

"وہ فوجی کس طرح سے گرا تھا بھلا" وہ بولے۔

"محمود! گر کر دکھاؤ"۔

"ارے باپ رے...... ایک لاش کی پوزیشن میں گر کر دکھانا کافی خوفناک لگتا ہے" محمود کانپ گیا۔

باقی مسکرا دیئے...... پھر اس نے لیٹ کر دکھایا۔

"یہ دیکھیے سر...... ہم یہاں کھڑے تھے...... وہ فوجی اس جگہ کھڑا تھا...... گولی اگر ہم چلاتے تو اس کا سر ہماری طرف نہیں ہو سکتا تھا...... ہماری طرف تو پھر اس کی ٹانگیں ہونی چاہئیں تھیں...... جب کہ اس کا سر ہماری طرف تھا...... کیوں کیپٹن صاحب...... کیا ایسا ہی ہے"۔

"مرتے ہوئے آدمی کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس رخ سے گرنے لگا ہے" ناصر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

اس کے ساتھی مسکرانے لگے۔

"یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے سر...... مرتے ہوئے آدمی کو یہ بھی پتا نہیں ہوتا کہ اصول کے مطابق اسے کس طرف گرنا ہوگا...... وہ تو بس گر جاتا ہے"۔

"اچھا خیر...... اس سارے چکر کا فیصلہ اب ہم اس شہر پر چھوڑتے ہیں...... اگر وہاں ایک شہر ہے تو ہم آپ کی تمام باتیں درست مان لیں گے" ورنہ نہیں"۔

"آئیں ہم دائیں طرف کی سڑک پر چلیں گے"۔

"پیدل یا گاڑیوں پر"۔

"گاڑیوں کے ذریعے سفر صرف پندرہ منٹ کا ہے...... جب کہ

پیدل سفر ایک گھنٹے سے زیادہ وقت میں طے ہوگا"۔

"او کے...... تب تو ہم گاڑیوں میں چلیں گے" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

اب گاڑیاں آگے بڑھیں...... انہیں راستا اچھی طرح یاد تھا...... وہ سب سے آگے چلنے لگے۔

"ایک منٹ سر...... اس وقت فوجیوں نے اپنی کارروائی کیوں نہیں کی" ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"اس وقت ہم ساتھ ہیں"۔

"نہیں سر...... آپ نے خود کہا تھا' اگر میں جاتا ہوں تو میری بھی تلاشی لی جائے گی...... لیکن ان لوگوں نے تو آپ کی تلاشی نہیں لی...... صدر صاحب کی تلاشی بھی نہیں لی گئی...... آغا اسلم صاحب کی بھی نہیں لی گئی"۔

"یہ...... یہ تم کیا کہ رہے ہو جمشید" صدر صاحب نے برا سامنہ بنایا۔

"بات صرف قانون کی ہے سر"۔

"ہاں! واقعی...... سب کی تلاشی لی جائے...... اور کیپٹن ناصر اس کوتاہی پر تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا"۔

آخر تلاشی لی گئی...... لیکن وہ اچھی طرح یہ بات محسوس کر رہے تھے کہ یہ تلاشی سرسری انداز میں لی گئی تھی...... جب کہ ان کی ایک

ایک ایک کی تلاشی لی گئی تھی...... یہاں تک کہ جوتے بھی اتروائے گئے تھے اور ان کی ایڑیوں سے دونوں چھوٹے چاقو بھی نکال لیے گئے تھے۔

تلاشی کے بعد آخر ان کا سفر پھر شروع ہوا...... ٹھیک پندرہ منٹ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی بول اٹھے۔

"وہ دیکھیں...... وہ رہا شہر"۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

دو سڑکیں

خالد سفیان، آغا اسلم اور ان کے چند ساتھیوں کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں...... ان کے سامنے واقعی شہر کا دروازہ تھا اور وہاں مسلح پولیس والے گشت کر رہے تھے...... وہ پوری طرح چوکس تھے، انہیں دیکھتے ہی انہوں نے رائفلوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

"وہیں رک جائیں...... پہلے اپنا تعارف کرائیں"۔

"کیا کرتے ہو...... یہ صدر صاحب ہیں...... ملک کے صدر اور یہ کمانڈر انچیف ہیں...... یہ سیکرٹری ہوم ہیں اور ان بڑی ہستیوں کے ساتھ کچھ چھوٹے لوگ ہیں...... لیکن ہیں تو ان کے ساتھ" کیپٹن ناصر نے بلند آواز میں کہا۔

"اوہ! یہ آواز تو کیپٹن ناصر کی ہے"۔

"ہاں! یہ میں ہوں...... شہر کا دروازہ کھول دیا جائے"۔

"کیا مطلب؟" کمانڈر انچیف بری طرح اچھلے، جب کہ انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"شاید آپ لوگوں نے سنا نہیں...... یہ ملک کے صدر ہیں اور یہ کمانڈر"۔

malikji www. urdufanz.com

"ہاں ہاں! سن چکے ہیں...... لیکن آپ تو جانتے ہیں...... یہ شہر ہمارا شہر ہے صرف آپ اندر جا سکتے ہیں۔ جا کر ان لوگوں کے لیے اجازت لے آئیں"۔

"اوہ اچھا" کیپٹن نے کہا اور ان کی طرف مڑا۔

"اس سے بھی بڑا مذاق تو یہ ہے کہ یہاں شہر کہاں سے آ گیا" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اوہ ہاں! واقعی...... پہلی بات تو یہی ہے...... اور دوسری یہ کہ ملک کی فوج کا ایک کیپٹن تو اندر جا سکتا ہے...... ملک کا صدر نہیں جا سکتا...... ہے نا عجیب بات" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بلکہ عجیب ترین" خان رحمان بولے۔

"آپ لوگ چپ رہیں...... میں بہت پریشان ہوں"۔

"اب بھی وقت ہے...... خالد صاحب...... میری بات مان لیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"انبار کوٹ واپس چلے چلتے ہیں...... وہاں پہلے آپ فوج کا دستہ طلب کریں...... پھر اس دستے کے ساتھ ادھر آئیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں" انہوں نے منہ بنایا۔

"ہاں بالکل ضرورت نہیں...... ہمارے ساتھ سیکرٹری ہوم

malikji www.urdufanz.com

ہیں...... آخر پولیس کا ڈیپارٹمنٹ تو انہی کا ہے" صدر بولے۔

"آپ کی مرضی"۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن ناصر آتا نظر آیا...... اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا...... وہ کاغذ انہوں نے پولیس والوں کو دیا اور ان کی طرف آیا۔

"آئیے سر"۔

"کیا آپ ایسے شہر میں جائیں گے...... جہاں عام پولیس والے آپ کا راستہ روک لیں اور جہاں کی انتظامیہ سے آپ کے لیے اجازت طلب کی جائے"۔

"اندر چل کر پہلے معاملہ تو دیکھ لیتے...... پھر ان لوگوں سے بھی باتیں ہوں گی" صدر صاحب نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی" خالد سفیان نے بھی انہیں گھور کر دیکھا۔

"ٹھیک ہے سر...... اب ہم کچھ نہیں کہیں گے...... لیکن مہربانی فرما کر آپ ہمیں ساتھ نہ لے جائیں...... شہر ہم نے آپ کو دکھا دیا...... آپ خود اندر جا کر معلوم کر لیجیے گا کہ اس شہر کی جیل میں ہمیں رکھا گیا تھا یا نہیں"۔

"کیا مطلب...... کیا تم اس جگہ تک آ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دینا چاہتے ہو"۔

"ہاں جی...... بالکل" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا کہا...... بالکل" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر آپ خوشی سے اجازت دے دیں تو ہم الگ ہو جانا پسند کریں گے...... ہماری بات درست ثابت ہو گی...... آپ سب کا کہنا تھا...... یہاں شہر نہیں ہے...... ہم نے آپ کو یہاں شہر دکھا دیا...... لیکن اب ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس میں اس طرح داخل نہ ہوا جائے...... بلکہ انبار کوٹ سے فوجی دستہ ساتھ لیا جائے یا دارالحکومت سے فوج بلوائی جائے"۔

"آپ کی باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں اور ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے"۔

"اگرچہ دروازے پر جو ہوا ہے...... وہ آپ دیکھ چکے ہیں"۔

"ہاں! بالکل...... ان لوگوں کو نہیں معلوم تھا ہمارے بارے میں...... لیکن اندر سے تو اجازت آ گئی ہے نا"۔

"آپ کیا کہ رہے ہیں...... ذرا سوچیں...... غور کریں...... اندر موجود حکام کو تو آپ کی آمد سن کر دوڑ کر آنا چاہیے تھا"۔

"ہاں! لیکن اگر وہ نہیں آئے تو بھی کوئی بات نہیں...... اس لیے کہ بعض لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

"اگر یہ سب باتیں آپ نہیں سوچتے تو پھر یہ سوچ لیں کہ یہاں تو شہر تھا ہی نہیں...... یہ اب شہر کہاں سے آ گیا...... اس میں پولیس اور دوسرے محکمے کہاں سے آ گئے"۔

malikji www. urdufanz.com

"ہم اندر جا کر ہی تو چیک کرنا چاہتے ہیں اور آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا...... اس لیے کہ یہ آپ ہی تو ہیں جو ہمیں یہاں لائے ہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی...... ہم تو حکم ماننے والوں میں سے ہیں"۔

"اور آپ کو اندر چل کر یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ آپ نے اس فوجی کو ہلاک نہیں کیا تھا"۔

"بلکہ سر...... انہیں تو ابھی اور بہت کچھ ثابت کرنا ہے" کیپٹن ناصر مسکرایا۔

"کیا مطلب...... اور بہت کچھ کیا"۔

"یہ کہ جیل سے بھاگتے وقت انہوں نے کوئی قتل نہیں کیا...... یہ تو ان گنت پولیس والوں کے قاتل ہیں...... اور مشہور یہ ہے کہ انسپکٹر جمشید پارٹی قانون کا بے حد احترام کرتی ہے اور بالکل بھی پولیس یا فوجی پر ہاتھ نہیں اٹھاتی...... آج ہم ثابت کریں گے...... بات یہ نہیں ہے" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب! تو یہ بات بھی ہے...... پھر تو یہ چھپے رستم نکلے"۔

"جی ہاں...... اور کیا"۔

اور پھر وہ سب شہر میں داخل ہوئے...... ساتھ ہی انہیں چاروں طرف سے مسلح پولیس اور فوج نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"یہ...... یہ سب کیا ہے بھئی" خالد سفیان نے کیپٹن ناصر سے

کہا۔

"آپ کی حفاظت کے لیے"۔

"اوہ اچھا...... ویسے اس شہر کو دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے...... یہاں تو بہت شاندار کوٹھیاں ہیں...... سڑکیں ہیں...... دوسری عمارات بھی نظر آ رہی ہیں"۔

"ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے سر...... یہاں تو ہر چیز شاندار ہے" اس نے کہا۔

پھر وہ آگے بڑھتے چلے گئے...... یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر ہاؤس کے سامنے پہنچ گئے...... اب ڈپٹی کمشنر فرزان پیازی بڑی شان سے اپنے دفتر سے نکلا...... اس نے ان سب کو سلوٹ کیا اور انہیں اندر میٹنگ روم میں چلنے کی درخواست کی...... وہ سب اندر داخل ہو گئے...... وہاں بے شمار کرسیاں تھیں...... سب ان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیپٹن ناصر...... آپ نے مجھے خبر سنائی تھی کہ ہمارے مجرم بھی آ رہے ہیں"۔

"یس سر...... وہ ان لوگوں میں شامل ہیں...... یہ رہے مجرم" اس نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"تب پھر اس میٹنگ میں مجرموں کا کیا کام...... انہیں تو جیل بھیج دیا جائے...... لیکن اس بار یہ جیل سے بھاگنے نہ پائیں"۔

"بہت بہتر سر"۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" صدر صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔
"کیوں صاحب صدر..... کیا قانون سب کے لیے برابر نہیں ہے"۔
"بالکل سب کے لیے برابر ہے..... لیکن پہلے ان لوگوں کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا موقع دیا جائے گا"۔
"یہ کام یہاں نہیں..... عدالت میں ہوتا ہے سر"۔
"لیکن ہماری درخواست ہے کہ ان کی وضاحت یہیں سن لی جائے" خالد سفیان بولے۔
"اوکے..... سن لیتے ہیں..... لیکن آخری فیصلہ تو جج صاحب ہی کریں گے اور جو فیصلہ وہ کریں گے، عمل اس پر ہوگا..... اس کے بعد آپ انہیں چھڑانا بھی چاہیں گے..... چھڑا نہیں سکیں گے"۔
"کیا کہہ رہے ہیں آپ..... میں ملک کا صدر آپ کے سامنے ہوں..... میں چاہوں تو رحم کی اپیل کے سلسلے میں انہیں معاف کر سکتا ہوں"۔
"ہمارے شہر میں ایسا نہیں ہے"۔
"کیا یہ شہر ہمارے ملک میں شامل نہیں ہے"۔
"ہے..... بالکل ہے..... لیکن اس کی انتظامیہ آزاد ہے..... آپ کے ماتحت نہیں ہے"۔
"یہ بات سن کر اس قدر حیرت ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا" صدر

"ابھی اور ہوگی..... آخر یہ شہر آباد کس طرح ہو گیا..... نقشے میں تو موجود نہیں..... آپ لوگ بھی یہی کہتے رہے ہیں کہ یہاں کوئی شہر نہیں ہے..... اب آپ نے شہر کو آنکھوں سے دیکھ لیا..... مان لیا..... پھر اب آپ کیا کہتے ہیں"۔
"یہی تو جاننا چاہتے ہیں..... کہ یہ شہر کہاں سے آ ٹپکا..... یہ آزاد انتظامیہ کہاں سے آ گئی"۔
"تو پھر پوچھیے ان سے"۔
"ہاں جناب! فرزان پیازی صاحب..... آپ وضاحت کریں..... آپ کو یہاں کا ڈپٹی کمشنر کس نے مقرر کیا ہے"۔
"جی بس..... اب آپ کو کیا بتاؤں..... رہنے دیں اس بات کو" فرزان پیازی نے شرما کر کہا۔
"کیا کہا..... رہنے دیں..... لیکن کیوں رہنے دیں..... ہم یہاں آئے کس لیے ہیں"۔
"آپ تو اس خیال کے تحت آئے ہیں کہ یہاں کوئی شہر نہیں ہے"۔ "لیکن دیکھ لیں..... شہر تو یہاں ہے..... اور اس شہر میں ہر چیز ہے"۔
"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں..... یہ شہر کہاں سے آ گیا"۔
"آسمان سے" فرزان پیازی مسکرایا۔

maliki www.urdufanz.com

"یہ آپ کس لہجے میں بات کر رہے ہیں" خالد سفیان نے کہا۔

"اور آپ لوگوں سے کس لہجے میں بات کی جائے" اس نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟"۔

"اور اب میں مطلب کس بات کا بتاؤں...... بس آپ خود سمجھ جائیں"۔

"خود سمجھ جائیں...... کیا سمجھ جائیں خود"۔

"جو آپ کے جی میں آئے سمجھ جائیں" وہ بولے۔

"کیپٹن ناصر...... یہ سب کیا ہے"۔

"جو پیازی صاحب کہہ رہے ہیں سر...... وہی درست ہے"۔

"اوہو! یہی تو میں کہہ رہا ہوں...... ان کی کسی بات کا سر پیر تو ہے ہی نہیں"۔

"تو آپ سر پیر ان کی باتوں کو خود لگا لیں سر" کیپٹن ناصر ہنسا۔

"کیا مطلب؟" خالد سفیان زور سے اچھلے۔

ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا...... ایک کیپٹن میں یہ جرات کہاں کہ اس انداز میں بات کر سکے...... باقی لوگوں کی بھی سٹی گم ہو گئی۔

"بات صرف یہ ہے سر...... کہ آپ اس شہر کے قیدی ہیں"۔

"کیا کہا...... ہم اس شہر کے قیدی ہیں"۔

"ہاں! آپ لوگ حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں...... آپ سب

کے سب اس وقت کلاشن کوفوں کی زد میں ہیں"۔

"نہیں نہیں" وہ چلائے۔

"آپ صرف اپنے سامنے دیکھ لیں...... ہر ایک کے پیچھے ایک گن موجود ہے"۔

انہوں نے سامنے دیکھا...... انہیں دوسروں کے پیچھے گنیں نظر آئیں...... اسی طرح ان کے پیچھے دوسروں کو گنیں نظر آئیں...... سب سکتے میں آ گئے۔

ایسے میں ان لوگوں نے انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا...... ان کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی...... خالد سفیان، صدر، سیکرٹری ہوم کو یوں لگا جیسے ان کی مسکراہٹ ان سے کہہ رہی ہو۔

"اب آپ کا کیا خیال ہے...... فوج کا دستہ ساتھ لانا چاہئے تھا یا نہیں"۔

"انسپکٹر جمشید...... مجھے افسوس ہے"۔

"اب اس افسوس کا کیا فائدہ...... میں نے کتنا زور لگایا تھا اور یہ تک کہا تھا کہ صدر صاحب کو ساتھ نہیں جانا چاہئے...... جب یہاں آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا گیا تو آپ کے آنے سے بھلا کیا فرق پڑ سکتا تھا...... جب صدر صاحب کے اجازت نامے کو یہاں کوئی اہمیت نہیں دی گئی تو ان کے آنے کو کون اہمیت دے گا...... اور تو اور...... آپ کے کیپٹن ناصر

malikjiwww.urdufanz.com

بھی ان کی ہدایات مانتے ہیں...... آپ کی نہیں۔"

"لیکن آپ نے اس وقت یہ باتیں نہیں کہی تھیں۔"

"کہی تھیں...... لیکن آپ نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"میرا خیال ہے...... انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں...... ہم نے ان کی کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔"

"یہ سب کیا چکر ہے فرزان پیازی صاحب۔"

"چکر کے چکر میں تو یہ لوگ آئے تھے...... اس لیے انہیں گرفتار کیا گیا...... لیکن یہ لوگ جیل سے بھاگ نکلے...... لیکن ہم نے بھی سوچ لیا تھا کہ انہیں پکڑ کر ضرور یہاں لائیں گے...... سو ہم لے آئے...... ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی اگر یہاں آگئے ہیں تو کوئی بات نہیں...... ہماری جیل میں بہت جگہ ہے۔"

"اوہو...... میں پوچھ رہا ہوں...... یہ چکر کیا ہے۔"

"چکر کے بارے میں نہیں بتایا جا سکتا۔"

"یہاں تو کوئی شہر نہیں تھا...... یہ شہر کہاں سے آگیا۔"

"شہر آباد کیا گیا ہے...... شہروں کو تو آباد ہی کیا جاتا ہے...... تب ہی وہ آباد ہوتے ہیں...... خود بخود آباد نہیں ہو جایا کرتے۔"

"اس شہر کی پولیس اور دوسرے محکموں کے لوگ کہاں سے آگئے۔"

"یہ بات تو نہیں بتائی جا سکتی۔"

"تب پھر جو باتیں بتائی جا سکتی ہیں...... وہ بتا دیں۔"

"پہلی بات آپ کی اب تلاشی لی جائے گی...... تلاشی لے لو بھئی ان کی اور ان کے پاس کوئی چیز نہ رہنے دو۔" پیازی نے حکم دیا۔

ان سب کو ان کی تمام چیزوں سے محروم کر دیا گیا...... ان کے رنگ اب بری طرح اڑ گئے تھے...... تاہم انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی فکر مند نظر نہیں آ رہے تھے...... ان کی زندگیوں میں تو ایسے واقعات عام تھے اور روز کا معمول تھے۔

"اب انہیں جیل بھیج دیا جائے...... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کا خاص خیال رکھا جائے...... یہ جیلوں سے نکل بھاگنے میں بہت ماہر ہیں...... اب ہم ان سے جیل میں ہلاک اور زخمی ہونے والے تمام ساتھیوں کا انتقام لیں گے۔"

"او کے سر...... اب یہ فرار نہیں ہو سکیں گے۔" کیپٹن ناصر نے کہا۔

انہیں بے شمار لوگوں کے گھیرے میں وہاں سے جیل لایا گیا...... پھر چار کوٹھریوں میں انہیں بند کر دیا گیا...... گویا وہ چار حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

"جمشید...... یہ سب کیا ہے۔"

"ہم اب اس شہر کے قیدی ہیں اور بس۔"

"لیکن کیوں۔"

"اگر ہم دستہ ساتھ لے کر آتے تو ایسا نہ ہو سکتا... اب ہم مدد کیسے حاصل کریں...... ہم سے ہر چیز لے لی گئی ہے" خان رحمان نے کہا۔

"بہت بھول ہوئی...... اس وقت ہم نے انسپکٹر جمشید کی ایک بات پر بھی دھیان نہیں دیا"۔

صدر صاحب بولے۔

"اس وقت ہماری مدد بریگیڈیئر اجمل نیازی کر سکتے ہیں...... اس لیے کہ وہ ان کے ساتھی نہیں ہیں اور نہ انہیں اس شہر کا پتا ہے...... نہ کیپٹن ناصر کی کرتوتوں کا انہیں کوئی پتا ہے...... لیکن سوال یہ ہے کہ ہم انہیں خبر کیسے کریں"۔

"ہم اسی ترکیب پر عمل کریں گے" پروفیسر بولے۔

"اب وہ ہماری وہ ترکیب نہیں چلنے دیں گے' رات کو دیکھ لیجیے گا...... حفاظتی انتظامات کس قدر زیادہ ہوں گے...... آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

"تب پھر...... کیا ہوگا جمشید"۔

"آپ لوگ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں"۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید مسکرا کر بولے...... سب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا...... اور پھر صدر صاحب بولے۔

"کیا مطلب؟"۔

"دارالحکومت میں بہت سے لوگوں کو پتا ہے کہ ہم کس سفر پر نکلے ہیں...... وہ آخر کار اس طرف آئیں گے"۔

"لیکن کب...... سوال تو یہ ہے...... کیا خبر وہ کتنے دن بعد آئیں...... اور پھر کیا یہ لوگ ہمیں زندہ چھوڑیں گے"۔

"نہیں...... ان کا ہمیں زندہ رکھنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے' یہ بات تو ذہن میں رہے"۔

"ارے باپ رے جمشید...... تم تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہو"۔

"کیا کریں سر...... ڈریں بھی نہ" فاروق نے منہ بنایا۔

"کک...... کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ اب ڈرنا تو آپ لوگوں کو پڑے گا"۔

"کچھ کرو جمشید...... میرا دل گھبرا رہا ہے"۔

"اب صبر کریں...... صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے"۔

"اچھی بات ہے...... اس کا مطلب ہے...... تم کچھ نہیں کرو گے"۔

"ہم پہلے یہ دیکھیں گے کہ ان لوگوں کا اب کیا پروگرام ہے...... اس کے بعد ہم کچھ سوچیں گے"۔

"خدا کی پناہ...... اس وقت تم سوچو گے...... گویا اس وقت تمہارے ذہن میں کچھ نہیں ہے" صدر صاحب نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں سر...... ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

malikjiwww.urdufanz.com

"اف مالک...... میں تو سمجھ رہا تھا...... تم ضرور کچھ کر سکو گے"۔

"ہم بھی انسان ہیں...... کوئی جن وغیرہ نہیں ہیں...... نہ جادوگر ہیں...... ہم جو کام کرتے ہیں...... اللہ کا نام لے کر اور عقل استعمال کر کے کرتے ہیں...... اس وقت کی صورت حال آپ کے سامنے ہے...... آپ کے سامنے ہم سب کی تلاشی لی گئی...... ہمارے پاس کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی...... اگر صرف ہمارے چاقو بھی وہ چھوڑ دیتے تو ہم بہت کچھ کر سکتے تھے، لیکن انہیں تو ہمارے چاقوؤں کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم ہے...... یہ لوگ کوئی نئے نہیں ہیں...... پرانے ہیں، تجربہ کار ہیں...... ہمارے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں...... اس لیے انہوں نے سب سے پہلے ہمارے جوتے اتروائے تھے...... کیونکہ جوتوں کی ایڑیوں سے چاقو نکالنا چاہتے تھے...... اسی لیے میں نے ایوان صدر میں کہا تھا کہ فوج کا دستہ ساتھ لے لیں...... لیکن افسوس"۔

"اوہو جمشید...... یہ سب ٹھیک ہے...... ہم اپنی غلطی مانتے ہیں...... لیکن اب کچھ کرو...... دارالحکومت والے تو دو دن سے پہلے ہمارے لیے پریشان نہیں ہوں گے، نہ وہ حرکت میں آئیں گے...... اس وقت تک ہم پر کیا بیتے گی...... یہ کیا سلوک کریں گے...... ہم کچھ نہیں جانتے"۔

"افسوس! اس وقت ہم بالکل بے بس ہیں...... کچھ نہیں کر سکتے...... کچھ بھی نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"نن...... نہیں...... نہیں"۔

ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا...... اور پھر سب سوچ میں ڈوب گئے...... اس طرح رات ہو گئی...... انہیں کھانے پینے کو بھی کچھ نہ دیا گیا...... لہٰذا صدر وغیرہ کی حالت ردی ہو گئی...... جب کہ وہ ایسے حالات کے عادی تھے...... انہیں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی۔

وہ رات تو جیسے تیسے گزری...... دوسرے دن صبح صدر صاحب اور ان کے ساتھیوں کے چہرے اور زیادہ اترے نظر آئے...... آنکھیں اندر کو دھنسی نظر آئیں...... یوں لگتا تھا جیسے برسوں کے بیمار ہوں...... صبح انہیں کوٹھریوں سے نکالا گیا...... اور جیل کے میدان میں لایا گیا۔

"دس دس ڈول" ایک نمبردار نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب"۔

"ہر ایک کو پانی کے دس ڈول بھر کر پودوں کو دینا ہوں گے"۔

انہوں نے ڈول دیکھے...... اور بوکھلا اٹھے...... کیونکہ وہ ایک ایک من پانی والے ڈول تو ضرور تھے...... ایسے دس ڈول بھر کر پودوں کو پانی دینا انہیں دنیا کا مشکل ترین کام نظر آیا...... لیکن انہیں یہ کام کرنا پڑا...... کیونکہ جو حرکت میں نہ آیا...... اس پر کوڑے برسائے گئے...... پروفیسر داؤد کی طرف البتہ انسپکٹر جمشید نے کسی کو نہ آنے دیا...... انہوں نے کہا کہ وہ ان کے حصے کے دس ڈول بھریں گے۔

اس طرح دوپہر کے قریب وہ فارغ ہوئے...... پھر انہیں دو دو

malikji www.urdutanz.com

malikji www.urdufanz.com

روٹی اور دال دی گئی...... انہیں یہ کھانا دنیا کی بہت بڑی نعمت محسوس ہوا...... انہوں نے بھوکوں کے انداز میں کھایا اور سچ تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا پیٹ نہ بھرا...... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے...... اب پھر انہیں کام پر لگایا گیا۔

"انسپکٹر جمشید! آخر یہ ہو کیا رہا ہے...... کیا ان لوگوں نے ہمیں ایسا قیدی بھی خیال نہیں کیا کہ ہم سے مشقت نہ لی جاتی"۔

"یہاں سب کے لیے ایک ہی قانون ہے سر" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا یہ ہم سے کسی قسم کا کوئی انتقام لے رہے ہیں"۔

"جی نہیں...... اگر ہم ادھر کا رخ نہ کرتے تو یہ تو ہمارے بارے میں کچھ سوچتے بھی نا...... ہم نے ادھر کا رخ کیا، اس لیے اب یہ ہمیں سبق سکھانا چاہتے ہیں"۔

"سبق تو اسے سکھایا جاتا ہے...... جس سے یہ امید رکھی جا سکے کہ وہ آیندہ ایسا نہیں کرے گا...... لیکن تم کہتے ہو کہ یہ ہمیں ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔

"ہاں سر! یہی بات ہے...... لیکن اس سے پہلے یہ ہمیں ستانا بھی چاہتے ہیں...... خاص طور پر ہمیں...... اس لیے کہ ہم پہلی مرتبہ جیل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے...... گویا اب یہ ہمیں للکار رہے ہیں...... کہ اب نکل کر دکھاؤ نا"۔

"تو پھر تم نکل کر دکھا کیوں نہیں دیتے" صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"میں بھی آپ لوگوں کی طرح خوش فہمی کا شکار ہو گیا تھا سر"۔

"کیا مطلب...... یہ کیا بات ہوئی" صدر چونکے۔

"میں نے سوچا...... یہ لوگ آپ لوگوں کی موجودگی میں کچھ نہیں کریں گے"۔

"حد ہو گئی...... ہمیں تم خبردار کرتے رہے اور خود بے خبر ہو کر یہاں آ گئے" صدر جھلا اٹھے۔

"جی بس...... اب میں کیا کہوں" وہ بولے۔

"کچھ نہ کہو...... تم سے زیادہ بے وقوف، نکما اور جاہل انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا" انہوں نے تلملا کر کہا۔

"میں شکر گزار ہوں" وہ مسکرائے۔

"جاؤ...... میرے پاس سے کہیں اور چلے جاؤ...... تمہیں دیکھ دیکھ کر میں آپے سے باہر ہوا جا رہا ہوں"۔

"بہت بہتر" انہوں نے کہا اور دوسری سمت میں مڑ گئے۔

اور پھر رات ہو گئی...... رات کی تاریکی میں انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں سے کھسر پھسر شروع کی...... وہ ایک کوٹھری میں تھے...... پھر ان کی کھسر پھسر بند ہو گئی اور عمل شروع ہوا...... جلد ہی وہ کوٹھری سے باہر تھے، اب انہوں نے باقی تین کوٹھریاں کھول کر باقی لوگوں کو

malikji www.urdufanz.com

باہر نکالا...... نکالنے سے پہلے انہیں بالکل خاموش رہنے کا اشارہ کیا گیا تھا...... ان کی حیرت کا کیا پوچھنا کہاں تو انہوں نے انہیں بالکل مایوس کر دیا تھا اور کہاں اچانک کوٹھریوں سے نکال لیا...... اس پر وہ جتنے حیران ہوتے کم تھا۔

پھر انہوں نے نگرانوں پر کام شروع کیا...... اس بار انہوں نے دروازے والا ایک نگران بے ہوش نہیں کیا...... اسے ہوش میں رکھا...... یوں اسے پوری طرح قابو میں کر لیا...... اس کی آواز کے ذریعے انہوں نے دروازہ کھلوایا...... اور پھر بیرونی دروازہ بھی کھل گیا...... جیل کا دروازہ باہر سے بند کر کے وہ چل پڑے...... اب انہیں راستے معلوم تھے...... جلد ہی وہ اپنی گاڑیوں تک پہنچ گئے...... وہ جوں کی توں کھڑی ملیں...... اس بار گاڑیاں ڈپٹی کمشنر ہاؤس کے باہر کھڑی کی گئی تھیں...... وہیں انہیں مل گئیں...... البتہ ان میں چابیاں نہیں تھیں...... اس کا انتظام بھی ان کے پاس تھا...... جلد ہی وہ گاڑیوں میں بیٹھے اڑے جا رہے تھے۔

"یہ...... یہ سب کیا ہے جمشید" صدر صاحب نے مارے حیرت کے کہا۔

"ابھی نہ بولیں سر...... جب تک ہم ایک سڑک پر نہ پہنچ جائیں...... اس وقت تک ہم شہر کی سڑک پر ہیں اور ساتھ میں ایک دوسری سڑک چلی جا رہی ہے...... جب تک یہ دونوں سڑکیں ایک

نہیں ہو جاتیں...... تب تک آپ خاموش رہیں"۔

"اچھا...... اچھا" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ اس جگہ آ گئے جہاں سڑک ایک ہوتی تھی...... انہوں نے فوراً بریگیڈیئر کی رہائش کا رخ کیا...... وہ اس وقت گہری نیند میں تھے...... جونہی انہیں جگایا گیا وہ بہت زور سے اچھلے اور ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

☆☆☆

درست بات

"سس...... سر...... سر...... آپ...... آپ لوگ"۔

"ہاں! یہ ہم ہیں...... بریگیڈیئر صاحب...... آپ لوگ گہری نیند سو رہے ہیں اور آپ کے ہوتے یہاں ایک شہر بن گیا ہے...... اس شہر میں ہر چیز ہے...... لیکن اس شہر میں ہمارے ملک کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہے اور آپ سو رہے ہیں"۔

"شہر...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر...... اور یہ...... یہ لوگ...... انہیں تو میں نے آپ کا حکم ملنے کے بعد آگے جانے کی اجازت دی تھی" انہوں نے انسپکٹر جمشید وغیرہ کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں! ہم جانتے ہیں...... آپ ذرا اپنا وائرلیس سیٹ دیں" کمانڈر انچیف بولے۔

"جی...... ضرور...... یہ لیں"۔

انہوں نے سرہانے سے سیٹ اٹھا کر دیا ہی تھا کہ اسی وقت اس پر

اشارہ موصول ہوا...... کمانڈر صاحب نے اس کو آن کیا...... فوراً ہی کہا گیا:

"ہیلو مسٹر بریگیڈیئر...... وہ...... بھاگ نکلے...... ایک بار پھر...... اور اس بار تو صدر وغیرہ بھی ہاتھ لگ گئے تھے...... افسوس"۔

"یہ سب تمہاری نالائقی سے ہوا...... خیر میں سوچتا ہوں...... کچھ دیر بعد بات کروں گا"۔

"یس سر" دوسری طرف سے کہا گیا...... آواز پیازی کی تھی۔

انسپکٹر کامران مرزا اس وقت تک اپنا پستول اس کی طرف تان چکے تھے...... جونہی یہ بات چیت ختم ہوئی...... ان کے سر پر پستول کا دستہ پوری قوت سے لگا...... وہ تڑ سے گرا۔

"اسے جلدی سے باندھ لو...... اب ہم یہاں بھی نہیں رک سکتے...... ہمیں فوراً انبار کوٹ پہنچنا ہوگا"۔

بریگیڈیئر کو باندھ کر انہوں نے گاڑی پر لادا اور سیٹ سمیت وہاں سے نکل بھاگے...... اور انبار کوٹ پہنچ کر دم لیا...... وہاں انہوں نے ملٹری افسر کا رخ کیا...... اس دفتر کے انچارج کرنل نعمان تھے...... وہ ان لوگوں کو دیکھ کر اچھل پڑے۔

"آپ...... اس طرح...... اچانک سر"۔

"کچھ نہ پوچھیں کرنل نعمان...... یہ ایک لمبی کہانی ہے...... آپ کے پاس یہاں کتنی فورس ہے"۔

malikji www. urdufanz.com

"ایک ڈویژن سر"۔

"بہت خوب...... آپ پہلے تو یہاں کی حفاظت کا انتظام کر لیں...... اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ ہم یہاں ہیں"۔

"کیا کوئی بڑا خطرہ سر پر ہے سر"۔

"کچھ نہ پوچھیں بس...... پہلے حفاظتی انتظامات کر لیں"۔

"یوں تو یہاں پہلے سے انتظامات ہیں...... تاہم میں مزید فوج بلا لیتا ہوں"۔

"ہاں ٹھیک ہے...... کتنی دیر تک آجائے گی"۔

"صرف پندرہ منٹ میں"۔

"خوب! کریں یہ کام...... اور ہماری ایک گاڑی میں ایک قیدی موجود ہے...... اس کو یہاں منگوا لیں"۔

"او کے سر"۔

کرنل صاحب حرکت میں آگئے...... پندرہ منٹ بعد وہ عمارت پوری طرح فوجیوں کے گھیرے میں تھی اور چاروں طرف گنیں اس طرح تان دی گئی تھیں گویا ابھی دشمن کا حملہ ہونے والا ہے...... ادھر کرنل صاحب نے بندھے ہوئے بریگیڈیئر کو دیکھ کر کہا۔

"یہ...... یہ تو اپنے بریگیڈیئر ہیں"۔

"ہاں ایسے میں اپنے تو بیڑہ غرق کرتے ہیں...... یہ اپنے دراصل آستین کے سانپ ہیں"۔

"ہوا کیا سر"۔

"یار جمشید...... میں تو ڈول بھر بھر کر بہت تھک گیا ہوں...... لیٹنا چاہتا ہوں...... تم انہیں ساری کہانی...... ارے ہم...... مگر نہیں...... یہ...... یہ کیا جمشید" صدر صاحب اچھل پڑے۔

انسپکٹر جمشید اور دوسرے مسکرا دیئے...... صدر صاحب کو بہت دیر بعد خیال آیا تھا...... پھر بھی وہ انجان بن کر بولے۔

"اب کیا ہوا سر"۔

"اف مالک...... ارے بھئی...... پہلے تو یہ بتاؤ...... آخر یہ سب کیا ہے...... تم تو وہاں یہ کہتے رہے ہو کہ ہم بالکل بے بس ہیں...... کچھ بھی نہیں کر سکتے...... نہ کوٹھریوں سے نکل سکتے ہیں...... لیکن اب ہم اس شہر تک سے آسانی سے نکل آئے...... آخر یہ کیسے ممکن ہے"۔

"اگر ہم ایسا نہ کرتے تو کبھی وہاں سے نہ نکل سکتے" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ بولے۔

"مطلب یہ کہ ہماری باتیں سنی جا رہی تھیں...... جب میں نے حد درجے مایوسانہ باتیں کیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم واقعی بالکل بے بس ہو گئے ہیں اور کسی طرح بھی جیل سے نہیں نکل سکتے...... لیکن ہم گھر سے خفیہ انتظامات کر کے چلے تھے...... ایسی خفیہ جگہوں میں خفیہ چیزیں، ہم نے چھپا کر رکھیں کہ کوئی سوچ بھی نہ سکا"۔

malikji www. urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

"یہ بات جان کر حیرت ہو رہی ہے..... اور یقین نہیں آ رہا" صدر بڑبڑائے۔

"اگر میں آپ کو فوراً ہی تسلی دینے لگتا اور یہ بتاتا کہ فکر نہ کریں، ہم ہر حال میں وہاں سے نکل جائیں گے تو چوبیس گھنٹے ہمیں نظروں میں رکھتے..... نکل ہم اس صورت میں بھی جاتے..... لیکن ہم میں سے نہ جانے کتنے زخمی ہوتے یا کتنے مارے جاتے..... کیونکہ اس صورت میں باقاعدہ جنگ کرنا پڑتی..... جب کہ اس وقت ہم اس طرح نکل آئے ہیں جس طرح مکھن میں سے بال نکل آتا ہے"۔

"اوہ ہاں..... یہ تو ہے" صدر خوش ہو گئے۔

"لیکن کچھ مجھے بھی تو بتائیں" کرنل صاحب بولے۔

"اوہ ہاں! اب آپ کی باری ہے"۔

اب انہیں کہانی سنائی گئی..... کرنل نعمان کی حیرت کا کیا پوچھنا۔

"اس سرحدی علاقے تک میں کئی بار گیا ہوں..... لیکن مجھے تو کوئی شہر وہاں نظر نہیں آیا"۔

"کرنل صاحب پہلے ہم بھی یہی کہتے رہے..... ہم نے انسپکٹر جمشید کی بات پر ذرا بھی یقین نہیں کیا تھا اور اب ہمیں افسوس ہے"۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے"۔

"پروگرام کیا ہونا..... شہر پر حملہ کیا جائے گا..... اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے گی..... آس پاس کے یونٹوں سے فوج طلب

کریں..... ہم کل حملہ کریں گے"۔

"او کے سر" انہوں نے کہا۔

پھر حملے کے انتظامات کیے گئے..... ان کاموں سے چونکہ ان کا کوئی تعلق نہیں تھا..... اس لیے وہ آرام کرتے رہے..... ڈول بھر بھر کر آخر وہ بھی تو تھک گئے تھے..... دوسرے دن فوج نے انبار کوٹ سے کوچ کیا..... جب تک وہ کرنل ہاؤس میں آرام کرتے رہے..... کیونکہ فی الحال وہاں ان کا کوئی کام نہیں تھا..... فوج کا اپنا ایک طریقہ تھا..... ان کا اپنا..... تاہم انہوں نے کرنل نعمان سے کہہ دیا تھا..... کہ جونہی شہر فتح ہو..... انہیں وہاں بلا لیا جائے۔

وہ فتح کی خبر کا انتظار کرنے لگے..... اچانک وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا..... انہوں نے بٹن آن کیا تو کرنل نعمان کی آواز سنائی دی۔

"یہ سب کیا ہے سر"۔

"کیا بات ہے بھئی" کمانڈر بولے۔

"یہاں تو کوئی شہر نہیں ہے"۔

"کیا مطلب"۔

"سڑک جس جگہ سے دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے..... وہاں سے ہم دائیں سڑک کے ذریعے آگے سرحد تک ہو آئے ہیں..... ہمیں دائیں ہاتھ کوئی شہر نہیں نظر آیا..... پھر ہم نے سوچا کہ شاید آپ سے بھول ہوئی ہے..... شہر بائیں سڑک پر ہے..... لہٰذا ہم نے بائیں

malikji www.urdufanz.com

سڑک پر کوچ کیا...... لیکن سرحد تک چلے جانے پر بھی کوئی شہر نظر نہیں آیا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... ہم تو اس شہر کی جیل میں دو دن رہے ہیں" کمانڈر بولے۔

اور وہ مسکرا دیئے...... کیونکہ یہی بات انہوں نے ایوان صدر میں کمانڈر صاحب سے کہی تھی۔

"تب پھر سر آپ بھی یہاں تشریف لائیں"۔

"اچھا" میں آ رہا ہوں"۔

"کیا ہم ساتھ چلیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں...... وہاں آپ کی ضرورت نہیں"۔

اور وہ چلے گئے...... کچھ دیر بعد ان کا حیرت میں ڈوبا پیغام ملا' وہ کہہ رہے تھے۔

"کرنل نعمان کی بات غلط نہیں تھی جناب...... یہاں واقعی کوئی شہر نہیں ہے"۔

☆☆☆☆

میں سمجھ گیا

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے...... پھر انہوں سرسراتی آواز میں کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ...... یہ ہو کیسے سکتا ہے...... ہم عملی طور پر اس جیل کو دیکھ چکے ہیں...... شہر کو دیکھ چکے ہیں...... بلکہ ہم تو دو مرتبہ دیکھ چکے ہیں...... وہاں کا بریگیڈیئر تک ہمارے قبضے میں ہے"۔

"یہ سب باتیں درست ہیں...... لیکن سچ یہی ہے کہ یہاں اب اس شہر کا نام و نشان نہیں ہے"۔

"تب کیا اس کو زمین کھا گئی...... آسمان نگل گیا"۔

"ہم...... میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے...... ہم آ رہے ہیں"۔

اب وہ وہاں پہنچے جس جگہ سڑک دو حصوں میں تقسیم ہوتی تھی...... کرنل نعمان حد درجے پریشان تھے۔

"ہاں جناب! کیا رہا...... اب بھی شہر نظر آیا یا نہیں"۔

malikji www. urdufanz.com

"بالکل نہیں"۔

"آئیے پھر ہم سڑک پر چل کر دیکھتے ہیں"۔

"چلیے" وہ بولے۔

وہ سب فوجی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے...... لیکن سرحد تک انہیں اس شہر کے آثار قطعاً نظر نہیں آئے...... اب تو ان کی بھی سٹی گم ہو گئی۔

طرح غائب ہو گیا...... جیسے گدھے کے سر سے سینگ" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"کیا شہر ہوا میں اڑ گیا...... زمین میں دھنس گیا...... آخر یہ کیسے ممکن ہو گیا"۔

"اس پر غور کرنا ہوگا...... ارے ہاں...... پروفیسر صاحب...... ذرا تجربہ گاہ کو فون کریں...... وہ اب کیا کہتے ہیں"۔

"اوہ ہاں" وہ چونکے۔

انہوں نے فون کیا...... فوراً جواب ملا۔

"وہ سرخ روشنی اب بھی موجود ہے یا نہیں"۔

"نہیں...... اب وہ موجود نہیں ہے سر"۔

"کیا!!!" وہ چلائے...... مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جمشید"۔

"یہ تو ہونا چاہیے تھا پروفیسر صاحب...... شہر غائب تو لائٹ بھی غائب"۔

"نن نہیں...... نہیں" وہ چلائے۔

"اس کا مطلب ایک ہے...... یہ کہ فی الحال ان لوگوں نے اپنی کارروائی روک دی ہے" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اوہو...... سوال یہ ہے کہ شہر کو انہوں نے کیسے غائب کر دیا...... وہ کوئی چھوٹی سی چیز تو نہیں ہے...... پورا دستہ آخر کہاں ہے"۔

"مجھے نہیں معلوم سر...... شہر کہاں ہے...... ہم تو یہ جانتے ہیں کہ شہر ہمارے ملک کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ بننے والا ہے...... اس سے پہلے ہمیں اس کو تلاش کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجانا ہوگی...... ورنہ ہم نہیں بچیں گے"۔

"کیا کہا...... ہم نہیں بچیں گے" صدر صاحب چونکے۔

"ہم سے مراد ہم لوگ نہیں...... ہمارا پورا ملک ہے...... وہ شہر پورے ملک کے لیے خطرہ ہے"۔

"پتا نہیں کیا باتیں کر رہے ہیں...... ایک چھوٹا سا شہر پورے ملک کے لیے خطرہ بن سکتا ہے؟"۔

"جی ہاں بالکل بن سکتا ہے"۔

"فی الحال تو وہ خود غائب ہے"۔

malikji www.urdufanz.com

"کیا یہ بات چونکا دینے کے لیے کافی نہیں...... آخر پورا ایک شہر غائب کیسے ہو گیا"۔

"یہ ہم معلوم کریں گے...... آپ فکر نہ کریں" ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اس سے بہتر بات کیا ہو گی"۔

"لیکن شرط ایک ہے...... اس بٹالین کا چارج مجھے دے دیا جائے...... یہ یہیں لڑے گی...... یہیں پڑاؤ ہو گا اس کا...... جب تک اس شہر والا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا...... یہ بٹالین یہاں سے نہیں جائے گی...... اور میری تمام ہدایات پر عمل کرے گی"۔

"اس کے لیے صدر صاحب کی منظوری بہت ہو گی" خالد سفیان نے ان کی طرف دیکھا۔

"اور میں نے منظوری دی" صدر صاحب فوراً بولے۔

"لیجیے جناب! اور کیا چاہتے ہیں آپ" خالد سفیان مسکرائے۔

"آپ سے اب یہ چاہتا ہوں کہ فوراً دارالحکومت چلے جائیں...... وہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے...... اس معاملے کو ہم دیکھ لیں گے"۔

"لیکن آپ ہمیں حالات سے باخبر رکھیں گے...... ہم سے مسلسل رابطہ رکھیں گے"۔

"ٹھیک ہے...... آپ بے فکر رہیں"۔

تب کہیں جا کر وہ وہاں سے رخصت ہوئے۔

"خان رحمان...... تم اس ڈویژن کے انچارج ہو...... تم انہیں یہاں سیٹ کرو گے"۔

پہلے سے موجود فوج کو یہاں سے بالکل ہٹا دو...... فی الحال انہیں کوئی ڈیوٹی نہ دی جائے...... ان کے بارے میں پہلے چھان بین کی جائے گی...... کہ ان میں سے کیپٹن ناصر کی طرح کتنے اس شہر کے لوگ ہیں...... مطلب یہ کہ جب تک یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ یہ ساری سازش کیا ہے...... اور سازشی لوگ گرفتار نہیں ہو جاتے، اس وقت تک ان لوگوں کو ڈیوٹی پر نہیں لگایا جائے گا۔

"میں سمجھ گیا...... اور کچھ"۔

"کیپٹن ناصر کی گرفتاری بہت ضروری ہے"۔

"لیکن وہ تو شہر کے ساتھ ہی غائب ہے" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ ضروری نہیں" وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب...... کیا ضروری نہیں"۔

"یہ کہ وہ واقعی غائب ہو...... ہو سکتا ہے...... وہ اس وقت بھی ہمارے آس پاس کہیں موجود ہو"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"بھئی میک اپ میں...... ایک عام فوجی کے لباس میں۔"

"او اچھا...... میں نظر رکھوں گا"۔

malikji www.urdufanz.com

"ہمارا آپس میں رابطہ رہے گا..... ہر دو گھنٹے بعد ہم ایک دوسرے سے بات کریں گے..... اگر رابطہ ٹوٹ جائے تو تم حرکت میں آؤ گے"

"کیا مطلب..... میں حرکت میں آؤں گا"۔

"ہاں..... اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا اس ڈویژن کے ذریعے"

"وہ نظر آئے گا..... تبھی اینٹ سے اینٹ بجا سکوں گا" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"فکر نہ کرو..... وہ نظر آئے گا..... ضرور نظر آئے گا"۔

"شہر نہ ہوا..... آسمان کا چاند ہو گیا..... جو ضرور نظر آئے گا" آفتاب بول اٹھا۔

وہ مسکرا دیئے..... پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ہم اس شہر کو تلاش کریں گے..... ہم" انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیسے..... کیسے تلاش کریں گے" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی ہمارا کام ہی کیا ہے" وہ مسکرائے۔

اور پھر خان رحمان حرکت میں آ گئے..... انہوں نے اپنے تجربے کی بنیاد پر فوج کو وہاں مقرر کرنا شروع کیا..... اس کام میں دو دن لگ گئے..... جب انہوں نے موبائل کے ذریعے انہیں بتایا کہ وہ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں تو وہ اس جگہ پہنچ گئے..... جہاں سڑک دو حصوں

ہوتی تھی۔

یہ ہے وہ جگہ جہاں سے یہ کیس شروع ہوتا ہے..... اب ہمیں اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ ہمارے راستے میں ہمارے کام میں کوئی فوجی رکاوٹ بنے گا..... اب یہاں جو بھی فوجی مقرر ہے..... وہ ہمارا اپنا ہے" لہٰذا ہم بے فکری سے شہر کی تلاش شروع کر سکتے ہیں..... اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہر غائب کیسے ہو گیا"۔

"ہو سکتا ہے..... وہ غائب نہ ہوا ہو وہیں موجود ہو" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"بہت خوب! اچھا خیال ہے" انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف پلٹے۔

"خیال اچھا ضرور ہے..... لیکن سوال یہ ہے کہ اگر شہر وہیں موجود ہے تو اس سڑک پر چلنے کے بعد وہ آتا کیوں نہیں..... جب کہ تین بار پہلے ایسا ہو چکا ہے..... ہم اس سڑک پر چلے اور بائیں طرف شہر آ گیا..... اب ایسا کیوں نہیں ہوتا"۔

"اس پر غور کر لیتے ہیں"۔

"چلو پھر کرو غور"۔

وہ سب غور کرنے لگے..... دونوں سڑکوں پر ادھر ادھر گھوم پھر دیکھنے لگے..... چھوٹی پارٹی ان سے الگ ہو کر..... بائیں طرف والی سڑک پر آگے بڑھ گئی..... ایسے میں محمود نے چونک کر کہا۔

malikji www.urdufanz.com

”ارے ایسے کیسے ہو سکتا ہے“۔

”اس کیس میں تو پہلے ہی بے شمار ’یہ کیسے ہو سکتا ہے‘ کی لائن لگی ہوئی ہے“ فاروق نے منہ بنایا۔

”اف مالک؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے“ محمود نے جیسے فاروق کا جملہ سنا ہی نہیں۔

”اوہو...... ہوا کیا ہے...... یہ بھی تو بتاؤ“۔

”جلدی ادھر آؤ...... سب کے سب...... دیکھو...... یہاں فوجی کو گولی لگی تھی...... لگی تھی نا“۔

”ہاں لگی تھی...... تو پھر کیا اب تم یہ کہو گے کہ گولی نہیں لگی تھی...... ہم نے خواب دیکھا تھا“۔

”اوہو یہ بات نہیں...... میں بتاتا ہوں...... جب فوجی کو گولی لگی اور وہ گر گیا تو ہم سب لوٹ لگا گئے تھے اور سڑک سے نیچے رینگ گئے تھے...... پھر ہم نے درختوں کی اوٹ لے لی تھی...... کیا ایسا نہیں ہوا تھا“۔

”ہاں! ایسا ہی ہوا تھا...... تو پھر؟“ آصف نے اسے گھورا...... کیونکہ وہ یک دم ہیرو بن گیا تھا۔

”اب سنو...... مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے...... جب میں لڑھکا تھا میں نے ایک درخت کے پیچھے اوٹ لی تھی...... وہ درخت شیشم کا تھا...... لیکن اس وقت یہاں شیشم کا درخت نہیں ہے“۔

”کیا!!!“ سب ایک ساتھ چلائے۔

☆

بڑے ان کی تیز آوازیں سن کر ادھر دوڑ پڑے۔

”کیا ہوا...... کیوں چیخ رہے ہو...... کیا ہو گیا ہے تمہیں“ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا...... بتوں کی طرح کھڑے رہے۔

”ارے ہائیں...... کیا سانپ سونگھ گیا ہے“۔

”اگر سانپ سونگھ گیا ہوتا تو یہ کھڑے رہتے...... جمشید یہ گر گئے ہوتے“ پروفیسر داؤد بولے۔

”تب پھر...... انہیں کیا ہوا ہے؟“ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

”شاید انہیں سکتہ ہو گیا ہے“۔

”ارے باپ رے...... اب ہم ان کے لیے ڈاکٹر کہاں سے لائیں“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”ڈاکٹر کی ضرورت نہیں انکل“ فرزانہ مسکرائی۔

”تب پھر کس کی ضرورت ہے؟“۔

”حیران ہونے کی“ آفتاب بول اٹھا۔

”اگر تم کہتے ہو تو ہو جاتے ہیں حیران...... ہمارا کیا جاتا ہے“ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

malikji www.urdufanz.com

"لیکن ہوں کس بات پر" انسپکٹر جمشید نے انہیں گھورا۔

"بتاؤ محمود...... انہیں کس بات پر حیران ہونا چاہئے" آصف بولا۔

"جس پر ہم ہیں" وہ بولا۔

"حد ہو گئی...... بتاؤ گے تو پتا چلے گا"۔

"آپ کو یاد ہے ابا جان...... اس فوجی کی لاش کہاں گری تھی"۔

"اس جگہ سڑک پر"۔

"جی ہاں بالکل...... اور پھر ہم نے فوراً اوٹ لگائی تھی...... تاکہ فائرنگ سے محفوظ رہیں...... یہ اور بات ہے کہ قاتل نے کوئی اور فائر نہیں کیا تھا...... لیکن ہمیں تو اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ فائر نہیں کرے گا...... چنانچہ ہم نے اوٹ لگائی تھی اور سڑک کے نیچے پہنچ کر درختوں کی اوٹ میں ہو گئے تھے"۔

"ہاں! ٹھیک ہے...... تو پھر؟"۔

"پھر یہ کہ میں نے اس جگہ درخت کے نیچے پناہ لی تھی...... لیکن جس درخت کے پیچھے میں نے پناہ لی تھی...... وہ شیشم کا درخت تھا...... جب کہ اس وقت آس پاس کوئی شیشم کا درخت نہیں ہے"۔

"کیا!!!"۔ "اس بار سب کے سب بڑے چلا اٹھے۔

پھر وہاں ایک منٹ تک سکتے کا عالم طاری رہا...... آخر پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"پتا نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"آخر وہ شیشم کا درخت کہاں چلا گیا" فاروق بڑبڑایا۔

"شاید کہیں سیر کرنے نکل گیا...... آ جائے گا ابھی" شوکی نے کہا۔

"کیا کہ رہے ہو بھئی" آصف نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے...... اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"ہو سکتا ہے محمود...... تم بھول رہے ہو" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی نہیں...... یہ بات بھولنے کی ہے ہی نہیں...... تنے پر کسی نے چاقو سے اپنا نام کھودا ہوا تھا اور وہ نام تھا الیاس عزیز"۔

"الیاس عزیز" وہ بڑبڑائے۔

"ہاں! جب مجھے نام تک یاد ہے...... تو میں بھول کیسے رہا ہوں"۔

"یہ تو بہت عجیب بات ہو گئی"۔

"ہاں! ہو تو گئی بہت عجیب...... لیکن کاش یہ ساتھ میں غریب بھی ہوتی" شوکی نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب...... یہ کیا بات ہوئی" آصف نے اسے گھورا۔

"اب ہم شیشم کا ایسا درخت کہاں سے لائیں جس پر الیاس عزیز کھدا ہوا ہو"۔

"بات بہت الجھن کی بھی ہو گئی ہے" فرحت بڑبڑائی۔

"سب لوگ جلدی جلدی ان تمام درختوں کو دیکھ ڈالو...... کیا کسی

malikji www.urdufanz.com

درخت پر الیاس عزیز لکھا ہوا ہے...... یا کوئی شیشم کا درخت ہے آس پاس"۔

"وہ سب دوڑ پڑے...... درختوں کا جلدی جلدی جائزہ لینے لگے...... آخر پھر ایک جگہ جمع ہوئے"۔

"شیشم کے کئی درخت ہیں...... اور بھی مختلف قسموں کے درخت ہیں یہاں...... لیکن کسی درخت پر الیاس عزیز کا نام نہیں لکھا نظر آیا"۔

"تب پھر...... اب کیا کیا جائے گا"۔

"یہ کہ جب محمود درخت کی اوٹ لیے ہوئے تھا...... اس وقت اسے اونگھ آگئی تھی اور اونگھ کی حالت میں خواب میں ایک شیشم کا درخت دیکھا...... اس پر الیاس عزیز کھدا ہوا تھا" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی...... ہے کوئی تک اس بات کی"۔

"پتا نہیں تک ہے یا نہیں...... لیکن ایسا ہو جاتا ہے" پروفیسر بولے۔

"لیکن میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا...... میں نے ہوش کی حالت میں وہ نام لکھا دیکھا تھا"۔

"خواب میں دیکھی ہوئی بات بعض اوقات بالکل یوں محسوس ہوتی ہے...... جیسے میں نے حقیقت میں دیکھا ہے"۔

"اس کا مطلب ہے...... میں نے خواب میں دیکھا تھا" محمود نے

کہا۔

"ہاں بالکل...... ورنہ یہاں شیشم کا درخت ضرور ہونا چاہئے تھا"۔

"اچھا ٹھیک ہے...... میں اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیتا ہوں" محمود نے کہا...... پھر اچانک وہ بہت زور سے اچھلا...... آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں...... اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

"نن نہیں...... نہیں...... میں اس خیال کو نہیں جھٹک سکتا...... میں نے خواب میں نہیں حقیقت میں شیشم کا درخت دیکھا تھا...... یہ دیکھیے"۔

یہ کہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا...... جب اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں کیکر کے درخت کی ایک پھلی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی...... تم نے بھلا یہ پھلی کیوں جیب میں رکھی تھی"۔

"کبھی کبھی ہم کوئی کام بغیر سوچ سمجھ کر کر گزرتے ہیں...... بس یہ پھلی میں نے یونہی بے خیالی کے عالم میں رکھ لی تھی...... اور یہ بات مجھے یاد بھی ابھی آئی ہے"۔

"لیکن...... تم اس وقت وہ کپڑے نہیں پہنے ہوئے ہو...... جو اس وقت پہنے ہوئے تھے"۔

"تب پھر...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... جب ہم کپڑے بدلتے ہیں...... تو اپنی تمام چیزیں نئے کپڑوں میں منتقل کر لیتے

malikji www.urdufanz.com

ہیں...... تمام چیزوں کے ساتھ یہ پچھلی بھی ان کپڑوں میں آ گئی "اس میں عجیب بات کیا ہو گئی"۔

"جواب معقول ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"خیر...... اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہاں اس وقت شیشم کا درخت تھا جواب نہیں ہے...... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے...... یہ درخت مصنوعی نہیں ہیں...... اصل ہیں"۔

"یہ شاید اس کیس کا عجیب ترین پہلو ہے...... ہمیں اس پہلو کو سنجیدگی سے لینا ہو گا...... محمود کا بیان غلط نہیں ہے...... یہاں شیشم کا درخت تھا...... اور یہ سب ان لوگوں کی سازش ہے...... ہم اس سازش کا پردہ چاک کریں گے...... یہاں دو سڑکیں ہیں...... بائیں طرف والی سڑک پر ہم جب آگے گئے تھے تو اس شہر تک پہنچ گئے تھے...... شہر اس سڑک کے بائیں طرف تھا...... یہی بات ہے نا" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں بالکل" وہ بولے۔

"اب ہم اس سڑک پر آگے جا کر دیکھیں گے...... آؤ"۔

انہوں نے گاڑیوں کے ذریعہ اس سڑک پر سفر کیا...... لیکن شہر کا دور تک پتا نہ ملا...... اب ان کی حیرت اور بڑھ گئی۔

"یہ بھول بھلیاں سمجھ میں نہیں آئیں" پروفیسر بولے۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے...... انہیں چکر پر چکر آنے لگے... ایسے میں

شوکی نے کہا۔

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

"ہاں ضرور شوکی...... کہو"۔

"فرض کیا یہاں دو نہیں تین سڑکیں تھیں"۔

دماغ تو نہیں چل گیا" آصف نے آنکھیں نکالیں۔

"میں فرض کر رہا ہوں" جواب میں اس نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"بھئی کرنے دو فرض" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اچھا بھائی...... کرو فرض"۔

"فرض کیا یہاں سڑکیں دو نہیں تین تھیں...... لیکن ہمیں دو نظر آ رہی ہیں...... تیسری سڑک اس وقت چھپی ہوئی تھی"۔

"بات پلے نہیں پڑی"۔

"خیر میں اب یہ عملی شکل میں بتاتا ہوں" شوکی نے کہا اور ایک کاغذ لے کر بیٹھ گیا...... اس نے کاغذ میں تین سڑکیں بنائیں...... پھر دائیں والی سڑک کو گھاس پھوس سے چھپا دیا"۔

"یہ کیا بات ہوئی" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"بھئی پہلے پوری بات سن لو" پروفیسر مسکرائے۔

"واقعی...... بات غور طلب ہے" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"حد ہو گئی...... سب کے سب شوکی کی تائید کرنے پر آ گئے"۔

malikji www. urdufanz.com

"رہے تو تم نہ کرو تائید" شوکی نے جل کر کہا۔

"ہاں شوکی ...... تم بات پوری کرو۔"

"اوہو ...... میں سمجھ گیا ...... شوکی کیا کہنا چاہتا ہے۔"

محمود اچھل کر بولا اور پھر اس کی آنکھوں میں بھی حیرت دوڑ گئی۔

☆ ☆ ☆

ایک اور خیال

پھر تو بھی ان تین سڑکوں پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے ...... آخر شوکی نے کہا۔

"سڑکیں یہاں دو نہیں ...... تین ہیں ...... ایک دائیں طرف، ایک بائیں طرف اور ایک درمیان میں، لیکن جب ہم یہاں آئے تو ہم نے صرف دو سڑکیں دیکھیں ...... تیسری سڑک اس وقت گھاس پھوس اور جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی ...... دائیں طرف والی ...... اس طرح جب ہمیں دو سڑکیں نظر آئیں اور ہم بائیں طرف والی پر چلے تو ہم اس شہر تک پہنچ گئے ...... لیکن پھر انہوں نے دائیں طرف والی پہلی سڑک جو گھاس پھوس سے چھپائی ہوئی تھی ...... اس کو ننگا کر دیا ...... وہاں سے گھاس پھوس اور جھاڑیاں ہٹا دیں اور بائیں طرف والی سڑک پر گھاس ڈال دیا ...... نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم جس کو بائیں سڑک سمجھ رہے ہیں ...... وہ دراصل درمیان والی سڑک ہے ...... اور اس پر چل کر وہ شہر آتا ہی نہیں ...... اس طرح ہماری اصل سڑک اس جگہ اس وقت

malikji www.urdufanz.com

گھاس پھوس سے ڈھکی ہوئی ہے"۔

"یہاں تک بات تسلیم...... لیکن وہ درخت گھاس پھوس ڈالنے سے کیسے چھپ گیا...... جن کے پیچھے ہم نے اوٹ لی تھی"۔

"وہ درخت اور گھاس پھوس مصنوعی تھی...... لیکن ہم اس وقت جان نہ سکے...... کیونکہ اس طرف ہماری توجہ نہیں تھی، دوسرے یہ کہ وہ اس قدر کاری گری سے بنائے گئے ہیں کہ ہم بغور دیکھے بغیر یہ جان بھی نہیں سکتے کہ وہ نقلی ہیں" شوکی نے جلدی جلدی کہا...... انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید اس کی یہ دلیل سن کر بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"بہت خوب شوکی" پروفیسر بولے۔

"لیکن مجھے یہاں ایک اور اعتراض ہے" ایسے میں آصف کی آواز ابھری۔

"چلو تم بھی اپنا اعتراض سامنے لے آؤ" شوکی مسکرایا۔

"زیادہ ہیرو بننے کی کوشش نہ کرو...... اور یہ بتاؤ...... پہلی بار جب ہم یہاں آئے...... اس وقت دائیں طرف کی سڑک پر گھاس پھوس کیوں تھی اور بائیں طرف والی سڑک ننگی کیوں تھی"۔

"اس وقت شہر میں کوئی سامان لے جایا گیا ہوگا...... آخر اس شہر کے لیے انہیں دوسرے شہروں سے بھی ضروریات کی چیزیں لانا پڑتی ہوں گی"۔

"بہت خوب شوکی...... تم نے کمال کر دیا...... ہر بات کا معقول جواب دیا...... گویا وہ سڑک دراصل اسی جگہ موجود ہے...... اس وقت جہاں یہ درخت، گھاس پھوس اور جھاڑیاں نظر آ رہی ہیں...... اور اگرچہ یہ مصنوعی ہیں...... لیکن اصلی نظر آتے ہیں"۔

"جی ہاں...... میں یہی کہنا چاہتا ہوں"۔

"اور جب ہم ان مصنوعی درختوں اور گھاس پھوس کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھ جائیں گے...... تو وہ شہر آ جائے گا"۔

"لیکن ان درختوں کو ہٹائے بغیر ہم اپنی گاڑی آگے نہیں لے جا سکتے"۔

"کوئی بات نہیں...... یہ لوگ بھی تو کسی طرح ان درختوں کو ہٹاتے ہوں گے...... اور یہ بات ہم کیپٹن ناصر سے پوچھیں گے...... اس لیے کہ وہ ان کا ساتھی ہے...... ان کا مددگار ہے اور اس سازش میں برابر کا شریک ہے"۔

"واہ شوکی واہ" انسپکٹر جمشید نے تعریف کی اور باقی سب کے منہ بن گئے، اس لیے کہ اس وقت وہ ہیرو بن چکا تھا۔

"حد ہو گئی...... ذرا سی بات بتا کر ہیرو بن گئے" فاروق نے تلملا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں...... نبٹ لیں گے"۔

"لیکن کیسے؟" باقی ایک ساتھ بولے۔

malikji www.urdufanz.com

"جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا کہ ہم کس طرح جانتے ہیں"۔

پھر وہاں کیپٹن ناصر کو لایا گیا...... بریگیڈیئر اجمل نیازی کو بھی بلایا گیا...... ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے...... جسموں میں کپکپی تھی۔

"آپ لوگ اگر سخت سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو سب کچھ صاف صاف بتا دیں" کمانڈر انچیف بولے۔

"مگر...... کیا بتا دیں سر...... ہمیں کچھ معلوم نہیں"۔

"یہ تو خیر نہیں ہو سکتا کہ کیپٹن ناصر آپ کو کچھ معلوم نہ ہو...... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بریگیڈیئر صاحب کو کچھ پتا نہ ہو"۔

"یہی بات ہے سر" اجمل نیازی نے فوراً کہا۔

"یہ غلط ہے...... جھوٹ ہے...... یہ ان تمام معاملات میں میرے آفیسر ہیں...... جو انہوں نے حکم دیا، میں نے وہ کیا...... ورنہ اس شہر اور شہر میں جو کچھ ہو رہا ہے...... میں کچھ نہیں جانتا تھا" کیپٹن نے چیخ کر کہا۔

"نہیں سر...... یہ سفید جھوٹ بول رہا ہے"۔

"خیر...... ہم اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سفید جھوٹ بول رہا ہے اور کون کالا" خالد سفیان نے جل کر کہا۔

"تب پھر کر دیں فیصلہ" کیپٹن ناصر نے جھلا کر کہا۔

خالد سفیان اور دوسرے اس کی جرات پر حیرت زدہ رہ گئے

ایسے میں خان رحمان بولے۔

"اس کی قدرے مرمت کرنا ہو گی...... اس میں اکڑ بہت ہے"۔

"ٹھیک ہے...... چند جوان اس کی ٹھکائی کریں...... جب یہ سچ بولنے پر اتر آئے...... تب ہاتھ روکنا" خالد سفیان نے حکم دیا۔

"او کے سر"۔

اس کی مرمت شروع ہوئی...... اس کی چیخیں بلند ہونے لگیں...... آخر اس نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں...... بریگیڈیئر صاحب کا ان تمام معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے...... میرا تعلق اس شہر کے معاملات سے ضرور ہے"۔

"تو پھر بائیں طرف والی سڑک پر سے مصنوعی گھاس پھوس اور درختوں کو ہٹاؤ"۔

"کک...... کیا...... کیا...... آپ لوگ یہ بات بھی جان گئے ہیں"۔

"یہ پوچھو کہ ہم کیا نہیں جان گئے" فاروق مسکرایا۔

وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے...... ان درختوں کو ہٹاؤ"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ یہ کہہ کر ایک طرف چلنے لگا...... فوجی اسے پوری طرح گھیرے میں لیے ہوئے تھے...... اگر یہ ذرا بھی حرکت کرے تو اس کی ٹانگوں کو

malikji www.urdufanz.com

چھلنی کر دینا...... اور ہاں اس کے جسم پر گولی نہ چلانا، کیونکہ ہمیں اس کے ذریعے ان درختوں کو ہٹانا ہے" خالد سفیان بولے۔

"اوکے سر...... آپ فکر نہ کریں"۔

وہ کافی دور ایک درخت کے پاس گیا...... اس میں ایک کھوہ سی تھی...... اس کھوہ میں ہاتھ ڈال کر اس نے نہ جانے کیا کیا...... کہ انہیں یوں لگا جیسے ان درختوں اور جھاڑیوں کی ہوا نکلتی چلی جا رہی ہے...... دراصل وہ سب ربڑ یا پلاسٹک کے تھے...... کھوکھلے...... جن میں اگر ہوا بھر دی جائے تو تن کر کھڑے ہو جاتے تھے...... اب ظاہر ہے انہوں نے اس غرض کے لیے ہوا بھرنے کا نظام قائم کر رکھا تھا۔

"ایک بٹن دبانے سے ان سب کی ہوا نکل گئی...... دوسرا بٹن دبانے سے یہ یہاں سے سمٹ کر پہلی جگہ پر آ جائیں گے...... یہ دیکھیں"۔

اب اس نے کھوہ میں دوسرا بٹن دبایا...... پلاسٹک اور ربڑ کی چادر خود بخود پہلی سڑک پر آ کر بچھ گئی...... اب اس نے پھر پہلا بٹن دبایا...... تو ان میں ہوا بھر گئی...... اور وہی نظر آنے لگا...... جو پہلی بار انہیں نظر آیا...... اور اب وہاں وہ شیشم کا درخت بھی تھا...... اور اس پر الیاس عزیز نام ایک دوسرے رنگ کی ربڑ سے لکھا گیا تھا...... تاکہ صاف نظر آ سکے...... یہ نام بھی ان لوگوں نے دھوکا دینے کے لیے لکھا تھا...... تاکہ کوئی دیکھے تو یہ سوچ بھی نہ سکے کہ یہ نقلی درخت ہیں...... اب رہ گئی یہ بات کہ پھر وہ پتا محمود نے کیسے اور کہاں سے اٹھا لیا...... تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ان

لوگوں نے یہاں اصلی پتے بھی بکھیرے ہوئے تھے...... تاکہ منظر مصنوعی نظر نہ آئے۔

"اف مالک! کس قدر زبردست انتظامات کیے ہیں...... اس شہر کو سب کی نظروں سے بچانے کے لئے مسٹر ناصر...... اب یہ بھی بتا دو...... وہاں ہو کیا رہا ہے"۔

"یہ میں نہیں جانتا...... وہ اپنے راز میں کسی کو شریک نہیں کرتے...... ہم سے جو کام اور جتنا کام لیتے ہیں...... اس کی فیس ادا کر دیتے ہیں"۔

"افسوس تم نے دولت کے لیے اپنے فرض سے غداری کی"۔

"اب آپ جو بھی کر لیں" اس نے منہ بنایا۔

"اسے جکڑے رکھو...... یہ بہت بڑا مجرم ہے...... اور بریگیڈیئر صاحب کو رہا کر دیا جائے...... تاہم اس سارے معاملے کی تحقیقات تک یہ ڈیوٹی پر نہیں آئیں گے"۔

"بہت بہت شکریہ سر" اجمل نیازی نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر وہ اپنے خیمے کی طرف چلا گیا...... اب انہوں نے سڑک پر سفر شروع کیا...... فوج کا دستہ ان کے ساتھ تھا اور ہر طرح سے لیس تھا...... کیپٹن ناصر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور وہ ان کے آگے چل رہا تھا...... یہاں تک کہ انہیں شہر نظر آنے لگا...... یہ تھا وہ شہر جو ان کی آنکھوں سے چھپ گیا تھا...... اب ایک بار پھر نظر آنے لگ گیا تھا۔

malikji www. urdufanz.com

شہر کو سامنے پا کر وہ رک گئے...... خان رحمان نے فوج کو مورچے سنبھالنے کی ہدایات جاری کیں...... وہ اپنے کام میں لگ گئے...... جب تین طرف سے شہر مورچوں کی زد میں آ گیا تو سپیکر پر اعلان کیا گیا۔

"شہر کے لوگو...... ہتھیار پھینک کر خود کو قانون کے حوالے کر دو...... ورنہ ہم اس شہر پر گولہ باری شروع کر دیں گے اور تمہیں پتا چل جائے گا"۔

اس اعلان کو تین بار دہرایا گیا...... پھر یہ بھی کہا گیا۔

"اب یہ اعلان نہیں کیا جائے گا...... صرف تین منٹ انتظار کیا جائے گا...... تین منٹ بعد ہم گولہ باری شروع کر دیں گے"۔

اب بھی کوئی جواب نہ دیا گیا...... تھوڑی دیر بعد اس طرف سے بھی سپیکر پر کہا گیا۔

"بے وقوفی نہ کریں اور واپس چلے جائیں گے"۔

"کیا کہا...... واپس چلے جائیں"۔

"ہاں! یہ شہر آپ کے بس کا نہیں...... آپ کا یہ پورا دستہ کام آ جائے گا...... اور فائدہ کوئی نہیں ہو گا"۔

"ہم نے جو کہا ہے...... اس پر عمل کریں گے"۔

"آپ کی مرضی" ان کی طرف سے کہا گیا۔

"تو آپ لوگ ہتھیار نہیں پھینکیں...... خود کو قانون کے حوالے نہیں کریں گے" ادھر سے بلند آواز میں کہا گیا۔

"کیا بات کرتے ہیں...... آپ کو یہاں سے دم دبا کر بھاگنا پڑے گا...... اور اس طرح بھاگیں گے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا بھول جائیں گے"۔

"حد ہو گئی...... کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا" خان رحمان غرائے۔

"تب پھر ہو جائیں دو دو ہاتھ...... ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"۔

اب خان رحمان نے اپنی فوج کو آگے بڑھایا...... وہ سب بھی اب ان کی فوج میں شامل تھے اور ان کی ہدایات کے مطابق آگے بڑھ رہے تھے۔

"فائر" اچانک وہ بولے۔

اور پھر اس شہر پر گولہ باری شروع ہو گئی...... ساتھ میں ادھر سے بھی بہت شدت سے گولہ باری کی گئی...... اس قدر گولے پھینک گئے...... اس قدر تابڑ توڑ فائرنگ ہوئی کہ خان رحمان کی فوج تتر بتر ہو کر رہ گئی...... وہ اس بے ترتیبی سے بھاگے کہ ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے...... خود انہیں بھی اس بات کا اندازہ نہیں تھا...... وہ تو اس خیال میں تھے کہ ادھر سے تھوڑی دیر تک فائرنگ ہو گی اور جب ان کا اسلحہ ختم ہو جائے گا تو وہ ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آئیں گے...... لیکن ہوا اس کے الٹ...... ان کے اپنے فوجی اس طرح بھاگ رہے تھے...... جیسے انہیں میدان جنگ میں لڑنے کا سرے سے کوئی تجربہ نہیں تھا...... انہیں بھی اپنے مورچے چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا...... لیکن شہر سے آ کر گولے تو اس جگہ سے بھی آگے گر رہے تھے۔

بہت مشکل سے وہ ان گولوں سے خود کو بچا کر نکل سکے...... آدھ

malikji www.urdufanz.com

گھنٹے بعد وہ کافی فاصلے پر اپنی بچی کھچی فوج کو جمع کر رہے تھے...... ان سب کے چہرے دودھ کی طرح سفید تھے۔

"کیا بات ہے...... کیا تم نے کبھی جنگ نہیں لڑی"۔

"جی...... جی ہاں...... یہ بات بھی ہے کہ ہم نے آج تک کوئی جنگ نہیں لڑی...... لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس قدر بے تحاشا گولہ باری کا اندازہ کسی کو نہیں تھا"۔

"لیکن اگر آپ لوگ مورچوں میں دبے رہتے تو اتنا نقصان نہ ہوتا جتنا بھاگنے کی صورت میں ہوا"۔

"یس سر...... ہم بوکھلا گئے"۔

"اچھی بات ہے...... آپ لوگ پھر آرام کریں...... ہم اب نئے سرے سے پروگرام ترتیب دیں گے"۔

"آپ کا مطلب ہے...... ابھی پھر حملہ کرنا ہوگا" ایک فوجی نے بوکھلا کر کہا۔

انہوں نے اسے گھور کر دیکھا...... اس کی بات سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئے اور سوچ میں ڈوب گئے...... پھر انہیں تو جنگل میں درختوں کے پیچھے آرام کرنے کے لیے کہا اور خود ایک طرف آبیٹھے۔

"سوال یہ ہے کہ اس قدر بزدل دستہ کیوں بھیجا گیا" خان رحمان نے پریشان آواز میں کہا۔

"اس سے بھی بڑھ کر سوال یہ ہے انکل...... یا ہمارے ملک کی

فوج میں ایسے فوجی بھی ہیں"۔

"جہاں تک مجھے علم ہے...... ایسا کوئی دستہ پوری فوج میں نہیں...... ضرور کوئی سازش ہے...... اور اس سازش کی کڑیاں ہمیں ملانا ہوں گی...... خان رحمان انیار کوٹ چھاؤنی کو فون کرو...... وہاں کے انچارج کرنل نعمانی سے بات کرو، یہ دستہ خود انہوں نے بھیجا تھا یا ان کے کسی ماتحت نے"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

اب انہوں نے کرنل نعمانی کے نمبر ملائے...... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں خان رحمان صاحب...... کیسا رہا...... فتح؟"۔

"جی نہیں شکست"۔

"کیا کہا...... شکست...... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں"۔

"وہی کہ رہا ہوں...... جو کہ ہے"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"شہر کی طرف سے ابھی ہلکی سی باڑھ ماری گئی تھی کہ آپ کے دلیر فوجی اس طرح بھاگ نکلے...... جیسے موت ان کے تعاقب میں ہو"۔

"نن نہیں...... نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے" دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا۔

malikji www. urdufanz.com

"مہربانی فرما کر آپ یہاں آجائیں...... یہ بات یہیں ہو گی اب"۔

"اچھا! میں آرہا ہوں"۔ انہوں نے کہا۔

خان رحمان نے فون بند کر دیا...... ایسے میں انسپکٹر جمشید کو ایک خیال آیا...... وہ زور سے چونکے۔

☆☆☆

چلو اندر

"مجھے ایک خیال آیا ہے...... اور وہ یہ کہ اس سازش کا اصل مرکز کہیں انبار کوٹ نہ ہو...... اصل ہدایات وہاں سے جاری ہوتی ہوں...... اس صورت میں تو کرنل نعمانی پر بھی شک کیا جا سکتا ہے"۔

"پتا نہیں...... اس سازش کی جڑیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں...... ہمیں حد درجے احتیاط کی ضرورت ہے" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"اب جب تک ہم ہر طرح اطمینان نہیں کر لیتے...... شہر پر حملہ نہیں کریں گے" خان رحمان نے منہ بنایا۔

پھر وہاں کرنل نعمانی پہنچ گئے...... وہ کافی فکر مند نظر آرہے تھے۔

"کیا آپ خبریں سن چکے ہیں"۔

"ہاں بالکل" وہ فوراً بولے۔

"تب پھر...... آپ کا کیا خیال ہے"۔

"آپ پہلے تفصیلات سنائیں"۔

انہوں نے شہر پر حملے اور شہر کی طرف سے جواب کی تفصیلات

malikjt www.urdufanz.com

ں...... کی فوج نے کیا کیا تھا، خود بھی بتا دیا اور پھر بولے۔

"آخر آپ نے ہمیں یہ کیسا دستہ دیا تھا۔"

"دستہ بالکل ٹھیک تھا...... تجربہ کار تھا...... آزمایا ہوا تھا...... بھاگنے والا ہرگز نہیں تھا...... میں کچھ نہیں سمجھ سکتا...... کہ وہاں ہوا کیا۔"

"اچھی بات ہے...... آپ اپنا دستہ واپس وصول کر لیں...... ان کا علاج وغیرہ کرائیں...... ہم اب اس شہر سے خود نبٹیں گے" انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"آپ خود نبٹیں گے...... یہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"بس ٹھیک کہہ رہا ہوں" وہ بولے۔

"آپ کی مرضی...... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے...... آپ نے مجھے بلایا...... میری اور میری فوج کی خدمات حاصل کیں اور میں نے انہیں آپ کے ساتھ کر دیا...... اب اگر آپ کو ان کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"بہتر بھی یہی ہے کہ آپ کچھ نہ کہیں...... شکریہ آپ جا سکتے ہیں۔"

"بہت اچھا۔"

اور وہ وہاں سے چلے گئے...... اب انہوں نے ایک دوسرے کی

اب ... گرام ہے۔"

"اب پروگرام ہم خود طے کریں گے...... اس میں کوئی باہر کا آدمی شامل نہیں کریں گے...... اس بار کے مجرم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"میرا خیال ہے...... یہ ٹھیک رہے گا" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"لیکن آپ اتنی فوج کہاں سے لائیں گے" شوکی بولا۔

"ہم یہ کام اپنی خفیہ فورس سے لیں گے۔"

"اوہ...... کیا آپ کی فورس اس قدر تعداد میں ہے" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس قدر تعداد میں نہیں ہے، لیکن...... ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جس پر ذرا سا بھی شک کیا جا سکے۔"

"یہاں اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہماری فوج ناقابل اعتبار ہے...... نہیں...... ہماری فوج بہت بہترین ہے...... بہت قابل اعتبار ہے...... لیکن فوج میں کچھ لوگ غلط ضرور شامل ہو گئے ہیں اور وہ سازش کے تحت شامل ہوئے ہیں...... یا انہیں سازش کے تحت شامل کیا گیا ہے...... اب اگر یہ سازش ان لوگوں کی ہی ہے...... جنہوں نے فوج میں کچھ غلط لوگ شامل کیے ہیں تو پھر ان کے لیے یہ کام بہت آسان ہے کہ وہ اس محاذ پر ایسے لوگ بھجوا دیں گے...... جو پہلے ہی ان کے ساتھ تھے...... اب جب ایسے لوگ یہاں آئیں گے...... تو وہ کیوں لگے مقابلہ کرنے...... وہ تو بزدلوں کی طرح بھاگ نکلیں گے۔"

"تب تو پھر یہ بات کرنل نعمان کو بتا دینا چاہیے تھی۔"

malikji www.urdufanz.com

"فی الحال ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ ان کے خلاف کارروائی کیا کرتے ہیں...... تاکہ کرنل نعمانی کی پوزیشن صاف ہو سکے"۔

"بہت خوب" وہ بولے۔

دوسرے دن انہوں نے کرنل نعمانی سے ملاقات کی۔

"ہاں کرنل صاحب...... کیا رہا ان لوگوں کا"۔

"میں نے ان لوگوں کو فوری طور پر معطل کر دیا ہے...... اب ان کے خلاف پوری انکوائری ہو گی کہ وہ بزدلوں کی طرح کیوں بھاگ نکلے"۔

"ٹھیک ہے...... مجھے بھی ان سب کے ناموں اور پتوں کی فہرست چاہیے"۔

"ضرور کیوں نہیں...... لیکن آپ کیا کریں گے"۔

"ہم اپنے طریقے سے ان کے بارے میں تحقیقات کریں گے"۔

"آپ ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں...... اس لیے کہ انہیں آپ لوگوں کی کمان میں دیا گیا تھا" انہوں نے کہا۔

"تب پھر ہمیں...... فہرست کب تک مل جائے گی"۔

"کل دوپہر تک"۔

"شکریہ" یہ کہہ کر وہ اٹھ آئے۔

اب انسپکٹر جمشید نے ملک کے مختلف حصوں سے اپنی خفیہ فورس کو وہاں طلب کیا...... اب ان کا پڑاؤ انبار کوٹ سے آگے اور اس شہر سے

بہت فاصلے پر جنگل میں تھا...... اس پڑاؤ کی نگرانی کا کام فاروق اور آفتاب کو سونپا گیا...... آٹھ گھنٹے تک انہیں ڈیوٹی دینا تھی اس کے بعد آصف اور محمود کی باری تھی...... پھر فرزانہ اور فرحت کی...... اس طرح پھر آٹھ گھنٹے بعد کسی اور کی...... بہر حال اس وقت فاروق اور آفتاب کی ڈیوٹی تھی...... جب کہ باقی لوگ آرام کر رہے تھے"۔

"ہے کوئی تک؟" فاروق کی آواز ابھری۔

"نہیں...... بالکل نہیں" آفتاب نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی...... تم نے یہ کب پوچھا کہ تک کس چیز میں نہیں ہے"۔

"پوچھنے کی ضرورت نہیں...... یہاں کسی بات کی بھی کوئی تک نہیں ہے" آفتاب مسکرایا۔

"تم کسی بات کا سیدھی طرح جواب کیوں نہیں دے سکتے...... کوئی خاص وجہ"۔

"وجہ یہ ہے کہ کوئی بات سیدھی طرح کیوں نہیں پوچھتے"۔

"حد ہو گئی"۔

"ہاں! اس میں بھی کوئی شک نہیں"۔

"اوہو ارے...... وہ...... وہ کیا؟"۔

ایسے میں فاروق زور سے اچھلا...... آفتاب نے بھی چونک کر اس طرف دیکھا...... انہیں یوں لگا جیسے کچھ فاصلے پر جھاڑی کے پیچھے کوئی

malikji www.urdutanz.com

چھپا ہوا ہے...... فاروق نے آفتاب کے کان میں کچھ کہا اور پھر دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو کر دائرے کی صورت اس جھاڑی کی طرف بڑھنے لگے...... انہیں ایک بار پھر جھاڑیوں میں حرکت محسوس ہوئی...... اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ ضرور وہاں کوئی چھپا ہوا ہے...... ان پر جوش سوار ہو گیا...... دائرہ مکمل ہونے پر وہ دونوں جھاڑی کے دوسری طرف اور بالکل نزدیک پہنچ چکے تھے...... جب کہ جھاڑی میں چھپے شخص کو ان کی آمد کا احساس نہ ہو سکا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" فاروق نے تیز آواز منہ سے نکالی۔

وہ زور سے اچھلا...... پہلے اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا، لیکن ان دونوں کو خالی ہاتھ دیکھ کر وہ پرسکون ہو گیا اور اس نے مسکرا کر کہا۔

"میں یہاں رفع حاجت کر رہا تھا"۔

"ہائیں اوہ...... اچھا...... جواب معقول ہے...... لیکن آپ کون ہیں"۔

"مم...... مسافر"۔

"مم...... مسافر یا صرف مسافر" فاروق نے منہ بنایا۔

"مسافر" اس نے منہ بنایا۔

"خیر...... مسافر تو ہم آپ کو مان لیتے ہیں" کیا آپ رفع حاجت کر چکے ہیں"۔

"نن نہیں...... ابھی تو جھاڑی میں چھپا ہی تھا کہ آپ کی آواز سن کر

اچھل پڑا گیا"۔

"کیا کہا...... آپ ابھی ابھی چھپے تھے"۔

"ہاں بالکل...... آدھ منٹ بھی نہیں گزرا"۔

"جھوٹ! بالکل جھوٹ" آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"کیا کہا؟"

"یہ کہ آپ یہاں آدھ منٹ پہلے آئے ہیں...... ویسے آپ کا نام کیا ہے"۔

"انتظار خان"۔

"یہ ایک اور جھوٹ" آفتاب نے کہا۔

"کیا مطلب...... یہ بات جھوٹ کیسے ہے"۔

"تم انتظار خان نہیں ہو سکتے" فاروق مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی...... میرا نام یہ کیوں نہیں ہو سکتا"۔

"اپنے کاغذات دکھائیں"۔

"کیا یہ کوئی ایسا علاقہ ہے...... جہاں کوئی آجا نہیں سکتا" اس نے جل کر کہا۔

"نہیں...... یہ ایسا علاقہ نہیں ہے...... لیکن جھاڑیوں میں چھپ کر دوسروں کی باتیں سننے کا بھی آپ کو کوئی حق نہیں"۔

"ارے ہائیں...... یہ کیا کہہ گئے آپ، میں جھاڑیوں میں چھپ کر کسی کی باتیں سن رہا تھا...... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے...... پھر میں کس

malikji www.urdufanz.com

کی باتیں سنتا"۔

"ہماری ..... ہم دونوں کی"۔

"آپ ..... آپ کہاں تھے بھلا"۔

"ہم وہاں ..... اس درخت کے پیچھے کھڑے تھے"۔

"نہیں جناب! میرے کان اتنے تیز نہیں ہیں"۔

"یہ کہ آپ نے تیسرا جھوٹ بول دیا"۔

"وہ ..... وہ کیسے؟"۔

"یہ آپ ہماری باتیں نہیں سن سکتے تھے ..... جب کہ میرا دعویٰ ہے کہ ایسا کرنا آپ کے لیے بالکل مشکل نہیں تھا"۔

"آخر کیسے"۔

"آپ کے کان میں ایک آلہ ہے اس وقت"۔

"یہ آلہ ..... یہ تو اونچا سنائی دینے کے لیے ہے ..... میں اونچا سنتا ہوں نا ..... اگر یہ آلہ اتار دوں تو میں آپ کی آوازیں نہیں سن سکتا"۔

"اچھا کمال ہے ..... ذرا یہ آلہ دکھائیں گے"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

یہ کہ کر اس کا ہاتھ کان کی طرف گیا ..... پھر اچانک ان کے سامنے آگیا ..... اب اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا پستول تھا۔

"ارے ہائیں ..... یہ کیا بھئی ..... یہ اونچا سننے والا آلہ پستول کیسے بن گیا۔

"وہ آلہ بدستور میرے کان میں لگا ہوا ہے"۔

"او وہ اچھا ..... تو یہ دوسرا آلہ ہے" آفتاب نے کہا۔

"منہ سے آوازیں نہ نکالو ..... ہاتھ اوپر اٹھا لو اور میرے آگے چلو ..... ہمیں اس طرف چلنا ہے ..... تمہارے اس پڑاؤ کے مخالف سمت میں"۔

"کیوں پڑاؤ کی طرف چلنے میں کیا حرج ہے"

"تم لوگ ادھر ادھر کی باتیں بہت کرتے ہو" اس نے منہ بنایا۔

"اس قسم کی باتیں کر کے ہم آپ جیسوں کو الو بنا ڈالتے ہیں ..... بالکل اس طرح جس طرح آپ کو الو بنا چکے ہیں"۔

"کیا ..... کیا کہا ..... الو بنا چکے ہیں ..... وہ کیسے؟"۔

"ہاں! آپ اس جھاڑی میں چھپے ہماری باتیں اس آلے کی مدد سے سن رہے تھے ..... یہ آلہ اونچا سننے والوں کے لیے نہیں ہے ..... بلکہ سراغرسانی کرنے والوں کے لیے ہے' لہٰذا اب آپ ہاتھ اوپر اٹھا دیں" اس نے ہنس کر کہا۔

"گویا یہ بات آپ کو منظور ہے کہ آپ جاسوسی کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل ..... اور اب آپ کو ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا ..... نہ لے کر گیا تو آپ اپنے ساتھیوں کو یہ بات بتائیں گے"۔

"وہ تو پھر مجبوری ہے ..... بتانا تو ہمیں پڑے گا"۔

"بہت خوب! پھر آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا"۔

malikjiwww. urdufanz.com

"وہاں کون ہے...... ہماری ملاقات کس سے ہو گی"۔

"اس جنگل میں جس کا قانون چلتا ہے"۔

"جنگل میں تو جنگل کا قانون ہوتا ہے...... کسی اور کا کیسے چل سکتا ہے"۔

"ادھر ادھر کی باتوں سے وقت نہ ضائع کرو"۔

"پتا نہیں آپ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں...... یا ہم آپ کا" آفتاب جل گیا۔

"اب اگر تم نے قدم نہ اٹھائے تو میں فائر کر دوں گا"۔

"اچھی بات ہے...... کر دیں پھر فائر...... ہم نہیں اٹھائیں گے قدم"۔

"شاید تم یہ خیال کر رہے ہو کہ میرا نشانہ کچا ہے...... اور گولی تمہیں نہیں لگے گی...... تم اس فوجی کی لاش کو کیوں بھول رہے ہو"۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے اچھلے۔

"میں نے اس کے ٹھیک دل کا نشانہ لیا تھا...... گولی اس کے دل پر لگی تھی یا نہیں"۔

"کیا...... وہ تم تھے" آفتاب چلا اٹھا۔

"میں تھا نہیں...... ہوں...... میں ہی اس کا قاتل ہوں اور اگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو تم دونوں کے دلوں میں بھی سوراخ ہو جائے گا...... جانتے ہو...... میں نے اس فوجی کے دل کا نشانہ آنکھیں

بند کر کے لیا تھا"۔

"کیا...... نہیں" وہ چلائے۔

"اگر یقین نہیں تو ابھی تجربہ کرا دیتا ہوں"۔

"وہ...... وہ کیسے"۔

"اڑتے پرندے کے دل کا نشانہ لے کر...... لیکن چونکہ وہ اڑ رہا ہو گا...... اس لیے اس کے دل کا نشانہ میں آنکھیں بند کر کے نہیں لے سکوں گا...... ہاں اگر پرندہ ایک جگہ بیٹھا ہو تو اور بات ہے"۔

"ٹھیک ہے...... ہم یہ تجربہ ضرور دیکھیں گے...... آپ کو اڑتے پرندے کے دل کا نشانہ لے کر دکھا دیں"۔

"یہ کیا مشکل ہے...... لیکن میں جانتا ہوں...... تم کیا سوچ رہے ہو" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"کیا سوچ رہے ہو"

"یہ کہ جب میں پستول اوپر کر دوں گا...... تم دونوں مجھ پر چھلانگیں لگا دو گے لیکن ایسا کرنا بھیانک غلطی ہو گی"۔

"وہ کیسے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں فائر بھی کروں گا اور تمہارا وار بھی روکوں گا اور تم پر وار بھی کروں گا اور یہ سب ایک سیکنڈ کے اندر ہو گا"۔

"باتیں بہت زیادہ بڑھ بڑھ کر بنانے کے عادی لگتے ہو...... لیکن ہم لوگوں کی باتیں سن کر خوف زدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ بات میں جانتا ہوں"۔

"اچھا اب فائر کر دیں ہم پر"۔

اس نے اچانک پستول کا رخ لوپر کی طرف کیا...... ساتھ ہی ان دونوں نے اس پر چھلانگیں لگائیں...... ادھر فائر ہوا...... ساتھ ہی اس نے لوٹ لگائی اور ان کی زد سے صاف بچ گیا، ادھر وہ اپنی جھونک میں گرے...... ادھر وہ تڑپ کر [illegible] ایک ایک بھرپور لات مار کر دور جا کھڑا ہوا...... اس وقت پرندہ پھڑ پھڑا کر گرا۔

انھیں اگرچہ شدید چوٹ آئی تھی، لیکن پھر بھی وہ ہوش میں تھے...... بہت مشکل سے وہ اٹھے اور پرندے کے پاس آئے...... انھوں نے دیکھا...... گولی ٹھیک اس کے دل میں لگی تھی۔

وہ دھک سے رہ گئے...... اس قدر ماہر نشانہ باز اور لڑاکا آدمی انھوں نے کم دیکھے تھے، بلکہ شاید دیکھے ہی نہیں تھے۔

"تت...... تم کون بھائی...... کیا نام ہے تمہارا اور کہاں سے آئے ہو...... اس ملک کے تو لگتے نہیں...... پھر اس شہر سے کیا ہمدردی ہے تمہیں" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"ساری باتیں جاننے کے لیے میرے آگے چلو...... ورنہ ایک ایک سوراخ دل میں کرا لو...... دو باتوں میں سے ایک منظور کر لو"۔

"ٹھیک ہے...... ہم چل رہے ہیں"۔

"میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم چل پڑو گے"۔

وہ اس کے آگے چلنے لگے...... یہاں تک کہ ایک خیمے کے سامنے پہنچ گئے۔

"چلو دوستو! اندر" اس نے سرد آواز میں کہا۔

جونہی وہ اندر داخل ہوئے...... بہت زور سے اچھلے۔

☆ ☆ ☆

کیا کہا

"چلو بھئی فاروق ' آفتاب ...... اب تمہاری ڈیوٹی ختم اور ہماری شروع ...... اب جا کر باقی لوگوں کے ساتھ آرام کرو ...... تمہیں تو اس بور ڈیوٹی سے مل گئی نجات ...... ارے ...... یہ دونوں ہیں کہاں" محمود کہتے کہتے چونک اٹھا۔

اب دونوں نے ادھر ادھر دیکھا ...... پھر آصف چلا اٹھا۔

"آفتاب ...... فاروق ...... تم کہاں ہو ...... آواز دو ...... ہم یاد کرتے ہیں"۔

"گانا گانا ضروری ہے کیا؟" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں ...... بس یونہی یہ الفاظ منہ سے نکل گئے ...... تم کچھ خیال نہ کرو' اگر کسی وقت تمہاری زبان سے کچھ الفاظ اس انداز میں نکل گئے تو میں بھی کچھ خیال نہیں کروں گا" آصف شوخ انداز میں بولا۔

"حد ہو گئی"۔

"حد میں نے نہیں ...... آفتاب اور فاروق نے کی ...... کچھ بتائے

بغیر کہاں چلے گئے" آصف نے منہ بنایا۔

"ارے تم ...... مگر ...... وہ بتائے بغیر کہیں نہیں جا سکتے ...... یہ ڈیوٹی کا معاملہ ہے ...... دونوں اتنے غیر ذمے دار نہیں ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے ...... کسی حد تک تو ضرور غیر ذمے دار ہیں"۔

"ڈیوٹی کے معاملے میں تو بالکل نہیں" محمود نے انکار میں سر ہلایا۔

"خیر ...... اب کیا کریں؟"۔

"اب چل کر باقی لوگوں کو یہ خوفناک خبر سناتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک ...... آؤ پھر ...... ارے وہ اس جھاڑی کے پیچھے لگتا ہے کوئی چھپا ہوا ہے"۔

"آؤ تو پھر پہلے ادھر دیکھ لیں"۔

"سیدھے نہیں جا سکتے ...... اگر وہاں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے تو فائر کر دے گا ...... اور اگر کوئی جانور ہے تو حملہ کر دے گا ...... لہٰذا ہم دائرے کی صورت میں الگ الگ اس طرف جاتے ہیں" محمود نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ...... آج تو تم فرزانہ کی کمی پوری کر رہے ہو" آصف مسکرایا۔

"تو تمہیں کسی نے روکا ہے ...... تم بھی پوری کر دو کمی فرحت کی"۔

"کوئی ضرورت نہیں ...... دونوں یہیں موجود ہیں اور ہمارے بعد

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

باری بھی ان کی ہے"۔

اب دونوں دائرے کی صورت میں آگے بڑھے...... اور اسی شخص کا شکار ہو گئے...... جس کے پیچھے فاروق اور آفتاب چڑھے تھے۔

☆

"آپ نے ایک عجیب بات نوٹ کی ابا جان" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہاں" فاروق اور آفتاب ابھی تک نہیں آئے...... جب کہ انہیں آصف اور محمود کے وہاں جانے کے فوراً بعد یہاں آ جانا چاہئے تھا"۔

"بالکل ٹھیک...... میں کچھ بے چینی محسوس کر رہی ہوں...... کیوں نہ میں اور فرحت جا کر دیکھ آئیں...... محمود اور آصف سے مل آئیں"۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... لیکن اگر کوئی گڑبڑ ہے...... تو پہلے ہمیں خبر دار کرنا...... فوراً ہی گڑبڑ میں نہ کود پڑنا"۔

"جی بہت بہتر" فرزانہ نے فوراً کہا۔

اب دونوں پڑاؤ سے نکل کر اس مقام پر آئیں...... جہاں ان دونوں کو موجود ہونا چاہئے تھا...... لیکن نہ تو وہاں آصف اور محمود نظر آئے...... نہ فاروق اور آفتاب۔

"حیرت ہے...... یہاں تو چاروں ہی نہیں ہیں"۔

"تب پھر ضرور گڑبڑ ہے...... وہ ڈیوٹی کا مقام چھوڑ کر بلا کسی وجہ

کے کہیں جا سکتے تھے"۔

"میں باقی لوگوں کو خطرے سے...... ارے...... وہ...... فرحت وہ" فرزانہ چونک اٹھی۔

"وہ فرحت وہ کیا...... تم یہ بھی تو کہہ سکتی تھیں...... یہ فرحت میں نزدیک ہوں، دور نہیں" فرحت نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ...... بات تمہاری نہیں...... اس جھاڑی کی ہے...... غور سے دیکھو...... وہ جھاڑی ہل رہی ہے"۔

"نہیں...... بلکہ کوئی اس کو ہلا رہا ہے"۔

"ہاں؟ تاکہ ہم چونک کر اس جھاڑی کی طرف جائیں...... اور اس چالاک انسان کا شکار ہو جائیں...... نہیں فرزانہ...... ہم ایسا نہیں کریں گے...... جیسا کہ وہ چاروں کر چکے ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے...... وہ ان کے جال میں آ چکے ہیں"۔

"ان کے یہاں نہ ہونے کا تو یہی مطلب ہے"۔

"تب پھر جاؤ...... اور باقی لوگوں کو صورت حال بتاؤ...... وہ وہیں سے اس جھاڑی کی طرف چکر کاٹ کر جائیں گے...... اور اس شخص کو گھیرے میں لے لیں گے"۔

"بہت خوب! اسے کہتے ہیں عقل...... جو ول کے پاس نہیں ہے" فرزانہ مسکرائی۔

"یہ تو خیر نہیں کہا جا سکتا...... عقل سے پیدا س ہیں......

malikji www.urdufanz.com

لیکن ذرا جلدی کر جاتے ہیں...... جھاڑیوں میں حرکت دیکھ کر انہیں فوراً اس طرف کا رخ نہیں کرنا چاہئے تھا...... پہلے بڑی پارٹی کو خبردار کرتے...... پھر اس طرف کا رخ کرتے...... پھر دوسری پارٹی نے بھی احتیاط نہیں کی...... حالانکہ ان دونوں کو فاروق اور آفتاب غائب ملے ہوں گے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

اب فرزانہ پڑاؤ کی طرف چل پڑی...... لیکن ایک غلطی ان سے بھی ہو گئی...... جب وہ سب کے سامنے پہنچی تو وہ اسے دیکھ کر چونک اٹھے۔

"اس کا مطلب ہے...... وہ چاروں غائب ہیں" انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

"اندازہ درست ہے"۔

"میں تنگ آ گیا ہوں ان سے"۔

"لیکن میرا خیال ہے ابا جان...... ان کا اتنا قصور نہیں ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے فرزانہ...... چلو مان لیا...... فاروق اور آفتاب کا اتنا کوئی قصور نہیں...... انہوں نے کوئی عجیب چیز دیکھی ہو گی...... یا کسی سمت میں کوئی حرکت ہوتے محسوس کی ہو گی...... وہ فوراً اس طرف چلے گئے...... اگرچہ تھا ان کا ایسا کرنا بھی غلط...... خیر...... ان سے تو یہ چھوٹی سی بھول ہو گئی...... محمود اور آصف ہمیں اطلاع دیئے بغیر کیوں گئے......

ان دونوں کو غائب پا کر انہیں ہماری طرف رخ کرنا چاہئے تھا...... جیسا کہ تم نے کیا"۔

"ان کی غلطی مانی جا سکتی ہے...... لیکن ابا جان...... یہ دونوں جوشیلے بہت ہیں نا...... انتظار نہیں کر سکتے تھے، بس ہیرو بننے کے چکر میں آ جاتے ہیں"۔

"ہوں...... خیر...... بتاؤ...... بات کیا ہے"۔

فرزانہ نے بات بتا دی۔

"تب پھر فرزانہ ایک غلطی تم سے بھی ہو گئی...... وقت نہیں...... ورنہ میں شوکی برادرز سے یہ پوچھتا کہ تم سے کیا غلطی ہوئی"۔

"یہ سینے کے بل رینگ کر نہیں آئیں...... چلتے ہوئے آئیں...... دشمن نے انہیں پڑاؤ کی طرف رخ کرتے دیکھ لیا ہو گا...... اور اب وہ خبردار ہو گیا ہو گا...... لہٰذا ہاتھ نہیں آئے گا" شوکی بول اٹھا

"بہت خوب شوکی...... اور اس لحاظ سے تو ہمیں دوڑ پڑنا چاہئے...... چلو فرزانہ اس جھاڑی کی طرف دوڑ لگاؤ...... ہم پیچھے آ رہے ہیں"۔

وہ دوڑ پڑے...... انہیں اس طرح آتے دیکھ کر فرحت گھبرا گئی۔

"خ...... خیر تو ہے"۔

"م...... مجھ سے غلطی ہو گئی...... مجھے تمہارے ساتھ سینے کے بل رینگ کر جانا چاہئے تھا" اس نے بوکھلا کر کہا۔

''اوہ ہاں واقعی...... میری عقل پر بھی پتھر پڑ گئے تھے...... تمہیں یہ بات نہ کہہ سکی''۔

''ہم سے زیادہ پتھر...... آصف اور محمود کی عقلوں پر پڑ گئے ہیں شاید...... اور ان سے کم پتھر آفتاب اور فاروق کی عقل پر''۔

''اوہو...... یہ اتنے بہت سے پتھر کہاں سے آ گئے'' پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

باقی لوگ مسکرا دیے...... پھر سب اس جھاڑی کے دوسری طرف پہنچے...... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا...... تاہم وہاں انہوں نے جوتوں کے نشانات صاف دیکھے...... اور وہ نشانات ایک سمت میں جاتے نظر آئے...... ان نشانات میں ان چاروں کے جوتوں کے نشانات تھے...... یہ کام انہیں آسان نظر آیا...... چلتے رہے...... یہاں تک کہ وہ اس خیمے تک پہنچ گئے...... جس میں ان چاروں کو لایا گیا تھا۔

خیمہ بھی اب خالی پڑا تھا اور پیروں کے نشانات اس طرف چلے گئے تھے...... جس طرف شہر کی طرف جانے والی سڑک تھی۔

''اس کا مطلب ہے...... ان چاروں کو شہر میں لے جایا گیا ہے......

بہت برا ہوا'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''...... اب ہم اس شہر پر گولہ باری کیسے کریں گے...... اور کس طرح ...... گے'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''اور شاید اسی لیے وہ ان چاروں کو گھیر کر لے گئے ہیں...... ورنہ

malikji www.urdufanz.com

ان لوگوں کو کیا پڑی تھی...... اتنی محنت کرنے کی''۔

''ہوں...... معاملہ الجھ گیا...... ہم تو اپنی خفیہ فورس کا انتظار کر رہے تھے...... تاکہ ان کے خلاف زبردست پیمانے پر جنگ لڑ سکیں...... اب کیا ہوگا''۔

''اعلان جنگ تو کیا جائے گا...... پہلے شہر کے نزدیک تک ان چاروں کو تلاش کر لیا جائے''۔

''ہوں اچھا''۔

وہ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے...... اور شہر کے نزدیک تک ہو آئے...... لیکن ان چاروں کا کوئی پتا نہ چلا...... البتہ چند آثار ضرور مل گئے...... اب وہ یہ بات یقین سے کہہ سکتے تھے کہ ان چاروں کو شہر میں لے جایا گیا ہے۔

وہ واپس لوٹ آئے...... پھر فورس پہنچنا شروع ہوئی...... تمیں کے قریب بہترین لوگ وہاں جمع ہو گئے...... انسپکٹر جمشید انہیں غمگین انداز میں دیکھتے رہے...... کیونکہ صورت حال بدل گئی تھی اور اب وہ شاید ہی ان سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

انہیں بھی یہ صورت حال بتا دی گئی...... ان کے رنگ اڑ گئے...... پھر ان کے انچارج نے کہا۔

''ہمیں تو آپ جو حکم دیں گے...... ہم وہ کریں گے''۔

''ہاں! میں جانتا ہوں''۔

malikji www. urdufanz.com

پھر انہوں نے پوری مہارت کے ساتھ شہر کی طرف کوچ کیا...... اس وقت بھی خان رحمان ان کے انچارج تھے...... آخر وہ شہر کے سامنے پہنچ گئے...... انہوں نے شہر کو تین طرف سے اپنے گھیرے میں لینا شروع کیا...... ادھر دشمن سے ان کی یہ کارروائی چھپی نہ رہ سکی...... اس نے فوراً اعلان کیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں...... خبردار جو اب شہر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا...... کیا آپ بھول گئے...... آپ کے چار ساتھی ہمارے قیدی ہیں"۔

"تب پھر...... اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"جونہی آپ شہر پر حملہ کریں گے...... ہم ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور ایسا آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوگا...... ان کی لاشیں آپ کو تڑپتی نظر آئیں گی"۔

یہ الفاظ سن کر وہ سکتے میں آگئے...... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب ہم کیا جواب دیں"۔

"ہم اپنا کام جاری رکھیں گے...... کوئی جواب نہیں دیں گے...... اب حملہ اعلانیہ نہیں ہوگا" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کک...... کیا مطلب؟"۔

"ابھی بتاؤں گا...... پہلے ان سے بات کرلی جائے"۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو"۔

"فوراً سے پہلے آپ دارالحکومت چلے جائیں...... ان چاروں کو رہا کر دیا جائے گا"۔

"اتنا بتادیں...... آپ یہاں اس شہر میں کر کیا رہے ہیں"۔

"نہیں بتایا جاسکتا"۔

"اچھی بات ہے...... ہم پھر واپس جا رہے ہیں"۔

"لیکن...... ہم اتنے سیدھے نہیں" کہا گیا۔

"کیا مطلب"۔

"ہم جونہی ان چاروں کو چھوڑیں گے، آپ پھر آجائیں گے...... لہٰذا یہ معاہدہ ہوگا کہ آپ لوگ واپس نہیں آئیں گے"۔

"ٹھیک...... ہم معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"تب پھر ملک اور قومی سلامتی کے وہ دعوے کیا ہوئے...... آپ لوگ تو اپنے دین، قوم اور ملک کے لیے اپنے بچے قربان کر دینے کے دعوے کرتے رہتے ہیں"۔

"ہاں کرتے ہیں...... اب بھی دعویٰ ہے...... لیکن ہم اندھا دھند ہر کام نہیں کرتے...... سوچ سمجھ کر کرتے ہیں...... اگر ہمارے واپس مل جاتے ہیں...... اور اس کے بعد ہم کوئی کارروائی کرنے قابل بنتے ہیں تو ہم ایسا کیوں نہ کریں"۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ کہ کر آپ نے تو اسی وقت معاہدے کی خلاف ورزی کا اعلان کر دیا"۔

"وہ کیسے"۔

"بچے واپس حاصل کر کے آپ پھر ہمارے خلاف کارروائی کریں گے"۔

"آپ کے گھر میں کوئی شخص گڑبڑ کرنا چاہے...... دخل اندازی کرنا چاہے...... تو کیا آپ کسی دباؤ کی وجہ سے اس شخص کو ہمیشہ کے لیے گڑبڑ کرتے رہنے کا حق دے دیں گے"۔

"تن نہیں" ہکلا کر کہا گیا۔

"بس تو پھر بچے واپس حاصل کر کے ہم نئے سرے سے اپنا کام کریں گے...... آپ نئے سرے سے ہمارے خلاف جال بچھائیے گا"۔

"اس صورت میں ہم پہلے سے زیادہ خطرناک ہو جائیں گے آپ کے لیے" ہنس کر کہا گیا۔

"دیکھا جائے گا" انہوں نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے...... اب معاہدے پر باقاعدہ بات ہو جائے"۔

"آپ چاروں بچوں کو چھوڑ دیں...... ہم یہاں سے دارالحکومت کا رخ کر رہے ہیں...... اس کے بعد ہم جب پھر ادھر کا رخ کریں گے...... آپ کا جو جی چاہے کر لیجیے گا"۔

"اور اگر ہم بچوں کو نہ چھوڑیں"۔

"تب آپ کے خلاف ہم اسی وقت کارروائی شروع کر رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے...... ہم اس معاہدے پر عمل کرنے چلے ہیں...... لیکن آپ ایک بات ذہن میں رکھ کر یہاں سے رخصت ہوں"۔

اس نے گویا مشورہ دیا۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ جب بھی آپ اس شہر کا رخ کریں گے...... منہ کی کھائیں گے...... یہ شہر آپ کے ملک کی پیشانی پر ایک پھوڑا ہے...... پھوڑا" خوفناک انداز میں کہا گیا۔

"بہت خوب...... ہم اس پھوڑے کا آپریشن ضرور کریں گے"۔

"اس پھوڑے کی جڑیں آپ کے پورے ملک میں پھیل گئی ہیں...... یہ سوچ لیں"۔

"سوچ لیا...... اب جو ہوگا...... دیکھا جائے گا...... آپ بچوں کو بھیج دیں"۔

"پندرہ منٹ بعد وہ دروازے پر نمودار ہوں گے"۔

"شکریہ" وہ بولے اور پھر واقعی پندرہ منٹ بعد محمود، آصف، فاروق اور آفتاب آتے نظر آئے...... ان کے چہروں پر تھکن ہی تھکن تھی جیسے برسوں کے بیمار ہوں...... یوں چل رہے تھے جیسے پاؤں من من بھر کے ہو گئے ہوں۔

نزدیک پہنچنے پر وہ اداس انداز میں مسکرا دیے...... انہوں نے غور

malikjiwww.urdufanz.com

سے ان کی طرف دیکھا۔

"تم لوگوں کی طبیعت تو ٹھیک ہے"۔

"ہاں ابا جان...... کیوں...... کیا ہوا ہے"۔

"تم دشمن کی قید سے چلے آرہے ہو"۔

"تب پھر اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"قید کی حالت میں تم سے کیا پوچھا گیا"۔

"انہوں نے کوئی سوال نہیں پوچھا...... کوئی سختی نہیں کی" فاروق نے کہا۔

"او کے...... آؤ پھر چلیں" وہ بولے۔

ان کی واپسی شروع ہوئی...... معاہدے کے مطابق وہ اپنی فورس اور ساتھیوں کو لے کر انبار کوٹ پہنچے...... وہاں کے لوگوں کو وہیں چھوڑا...... باقی سب کو لے کر دارالحکومت پہنچے...... وہاں ان کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی...... صدر صاحب اور دوسرے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔

"کامیابی مبارک ہو جمشید" صدر صاحب بولے۔

"کیا آپ طنزیہ کہہ رہے ہیں سر"۔

"نہیں تو...... تم تو کامیاب ہو کر لوٹے ہو...... طنز کیوں کروں گا"۔

"جی نہیں...... ہم بری طرح ناکام لوٹے ہیں"۔

"یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو جمشید" وہ دھک سے رہ گئے۔

"ارے تو کیا واقعی آپ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ہم بہت کامیاب رہے ہیں"۔

"ہاں یہی اطلاع دی تھی خود تم نے"۔

"کیا کہا...... سر...... میں نے اطلاع دی تھی"۔

انسپکٹر جمشید چلا اٹھے...... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

بڑا حملہ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے...... پھر صدر صاحب بولے۔

"انبار کوٹ سے فون ملا تھا...... آواز بالکل تمہاری تھی...... تم نے کہا تھا...... کامیابی مبارک ہو سر...... ہم واپس آرہے ہیں...... آکر تفصیل سناؤں گا"۔

"اوہ نہیں...... میں نے یہ فون نہیں کیا"۔

"حد ہو گئی...... پھر وہ فون کس نے کیا تھا؟"۔

"شاید دشمنوں میں سے کسی نے 'مذاق اڑایا ہو گا...... اصل بات یہ ہے سر کہ ہم بری طرح ناکام ہو گئے ہیں"۔

"مجھے تفصیل سناؤ جمشید...... آخر کیا ہوا...... وہاں ایسی کیا بات ہے"۔

"اس سازش کی جڑیں انبار کوٹ سے سرحدی علاقے تک پھیلی ہوئی ہیں سر...... انہوں نے خاص نظریئے کے فوجیوں کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے...... چند ایک فوجی آفیسر بھی ان کے ساتھ ہیں...... ہمارے

لیے جو راستہ تیار کیا گیا...... اس میں انہی کے طرف دار فوجی تھے...... لہٰذا وہ شہر کے لوگوں سے کیا لڑتے...... فوراً بھاگ کھڑے ہوئے...... تا کہ ہمارے دلوں پر رعب بیٹھ جائے...... انہیں اس طرح بھاگتے دیکھ کر ہم نے فیصلہ کیا کہ اپنی خفیہ فورس کو وہاں جمع کیا جائے اور ان کے ذریعے حملہ کیا جائے...... ابھی ہم وہاں خفیہ فورس کو جمع کر رہے تھے کہ انہوں نے فاروق اور آفتاب کو چکر دے کر اغوا کر لیا...... پھر آصف اور محمود کو بھی...... پھر انہوں نے دھمکی دی کہ اگر شہر پر حملہ کیا گیا تو ہم ان چاروں کو اڑا دیں گے اور ان کی لاشیں شہر سے باہر پھینک دیں گے"۔

"اور تم نے ان کے مطالبات مان لیے"۔

"آپ کم از کم یہ نہ خیال فرمائیں کہ ہم نے فاروق وغیرہ کے لیے ان کے مطالبات مانے...... اگرچہ نظر یہی آتا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"بظاہر ہم نے صلح اس لیے کی ہے کہ ان چاروں کو چھڑا سکیں...... لیکن ایسا نہیں ہے...... ہم وقت حاصل کرنا چاہتے تھے...... ان سے مقابلے کے لیے"۔

"لیکن اب تو تم معاہدہ کر چکے ہو کہ شہر پر چڑھائی نہیں کرو گے" صدر صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

maliki www.urdufanz.com

"اور تم مسکرا بھی رہے ہو جمشید"۔

"ہاں سر! میں مسکرا بھی رہا ہوں"۔

"اپنی مسکراہٹ کی وضاحت کرو...... کیونکہ تم بلاوجہ نہیں مسکرا سکتے" انہوں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"سر...... سیدھی سی بات ہے...... صلح کے بعد...... یعنی معاہدے کے بعد کیا اب وہ ہمیں شہر میں داخل ہونے سے روک سکیں گے...... جب کہ یہ شہر ہمارے اپنے علاقے میں ہے...... وہ بلکہ ہمارے ملک کا حصہ ہے...... ملک سے باہر کوئی جگہ ہوتی تو اور بات تھی...... اس صورت میں وہ ہمارے شہر میں داخل ہونے پر اعتراض کر سکتے تھے...... اب نہیں"۔

"وہ جگہ خالی پڑی تھی...... انہوں نے چپ چپاتے شہر آباد کیا...... شہر کے لیے ضرورت کی تمام چیزیں وہاں بسائیں...... وہاں اپنے مطلب کے لوگ سیٹ کیے...... اور ہماری حکومت سے ذرہ بھر بھی کوئی تعلق نہیں رکھا...... کیا یہ شہر قانونی بن گیا سر"۔

"نہیں...... سو فیصد غیر قانونی شہر ہے"۔

"تب پھر ہمارے ملک کا یہ محکمہ وہاں جا کر تفتیش کرنے کا حق رکھتا ہے...... اور پھر ایسا کرنا چڑھائی کرنا نہیں ہو گی...... نہ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہو گی اور اگر وہ تفتیش کے راستے میں رکاوٹ بنیں گے تو اس صورت میں ہم چڑھائی بھی کر سکتے ہیں...... اگرچہ میرا اب پروگرام

نہیں ہے، اس لیے کہ چڑھائی کرنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر جمشید...... میں تمہیں اختیار دیتا ہوں...... تم جو چاہو کرو"۔

"آپ کے دیئے ہوئے اختیار کو وہ پہلے ماننے سے انکار کر چکے ہیں...... اور یہ بھی ان کی غیر قانونی حرکت ہے...... صرف اس ایک حرکت کی بنیاد پر انہیں گرفتار کیا جا سکتا ہے"۔

"میں نے کہا نا...... جو جی میں آئے کرو"۔

"شکریہ سر...... اب ہم کل پھر وہاں جائیں گے...... لیکن ہر طرح کی تیاری کے ساتھ"۔

"بالکل ٹھیک...... میں خوشی کی خبر سننے کے لیے بے چین رہوں گا"۔

"تو آپ بے چین رہنے کے لیے خوشی کی خبر کیوں نہ سنیں" فاروق بول اٹھا۔

"ہے کوئی تک اس بات کا" آفتاب نے منہ بنایا۔

صدر مسکرا دیئے اور بولے۔

"تک ہے یا نہیں...... لیکن میں نے برا نہیں مانا"۔

"تب پھر اجازت دیں سر"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

وہ وہاں سے نکل کر پہلے گھر آئے...... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر

malikji www.urdufanz.com

خوش ہو گئیں اور لگیں جلدی جلدی کھانا تیار کرنے...... ادھر اس دوران انہوں نے فاروق اور آفتاب کی کہانی سنی کہ وہ کس طرح جھاڑی کے پیچھے چھپے شخص کے جال میں آئے...... پھر محمود اور آصف کی سنی۔

"اور پھر ہمیں وہ خیمہ میں لے گیا"۔

"اس کے علاوہ وہاں کون تھا"۔

"خیمے میں...... یاد نہیں آرہا...... وہاں کون تھا...... ہم شاید بھول گئے...... کوئی وہاں تھا ضرور"۔

"خیر کوئی بات نہیں...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہاں کون تھا...... ہمیں تو اس شخص سے دلچسپی ہے...... جو اڑتے پرندے کے بھی دل کا نشانہ لے لیتا ہے...... اس لیے کہ وہ ہمارے ایک فوجی کا قاتل ہے...... اور اب ہم اس شہر کے دروازے پر جا کر پہلا مطالبہ یہ کریں گے کہ فوجی کے قاتل کو ہمارے حوالے کرو...... اس کے بعد اس شہر کی سیر کا مطالبہ ہم کریں گے...... اور سب محکموں کے لوگ وہاں جائزہ لیں گے کہ ان کی مدد کے بغیر شہر قائم کس طرح ہو گیا"۔

"اگر اس قدر جلد پھر وہاں جانے کا پروگرام تھا تو پھر خفیہ فورس کو چھٹی دینے کی کیا ضرورت تھی" آصف نے منہ بنایا۔

"دھت تیرے کی...... اتنی سی بات نہیں سمجھے" محمود نے جل کر کہا۔

"کتنی سی بات...... مہربانی فرما کر تم سمجھا دو" فرزانہ نے کہا۔

"خفیہ فورس کو واپس نہیں بھیجا گیا...... بلکہ مختصر سے وقت کے لیے ادھر ادھر ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے...... اور اب انہیں ایک اشارہ دیا جائے گا...... وہ پھر وہاں موجود ہوں گے...... یہی بات ہے نا انکل" فرحت بولی۔

"بالکل درست اندازہ لگایا فرحت نے...... خوب" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"چلیے شکر ہے...... کسی نے تو درست اندازہ لگایا" رفعت جل کر بولی۔

"اوہو...... تو تم کیوں جلی جا رہی ہو...... تم بھی لگا لینا درست اندازے...... ابھی بے شمار مواقع آئیں گے درست اندازہ لگانے کے" آفتاب نے فوراً کہا۔

"مشورے کا شکریہ...... یہاں اور لوگ بھی موجود ہیں...... انہیں کیوں نہیں مشورہ دیتے تم" آصف نے بھنا کر کہا...... دوسرے مسکرانے لگے۔

اگلے روز وہ خفیہ طور پر وہاں سے روانہ ہوئے...... جہاز پر بھی وہ عام آدمیوں کے روپ میں سوار ہوئے...... اس طرح انبار کوٹ پہنچے...... کسی جگہ انہیں یہ گمان نہ ہوا کہ جیسے کوئی ان کا تعاقب کر رہا ہو...... یا ان کی نگرانی کر رہا ہو...... پھر انہوں نے چند خفیہ فون کیے...... فارغ ہو کر انہیں بتایا کہ شہر اب ان کی فورس کی زد میں ہے...... یہ سن

کر انہیں اطمینان ہوا...... پھر وہ شہر کے باہر پہنچ گئے...... خفیہ فورس کے انچارج شاہین فاروقی فوراً ان کے پاس آ گئے۔

"کیا خبر ہے فاروقی"۔

"شہر کے دروازے بالکل بند ہیں سر...... ایک لمحے کے لیے بھی میں نے کوئی دروازہ کھلتے نہیں دیکھا...... یوں لگتا ہے جیسے ہمارے پروگرام کی انہیں خبر ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... میں نے تو ہر بات خفیہ رکھی ہے...... کسی کو اپنے پروگرام کی ہوا تک نہیں لگنے دی" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن انکل...... آپ نے ایوان صدر میں صدر صاحب کے سامنے تو ذکر کیا تھا"۔

"اوہ ہاں...... اس کا مطلب ہے...... ایوان صدر میں بھی کوئی غدار موجود ہے"۔

"اس کا سراغ لگانے کی ضرورت بہت شدت سے ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر لگائیں سراغ...... لیکن اس کے لیے تو آپ کو پھر سے ایوان صدر جانا پڑے گا"۔

"نہیں...... ہم یہیں رہ کر تفتیش کریں گے"۔

"وہ کیسے؟"۔

"یہ کام اکرام کے ذمے لگایا جائے گا...... وہ ان شاء اللہ اس غدار کا سراغ لگائے گا"۔

malikji www.urdufanz.com

"بہت بہتر" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

اور پھر انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں...... اس کے بعد شہر کے دروازے پر دستک دی گئی...... اندر سے فوراً جواب ملا۔

"باہر کون ہے...... یہ عام شہر نہیں ہے"۔

"دروازہ کھولو...... ہم بھی کوئی عام لوگ نہیں ہیں...... ہم وہ ہیں جن سے فرزان پہاڑی نے صلح کی ہے"۔

"جب صلح ہو گئی تو پھر آپ لوگوں کا اب یہاں کیا کام؟"۔

"صلح کی خوشی میں اس شہر کی سیر کرنا چاہتے ہیں"۔

"نہیں...... سیر کی اجازت نہیں...... نئے آدمی اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے"۔

"لیکن ہم لوگ تو دو مرتبہ داخل ہو چکے ہیں"۔

"اس وقت آپ لوگ قیدی تھے"۔

"چلئے پھر ہمیں قیدی بنا کر ہی اندر جانے دیں...... تاکہ شہر کی سیر تو کر لیں"۔

"نہیں...... ہرگز نہیں"۔

"ویسے اس شہر کا نام کیا ہے"۔

"سرلاس" کہا گیا۔

malikji www.urdufanz.com

"سرلاس...... کافی خوفناک سا نام ہے...... جیسے کسی نے بھیڑ سانپ کہہ دیا ہو" مکھن نے ڈر کر کہا۔

"دیکھیے سرلاس کے پہرے دار صاحب...... ہمارے ساتھ ماہر موجود ہیں...... یہ علاقہ ہمارے ملک میں شامل ہے...... تب پھر ہم آخر کیوں سرلاس کا معائنہ نہیں کر سکتے"۔

"ہماری مرضی...... سرلاس کے رہنے والوں کی مرضی...... آپ نہیں جانتے" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اور ہم کیا نہیں جانتے...... یہ بھی تو بتا دیں"۔

"آپ نہیں جانتے...... سرلاس کن لوگوں کا شہر ہے...... کیسے لوگوں کا شہر ہے"۔

"ارے تو بتا دیں نا ہمیں"۔

"اس ملک سے نفرت کرنے والوں کا...... اس ملک کے باغیوں کا...... اس ملک کے دشمنوں کا...... اس ملک کا نقصان چاہنے والوں کا...... اس ملک کے لیے سازشیں تیار کرنے والوں کا...... کیا اور وضاحت کردوں" اندر سے جل بھن کر کہا گیا۔

"ہاں ایک وضاحت اور" انسپکٹر کامران مرزا پر سکون آواز میں بولے۔

"اور وہ کیا"۔

"کیا یہاں سب لوگ ملکی ہیں یا غیر ملکی بھی ہیں"۔

"غیر ملکی بھی ہیں...... ایسے غیر ملکی...... جو تم لوگوں کا نام و نشان مٹتے دیکھنا چاہتے ہیں اور اس خواہش میں وہ تڑپ رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے...... اب آپ یہ دروازہ کھول دیں...... ہم اس شہر کو اندر سے اچھی طرح دیکھیں گے...... معاہدے میں یہ بات طے نہیں ہوئی تھی کہ آپ ہمیں شہر کو دیکھنے بھی نہیں دیں گے"۔

"طے ہوا تھا یا نہیں...... ہم شہر کو نہیں دیکھنے دیں گے"۔

"او کے...... اب نفع اور نقصان کے ذمے دار آپ لوگ خود ہوں گے...... ہم کارروائی شروع کرنے لگے ہیں"۔

"ہماری طرف سے بھی یہی سمجھ لیں...... اگر آپ نے کوئی قدم اٹھایا تو نفع نقصان کے ذمے دار آپ خود ہوں گے"۔

"او کے...... اب معاہدہ ختم، ہم آزاد ہیں"۔

"ہماری طرف سے بھی معاہدہ ختم"۔

وہ پیچھے ہٹ آئے...... اب انہوں نے فورس کو اشارہ کیا...... انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا...... پٹرول کی کافی مقدار دروازے پر لڑھکائی گئی اور پھر اس کو آگ دکھا دی گئی...... دروازہ دھڑا دھڑ جلنے لگا...... آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

آہستہ آہستہ شعلے نیچے ہوتے چلے گئے اور پھر آگ بجھ گئی...... وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ دروازہ جوں کا توں موجود تھا...... ساتھ ہی اندر سے بے تحاشہ قہقہوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں...... گویا وہ لوگ

maliKjl www.urdufanz.com

ان کی اس ترکیب کا مذاق اڑا رہے تھے۔

"یہ...... یہ کیا ہوا" خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

"دروازہ فائر پروف ہے" پروفیسر بولے۔

"بلکہ پروفیسر انکل...... صرف دروازہ نہیں...... شاید یہ سارا شہر فائر پروف ہے"۔

"ہوں...... یہی بات ہے...... لیکن خیر کوئی بات نہیں" پروفیسر داؤد نے کہا۔

اب انہوں نے کچھ چیزیں دیں...... دروازے کے ساتھ رکھ کر ان کو آگ دکھائی گئی...... ساتھ میں آگ دکھانے والا دوڑ کر پیچھے ہٹ آیا...... تین ہولناک دھماکے ہوئے...... انہوں نے دروازے کے پرخچے اڑتے دیکھے۔

ان کے چہروں پر خوشی دوڑ گئی...... اندر کے قہقہے یک دم رک گئے...... پھر اندر سے فائرنگ کا طوفان امڈ پڑا...... اس قدر تیز رفتار سے گولیاں آئیں کہ انہیں بہت مشکل سے دوڑ دوڑ کر ادھر ادھر پناہ لینا پڑی...... پھر فورس نے ان کی فائرنگ کا جواب شروع کیا...... لیکن بہت جلد انہیں احساس ہو گیا کہ وہ اندر کی فائرنگ کا جواب نہیں دے سکتے...... پھر اندر سے راکٹ لانچر مارے گئے...... طیارہ شکن توپیں داغی گئیں...... یوں لگا جیسے دو بڑے ملکوں کی فوجیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔

وہ سکتے میں آ گئے...... سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی تیاریاں اس قدر بڑے پیمانے پر ہوں گی۔

وہ فورس کو پیچھے ہٹا لائے...... اس وقت اس کی ضرورت تھی...... بلا وجہ ان لوگوں کو مروانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا...... پھر ان کی میٹنگ ہوئی...... آخر صدر صاحب سے رابطہ کیا گیا...... حالات بتائے گئے...... انہوں نے فوراً کمانڈر انچیف سے رابطہ کیا...... انہوں نے حالات سنے اور پھر باقاعدہ فوج روانہ کر دی گئی...... جلد ہی فوج نے سر اس کو گھیرے میں لے لیا۔

"آپ لوگ یہاں سے ہٹ جائیں" بریگیڈیئر نے ان سے کہا۔

"ہم سب اس حد تک نہیں ہٹ سکتے...... ہمیں بھی یہیں رہنا ہوگا"۔

"لیکن ہم اپنی مرضی سے کام کرنا پسند کرتے ہیں"۔

"ہم آپ کے کام میں دخل نہیں دیں گے...... ہم چاہتے ہیں' آپ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں...... اس شہر کے لوگوں کو گرفتار کریں...... کوئی ایک بچ کر نہ نکل سکے"۔

"ایسا ہی ہوگا...... آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر فوج کی طرف سے بڑا حملہ کیا گیا...... توپیں چلائی گئیں...... ادھر سے بھی بڑی گولا باری شروع کی گئی...... جلد ہی انہوں نے بریگیڈیئر صاحب کو آتے دیکھا...... انکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

دھمکی

"خیر تو ہے اسلام الدین صاحب" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"میرا کام لڑنا ہے جناب اور میں لڑوں گا...... میری فوج کا ہر سپاہی آخری سانس تک لڑے گا...... ہم لوگ تو یوں بھی شہادت کی تمنا میں مرے جا رہے ہیں...... شہادت کی موت ہمیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے...... لیکن اس لڑائی کا فائدہ کوئی نہیں ہے...... میں تو صرف یہ بتانے آیا ہوں"۔

"کک کیا مطلب"۔

"یہ شہر...... کیا نام ہے اس کا" وہ بولے۔

"سرلاس" انہوں نے کہا۔

"ہاں سرلاس...... ناقابل تسخیر ہے...... فوج کے ذریعے...... گولہ باری کے ذریعے...... بموں کے ذریعے...... میزائلوں کے ذریعے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا...... نہ جانے کس قسم کی لہروں اور شعاعوں

کے ذریعے ان لوگوں نے اسے ہر طرح محفوظ بنا دیا ہے...... اس وقت تک ان کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوا"۔

"یہ بات تو نہیں ہے...... اسلام الدین صاحب" فرزانہ نے آگے آ کر کہا۔

وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"آپ لوگ مجھے بہت پسند ہیں...... اور میں آپ لوگوں کی کمان میں لڑنا پسند کروں گا"۔

فرزانہ شرما گئی...... پھر اس نے گھبرا کر کہا۔

"میں اس وقت شہر کی بات کر رہی ہوں"۔

"ہاں کہیے؟ کیا بات ہے"۔

"ہمارے ہاتھوں اس شہر کا دروازہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے"۔

"صرف بیرونی دروازہ...... اصلی دروازہ اس کے بعد میں ہے...... اس کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا...... اور شہر کا ہر آدمی بالکل محفوظ ہے...... یہ شہر بالکل محفوظ ہے...... جب کہ ہم اس وقت تک بے تحاشہ اسلحہ ضائع کر چکے ہیں...... اور اپنے کتنے ہی آدمی گنوا چکے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے...... ہم اس سے کئی گنا زائد فوج یہاں لے آئیں...... تب بھی ہم اس شہر کو تباہ نہیں کر سکتے"۔

"نہیں...... اور نہ ہمیں اس کو تباہ کرنا چاہیے" اسلام الدین بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"جی...... کیا مطلب" وہ اچھل پڑے...... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"آپ بہت جلد میرا مطلب سمجھ گئے"۔

"ہاں؟ یہ سب اللہ کی مہربانی ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس شہر کو ہمیں صحیح سلامت حاصل کرنا ہوگا...... اس لیے کہ پڑوسی دشمن ملک سے جنگ کے زمانے میں یہ ہمارے لیے ایک زبردست قلعہ ثابت ہوگا اور ہم اس سے اس قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ پوری فوج مل کر بھی ملک کو اتنا فائدہ نہیں پہنچا سکتی"۔

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں...... دوسرے الفاظ میں یوں کہ لیں کہ دشمن ملک کی پوری فوج مل کر ہمیں وہ نقصان نہیں پہنچا سکتی...... جو اس وقت یہ اکیلا شہر پہنچا سکتا ہے"۔

"اف مالک...... تب پھر...... اس پر قبضہ کی کیا صورت ہوگی"۔

"یہ سوچنا میرا نہیں...... آپ لوگوں کا کام ہے...... ہمارا کام تو لڑنا ہے...... آپ حکم دیں گے، ہم اسی وقت پھر لڑائی میں کود پڑیں گے...... یہ سوچے بغیر کہ انجام کیا ہوتا ہے...... فتح ہوتی ہے یا شکست...... کیونکہ مومن فتح اور شکست کو سامنے رکھ کر نہیں لڑتا...... وہ تو اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے لڑتا ہے...... اور اس کی شکست کی صورت میں بھی اسے رب کی رضا ملتی ہے...... شہادت کی صورت میں بھی رضا ملتی ہے...... اسے اور کیا چاہیے...... اور اگر اسے فتح ہو جائے تو دوہری خوشی

malikji www.urdufanz.com

حاصل ہوتی ہے"۔

"ہوں...... آپ ٹھیک کہتے ہیں...... آپ اپنی فوج کو پیچھے لے آئیں...... شہر سے باہر نکل کر تو یہ لوگ لڑیں گے نہیں"۔

"خیال یہی ہے کہ یہ شہر سے باہر نہیں آئیں گے...... یا پھر آئیں گے تو اس وقت جب ان کا ہر سپاہی اس شہر کی طرح ناقابل شکست بن جائے"۔

"ارے باپ رے...... کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے"۔

"ہاں! کیوں نہیں جناب! اگر یہ لوگ ایک شہر کو ہر چیز سے محفوظ کر سکتے ہیں تو اپنے سپاہیوں کو کیوں نہیں"۔

"وہ اس لیے اسلام انکل...... کہ ایک انسان وزن میں اور جسامت میں ایک شہر سے بہت کم ہوتا ہے...... شہر کو اٹھا کر پٹخا نہیں جا سکتا...... جب کہ انسان کو اٹھا کر پٹخا جا سکتا ہے...... لہٰذا یہ لوگ کتنا بھی کر لیں...... شہر کی حد تک انسان کو ناقابل شکست نہیں بنا سکتے"۔

"اعتراض معقول ہے...... اور میں اس کو تسلیم کرتا ہوں...... لہٰذا یہ کہوں گا کہ یہ باہر نہیں آئیں گے"۔

"بہت خوب! اب ہم اس نئی صورت حال کے پیش نظر پھر سے مشورہ کریں گے...... میرا خیال ہے...... خالد سفیان صاحب اور صدر صاحب کو یہیں بلا لیا جائے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

دونوں حضرات کو صورت حال بتائی گئی...... ان سے درخواست کی گئی کہ کے لیے وہ وہیں آ جائیں...... چنانچہ اسی شام وہ وہاں پہنچ گئے...... میٹنگ شروع ہوئی...... اسلام الدین صاحب نے ساری صورت حال ان کے سامنے رکھی...... وہ سکتے کے عالم میں رہے...... آخر ان کے خاموش ہونے پر صدر صاحب بولے۔

"اس سے تو بہتر تھا جمشید...... تم اس شہر کو دریافت ہی نہ کرتے"۔

"وہ اور زیادہ خطرناک ہوتا سر"۔

"کک...... کیسے"۔

"یہ شہر کو اور مضبوط بناتے رہتے...... اور ایک دن پورا ملک اس شہر کی زد میں ہوتا" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"غلط کہہ گئے جناب...... پورا ملک اب بھی اس شہر کی زد میں ہے...... لیکن ابھی ان لوگوں نے غالباً اپنا پروگرام شروع نہیں کیا"۔

"اپنا پروگرام...... کیا مطلب...... اسلام الدین صاحب! آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں"۔

"میں کیا کروں...... مجبور ہوں" وہ بولے۔

"آپ کا مطلب ہے...... آپ ڈرانے پر مجبور ہیں" فاروق بول اٹھا۔

ان سنگین لمحات میں بھی ان کے چہروں پر مسکراہٹیں آ گئیں۔

malikji www.urdufanz.com

"شکریہ فاروق! تم نے ہمیں مسکرانے پر مجبور کر دیا"۔

"وعلیکم شکریہ" اس نے بوکھلا کر کہا۔

وہ ایک بار پھر مسکرا دیے...... ایسے میں اسلام الدین نے کہا۔

"اس چھوٹے سے شہر کی صورت میں ہمارے دشمن ملکوں کو ایک ایسا قلعہ میسر آ گیا ہے...... کہ وہ اس قلعے میں بیٹھ کر ہمارے خلاف کچھ بھی کر سکتے ہیں اور ہم دم نہیں مار سکتے...... اگر دم ماریں گے تو اپنا اور اپنے ملک کا نقصان ہی نقصان کریں گے...... فائدہ نامی کوئی چیز ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی...... یہ صورت تو ہے اس وقت...... آئندہ چند سال تک کیا صورت سامنے آئے گی...... میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگانا چاہتا...... کیونکہ یہ بات سوچتے ہوئے بھی میں گھبراہٹ محسوس کرتا ہوں"۔

"یہ کام تو ہم آپ سے پہلے شروع کر چکے ہیں" آفتاب نے منہ بنایا۔

"کک...... کون سا کام" انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"گھبراہٹ محسوس کرنے والا" اس نے فوراً کہا۔

"یہ بچے...... اور یہ لوگ" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"یہ بچے اور یہ لوگ...... کیا یہ کسی ناول کا نام ہے انکل اسلام الدین" فرحت بولی۔ فاروق نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

malikji www.urdufanz.com

"نن نہیں...... یہ یہاں ناولوں کا ذکر کہاں سے نکل آیا" اسلام الدین کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ ہماری گفتگو میں کہیں نہ کہیں سے نکل ہی آیا کرتا ہے...... آپ فکر نہ کریں" شوکی مسکرایا۔

"میں یہ کہہ رہا تھا...... یہ بچے اور یہ لوگ...... شاید اس سلسلے میں کچھ کر سکیں...... لیکن بات شاید اسی حد تک ہے" انہوں نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کا مطلب ہے...... ہم فوج کو پیچھے ہٹا لیں اور شہر پر قبضے کے لیے انہیں آگے بھیجیں"۔

صدر صاحب نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"جہاں پوری فوج کچھ نہیں کر سکتی...... وہاں یہ لوگ کیا کر سکتے ہیں"۔

"قبضہ" وہ فوراً بولے۔

"قبضہ...... کیا مطلب؟" ان سب نے چونک کر کہا۔

"اگر اس شہر پر ہمارا قبضہ ہو جائے...... تو پھر یہ قوت ہماری بن جائے گی"۔

"لیکن انکل اسلام...... بھلا یہ کیسے ممکن ہے"۔

"یہ مجھے نہیں معلوم...... یہ کیسے ممکن ہے...... ممکن ہے بھی یا

نہیں" انہوں نے کندھے اچکائے۔

"ٹھیک ہے...... میں سمجھ گیا" صدر بولے۔

"آپ جو سمجھ گئے...... مہربانی فرما کر ہمیں بھی سمجھا دیں" آفتاب مسکرایا۔

"فوج واپس...... اب اس معاملے کو صرف تم دیکھو گے"۔

"صرف ہم...... ارے باپ رے...... ہمارے پاس تو وہ...... وہ بھی نہیں ہیں انکل صدر"۔

"وہ...... وہ کیا؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"مم...... میرا مطلب ہے...... عینکیں"۔

"اوہو...... تمہاری نظر کب کمزور ہے" صدر بولے۔

"اوہ ہاں؟" "یہ بات بھی ہے" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا...... یہ میٹنگ ختم...... میں کچھ نہیں جانتا...... اس شہر کو فتح کر لو...... یا موت کے منہ میں چلے جانا...... کوئی تیسری صورت مجھے پسند نہیں ہو گی...... نہ پورا ملک کوئی تیسری صورت منظور کرے گا...... سمجھ گئے تم لوگ"۔

"جج...... جی ہاں...... بس...... سمجھ گئے" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

صدر صاحب اور خالد سفیان صاحب مسکراتے ہوئے اٹھ گئے...... اسلام الدین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"ویسے سر...... یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے زیادتی"۔

"اسلام الدین صاحب...... آپ خود بتائیں...... میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں" انہوں نے بے بسی کے عالم میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر...... ہم اس مہم پر روانہ ہوں گے...... چاہے زندہ بچیں یا نہ...... مرتے دم تک اپنا کام جاری رکھیں گے...... شہر فتح ہو یا نہ ہو"۔

"میں جانتا ہوں...... یہ کہنے کی ضرورت نہیں" صدر بولے۔

"تب تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ انہیں موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں...... آخر یہ چند آدمی اس شہر کو کس طرح فتح کریں گے جسے ایک فوج ذرا سا بھی نقصان تک نہیں پہنچا سکی" خالد سفیان بولے۔

"یہ ایسے ہی کاموں کے لیے بنے ہیں"۔

"چلیے پھر! اب ہمارا یہاں کیا کام" خالد سفیان نے کہا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے...... اور تم لوگوں کا اس وقت کیا پروگرام ہے جمشید"۔

"ہم انبار کوٹ میں رہیں گے...... اس شہر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے...... سر لاس کے خلاف اب جو کارروائی ہو گی...... یہیں سے ہو گی"۔

"تمہاری مدد کے لیے کچھ لوگوں کو بھیج دوں؟"۔

"جی نہیں...... ضرورت پیش آئی تو خفیہ فورس ہے میرے ساتھ"۔

"ایک تو آج تک یہ تمہاری خفیہ فورس میری سمجھ میں نہیں آئی" صدر صاحب بولے۔

"سر! یہ میری ذاتی فورس ہے...... جس طرح لوگ اپنے لیے باڈی گارڈ نہیں رکھ لیتے...... میں نے اپنے کاموں میں مدد کے لیے یہ فورس رکھ چھوڑی ہے"۔

"اوہو...... وہ تو ٹھیک ہے...... لیکن تم اتنی تنخواہیں کہاں سے دے دیتے ہو...... تمہاری اپنی تو اتنی تنخواہ نہیں...... اور نہ تم رشوت سے جیبیں گرم کرتے ہو"۔

"آپ نے یہ ٹھیک کہا...... بس آپ یہ نہ پوچھیں...... کہ میں انہیں تنخواہیں کہاں سے دیتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے...... نہیں پوچھتا...... لیکن اس بات پر میں بہت حیران ہوتا رہوں گا"۔

"کوئی بات نہیں سر...... حیرت صحت کے لیے بری چیز نہیں" فاروق بولا۔

وہ پھر مسکرا دیے...... اور آخر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے...... اس دوران وہ انبار کوٹ کے شہر ہوٹل تلواڑی میں آگئے...... یہاں انہوں نے چار کمرے لے لیے...... کمروں کے نمبر 110 تا 113

malikj1 www.urdufanz.com

تھے...... یہاں کا منیجر انہیں بالکل نہیں جانتا تھا...... یوں بھی وہ یہاں اجنبی بن کر رہنا چاہتے تھے اور آنے سے پہلے ہلکے قسم کے میک اپ کر چکے تھے...... ان حالات میں واقف لوگ نہیں پہچان سکتے تھے...... تو ہوٹل کا منیجر کیسے ان کے بارے میں جان لیتا...... تاہم دوسرے دن صبح سویرے وہ ان کے دروازے پر آدھمکا...... دروازہ کھولنے پر انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا...... ہوائیاں اڑ رہی تھیں...... ساتھ ہی اس نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"مم...... میں...... میں معافی چاہتا ہوں جناب"۔

"معاف کیا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لل...... لیکن آپ نے یہ تو پوچھا ہی نہیں...... میں معافی کس بات کی مانگ رہا ہوں"۔

"آپ اگر بتانا پسند کرتے ہیں تو بتا دیں...... ورنہ رہنے دیں" وہ بولے۔

"یہی تو مسئلہ ہے...... میں بتائے بغیر رہ بھی تو نہیں سکتا"۔

"تب تو ضرور بتائیں...... اس لیے کہ ہم چاہتے ہیں...... آپ ضرور رہیں" فاروق مسکرایا۔

اس نے فاروق کو تیز نظروں سے گھورا اور پھر سرسراتی آواز میں بولا۔

"مم...... مجھے کسی نامعلوم آدمی نے دھمکی دی ہے"۔

"دھمکی...... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"جج...... ہاں...... اس نے فون کیا ہے...... فون پر کہا ہے کہ میں آپ لوگوں کو یہاں سے فوراً نکال دوں...... ورنہ ہوٹل راکھ کا ڈھیر بن جائے گا...... اور جناب...... ہمارے ملک میں راکھ اس قدر سستی ہے کہ بتا نہیں سکتا"۔

"اس میں کیا شک ~~ہے یہاں~~ تو ہم نے اپنے ملک میں آج تک راکھ بکتے دیکھی ہی نہیں" فاروق مسکرایا۔

"خدا کا شکر ہے" آفتاب نے فوراً کہا۔

"کس بات پر شکر ادا کیا"۔

"اس پر کہ راکھ ہمارے ملک میں فروخت نہیں کی جاتی"۔

"ہاں واقعی...... یوں خدا کا شکر تو ہر بات میں ادا کیا جا سکتا ہے" اشفاق نے کہا۔

"اس میں کیا شک ہے" خان رحمان مسکرائے۔

"آپ لوگ تو کرنے لگے ادھر ادھر کی باتیں اور ادھر میری جان پر بنی ہے" منیجر بولا۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب"۔

"بھاپا تکواڑی" اس نے بتایا۔

"یہ کیا بات ہوئی...... آپ کے ہوٹل کے ... ی تکواڑی اور آپ کے نام میں بھی تکواڑی"۔

malikji www.urdufanz.com

"میں اس ہوٹل کا منیجر ہی نہیں مالک بھی ہوں...... کیا سمجھے جناب...... اور نکواڑی میری ذات ہے...... ویسے میرا نام بھاپا ہے۔"

"یہ نام بھی سمجھ میں نہیں آیا۔"

"نہ آئے...... مجھے اس کی پروا نہیں...... مجھے یہ نام پسند ہے۔"

"ہاں واقعی! یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے...... ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"اس نے دھمکی دی ہے...... آپ لوگوں کو نکال دیا جائے...... فوراً سے پہلے...... ورنہ ہوٹل پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اور تم پھر اس ہوٹل کی ایک چیز کو بھی بچا نہیں سکو گے۔"

"حیرت ہے...... ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم یہاں آ گئے ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم جناب کہ انہیں کیسے معلوم ہو گیا۔"

"یہ فون کس وقت آیا؟"

"ابھی ٹھیک پانچ منٹ پہلے۔"

انہوں نے فوراً وقت دیکھا...... اپنی ڈائری میں وقت نوٹ کیا...... پھر بولے۔

"ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں...... آپ کے ہوٹل کا بال بیکا نہیں ہو گا...... وہ لوگ یہاں نہیں ہیں...... وہ تو سرحدی علاقے میں ہیں۔"

"کیا خبر...... ان کے ہاتھ کس قدر لمبے ہوں...... میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے...... ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں...... اب اس کا فون آئے تو اس سے کہہ دیں ہم اپنا سامان باندھ رہے ہیں...... لیکن خیال رہے...... ہم جائیں گے اس کا فون آنے پر ہی...... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی خالی پیلی دھمکیاں دے رہا ہو اور پلے اس کے کچھ نہ ہو۔"

"بہت بہتر جناب! یہ ٹھیک رہے گا...... اب جونہی اس کا فون آئے گا، میں اسے بتا دوں گا اور آپ کو بھی اطلاع دوں گا۔"

"شکریہ بہت بہت۔"

وہ ہانپتا کانپتا چلا گیا۔

"میں ابھی آیا...... تم ذرا چوکس رہنا" انہوں نے پراسرار انداز میں کہا اور باہر نکل گئے۔

"کیا خیال ہے...... کچھ پتا ہے...... کہاں گئے ہیں انکل" آفتاب نے کہا۔

"ہاں؟ بھاپا کے تعاقب میں...... فون پر وہ کیا کہتا ہے...... شاید یہ سننے کے چکر میں ہیں" آصف نے خیال ظاہر کیا۔

"ہوں...... شاید یہی بات ہے۔"

"ارے ہاں...... ہمیں سامان تو باندھنا چاہیے" انسپکٹر کامران مرزا جیسے کسی گہری سوچ سے چونکے۔

"جیسے آپ کا حکم" آصف بولا۔

پھر وہ سب سامان باندھنے لگے۔

malikji www.urdufanz.com

"لیکن بھئی...... ہم جائیں گے کہاں...... جس ہوٹل میں ٹھہریں گے...... وہیں نامعلوم فون آجائے گا"۔

"یہ بات تو ہے...... خیر...... دیکھتے ہیں"۔

وہ سامان باندھ رہے تھے کہ انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوئے' ان کے چہرے پر الجھن نظر آرہی تھی۔

"کیا ہوا جمشید...... خیر تو ہے"۔

"حالات عجیب وغریب ہیں...... آخر ان لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں...... دوسری بات یہ کہ جس ہوٹل میں ٹھہریں گے...... وہ وہیں فون کر دے گا...... لہٰذا میں نے ایک فیصلہ کیا ہے"۔

"کیسا فیصلہ انکل" شوکی نے فوراً کہا۔

"یہ کہ اب ہم کسی ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے"۔

"تب پھر...... کہاں جائیں گے"۔

"کسی کے گھر"۔

"ان حالات میں کوئی گھر بھی ہمیں نہیں ٹھہرائے گا"۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی...... انہوں نے ریسیور اٹھالیا اور پھر انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

دھماکا ہوتا ہے

دوسری طرف جو کوئی بھی تھا' خوفناک لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"انسپکٹر جمشید...... تم اور تمہارے ساتھی' ہر وقت ہر لمحے میری زد پر ہیں...... تم کیا کر رہے ہو...... کہاں ہو...... پل پل کی خبر مجھے مل رہی ہے...... بلکہ ایک تم کیا...... میری زد پر تو تمہارا ہر آدمی ہے...... ادھر میں ایک بٹن دباؤں گا...... ادھر وہ آدمی تڑپتا نظر آئے گا...... لیکن نہیں...... یوں تمہیں یقین نہیں آئے گا...... یقین کرنے کے لیے ضروری ہے...... تم ایک آدمی کا نام ضرور لو...... ہاں شاباش...... بتاؤ...... میں اڑا کر دکھاؤں...... نہیں بتاتے...... اب دیکھو نا...... اگر میں اپنی مرضی سے کسی کو نشانہ بناؤں گا...... تو تم کہہ سکو گے...... اس کے آس پاس پہلے سے میرے آدمی موجود تھے...... لہٰذا یہ ضروری ہے کہ تم بتاؤ...... میں کسے نشانہ بناؤں"۔

انسپکٹر جمشید بالکل گنگ ہو کر رہ گئے تھے...... وہ کس طرح کسی آدمی کا نام بتا سکتے تھے بھلا...... آخر پھر اس کی آواز ابھری۔

"اچھا خیر...... کسی انسان کا نام بتانا تمہارے لیے مشکل ہے...... تم بلاوجہ خون بہانا پسند نہیں کرتے...... یہی بات ہے نا...... خیر...... اب سنو...... کسی خاص مقام کا نام بتادو...... ہم اس مقام کو نشانہ بنا کر دکھائیں گے...... ادھر تمہارے منہ سے اس مقام کا نام نکلے گا' ادھر میں بٹن دباؤں گا...... لیکن تمہیں تو فوری طور پر خبر نہیں ہوگی...... اس کا طریقہ بھی میں بتا دیتا ہوں...... تمہارا آدمی پہلے وہاں موجود ہونا چاہیے...... جس سے فون پر رابطہ پہلے سے ہو...... ادھر میں بٹن دباؤں گا ' ادھر وہ بتائے گا...... فلاں مقام اڑا دیا گیا ہے...... اس طرح تو میری بات کا امتحان ہو سکے گا یا نہیں"۔

"ہاں! ہو سکے گا" انہوں نے بہت مشکل سے کہا۔

"تب پھر پہلے وہ مقام تجویز کر لو...... بہت خفیہ طور پر...... کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو...... اب میں آدھ گھنٹے بعد فون کروں گا...... اگر تم کوئی مقام نہیں بتاؤ گے تو پھر میں کسی اہم آدمی کو خود اڑا کر دکھاؤں گا"۔

"نن نہیں" وہ خوف زدہ آواز میں بولے۔

"او کے...... آدھ گھنٹے بعد"۔

یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا...... یہ تمام گفتگو ان سب نے سنی تھی...... اور اب وہ بتوں کی طرح ساکت بیٹھے تھے۔

"اب...... اب آپ کیا کریں گے"۔

"اسے ایک نام تو بتانا ہوگا...... خیر میں کرتا ہوں"۔

وہ چند لمحے تک سوچتے رہے...... پھر انہوں نے جلدی جلدی کسی کے نمبر ڈائل کیے...... جونہی ادھر سے ریسیور اٹھایا گیا وہ بولے۔

"اپنا نام لینے کی ضرورت نہیں...... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں...... دو ماہ پہلے ہم نے ایک جگہ ملاقات کی تھی...... وہ مقام آپ کو اچھی طرح یاد ہے نا"۔

"بالکل...... کیوں کیا بات ہے"۔

"کیا آپ پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ سکتے ہیں"۔

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں...... وہ مقام یہاں سے دور تو نہیں" کہا گیا۔

"بس ٹھیک ہے...... آپ فوراً وہاں پہنچیں...... موبائل آپ کے پاس ہے...... میں اب موبائل پر رابطہ کروں گا"۔

"بہت خوب!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر انہوں نے پندرہ منٹ بعد فون کیا...... دوسری طرف سے انہی صاحب نے کہا۔

"میں یہاں پہنچ گیا ہوں"۔

"آپ کو اپنے بالکل سامنے ایک سیاہ رنگ کا گنبد نظر آ رہا ہے نا"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور آس پاس کوئی جاندار تو نہیں ہے"۔

"بالکل نہیں...... یہ جگہ سنسان تھی...... اس لیے تو آپ نے مجھ

سے ملاقات کی تھی یہاں"۔

"بہت خوب! آپ مجھ سے فون پر بدستور رابطہ رکھیں گے...... اگر یہاں کوئی عجیب واقعہ ہو تو فوراً فون پر بتائیں گے"۔

"کیا یہاں ایسا کچھ ہونے والا ہے"۔

"ہاں...... بالکل...... لیکن آپ کو فکر کی ضرورت نہیں"۔

"بہت بہتر...... آپ جو کہیں گے...... میں کروں گا...... اس لیے کہ میں آپ کو بہت پسند کرتا ہوں اور اس موقعے پر آپ میرے بہت کام بھی آئے تھے"۔

"اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں...... اب میں ٹھہر کر آپ سے بات کروں گا...... بلکہ میں نہیں...... آپ بات کریں گے"۔

"ہاں ٹھیک ہے" وہ بولا۔

اب وہ اس کے فون کا انتظار کرنے لگے...... اس جگہ کا ان کے علاوہ بھی کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون سا مقام ہے...... جس جگہ انہوں نے کسی کو مقرر کیا ہے"۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی...... انہوں نے ریسیور اٹھایا۔

"ہاں! تو کیا آپ نے کسی خاص جگہ اپنے کسی آدمی کو پہنچا دیا ہے"۔

"ہاں! بالکل"۔

"اس مقام کا نام بتائیں"۔

"دارالحکومت میں شہر سے باہر جنوبی سڑک پر ایک پرانا مندر

ہے...... اس کا اوپر والا حصہ سیاہ رنگ کا ہے...... اس کو اڑا کر دکھاؤ"۔

"صرف اوپر والا حصہ نہیں اڑے گا...... وہ پورا مندر اڑے گا...... آس پاس کا علاقہ اڑے گا...... بہت خوف ناک گڑھا پڑے گا...... لہٰذا اس آدمی کو پیچھے ہٹا دیں...... تاکہ پھر آپ یہ نہ کہ سکیں کہ یہ میں نے کیا کیا"۔

"اچھا" وہ بولے...... اب انہوں نے اپنے اس دوست کو خبردار کیا کہ وہ اس مندر سے دور ہٹ جائے...... بہت دور...... بس مندر نظر آنا چاہیے۔

اس نے ان کی ہدایت پر عمل کیا...... اب انہوں نے فون پر اس نامعلوم آدمی کو مخاطب کیا۔

"ہاں! تو کیا آپ تیار ہیں"۔

"بالکل...... وہ مندر اب میری آنکھوں کے سامنے ہے...... آپ کا آدمی بری طرح بھاگ رہا ہے...... آپ فکر نہ کریں...... جب تک وہ خطرے کی حد سے دور نہیں ہو جاتا...... میں دھماکا نہیں کروں گا"۔

"اچھا شکریہ"۔

"لیجیے! انسپکٹر جمشید...... آپ کا دوست خطرے سے دور ہو گیا...... اب میں دھماکا کر رہا ہوں...... آپ اس کو مخاطب کر لیں اور پوچھ لیں"۔

"پوچھنے کی ضرورت کہاں رہ جائے گی...... دھماکے کی آواز تو فون میں خود آ جائے گی"۔

maliki www.urdufanz.com

maikji www.urdufanz.com

"میں اس وقت سرلاس میں موجود ہوں...... اور سرلاس میں بیٹھ کر دارالحکومت کے اس مقام کو اڑا رہا ہوں...... جس کا نام ابھی ابھی آپ نے بتایا ہے...... آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ نام سننے کے بعد میں نے اس مقام کے پاس کسی کو بھیجا ہے"۔

"نہیں..... میں یہ نہیں کہوں گا" وہ بولے۔

"اچھا تو دھماکا ہوتا ہے"۔

اور پھر انہوں نے ریسیور میں دھماکا سنا...... وہ کانپ گئے...... ادھر ان کے دوست نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے...... انسپکٹر صاحب...... یہ کیا ہوا...... وہ پورا مندر غائب ہو گیا...... اف مالک...... گرد کا ایک طوفان ہے جو اوپر اٹھ رہا ہے...... گرد چھٹے گی تو اندازہ ہو گا...... میں نے اپنی زندگی میں اس قدر خوفناک دھماکا نہیں سنا"۔

"گرد چھٹنے پر میں وہاں کا حال پوچھوں گا...... ابھی آپ وہیں ٹھہریں"۔

"بہت بہتر"۔

پھر آدھ گھنٹے بعد اس دوست نے انہیں بتایا کہ مندر کی جگہ اب ایک بہت گہرا گڑھا نظر آ رہا ہے...... اور مندر کا کوئی پتا نہیں ہے...... اس گڑھے کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے اور آس پاس بھی ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے...... سڑک کے کنارے جو درخت تھے جل گئے ہیں......

بالکل سیاہ ہو گئے ہیں...... دور دور تک کوئی درخت نہیں نظر آ رہا"۔

"اچھا! اللہ اپنا رحم فرمائے...... آپ اب اپنے گھر چلے جائیں"۔

"لیکن یہ ہوا کیا تھا"۔

"اس وقت ہمارا واسطہ جس مجرم سے ہے...... وہ اپنی طاقت دکھانا چاہتا تھا...... یہ دھماکا اس نے دارالحکومت میں بیٹھ کر نہیں کیا...... بلکہ انبار کوٹ سے بھی آگے ایک جگہ ہے...... وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے"۔

"ن نہیں...... نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے...... کیا اس نے وہاں میزائل نصب کر رکھے ہیں"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"لیکن وہ کسی خاص جگہ کو نشانہ کس طرح بنا سکتا ہے"۔

"فی الحال تو ہم اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے...... کچھ عرصے بعد آپ اخبارات میں پڑھ سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

فون بند کر کے وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے...... سب کے چہرے دھواں ہو رہے تھے...... ایسے میں پھر فون کی گھنٹی بجی...... اور اسی کی آواز سنائی دی۔

"دھماکے کی تصدیق ہو گئی"۔

"ہاں! ہو گئی"۔

"اب یقین آ گیا...... کہ میں جس آدمی کو چاہوں...... نشانہ بنا سکتا

malikji www. urdufanz.com

ہوں"۔

"چلیے...... فی الحال کر لیتے ہیں یقین" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تو پھر سنیں...... اب سر لاس کا رخ کرنے کی کوشش نہ کرنا...... اگر تم نے ایسا کیا تو سب سے پہلے تمہارے ملک کا ایوان صدر اڑے گا"۔

"نن نہیں" وہ چلائے۔

ادھر سے فون بند کر دیا گیا...... اب انہوں نے صدر کو فون کیا۔

"آپ نے نئی خبر سنی"۔

"نئی خبر بعد میں سنانا...... پہلے میں تمہیں ایک ہولناک خبر سناتا ہوں...... یہاں شہر سے باہر جنوبی سڑک پر ایک بڑا مندر تھا...... اس مندر کو کسی نے اڑا دیا ہے...... اور مندر کی جگہ بہت گہرا گڑھا نظر آ رہا ہے...... وہ تو شکر ہے...... وہاں آبادی نہیں تھی" صدر صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں...... اچھا" وہ بولے۔

"کیا تمہیں یہ سن کر حیرت نہیں ہوئی جمشید"۔

"نہیں...... بالکل نہیں ہوئی سر"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... آخر کیوں نہیں ہوئی"۔

"اس لیے کہ میں یہی خبر آپ کو سنانے والا تھا...... اور یہ خبر سب

سے پہلے مجھے ہی ملی تھی"۔

"اوہ ارے ہائیں" وہ چلائے۔

"جی ہاں! اب آپ بتائیں...... آپ کیا کہتے ہیں"۔

"کیا مطلب...... میں کیا کہوں...... وہ بولے۔

انہوں نے ساری بات بتا دی۔

"نن نہیں...... نہیں"۔

"یہ اسی نے کیا ہے...... اس میں کوئی شک نہیں"۔

"تب تو پھر...... اس سے زیادہ خطرناک علاقہ اس وقت کوئی نہیں...... اور ہم میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"جی ہاں! ہم یہی آپ کو بتانا چاہتے تھے"۔

"اب...... اب میں کیا کروں جمشید"۔

"یہ بتائیں کہ ہم کیا کریں"۔

"ہاں! واقعی...... یہ تو بہت ٹیڑھا مسئلہ پیدا ہو گیا...... مطلب یہ کہ اگر اب تم سر لاس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے ہو تو...... وہ ایوان صدر کو اڑا دے گا"۔

"ہاں! اور ایوان صدر اڑے گا تو آس پاس کی عمارات بھی محفوظ نہیں رہیں گی...... اس لیے کہ مندر کے آس پاس جو کچھ تھا جل کر راکھ ہو چکا ہے۔

malikji www.urdufanz.com

"مم...... مجھے...... سوچنے دو جمشید"۔

"بہت بہتر...... آپ خوب سوچیں...... ہمیں تو آپ جو حکم دیں گے...... ہم وہی کریں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے فون بند کر دیا...... اب وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے۔

"ہم کیا کریں...... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا" فرزانہ بولی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو فرزانہ"...... رحمان بولے۔

"پپ پتا نہیں انکل"۔

"کیا پتا نہیں"۔

"یہ کہ یہ میں کہہ رہی ہوں یا کوئی اور کہہ رہا ہے...... لیکن انکل اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"کس سے کیا فرق پڑتا ہے" وہ بولے۔

"مم...... میرا مطلب ہے...... کسی کی سمجھ میں بھی جب کوئی بات نہیں آ رہی...... تو کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا"۔

"اچھا ٹھیک ہے...... معلوم ہو گیا...... تم لوگوں کی عقلیں بھی آج ٹھس ہو گئی ہیں...... اب صدر صاحب کے جواب کا انتظار کریں گے"۔

"میرے ناقص ذہن میں ایک چھوٹی سی، باریک سی اور معمولی سی بات آئی ہے...... اگر آپ سننا پسند کریں" ایسے میں شوکی نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اچھا کہو...... کیا بات ہے"۔

"اگر وہ شہر ناقابل تسخیر ہے...... اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو ان لوگوں کو یہ دھمکیاں دینے کی کیا ضرورت ہے کہ اگر ہم نے سر لاس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو وہ یہ کر دیں گے...... وہ کر دیں گے...... جب ہم اس شہر کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے...... تو پھر تو انہیں ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو جانا چاہیے...... جب کہ ایسا نہیں ہے...... وہ ہماری پل پل کی خبر رکھ رہے ہیں...... یہ تک جانتے ہیں کہ ہم اس وقت کہاں ہیں...... کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں"۔

"بات میں وزن ہے...... کوئی ہے...... جو اس وزن میں اضافہ کر سکے"۔

"ہاں! کیوں نہیں...... انکل...... میں کوشش کرتی ہوں" رفعت بول اٹھی۔

"خوشی ہوئی یہ سن کر...... چلو بتاؤ"۔

"اس شہر میں کوئی کمزور پہلو ضرور ہے...... اور اس کے بنانے والے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم اس کمزور پہلو تک نہ پہنچ جائیں...... لہٰذا وہ اس کوشش میں ہیں کہ ہم اس کے نزدیک پہنچ ہی نہ سکیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ جواب بھی پسند آیا...... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں"۔

"جب تک صدر صاحب کی طرف سے جواب نہیں مل جاتا...... اس وقت تک ہم کچھ نہیں کریں گے"۔

اور پھر انہیں صدر صاحب کی طرف سے فون ملا۔

"انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا...... تم لوگ پوری طرح آزاد ہو...... کوئی روک ٹوک نہیں...... اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں...... کیونکہ اگر تم سرلاس کو تباہ نہیں کرتے تو وہ ہمارے پورے ملک کو تباہ کر دے گا...... ہمیں اپنے ملک کو بچانا ہوگا اور ہم ان شاء اللہ اس کو بچائیں گے"۔

"ان شاء اللہ" ان کے منہ سے نکلا۔

"بس تو پھر تم میرا اور ایوان صدر میں موجود لوگوں کا کچھ خیال نہ کرو...... سرلاس تک پہنچ کر دکھادو جمشید...... یہ میری بہت بڑی خواہش ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں سر...... اور ہاں آپ نے اس کے حملے سے بچاؤ کے لیے کیا قدم اٹھائے ہیں" انہوں نے پوچھا۔

"تم فکر نہ کرو جمشید...... ایوان صدر کے چاروں طرف میزائل شکن اسلحہ لگا دیا گیا ہے...... اب اس کی طرف جو میزائل آئے گا...... اس کو گرا لیا جائے گا"۔

"کیا آپ کو یقین ہے سر...... کہ ایسا ہی ہوگا" انہوں نے پریشان

ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"تو پھر ہم بے فکر ہو کر اس کی طرف بڑھ سکتے ہیں"۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں...... تم اپنا کام کرو...... ایوان صدر رہتا ہے یا نہیں...... میں رہتا ہوں یا نہیں" سرلاس کا نام و نشان ضرور مٹا دو"۔

"او کے سر...... ایسا ہی ہوگا"۔

فون بند کر دیا گیا...... عین اس وقت ان کے فون کی گھنٹی بجی...... وہی آواز کہہ رہی تھی۔

"ہم نے صدر کی باتیں سن لی ہیں...... اور میں ایوان صدر والا بٹن دبا رہا ہوں"۔

"نن نہیں...... نہیں...... ابھی آپ ٹھہریں...... میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا"۔

"کیا خاک سمجھانے کی کوشش کریں گے...... آپ نے ابھی ابھی کہا ہے...... او کے سر ایسا ہی ہوگا...... گویا تم سرلاس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے آگے آؤ گے...... اور یہ سن کر صدر صاحب خوش ہو گئے...... حالانکہ صدر نہیں جانتے...... سرلاس کی طرف بڑھنے والوں کا انجام کیا ہونے والا ہے...... اور خود صدر اور ایوان صدر کا کیا حال ہوگا"۔

"اللہ مالک ہے...... اب پورا ملک آپ کے حوالے بھی تو نہیں کیا

maliku www.urdufanz.com

جا سکتا"۔

"یہ ہم نے کب کہا ہے...... کب چاہا ہے" دوسری طرف سے پراسرار انداز میں کہا گیا۔

"تب پھر...... آپ لوگ کیا چاہتے ہیں"۔

"بس یہ تو نہیں بتا سکتے...... ویسے آپ لوگوں کے اطمینان کے لیے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ سرلاس سے آپ لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"ارے تو پھر خطرہ ہے کسے" وہ چلائے۔

"آپ اپنی حفاظت کی ضمانت ہم سے لے لیں...... سرلاس کی طرف قدم نہ بڑھائیں...... آپ کا پورا ملک محفوظ رہے گا"۔

"پورا ملک محفوظ رہے گا تو یہاں سرلاس کی ضرورت کیا تھی"۔

"میں کہہ چکا ہوں...... یہ نہیں بتایا جا سکتا"۔

"آپ کی مرضی...... ہم لوگ بھی ضد کے پکے ہیں...... یا تو ہمیں واضح طور پر بتا دیا جائے کہ سرلاس کو قائم کرنے کا مقصد کیا ہے...... ورنہ ہم اس کے خلاف ہر وہ قدم اٹھائیں گے جو ہم اٹھا سکتے ہیں"۔

"اب...... اگر تباہی آپ نے اپنے مقدر میں لکھ لی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"اللہ مالک ہے...... تباہی تو ویسے بھی نظر آ رہی ہے...... یعنی سرلاس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے کی صورت میں"۔

"تو اب تم لوگ تباہی کا نظارہ کرو...... پہلا نمبر ایوان صدر کا ہے...... میں ایوان صدر کو نشانہ بنا رہا ہوں...... اس کو بچانے کے لیے تم جو کر سکتے ہو کر لو...... صدر تو جو کر سکتے تھے کر چکے ہیں"۔

"میں کیا کر لوں...... مجھے تو کچھ کرنے کی مہلت ہی نہیں دی جا رہی"۔

"اچھی بات ہے...... دی آدھ گھنٹے کی مہلت"۔

"کم از کم ایک گھنٹے کی مہلت دو...... تو بات بنتی ہے"۔

"دی ایک گھنٹے کی مہلت"۔

"وہ کون تھا...... جس نے فاروق اور آفتاب کو اغوا کیا تھا اور پھر محمود اور آصف کو بھی"۔

"اس سے آپ کو کیا...... ویسے اگر اس سے ملاقات کی خواہش ہے تو وہ آپ سے زیادہ دور نہیں ہے...... بلکہ آپ کے بالکل آس پاس موجود ہے...... لیکن آپ اسے پہچان نہیں سکیں گے"۔

"کک...... کیا مطلب؟"۔

وہ زور سے چونکے۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

مہارت کی کہانی

"یہی بات ہے...... وہ آپ لوگوں کے بہت نزدیک کسی جگہ موجود ہے...... تاکہ آپ لوگوں پر نظر رکھ سکے...... جونہی آپ سر اس کی طرف قدم اٹھائیں گے...... وہ حرکت میں آجائے گا۔"

"اوہ...... تب تو ٹھیک ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب...... کیا ٹھیک ہے۔"

"میرا مطلب ہے...... اگر وہ ہمارے آس پاس موجود ہے...... تو پھر ہم اسے دیکھ لیں گے...... دراصل اس سے مقابلے کی خواہش بہت زیادہ محسوس کر رہے ہیں ہم...... جو شخص اڑتے پرندے کے دل کا نشانہ لے سکتا ہے...... اس سے مقابلہ کر کے مزا آئے گا۔"

"کوئی ایسا ویسا...... اس سے مقابلہ کر کے تو آپ کو ایسا مزا آئے گا کہ اس جیسا مزا پہلے کبھی نہیں آیا ہوگا۔"

"باتیں بہت ہو گئیں...... اب ذرا ہم ایوان صدر کی حفاظت کے لیے کچھ کر لیں۔"

"اوکے...... میں اپنی بات پر پورا اتروں گا...... ایک گھنٹے سے پہلے کچھ نہیں کروں گا۔"

"شکریہ" یہ کہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور ایک بار پھر ایوان صدر کے نمبر ملائے...... صدر صاحب کی آواز سن کر وہ بولے۔

"اس نے ایک گھنٹے کی مزید مہلت دی ہے...... ایک گھنٹے بعد وہ ایوان صدر کو اڑا دینے کا دعویٰ کر رہا ہے...... اس دعوے کی روشنی میں ہمیں اپنا انتظام کر لینا چاہیے۔"

"جمشید...... میں کہ چکا...... تم اپنا کام کرو۔"

"وہ ہم کریں گے سر...... آپ فکر نہ کریں۔"

"نہیں...... ایک گھنٹا پورا ہونے سے پہلے کرو اور مجھے خبر سناؤ...... کہ اس ایک گھنٹے میں میرا مطلب ہے...... انسٹھ منٹ میں تم نے کیا کیا ہے...... آخری منٹ میں تم مجھے کارروائی کی رپورٹ دو گے۔"

"اوکے سر...... جو حکم۔"

سامان باندھا جا چکا تھا...... وہ اٹھا کر نیچے آگئے...... ہوٹل سے باہر نکلتے وقت انہوں نے غور سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔

"فاروق...... آفتاب، محمود اور آصف...... کیا وہ تمہیں کہیں نظر آرہا ہے...... کسی دوسرے روپ میں۔"

"ہم دیکھ رہے ہیں انکل" آصف نے کہا۔

"مجھے تو کوئی آدمی نظر نہیں آرہا" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

maliki www.urdufanz.com

"اور نہ مجھے ...... ہو سکتا ہے ...... یہ صرف اس کا چھلاوا ہو ارے ہم ...... مگر نہیں ...... آپ ذرا ...... اس خاکروب کو دیکھیں جو فٹ پاتھ پر بیٹھا اونگھ رہا ہے ...... ہم نے ابھی تک اس کی طرف بغور نہیں دیکھا" انہوں نے چونک کر کہا۔

"اوہ ہاں! اس کے امکانات ہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

باقی چاروں نے بھی اس کا جائزہ لیا۔

"یہ وہ لگتا تو نہیں"۔

"بھئی اس وقت خاکروب کا یہاں کیا کام ...... خاکروب یا تو صبح سویرے صفائی کے لیے آتے ہیں یا پھر شام کو ...... جب کہ یہ وقت رات کا ہو چلا ہے ...... اور یہاں صفائی بھی نظر آ رہی ہے ...... یعنی ایک خاکروب کا اس وقت یہاں کوئی کام نہیں"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ...... ہم اس کی طرف دھیان رکھیں گے" آفتاب نے فوراً کہا۔

"نہ ...... یہ نہ کرنا ...... اسے شک نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے اسے پہچان لیا ہے"۔

"اوہ! ارے! ہائیں!" ایسے میں رفعت چونکی۔

"کیا ہوا" شوکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"یہ ...... یہ اس کی چال ہو سکتی ہے ...... ایسے ایک آدمی کو یہاں بٹھا دیا ...... جس پر ہم شک کر سکیں اور یہ خیال قائم کر لیں کہ یہ وہی

ہے ...... جس نے ہم میں سے چار کو اغوا کیا تھا ...... جب کہ حقیقت میں یہ وہ نہ ہو ...... وہ کوئی اور ہے اور ہم اس کی آڑ میں اصل کی طرف دیکھیں تک نہ"۔

"اوہ ...... اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یہ عین ممکن ہے رفعت ...... خیر ہم اس پہلو سے بھی جائزہ لیں گے ...... سوال یہ ہے کہ اب ہم جائیں کہاں"۔

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں ...... سیدھے سر لاس کی طرف چلتے ہیں ...... ورنہ جس ہوٹل میں جائیں گے ...... وہ اسی کو تباہ کر دینے کی دھمکی دے ڈالے گا اور ہوٹل کا مالک ہمارے آگے ہاتھ جوڑ کر کہے گا ...... جناب! مہربانی فرما کر آپ اس ہوٹل سے چلے جائیں ...... آخر ہم اس طرح کتنے ہوٹلوں سے بے آبرو ہو کر نکلیں گے"۔

"لیکن ہم سر لاس کی طرف اس طرح نہیں بڑھ سکتے ...... ہمیں کچھ انتظامات کرنا ہوں گے"۔

"چلئے پھر ...... کسی گھر میں ایک آدھ دن گزار لیتے ہیں ...... وہیں ٹھہر کر باقی انتظامات مکمل کر لیں گے"۔

"بالکل ٹھیک ...... اور انکل ...... کسی ایسے گھر میں قیام کریں ...... جس میں" شوکی کہتا کہتا رک گیا۔

"جس میں کیا" فاروق نے منہ بنایا۔

"جس میں وہ نہ ہو" شوکی شوخ انداز میں مسکرایا۔

malikji www.urdufanz.com

"ہاں! میں سمجھ گیا...... آؤ"۔

انہوں نے سامان اپنی گاڑی میں رکھا اور وہاں سے روانہ ہوئے...... گاڑی کے تمام آئینے اس وقت ان کی نظروں کی زد میں تھے...... جلد ہی انہوں نے اس خاکروب کو حرکت میں آتے دیکھا۔

"آپ نے دیکھا...... وہ حرکت میں آگیا ہے اور اب تیزی سے ایک کار کی طرف بڑھ رہا ہے...... گویا اب ہمارا تعاقب کرے گا" آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"کوئی بات نہیں...... ہم بھی یہی چاہتے ہیں نا...... کہ اس سے دو دو ہاتھ کر کے دیکھ لیا جائے ذرا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں بالکل" فاروق نے منہ بنایا۔

"فکر نہ کرو...... اگر یہ وہی ہے...... تو ہماری اس سے ابھی ملاقات ہونے والی ہے"۔

"ان شاء اللہ" وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر ایک گھر کے سامنے گاڑی رکی...... یہ جگہ گھنے درختوں میں گھری تھی اور کافی سنسان تھی...... اس جگہ انہیں ٹیلی فون کے تار نظر نہیں آئے تھے...... محمود نے دستک دی...... دروازہ کھل گیا اور ایک صاحب کی صورت نظر آئی۔

"جی فرمائیے"۔

"بس کیا فرمائیں...... ایک عجیب سا مسئلہ ہے...... کیا ہم بیٹھ کر

بات کر سکتے ہیں"۔

انہوں نے لجاجت بھرے انداز میں کہا۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں"۔

جلد ہی وہ اس کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔

"پہلی بات تو یہ کہ آپ کے گھر میں فون نہیں ہے"۔

"جج...... جی ہاں! یہی بات...... کیوں...... کیا آپ کو فون کرنا ہے کہیں" اس نے کہا۔

"جی نہیں...... ہمیں دراصل ایک ایسے گھر کی تلاش تھی جس میں فون نہ ہو"۔

"میں نے یہ مصیبت جان بوجھ کر نہیں لگوائی"۔

"آپ فون کی سہولت کو مصیبت کہہ رہے ہیں جناب" شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں؟ پہلے ایک بار میں نے لگوایا تھا...... بے ہودہ قسم کے لوگ اوٹ پٹانگ فون کرنے لگ گئے تھے"۔

"خیر...... اب آپ پہلے ہمارا مسئلہ سن لیں"۔

"بس ذرا...... محمود یہ کہ کر اٹھ کھڑا ہوا"۔

"ہاں ہاں ہو آؤ...... وہ بولے۔

محمود وہاں سے نکل کر زینے کی طرف بڑھا...... ایسے میں ایک

maliksji www.urdufanz.com

لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"یہ...... یہ آپ کہاں جا رہے ہیں...... آپ ان کے ساتھ ہیں نا...... جو ابھی ابھی آئے ہیں"۔

"ہاں! میں ان کے ساتھ ہوں...... دراصل ہمارے پیچھے کوئی لگا ہوا تھا...... میں اوپر جا کر دیکھنا چاہتا ہوں...... کہ وہ آس پاس موجود ہے یا نہیں...... اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو"۔

"اعتراض کوئی نہیں...... لیکن...... اس طرح چوری چھپے"۔

"جن کے پیچھے موت کے ہرکارے لگے ہوں...... انہیں کئی کام چوری چھپے کرنا ہوتے ہیں"۔

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں"۔

"پہلے میں اوپر سے جائزہ لے آؤں"۔

"اچھی بات ہے"۔

محمود اوپر پہنچا...... اور پوری احتیاط کے ساتھ اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا...... ایک درخت کی اوٹ میں اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا...... اس نے غور سے دیکھا...... وہاں واقعی کوئی تھا...... اب وہ نیچے اترا...... لڑکی اس کے انتظار میں تھی۔

"کیسا رہا"۔

"وہاں کوئی ہے"۔

"او اچھا...... تو پھر اب آپ کیا کریں گے"۔

"ایک منٹ ٹھہریں...... بتاتا ہوں"۔

اور وہ اندر داخل ہو گیا...... وہاں باقی لوگ گھر کے مالک سے بات کر رہے تھے۔

"آپ ذرا فاروق کو بھیج دیں" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کچھ نظر آیا"۔

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے"۔

"اچھی بات ہے...... فاروق ٹھہر جاؤ"۔

"جی بہتر" اس نے کہا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"چھت پر اگلی طرف ایک درخت کے پیچھے شاید وہی چھپا ہوا ہے...... تم مکان کے پچھلی طرف سے نکل کر ایک چکر کاٹ کر اس تک پہنچنے کی کوشش کرو"۔

"اچھی بات ہے" اس نے منہ بنایا...... اس کام سے وہ بہت چڑتا تھا...... لیکن کرنا بھی اسی کو پڑتا تھا۔

وہ چھت پر آیا...... اس درخت کو غور سے دیکھا...... وہاں واقعی کوئی تھا...... اب اس نے پائپ کا رخ کیا...... پائپ کے ذریعے نیچے اترا اور پھر چکر کاٹ کر اس درخت کے دوسری طرف آ گیا۔

اس نے دیکھا...... وہی خاکروب بے فکری سے اس درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا...... اس کی نظریں گھر کی طرف تھیں...... اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک پتھر اٹھا لیا...... اور دبے پاؤں اس کی

maliksi www. urdufanz.com

طرف بڑھا...... جونہی وہ اس کی طرف بڑھا...... وہ بلا کی رفتار سے اس کی طرف مڑا...... دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں...... فاروق نے فوراً دونوں پتھر اس کی طرف پھینک مارے...... لیکن وہ درخت پر لگے...... خود وہ درخت سے ذرا فاصلے پر کھڑا نظر آیا...... فاروق اسے حرکت کرتے نہیں دیکھ سکا تھا۔

”پہلے بھی میرے ہاتھوں مار کھا چکے ہو...... اب پھر کھاؤ گے“۔

”تو آپ وہی ہیں...... جھاڑی والے...... اب جھاڑ والے بن گئے...... کمال ہے“ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ابھی تو ملاقاتیں شروع ہوئی ہیں...... آگے آگے دیکھیے گا...... ہوتا ہے کیا؟“ وہ ہنسا۔

اچانک فاروق کے منہ سے الو کی آواز نکل گئی۔

”ارے یہ کیا...... اب تم خود الو بن گئے...... یعنی میرے بنائے بغیر“ اس نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

”فکر نہ کریں...... ہم اچھے اچھوں کو الو بنا دیتے ہیں...... آپ تو ہیں کس باغ کی مولی“ فاروق مسکرایا۔

”اوہو اچھا...... تو تم مجھے الو بناؤ گے...... بہت خوب...... لو پھر سنبھلو“۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تیر کی طرح اس پر آیا...... فاروق نیچے بیٹھ گیا...... اس کا خیال تھا' وہ اس کے اوپر سے گزر جائے گا...... لیکن

اس کے جسم کو اچانک بریک لگا اور وہ اس کے عین اوپر گرا...... فاروق کی سٹی گم...... اسے یوں لگا جیسے کوئی چٹان اس پر آگری ہو“۔

اور وہ ساکت ہو گیا...... یہ اس کے ہاتھوں دوسری شکست تھی...... ادھر چھت پر فرزانہ یہ منظر دیکھ رہی تھی...... اور باقی لوگ جو نیچے تھے...... الو کی آواز سن چکے تھے...... لہٰذا وہ بھلا کب رکنے والے تھے...... ادھر فاروق ساکت ہوا...... وہ اس کے اوپر سے اٹھا' ادھر وہ سب اس درخت کے گرد موجود تھے...... وہ ان سب کو دیکھ کر مسکرایا...... بہت خوب! آپ لوگ آ ہی گئے...... آخر یہ ہونا ہی تھا۔

”تو آپ ہی ہیں وہ“ انسپکٹر جمشید نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں! میں ہی ہوں وہ...... جس نے آپ کے چاروں بچوں کو شکست فاش دی اور پھر اٹھا لے گیا...... اور اب یہ ایک بچہ پھر میرے سامنے بے بس پڑا ہے...... چاہوں تو اس کی پسلیوں میں صرف ایک ٹھوکر مار کر موت کی نیند سلا دوں“۔

”اس کے ماہر ہیں آپ“۔

”میری مہارت کی کہانی تو آپ سن ہی چکے ہوں گے“۔

”ہاں بالکل...... اب ذرا عملی شکل دیکھنا چاہتے ہیں“۔

”وہ تو اب آپ دیکھ ہی لیں گے...... مجھے ہے مرنے مارنے کا شوق“۔

”ہم مسلمان ہیں...... شہادت کا شوق ہے ہمیں تو“ اشفاق نے منہ

malikji www.urdufanz.com

منایا۔

"اشفاق کا جواب پسند آیا" خان رحمان مسکرائے۔

"تب پھر پہلے اس کو شہادت کیوں نہ مل جائے"۔

یہ کہتے ہی وہ اس کی طرف اچھلا...... اشفاق ساکت وہیں کھڑا رہا...... اور وہ اس کے اوپر سے آگے گزر گیا۔

"یہ کیا ہوا؟"۔

"میں نے سوچا...... اگر میں دائیں طرف چھلانگ لگاؤں گا تو یہ بھی ہوا میں اپنا رخ تبدیل کرے گا...... اس طرح یہ مجھ سے ٹکرا جائے گا اور میرا حال بھی فاروق والا ہو...... لہٰذا حرکت کرنے کی ضرورت ہی کیا...... لیکن یہ میرے حرکت کرنے کے اندازے کے مطابق حرکت میں آگیا تھا...... لہٰذا میرے بالکل پاس سے گزرتا آگے چلا گیا...... اس طرح اس کا پہلا وار خالی گیا...... اس کا دعوئ غلط ثابت ہو گیا" اشفاق پرسکون آواز میں بولا۔

"بھئی واہ! یہ تو کمال ہو گیا" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ایک بار کمال ہو گیا...... دوسری بار کے کمال کی حسرت ہی رہ جائے گی"۔

"کوئی بات نہیں...... دیکھا جائے گا"۔

"یہ کہتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا اس کے اور اشفاق کے درمیان آگئے"

"تو آپ اس طرح اسے بچالیں گے"۔

"ان شاء اللہ" وہ بولے۔

عین اس وقت وہ بہت اونچا اچھلا اور ان کے سر پر سے گزر کر اشفاق کی طرف گرا...... لیکن انسپکٹر کامران مرزا اس کا بازو پکڑ کر پہن موڑ چکے تھے اور وہ اب ان کی کمر کی طرف تھا...... وہ پھر اس کے سامنے تھے۔

"واہ...... مزا آگیا...... یہ ہے انوکھے انداز کی لڑائی" خان رحمان خوش ہو کر بولے۔

"لیکن اب اس کے انوکھے پن میں اور اضافہ ملاحظہ فرمائیں"۔

یہ کہ کر اس نے سر کی ٹکر انسپکٹر کامران مرزا کے پیٹ میں دے ماری...... وہ ہوشیار تھے...... ذرا سا ترچھا ہو گئے...... ساتھ میں اشفاق کو بھی اپنے ساتھ ہٹا دیا...... وہ اپنی جھونک میں آگے بڑھا...... انہوں نے دائیں ہاتھ کا ایک وار اس کی کمر پر کیا اور پورے زور کا کیا...... لیکن انہیں یوں لگا...... جیسے اس کی کمر پر تو ہاتھ لگا ہی نہیں...... پتھر کی ایک سل پر لگا...... ادھر پتھر کی سل کو ذرا بھی احساس نہ ہوا...... مڑتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

"انسپکٹر کامران مرزا صاحب...... مجھے ضرب لگانے کے لیے فولاد کا ہاتھ لگوالیں"۔

"میں نے...... میں نے پہچان لیا"۔

malikji www. urdufanz.com

"کک...... کیا پہچان لیا"۔

"یہ کہ...... یہ کون ہے" انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"اوہو اچھا...... یہ کون ہے" وہ چلائے۔

"روٹان" انسپکٹر جمشید ان کے بجائے بول اٹھے۔

"اوہ تو یہ بھی پہچان چکے"۔

"ابھی جب تم نے چھلانگ لگائی تھی...... اس وقت پہچانا"۔

"بہت خوب! یہ واقعی روٹان ہے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ارے باپ رے...... یہ...... یہ حضرت یہاں کیسے...... یہ تو جیل میں تھے"۔

"جیل سے تو ہم اسی روز نکل گئے تھے...... آپ لوگوں کی تسلی کے لیے وہاں تین عدد نقلی روٹان جیل میں آرام کر رہے ہیں"۔

"نن نہیں" وہ چلائے۔

"اور مزے کی بات یہ کہ آپ لوگوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی...... ادھر میں اپنے ملک پہنچا تو پیغام ملا...... ایک اور کیس میرے لیے حاضر ہے...... میں نے سودا طے کیا اور تفصیلات معلوم کیں اور ادھر چلا آیا...... مجھے نہیں معلوم...... اس شہر میں کیا ہو رہا ہے...... یہ لوگ کیا کر رہے ہیں...... میرا کام تو بس اتنا ہے کہ آپ لوگوں کو شہر کے پاس نہ جانے دوں"۔

"لیکن ہم تو دو بار وہاں جا چکے ہیں"۔

"اس وقت میں ادھر نہیں پہنچا تھا...... آپ لوگوں کی شہر میں دلچسپی دیکھ کر مجھے بھیجا گیا"۔

"جب شہر ہر طرح محفوظ ہے...... تو آپ کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"کوئی بات ہو گی...... انہیں کوئی خطرہ محسوس ہوا ہو گا...... لہٰ انہوں نے سوچا...... کیوں نہ اس خطرے کا کانٹا نکال دیا جائے"۔

"اوہ اچھا...... لیکن اب کیا بنے گا...... آپ سے تو ہم واقف ہیں... آپ کے لڑنے کے انداز کو تو ہم جانتے ہیں"۔

"میں اپنی خامیاں دور کر کے آیا ہوں...... اب آپ لوگوں کا ہا مجھ پر اثر نہیں کرے گا...... اور میری بغلوں میں گدگدی نہیں کر سک گے"۔

"ارے تو کیا...... اس بار بھی آپ تینوں آئے ہیں...... یا چاروں آئ ہیں...... پچھلی مرتبہ تو ہم تین چار کے چکر میں چکراتے رہے تھے"۔

"اب بھی چکرائیں گے...... آپ کو نہیں معلوم...... میں ا ہوں یا نقلی...... آجاؤ بھئی تم بھی...... ذرا مزا رہے گا"۔

"ہائیں...... مزا رہے گا...... بلا کسے رہے ہیں"۔

"باقی روٹانوں کو"۔

انہوں نے درختوں کی اوٹ سے تین اور روٹان سامنے آ دیکھے...... وہ سٹ پٹا گئے۔

"حد ہو گئی...... ہے کوئی تک" شوکی نے جھلا کر کہا۔

"نہیں...... کوئی تک نہیں ہے...... اور واقعی حد ہو گئی ہے" روتان ہنسا۔

"اب ہمیں کیا پتا...... آپ میں سے کون اصلی ہے...... کون نقلی"۔

"اس کی آسان ترکیب میں بتا سکتا ہوں" ایسے میں محمود کی آواز ابھری۔

سب نے اس کی طرف حیران ہو کر دیکھا...... نہ صرف انہوں نے...... بلکہ روتانوں نے بھی۔

"اور وہ کیا ترکیب ہے"۔

"ان چاروں کی دوڑ لگوا کر دیکھ لیتے ہیں...... جو سب سے تیز دوڑنے والا ہوگا، بس وہی اصلی روتان ہوگا" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی...... یہ ہمارے کہنے سے دوڑ کیوں لگانے لگے" آصف جھلا کر بولا۔

"یہ کیا مشکل ہے...... آجائیں میرے پیچھے" یہ کہہ کر محمود دوڑ پڑا...... باقی بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔

اب روتانوں کو بھی ان کے پیچھے دوڑنا پڑا...... لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ساکت رہ گئے...... کیونکہ ان کے آگے کوئی بھی نہیں دوڑ رہا تھا...... وہ سب مختلف درختوں کے پیچھے چھپ گئے تھے۔

"ارے! یہ کیا"۔

روتانوں کے منہ سے نکلا۔

malikji www.urdufanz.com

ہلتے درخت

"یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں...... آپ لوگ تو دوڑ لگا رہے تھے...... تاکہ یہ جان سکیں...... ہم میں سے کون زیادہ تیز دوڑتا ہے...... تاکہ جان سکیں...... وہی اصلی روتان ہے...... ہم چاروں اپنے اپنے کام کے خوب ماہر ہیں...... لیکن اصلی روتان تمام کاموں کا ماہر بیک وقت ہے...... بس فرق یہ ہے...... اب مذاق چھوڑیں...... سامنے آجائیں اور بہادری سے مقابلہ کریں"۔

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا...... البتہ ایک بڑا سا پتھر تیر کی طرح اچانک کسی سمت سے آیا اور ایک روتان کے سر سے ٹکرایا...... اس نے سر کو اس طرح جھٹکا دیا...... جیسے گرد جھاڑ رہا ہے...... ساتھ ہی اس نے ہنس کر کہا۔

"اوہ! یہ کچھ نہیں انسپکٹر جمشید کیسا تھیو...... کوئی اور ترکیب کرو"۔

اچانک ایک چاقو کھچ کر کے دوسرے روتان کے سینے پر لگا اور ٹکرا کر نیچے گر گیا۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ بھی بیکار گیا...... اور یہ بھی چاقو ہے جس سے پچھلی مرتبہ تم لوگوں نے میدان مار لیا تھا۔"

ان کی طرف سے اب بھی کوئی نہ بولا...... کیونکہ بولنے کی صورت میں انہیں معلوم ہو جاتا کہ کون سے درخت کے پیچھے سے آواز آئی ہے...... اب ان پر تو کوئی اسلحہ کام کر نہیں رہا تھا...... یہ لوگ تو ان پر فائر کر سکتے تھے...... اس درخت کے دوسری طرف آ کر سامنے سے وار کر سکتے تھے...... لہٰذا ان کے حق میں بہتر یہی تھا کہ کوئی نہ بولے۔

اسی وقت ایک گول چیز ایک روٹان کے پیروں کے پاس آ کر گری...... وہ ہنسا۔

"یہ کیا ہے...... یہ تو نہ چاقو ہے...... نہ پتھر...... کوئی ننھا سا کھلونا ہے۔"

یہ کہہ کر روٹان نے اس پر پاؤں رکھ دیا...... اچانک ایک غضب کا دھماکہ ہوا...... روٹان ہوا میں اچھلا اور جب واپس گرا تو بالکل ساکت تھا۔

"اب بھی انہوں نے آواز نہ نکالی۔

"یہ...... یہ کیا ہوا؟" تینوں روٹان ایک ساتھ بولے۔

اب وہ انہیں کیا بتاتے کہ کیا ہوا ہے...... ہوا تو صرف یہ تھا کہ پروفیسر داؤد نے اپنی ایک چیز آزمائی تھی...... لیکن جلد ہی ان کی ہنسی بھی گم ہو گئی...... جب انہوں نے روٹان کو ہوش میں آتے ہوئے دیکھا۔

"اف! یہ کیا تھا...... میرا سر ابھی تک چکرا رہا ہے۔"

"یہ پروفیسر داؤد کا دھماکا تھا...... ان کی فوج میں سب سے پہلے پروفیسر داؤد کو ختم کرو...... وہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں" ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے" تین بولے۔

انسپکٹر جمشید کے سب ساتھی اس وقت سکتے کے عالم میں تھے...... اس لیے کہ پروفیسر داؤد کے ہتھیار سے بے ہوش ہونے والا اس قدر جلد تو ہوش میں نہیں آ سکتا تھا اور اگر یہ آ گیا تھا تو ان کے لیے پریشانی والی بات ہی ہو سکتی تھی۔

ایسے میں پروفیسر داؤد نے ایک اور تجربہ کیا...... ایک چیز ایک روٹان کی طرف اچھالی...... وہ اس کے پیروں کے پاس جا کر گری...... اس میں سے بجلی کی چمک نکلی اور اس کی آنکھوں کو لگی...... وہ آنکھیں پکڑ کر بیٹھتا چلا گیا۔

وہ خوش ہو گئے...... کہ چلو ہتھیار کام آ گیا۔

"ارے باپ رے...... یہ کیسی چمک تھی...... آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھا لیا...... آنکھیں کھول ڈالیں اور چہک کر بولا۔

"بھئی واہ...... اب میں دیکھ سکتا ہوں۔"

وہ سکتے میں آگئے۔ گویا پروفیسر داؤد کا یہ ہتھیار بھی فیل ہو گیا تھا...... بول وہ کچھ سکتے نہیں تھے...... ان کے ذہن تیزی سے کام کر رہے تھے کہ اب کیا کریں اور کیا نہ کریں...... پروفیسر داؤد بھی گہری سوچ میں گم تھے...... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی۔

"یوں بات نہیں بنے گی...... میرے باقی ساتھی خاموش رہیں...... یہ بات چیت میں ان روٹانوں سے کر رہا ہوں"۔

"تب پھر کیسے بات بنے گی" ایک نے ہنس کر کہا۔

"میں بتاتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے انسپکٹر جمشید کو درخت کی اوٹ سے نکل کر باہر آتے دیکھا...... ان کا جی چاہا...... بے تحاشہ کہ اٹھیں۔

"ارے! یہ آپ نے کیا کیا...... ان کے سامنے آ گئے"۔

لیکن وہ کچھ نہ بول سکے...... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرے ساتھی درختوں کی اوٹ میں رہیں گے...... جب تک کہ میں نہ کہوں...... سامنے نہیں آئیں گے"۔

"پروگرام کیا ہے انسپکٹر جمشید...... بہت پراسرار لگ رہے ہیں" ایک روٹان ہنسا۔

"بس کیا بتاؤں...... ابھی آپ دیکھ ہی لیں گے...... میں نے سوچا...... آپ لوگوں سے دو دو ہاتھ کر ہی لوں"۔

"واہ...... یہ ہوئی نا بہادری کی بات"۔

"تب پھر...... ذرا کھل کر مقابلہ ہو جائے"۔

"کھل کر مقابلہ...... کیا مطلب؟"۔

"یہ چھپا چھپا مقابلہ پسند نہیں آ رہا...... میں چاہتا ہوں...... آپ چاروں ذرا کوئی مہارت دکھائیں...... کیا آپ چاروں مل کر مجھے ایک ہی وار میں ختم کر سکتے ہیں"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔

"میرے خیال میں یہ بہت مشکل ہے...... آپ چاروں مل کر مجھے ہلاک نہیں کر سکتے...... ایک ہی وقت میں چاروں" وہ بولے۔

"ہم تو ایک ہی آپ کے لیے کافی ہیں...... آپ کہہ رہے ہیں چاروں مل کر ختم نہیں کر سکتے"۔

"ہاں! یہ میرا دعویٰ ہے...... آپ میرے دعوے کو غلط ثابت نہیں کر سکتے"۔

"لیکن جب آپ مر جائیں گے تو آپ کو ہم کیسے بتائیں گے کہ ہم نے آپ کے دعوے کو غلط ثابت کر دیا"۔

"میرے ساتھی یہاں موجود ہیں...... وہ دیکھ ہی لیں گے"۔

"گویا آپ یہ چاہتے ہیں...... ہم چاروں مل کر آپ پر ایک ساتھ حملہ کریں"۔

"ہاں! لیکن چاروں سمتوں سے"۔

"بہت اچھا" وہ بولے۔

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

ادھر ان کی بات سن کر انسپکٹر کامران مرزا چونک اٹھے...... ان کی آنکھوں میں تیز چمک ابھری۔

"میں تیار ہوں...... آئیں...... مجھ پر حملہ کریں...... چاروں سمت سے"۔

وہ ان کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے...... پھر بے تحاشا ان کی طرف دوڑ پڑے...... اور اچانک وہ چاروں آپس میں ٹکرا گئے۔

وہ اس زور سے ٹکرائے کہ ان کے ٹکرانے کی آواز بہت زیادہ گونج دار سنائی دی...... الٹ الٹ کر گرے...... اور ساکت ہو گئے...... جب کہ انسپکٹر جمشید ان سے کچھ فاصلے پر کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"وہ مارا...... کمال ہو گیا...... ان لوگوں کو موقع نہیں دینا چاہیے...... مار مار کر انہیں لدھ موا کر دو کہ یہ اپنے پیروں پر کھڑے نہ ہو سکیں" خان رحمان بولے۔

"لیکن...... ماریں کس چیز سے...... ہاتھوں سے مارتے ہیں تو چوٹ ہاتھوں پر لگتی ہے"۔

"پتھروں سے...... مار مار کر ان کا کچومر نکال دیا جائے"۔

اب وہ سب درختوں کی اوٹ سے نکل آئے...... پتھر ان کے ہاتھوں میں تھے...... پھر تو ان چاروں پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی...... ان چاروں پر بے تحاشا پتھر پڑے...... انہوں نے بھی ہاتھوں کو روکنے کا نام نہ لیا...... یہاں تک کہ ان کے جسم ان پتھروں میں چھپ

گئے۔

"لیکن جونہی انہیں ہوش آئے گا...... وہ ایک جھرجھری لیں گے...... پتھر ان کے جسموں سے دور ہو جائیں گے...... تب پھر ان کا کیا فائدہ ہو گا"۔

"تب پھر اور بڑے پتھر لے آتے ہیں اٹھا اٹھا کر"۔

اب انہوں نے پتھر ان کے اوپر ڈھیر کرنا شروع کیے...... اس کام میں انہیں کئی گھنٹے لگ گئے...... یہاں تک کہ بڑے پتھروں کے پیچھے چھوٹے پتھر بالکل چھپ گئے۔

"میرا خیال ہے...... وہ اب بھی آسانی سے نکل آئیں گے"۔

"ارے تو کیوں نہ ان کے اوپر تن آور درخت گرا دیئے جائیں" منور علی خان نے کہا۔

"یہ ترکیب بھی بری نہیں"۔

"بہت خوب"۔

پھر منور علی خان نے اپنے ہتھیاروں کی مدد سے چند بڑے درخت گرائے اور پھر دوسروں کی مدد سے ان کو چاروں کے اوپر رکھ دیا...... اب سب سے اوپر درخت تھے...... پھر بڑے پتھر...... اور پھر چھوٹے پتھر...... ان کے نیچے وہ چاروں۔

"اب کیا خیال ہے؟"۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا...... فی الحال تو انہیں ہوش نہیں آیا"۔

"آخر ہم نے اتنی محنت کیوں کی...... کیا ہم انہیں زہر کا ایک ایک انجکشن نہیں دے سکتے تھے" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن انکل پروفیسر آپ اب تک کہاں رہے...... آپ نے کیوں پہلے یہ بات نہیں بتائی...... اب ہمیں کیا معلوم...... کہ آپ کے پاس زہر کے انجکشن بھی ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بات میں نہیں بتا سکا...... یہ میری غلطی ہے"۔

"تب پھر اب کیا کیا جائے گا...... اگر اب یہ ہوش میں آجاتے ہیں اور پتھروں اور درختوں کو ہٹانے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں...... تو پھر ہم کیا کریں گے...... ہمارے پاس تو اب ان سے لڑائی کی کوئی اور ترکیب بھی نہیں ہے"۔

"اب ہم درخت اور پتھر ہٹانے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے...... کیا خبر...... یہ عین اس وقت ہوش میں آجائیں" خان رحمان نے کہا۔

"ارے باپ رے...... انکل اس قدر خوفناک باتیں تو نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے...... اب میں کم خوفناک باتیں کرنے کی کوشش کروں گا" وہ مسکرائے۔

"ختم کرو...... ہم جو کر سکتے تھے کر چکے...... اب یہ نکل سکتے ہیں یا نہیں...... یہ ان کی قسمت"۔

"ہم یہاں سے کہیں جا بھی تو نہیں سکتے...... گویا یہاں رک کر ان

malikji www.urdufanz.com

کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا پڑے گا"۔

"اور اگر آٹھ گھنٹے تک یہ نہ نکل سکے...... تو پھر یہ گئے کام سے"۔

"آٹھ گھنٹے یہاں گزارنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا"۔

"تب پھر ہم اس گھر کے اندر آرام کر لیتے ہیں"۔

"ہاں آؤ"۔

وہ گھر میں داخل ہوئے...... گھر کا مالک بت بنا بیٹھا تھا...... یوں جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"اف مالک! یہ سب کیا تھا...... کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا"۔

"کیوں جناب! کیا ہوا" محمود مسکرایا۔

"کیا آپ لوگ جادوگر ہیں" اس نے پوچھا۔

"نہیں تو...... یہ آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا"۔

"اچھا کیا وہ چاروں جادوگر تھے جنہیں آپ نے پہلے پتھروں تلے دبایا اور پھر درختوں کے نیچے"۔

"نہیں...... وہ بھی جادوگر نہ تھے" خان رحمان ہنسے۔

"تب پھر یہ کیسے ممکن ہے"۔

"جی...... کیا کیسے ممکن ہے...... آپ خوب کھل کر پوچھیں"۔

"میں نے چھت پر چڑھ کر اس لڑائی کو دیکھا ہے...... میں نے آج تک ایسی لڑائی نہیں دیکھی...... پھر ان چار آدمیوں کو مار گرانے کے بعد انہیں اس قدر پتھروں کے نیچے دبانے کی کیا ضرورت تھی...... آپ نے

maliki www.urdufanz.com

اس پر بھی بس نہیں کیا...... ان پر درخت بھی رکھ دیئے...... آخر کیوں...... اور پھر...... یہ درخت تو لوگ کئی کئی گھنٹے کی محنت کے بعد گراتے ہیں...... آپ لوگوں نے چار درخت اس قدر جلد کس طرح گرا لیے...... یہ سب باتیں ایسی ہیں جیسے میں نے خواب دیکھا ہے"۔

"یہ خواب نہیں تھا...... وہ چاروں کوئی عام آدمی نہیں ہیں...... بہت خاص مجرم ہیں...... ہمیں اب بھی ڈر ہے کہ وہ ان پتھروں اور درختوں کو ہٹا کر اٹھ کھڑے ہوں گے...... ابھی وہ ہوش میں نہیں آئے...... ہوش میں آنے کے بعد آپ ان پتھروں اور درختوں کو دیکھیے گا"۔

"اگر وہ ایسے ہی دشمن ہیں تو پھر آپ نے انہیں جان سے کیوں نہ مار دیا"۔

"ہاں! بس یہ بھول ہو گئی ہم سے...... آپ یہ بتائیں...... ہمیں گھر میں ٹھہرنے کی اجازت دیں گے یا نہیں...... ہمارے یہ دشمن ہمیں کسی ہوٹل میں...... رہنے کی اجازت نہیں دے رہے"۔

"کیا مطلب...... کیا ان کا ہر ہوٹل سے تعلق ہے"۔

"نہیں...... جس طرح بدمعاش لوگ دوسروں کو دھمکیاں دے کر اپنا کام چلاتے ہیں...... اس طرح یہ لوگ بھی ہوٹلوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ خبردار...... ہمیں ہوٹل میں نہ ٹھہرانا...... ورنہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے"۔

"اوہ! اور دھمکیاں دینے والے بھی لوگ ہیں"۔

"یہ اور ان کے کچھ ساتھی"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے...... تب تو آپ اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبت میں مبتلا کریں گے"۔

"اس کا امکان تو نہیں...... تاہم آپ خوف محسوس کرتے ہیں تو ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے اور ان کے ہوش میں آنے کا انتظار بھی گھر سے باہر رہ کر کریں گے...... ویسے آپ کے گھر کے گرد یہ درخت خوب ہیں...... یوں لگتا ہے...... جیسے یہ سارا علاقہ درختوں سے گھرا ہوا ہے اور اس کے درمیان میں بس یہ ایک عمارت ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! میں ایک نواب خاندان سے تعلق رکھتا ہوں...... باپ دادا پرانے زمانے کے نواب تھے...... ان کے پاس بے تحاشہ دولت اور جائیداد تھی...... وہ ساری مجھے اکیلے کو مل گئی...... میں ایسی جگہ پسند کرتا ہوں...... لہٰذا میں نے اس دولت سے یہ جگہ بنالی"۔

"کاش!" وہ بولے۔

"کاش کیا؟"۔

"کاش آپ یہ دولت اللہ کے راستے پر خرچ کرتے...... اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اس سے بہتر بلکہ بہت زیادہ بہتر جگہ عطا فرماتے"۔

وہ دھک سے رہ گیا...... شاید اس نے ایسی بات آج تک کبھی کے

malikji www. urdufanz.com

منہ سے نہیں سنی تھی...... چند لمحے وہ فکر مند ان کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"واقعی...... یہ احساس آج زندگی میں کسی نے پہلی بار دلایا ہے...... لیکن ابھی میرے پاس بے اندازہ دولت ہے...... میں اس سے غریبوں کے لیے بہت کچھ کرسکتا ہوں"۔

"تو پھر کریں...... اس لیے کہ ایسا کرنا آپ کے بہت کام آئے گا...... ہم آپ کو اسلامی تعلیمات پر چند کتابیں دیں گے...... آپ ان کا مطالعہ کیجئے گا...... ویسے کیا آپ نماز پڑھتے ہیں"۔

"نماز" اس کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

"ایسا لگتا ہے...... جیسے آپ نے آج تک کبھی نماز نہیں پڑھی...... جب کہ نماز روزانہ پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ فرض ہے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مسلمان بالغ پر فرض ہے...... ہم آپ کو نماز کی کتاب بھی دیں گے...... آپ عربی پڑھانے والے ایک استاد کی خدمات حاصل کرلیں...... اور اللہ کی طرف لگ جائیں...... آپ نے بہت زندگی ضائع کردی"۔

"واقعی...... میں بھی یہی محسوس کررہا ہوں"۔

"خدا کا شکر ہے...... آپ محسوس تو کرسکتے ہیں...... بے شمار لوگ تو اس بات کو سوچتے تک نہیں"۔

"مم...... میں ضرور ایسا کروں گا"۔

"تب پھر ہم چلتے ہیں...... آپ اپنے دروازے بند کرلیں"۔

"نن نہیں...... اب آپ یہیں رہیں گے...... مجھے سیدھے راستے پر لگانے والے خود کیوں ادھر ادھر دھکے کھائیں"۔

"وہ تو ہمیں ویسے بھی جانا ہوگا...... دھکے کھانا ہوں گے...... اس لیے کہ یہ ہمارا کام ہے"۔

"کیا مطلب...... دھکے کھانا آپ کا کام ہے...... یہ کیا بات ہوئی"۔

"بیٹھ جائیں...... ہم آپ کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں...... پہلے آپ بتائیں...... آپ کا کیا نام ہے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا نام نواب عزیز خان ہے"۔

"جی نہیں...... آپ کا نام نواب عبدالعزیز ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب...... میرے نام کے بارے میں مجھے زیادہ پتا ہے...... یا آپ کو" انہوں نے چونک کر کہا۔

"والدین نے آپ کا نام عزیز رکھا ہوگا...... لیکن درست نام ہے عبدالعزیز...... اس لیے کہ عزیز اللہ کا نام ہے...... عبدالعزیز کا مطلب ہوا عزیز کا بندہ...... آپ اللہ کے بندے ہیں...... خود تو اللہ نہیں ہیں نا"۔

"نن نہیں...... ارے باپ رے...... مجھے تو آج تک کسی نے یہ بھی نہیں بتایا"۔

malikji www.urdufanz.com

"پہلے شکر کریں اللہ کا"۔

"اب آپ اپنے بارے میں بتائیں...... میں بہت الجھن میں ہوں"۔

انہوں نے مختصر طور پر جہاں تک ضروری تھا انہیں اپنے بارے میں بتایا...... باہر نظر رکھنے کی ڈیوٹی اس دوران شوکی کی تھی...... وہ چھت پر موجود تھا اور نظریں ان درختوں پر ہی تھیں...... اچانک اس کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"درخت ہل رہے ہیں"۔

☆☆☆

گھیرے میں

وہ سب اچھل کر کھڑے ہو گئے اور گھر سے باہر کی طرف دوڑ پڑے...... باہر نکل کر انہوں نے دیکھا درخت واقعی ہل رہے تھے اور درختوں کے نیچے پتھر ہل رہے تھے...... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔

"شوکی تم باہر آجاؤ...... تاکہ نواب عبدالعزیز صاحب دروازے بند کر لیں...... ہماری وجہ سے یہ کیوں مصیبت میں پھنسیں"۔

"نن نہیں...... نہیں...... آپ میری فکر نہ کریں"۔

"آپ وہی کریں گے...... جو ہم کہیں گے...... جونہی شوکی باہر نکلے...... آپ دروازہ اندر سے بند کر لیں"۔

"ارے باپ رے...... تت...... تو کیا اب پھر لڑائی ہو گی...... آپ انہیں نیچے سے نکلنے سے روکتے کیوں نہیں"۔

"کیسے روکیں...... آپ کو ان کی طاقت کا اندازہ نہیں...... خود

malikji www.urdufanz.com

و چمیں...... کتنے پتھروں کے نیچے ہم نے انہیں دبایا تھا اور کتنے بڑے درختوں کو پتھروں کے اوپر رکھا تھا...... لیکن اب یہ اس طرح ہل رہے ہیں...... جیسے ان میں زلزلہ آگیا ہو"۔

"اف مالک...... اب کیا ہوگا" نواب عبدالعزیز نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"وہی ہوگا...... جو اللہ کو منظور ہوگا" شوکی ہنسا۔

"آپ لوگ بھی کم حیرت انگیز نہیں...... ذرا بھی خوف زدہ نظر نہیں آرہے"۔

"کیا کریں...... مجبور ہیں" فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا آپ نے...... مجبور ہیں"۔

"ہاں...... اور کیا...... ہم لوگوں کو حیرت انگیز نظر آتے ہیں...... مجبور ہیں کیا کر سکتے ہیں" آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"آپ لوگوں کی بعض باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں...... ارے ارے...... وہ...... درخت سرک گیا" اس نے چیخ کر کہا۔

انہوں نے مڑ کر دیکھا...... ایک درخت ان پر بھی لڑھک گیا تھا۔

"کک...... کیا ہم ان درختوں کو پکڑ نہیں سکتے" شوکی چلا اٹھا۔

"اوہ ہاں! ایسا کرنا چاہئے" انسپکٹر جمشید چلائے۔

وہ سب دوڑ پڑے...... اور درختوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا...... تاکہ روتان ان کو اپنے اوپر سے نہ اچھال سکیں...... سب کے سب تین

درختوں پر تقسیم ہو گئے تھے...... اس ترکیب کے بعد بھی درخت ہل رہے تھے اور درختوں کے ساتھ اب وہ بھی ہل رہے تھے...... اور نواب اندر چھت پر کھڑے ہل رہے تھے...... انہیں یوں لگ رہا تھا کہ درخت اب ان کے اوپر سے لڑھکے اور اب لڑھکے...... اور آخر ایسا ہو گیا...... تینوں درخت یک دم ادھر ادھر لڑھک گئے...... ان کے ساتھ وہ بھی الٹ گئے...... ادھر ادھر لڑھک گئے...... اور پھر پتھروں کی تو جیسے وہاں بارش آگئی...... لیکن یہ بارش اوپر سے نہیں...... نیچے سے ہوئی تھی...... پتھر فوارے کے پانی کی طرح اوپر سے گولائی میں نیچے آرہے تھے اور پھر ان کے جسموں پر ایک بھی پتھر نہ رہ گیا...... [illegible] انہیں کھلی نظر آئیں...... وہ پہلے مسکرائے...... پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ دیکھ کر نواب عبدالعزیز کی چیخ نکل گئی...... ان کی سٹی گم ہو گئی...... انہوں نے ان چاروں کو اٹھتے دیکھا...... جب کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں میں سے ابھی کوئی بھی نہیں اٹھ سکا تھا...... وہ بدستور [illegible] پڑے تھے...... اور اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں...... پتھروں کی بارش نے انہیں بھی تو اپنی لپیٹ میں لیا تھا...... بے شمار پتھر ان پر گرے تھے...... ان کے سروں پر بھی لگے تھے...... لہٰذا وہ سب کے سب اس وقت زخمی تھے...... اور اٹھنے کے قابل نہیں تھے...... چاروں روتانوں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور پرسکون انداز میں ان کی طرف آئے...... ایک ایک کو انہوں نے اپنے جوتوں سے

maliki www.urdufanz.com

ٹھوکریں ماریں...... یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔

"یہ بے ہوش ہیں...... مرے نہیں...... ایک روتان کی آواز ابھری۔

"انہیں مارنے کا ہمارا پروگرام بھی نہیں...... یہ ہمارے بہت کام آئیں گے"۔

"کیا کہا...... مسٹر روتان...... یہ ہمارے کام آئیں گے"۔

"ہاں روتان" دوسرے نے کہا۔

"عجیب بات ہے...... یہ تو ہمارے دشمن نمبر ایک ہیں...... یہ کیا کام آئیں گے"۔

"بس دیکھ لینا"۔

"کیا آپ انہیں اسی طرح چھوڑ جائیں گے"۔

"ہاں! بالکل...... آؤ چلیں...... اس وقت تک انہیں بہت کافی سبق مل چکا ہوگا...... یہ اس شہر کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں...... ہم نے ان کی یہیں اینٹ سے اینٹ بجادی ہے اور اس شہر میں ہم بھی موجود ہیں...... قدم قدم پر انہیں ہمارا سامنا کرنا پڑے گا...... لہٰذا یہ وہاں کیا کریں گے جاکر...... بے چارے" ایک روتان نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئے...... جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو نواب باہر نکلا اور ان میں سے ایک ایک کے پاس گیا...... انہیں ہلایا جلایا...... جب وہ ہوش میں نہ آئے تو پانی بھر کر لایا اور سب کو

چھینٹیں دیئے...... اس پر بھی وہ ہوش میں نہ آئے۔

"اف مالک! اب میں کیا کروں"۔

"فکر نہ کریں" اس نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

"جی...... کیا مطلب...... آپ ہوش میں ہیں...... تو پھر بے ہوش کیوں بنے پڑے ہیں"۔

"ابھی ابھی یہ سننے میں آیا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد آپ کا جملہ کان میں پڑا ہے" وہ مسکرا دیئے۔

"یہ کیا ہوا...... اس قدر زبردست انتظام کے باوجود وہ نیچے سے نکل آئے اور آپ لوگوں کو ہاتھ لگائے بغیر بے ہوش کر گئے" نواب عبدالعزیز بولے۔

"اسی لیے تو ہم فکر مند تھے۔

"عجیب ترین مجرم ہیں...... آخر آپ ان پر کیسے فتح حاصل کریں گے"۔

"ابھی کچھ ہی دن پہلے ہم نے ان چاروں کو شکست دی تھی...... انہیں گرفتار کر لیا تھا...... لیکن نتیجہ کیا نکلا...... ڈھاک کے وہی تین پات...... یہ لوگ پھر سے آزاد ہیں...... اور ہمارے مقابلے پر موجود ہیں" بڑی طاقتیں بڑے پیمانے پر سازشیں کر کے ایسے لوگوں کو باہر نکلوا لیتی ہیں"۔

"اب آپ لوگ کیا کریں گے"۔

malikjr www.urdufanz.com

"اس شہر کا رخ کریں گے اور کیا کریں گے"۔

"لیکن شہر کا رخ کرنا تو سیدھا موت کے منہ میں جانا ہے..... فوج آپ ساتھ نہیں لے جا سکتے"۔

"ساتھ لے جائیں..... تب بھی وہ ہماری کیا مدد کر سکے گی..... فوج کو تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں"۔

"اچھا جناب! یہ گھر حاضر ہے..... جب تک رہنا چاہیں" اس نے کندھے اچکا دیئے۔

نواب نے انہیں کئی کمرے دے دیئے..... اس کے پاس کمروں کی کیا کمی تھی..... دوسری صبح ناشتے کے بعد نواب کے ہال میں بیٹھے تھے اور مسئلہ یہ زیر بحث تھا کہ اب کیا کیا جائے..... شہر اور روناتوں کے مقابلے میں یہ تجویز ناکام ہو چکی تھی..... اور اگر شہر کو اور مہلت مل جاتی تو بھی پورے ملک میں وہ جیسے چاہے..... جو چاہے کر سکتا تھا۔

"ہاں تو اب..... بتاؤ بھئی چھوٹی پارٹی ہم کیا کریں"۔

"شہر میں داخل ہونے کی ترکیب کی جائے..... ہم اس کے اندر پہنچ کر ہی کچھ کر سکیں گے" فرزانہ بولی۔

"اوہو..... یہی تو سوال ہے..... داخل کیسے ہوں..... انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"شہر میں داخل ہونے کا کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ضرور ہے..... اور شہر کی مضبوطی کے معاملے میں بھی اس کا کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ضرور

ہے..... ورنہ یہ لوگ ہمارے بارے میں فکر مند نہ ہوتے..... ہمیں دھمکیاں دینے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی پھر"۔

"ہوں..... شاید یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں..... لیکن آخر ہم ان کمزور پہلوؤں کے بارے میں کس طرح معلوم کریں"۔

"یہ شہر انشارجہ کی ملی بھگت سے بنایا گیا ہے..... شارجستان نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے..... لہٰذا ان پہلوؤں کا سراغ یا تو انشارجہ میں لگے گا یا پھر شارجستان سے"۔

"اسے کہتے ہیں..... لڑکا بغل میں ڈھنڈورا شہر میں..... ارے بھئی..... شہر تو یہ رہا..... ہم اس کے کمزور پہلو کی تلاش میں جائیں انشارجہ..... یا شارجستان" آصف نے اعتراض کیا۔

"میرا ذہن یہی کہتا ہے..... اب تم بتاؤ..... پھر کیا کیا جائے" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"شہر کے تین رخ ہمارے سامنے ہیں..... ایک رخ پہاڑوں کی طرف ہے..... گویا یہ شہر پہاڑ کے دامن میں ہے" آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں تو پھر" فرزانہ بولی۔

"ہم ان پہاڑوں کے راستے شہر میں داخل ہو سکتے ہیں" آصف مسکرایا۔

"دماغ چل گیا ہے کیا..... پہاڑ کے اوپر کس طرح پہنچیں گے......

maliki www. urdufanz.com

پہاڑ کے دوسری طرف تو شارجستان کا علاقہ ہے اور اس علاقے میں فوجی انتظامات اس قدر ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔" محمود نے جل کر کہا۔

"تب پھر تم بتاؤ...... کیسے اس شہر میں داخل ہوں ہم"۔

"یہ تو یہی بتائیں گے" اس نے ان تینوں کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ ہوا کہ ہم کوئی بھی ترکیب سوچنے کے قابل نہیں ہیں" خان رحمان بولے۔

"ہاں! یہی بات ہے انکل...... لہٰذا آپ بتائیں...... کیا کیا جائے"۔

"بس کچھ نہ کیا جائے" پروفیسر بولے۔

"جی کیا فرمایا...... کچھ نہ کیا جائے"۔

"ہاں...... اس شہر پر میزائل برسا دیے جائیں"۔

"یہ کام تو پہلے کیا جا چکا ہے انکل" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیا جا چکا ہے...... لیکن اب ہمارے پاس جو سب سے بڑا میزائل ہے...... اس کا تجربہ کر لیا جائے گا"۔

"یہ سارا شہر جل کر راکھ بن جائے گا" خان رحمان گھبرائے۔

"اور یہ جو سارے ملک کو راکھ بنا دینے پر تلے ہیں...... کیا وہ آپ کو پسند ہوگا" پروفیسر بولے۔

"نن نہیں" وہ ہکلائے۔

"تب پھر صدر صاحب سے بات کی جائے...... ملک کا سب سے بڑا میزائل داغنے کی ان سے اجازت لی جائے...... اور اس شہر کا قصہ ختم کر دیا جائے"۔

"بہت خوب!"۔

پھر صدر صاحب کو فون کیا گیا...... ان کی تجویز سن کر وہ دھک سے رہ گئے...... پھر انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"لیکن بھئی...... اس طرح یہ کیسے جان سکیں گے کہ ان کا منصوبہ کیا تھا...... اس شہر کا مقصد کیا تھا"۔

"یہ جاننے کے لیے تو پھر ضروری ہے کہ شہر کے اندر داخل ہوا جائے"۔

"ہاں! ورنہ اس شہر کے تباہ ہو جانے کے بعد وہ پھر کسی اور جگہ ایسا شہر آباد کر لیں گے"۔

"ہوں خیر...... ہم ایک بار پھر کچھ اور سوچتے ہیں"۔

اور وہ پھر سوچ میں گم ہو گئے...... لیکن بہت دیر گزر جانے پر بھی وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے...... انہیں چکر پر چکر آنے لگے...... آخر فرزانہ نے سر اٹھایا۔

"اب...... اس کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔

"لل...... لیکن کس کے سوا"۔

"ترکیب میں بتاؤں گی...... منظوری آپ دیں گے" وہ مسکرائے۔

malikji www.urdufanz.com

"چلو ٹھیک ہے" وہ مسکرائے۔

"لیکن...... اس بار ہم ایک اصول کے مطابق عمل کریں گے"۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" سب چونک کر بولے۔

"مطلب یہ کہ ترکیب الفاظ میں نہیں بتائی جائے گی...... تحریری طور پر لکھ دیتی ہوں"۔

"اوہ ہاں...... یہ ضروری ہے"۔

فرزانہ ترکیب لکھنے لگی...... وہ ساتھ ساتھ پڑھنے لگے...... پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں...... پوری ترکیب لکھنے کے بعد اس کاغذ کو جلا کر راکھ بنا دیا گیا اور اس راکھ کو فلش میں بہا دیا گیا۔

اس رات جب دنیا گہری نیند کے مزے لے رہی تھی...... وہ نواب کی کوٹھی سے اس طرح نکلے...... کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی...... خود نواب کو بھی پتا نہ چل سکا...... اپنے پروگرام سے انہوں نے اسے بھی آگاہ نہیں کیا تھا...... ان کی گاڑی بھی وہیں کھڑی رہ گئی...... وہ کوٹھی کے پچھلے حصے سے سینے کے بل رینگ کر نکلے تھے اور اس طرح تاریکی میں رینگتے ہوئے بہت دور نکل آئے...... یہاں تک کہ جب انہیں یقین ہو گیا کہ کوئی انہیں دیکھ نہیں رہا...... تب وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور پیدل چلنے لگے...... باقی تمام رات وہ پیدل چلتے

رہے...... دن نکلنے پر وہ کسی نامعلوم مقام پر تھے...... اب بھی انہوں نے آپس میں کوئی بات نہ کی...... جو بات بھی وہ کر رہے تھے...... یا تو اشاروں میں کر رہے تھے...... یا پھر لکھ کر...... زبان سے بات کرنا انہوں نے بالکل ختم کر دیا تھا کہ ان کے ہر پروگرام کی خبر ان لوگوں کو پہلے سے ہو جاتی ہے...... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی باتیں سن لیتے ہیں...... لہٰذا پہلی بات تو یہ کہ اب وہ منہ سے کوئی بات نہیں کریں گے...... اشاروں میں بات کی جائے گی یا لکھ کر...... لہٰذا ان کے درمیان اب صرف ضرورت کے وقت بات ہوتی تھی۔

وہ چلتے رہے...... پھر ایک جگہ انہوں نے میک اپ کیے...... انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید نے ان سب کے حلیے اس مہارت سے تبدیل کیے کہ کوئی نزدیکی آدمی بھی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا اور میک اپ بھی ایسے تھے کہ اتارے نہیں جا سکتے تھے...... اب وہ کرائے گاڑی کے ذریعے ایک دور دراز کے شہر پہنچے...... وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے...... ایک پڑوسی دوست ملک آ گئے...... یہاں چند دن گزار کر ایک بار پھر انہوں نے رات کے وقت حلیوں میں تبدیلی کی اور ایک جہاز پر بیٹھ کر شارجستان پہنچے...... اب ان کے پاس پاسپورٹ اور ویزے موجود تھے...... اور یہ سب جعلی نہیں تھے...... پڑوسی ملک کی انتظامیہ کی مدد سے یہ کام اصل ہوا تھا...... مطلب یہ کہ ان کے کاغذات غلط قرار نہیں دیے جا سکتے تھے۔

malikji www. urdufanz.com

شارجستان میں وہ سیاحوں کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے...... ایئرپورٹ سے ٹیکسی ڈرائیور انھیں ایک اچھے ہوٹل تک لے آیا۔

جونہی وہ اس ہوٹل کے سامنے پہنچے...... پولیس نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔

☆☆☆☆

جھرجھری

"کیابات ہے جناب...... کیاہم سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہے"۔

" آپ لوگوں کے خلاف ایک شکایت ملی ہے" پولیس آفیسر نے اکھڑ لہجے میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جس جہاز سے آپ آئے ہیں...... اس جہاز میں ایک عورت کا پرس غائب ہوا ہے...... اس نے شک آپ پر کیا ہے...... لہٰذا ہم آپ کی تلاشی لینے پر مجبور ہیں"۔

"اوہ اچھا...... ضرور تلاشی لیں...... ویسے ہمیں حیرت ہے کہ انہیں ہم پر ہی کیوں شک ہوا...... جہاز میں تو تین سو کے قریب مسافر تھے"۔

"ہم ان پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے...... جب ہم نے ان سے پوچھا کہ انہیں کسی پر شک ہے تو انہوں نے آپ لوگوں پر شک ظاہر کیا...... آپ کے حلیے بتائے...... ہم نے فوراً ایئرپورٹ پر کھڑی

malikji www.urdufanz.com

ہونے والی ٹیکسیوں کے ڈرائیوروں سے پوچھ گچھ کی...... ایک ڈرائیور نے بتایا کہ چند ٹیکسیوں میں آپ لوگ بیٹھ کر مسلم ہوٹل کی طرف گئے ہیں...... لہٰذا ہم فوراً ادھر آ گئے...... اب اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو پھر آپ کی تلاشی لے لیں"۔

"یہاں...... دروازے پر تلاشی لیں گے"۔

"اگر آپ اندر چل کر تلاشی دینا پسند کرتے ہیں تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں" آفیسر نے مسکرا کر کہا۔

"اگر آپ یہیں تلاشی لینا پسند کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں" اس بار انسپکٹر کامران مرزا نے سرد ترین آواز میں کہا۔

وہ چونک گیا...... اس نے جسم میں جھرجھری سی محسوس کی...... جلدی سے بولا۔

"نہیں...... آپ اندر چلیں...... سیدھے کاؤنٹر پر چلیں...... وہاں آپ پہلے کمروں کی بات کریں...... پھر آپ کے ساتھ ہم آپ کے کمروں میں چلیں گے اور وہاں سامان کی تلاشی لیں گے"۔

"یہ تو آپ ہم پر مہربانی کریں گے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر وہ کمروں میں آئے...... یہاں ان کے سامان کی اور ان کی اچھی طرح تلاشی لی گئی...... لیکن کوئی چیز برآمد نہ ہوئی...... وہ پہلے ہی احتیاط کر چکے تھے...... صرف سیاحی سے متعلق چیزیں مل سکیں...... آخر آفیسر نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! اس عورت کو ضرور غلط فہمی ہوئی...... ہم اس کا اطمینان کرا دیں گے کہ آپ کو زحمت ہوئی"۔

"کوئی بات نہیں...... یہ تو ہمارا فرض تھا"۔

اور وہ باہر نکل گئے...... ان کے جانے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک خاموش رہے...... پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے...... اب انہوں نے نیا طریقہ اختیار کیا...... آدھے آدمی ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے...... جب کہ باقی اشاروں میں اپنی خاص باتیں کرنے لگے...... جہاں اشاروں میں بات سمجھ میں نہ آتی وہاں وہ لکھ کر باتیں کر لیتے...... اب ان میں بات شروع ہوئی۔

"یہ پولیس والے کس چکر میں تھے بھلا"۔

"یہ ان کا معمول کا طریقہ ہوگا...... یعنی سیاحوں وغیرہ کی تلاشی لینے کا طریقہ...... عورت کے پرس کی گم شدگی تو صرف ایک بہانہ تھا"۔

"لیکن اس تلاشی کا ایک اور مقصد بھی ہو سکتا ہے" فرزانہ مسکرائی۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ اس بہانے وہ یہاں کچھ آلات چپکا گئے ہیں...... اب بیٹھ کر ہماری بات چیت سن کر جان لیں گے کہ ہم کون ہیں...... کہاں سے آئے ہیں اور کیا ارادے ہیں...... لیکن افسوس! اس طرح بھی وہ کچھ نہیں

malikji www.urdufanz.com

جان سکیں گے...... جان تو اس وقت سکیں گے نا جب ہم اس سلسلے میں کوئی بات کریں گے...... ہم پہلے ہی پروگرام طے کر کے آئے ہیں...... کہ ادھر ادھر کی باتیں تو قدرے بدلی ہوئی آوازوں میں کریں گے...... لیکن...... کوئی ایسی بات نہیں کریں گے...... جس سے کسی کو کوئی شک ہو"۔

"بالکل ٹھیک ہے" خان رحمان مسکرائے۔

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی...... وہ چونک اٹھے...... انسپکٹر جمشید اٹھ کر دروازے پر گئے۔

"کون؟" وہ بولے۔

"پولیس...... فوراً دروازہ کھولیں...... ورنہ ہم آپ پر شک کرنے لگیں گے"۔

انسپکٹر جمشید نے اس کا جملہ پورا ہونے سے بھی پہلے دروازہ کھول دیا۔

"یہ آپ نے اچھا کیا...... دیر نہیں لگائی"۔

یہ وہی پولیس آفیسر تھا اور اس کے ساتھی بھی وہی تھے۔

"اب کیا ہے"۔

"عورت نے یقین دلایا ہے...... کہ اس کا پرس آپ لوگوں نے ہی چرا لیا ہے...... اور یہ کہ ہم نے آپ کی تلاشی اچھی طرح نہیں لی...... لہٰذا اس بار ہم اس خاتون کو ساتھ لائے ہیں...... تاکہ اس کا اطمینان

ہو سکے...... اس نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب! ہم حاضر ہیں...... سامان حاضر ہے"۔

"آپ نے ہمارے جانے کے بعد سے اب تک کوئی چیز ادھر ادھر تو نہیں کی"۔

"جی نہیں...... ہم تو اس وقت سے بس ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے"۔

ہوں اچھا...... آپ ایک طرف ہو جائیں...... خاتون کو اندر آنا ہے۔

زیورات سے لدی ہوئی ایک عورت اندر آ گئی...... اس نے نفرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"یہی ہیں میرے چور...... مجھے حیرت ہے آفیسر...... آپ ان کے سامان سے میرا پرس نہیں نکال سکے...... یا تو یہ ماہر بہت ہیں...... یا پھر آپ اور آپ کے ساتھی اناڑی بہت ہیں"۔

"نہیں...... ان میں سے ایک بات بھی نہیں...... نہ انہوں نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی...... نہ ہم نے کوئی کوتاہی کی...... یا بے وقوفی کی...... وہ پرس ان کے پاس ہے ہی نہیں...... آپ کو ضرور وہم ہوا ہے"۔

"میرے ساتھ یہی لوگ تھے...... اور جب ہم جہاز سے اترے تو یہی لوگ میرے بالکل قریب سے گزرے تھے...... ان میں سے وہ لڑکی

malikji www.urdufanz.com

تو مجھ پر گویا گر بھی گئی تھی" یہ کہتے ہوئے اس نے فرزانہ کی طرف اشارہ کیا...... فرزانہ نے جلدی جلدی اپنا ذہن دوڑایا...... ساتھ ہی اسے نہ عورت یاد آئی...... نہ اس پر گر پڑنا...... چنانچہ اس نے فوراً کہا۔

"بات یہ نہیں ہے...... میں کسی سے نہیں ٹکرائی تھی...... نہ کوئی مجھ سے ٹکرایا تھا"۔

"چلیے خیر...... کوئی بات نہیں...... ان کے اطمینان کے لیے آپ ایک بار اور تلاشی دے دیں"۔

"آپ دس بار تلاشی لیں جناب...... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"شکریہ...... آپ بہت اچھے لوگ ہیں...... پہلے بھی آپ نے تعاون کیا...... اب بھی کر رہے ہیں...... ہماری وجہ سے آپ کو جو زحمت ہو رہی ہے...... میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں"۔

"کوئی بات نہیں" وہ بولے۔

ایک بار پھر تلاشی ہوئی...... اس بار کچھ زیادہ سختی سے تلاشی لی گئی...... عورت بار بار کہتی رہی...... اس چیز کو اچھی طرح دیکھو...... اس چیز کو پھر دیکھو...... اور پولیس والے بار بار ان چیزوں کو کھنگالتے رہے...... آخر میں پروفیسر داؤد کے بریف کیس کی باری آئی...... اس کی تلاشی پہلے بھی لی جا چکی تھی...... لہٰذا وہ بولے۔

"آفیسر...... آپ تین بار پہلے ہی اس کی تلاشی لے چکے ہیں"۔

"ہم مجبور ہیں...... آپ دیکھ رہے ہیں...... خاتون کا اطمینان کرانا

ہمارے لیے کس قدر مشکل کام ثابت ہو رہا ہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

بریف کیس کو ایک بار پھر کھولا گیا اور سب بری طرح اچھلے...... اس میں اس خاتون کا پرس موجود تھا۔

"یہ رہا...... وہ مارا...... کمال ہو گیا...... مزا آ گیا" عورت چلا اٹھی۔

ادھر وہ سب سکتے میں آ گئے...... ابھی تھوڑی دیر پہلے جب بریف کیس کھولا گیا تھا تو اس میں پرس نظر نہیں آیا تھا...... اب پرس اس میں موجود تھا۔

"اف یہ سب کیا ہے...... جناب...... کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے" پولیس آفیسر نے کہا۔

"اس کی وضاحت ہم نہیں...... آپ کریں...... آپ نے پہلے بھی تین بار اس کی تلاشی لی...... تینوں بار اس میں آپ کو پرس نہیں ملا...... تیسری بار ابھی آپ نے خود اس کو اپنے ہاتھوں سے بند کیا...... اور اب اس میں سے پرس نکل آیا...... نہ نہ جناب...... ایک منٹ ٹھہریں" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے...... کیونکہ آفیسر کا ہاتھ پرس کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" آفیسر چونک اٹھا۔

"دیکھیں جناب...... مہربانی فرما کر آپ اس پرس کو ہاتھ نہ

malikji www.urdufanz.com

لگائیں...... اتنی بات تو آپ بھی سمجھتے ہوں گے...... کہ اگر یہ پرس ہم میں سے کسی نے چرایا ہے تو اس پر ہم میں سے کسی کی انگلیوں کے نشانات ہوں گے“۔

”ہاں! یہ ٹھیک ہے“۔

”لیکن اگر اس تلاشی کے دوران آپ نے یا اس خاتون نے یا آپ کے کسی ساتھی نے نظر بچا کر پرس اس میں رکھ دیا تو ان کی انگلیوں کے نشانات اس پر ملیں گے اور اگر ہم میں سے کسی نے یہ چرایا تھا تو انگلیوں کے نشانات ہمارے ہوں گے“۔

”لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے نشانات مٹا دیئے ہوں“ آفیسر نے کہا۔

”اس صورت میں آپ لوگوں میں سے تو کسی کے نہیں ہوں گے نا...... کیونکہ آپ نے تو یہاں رکھا ہی نہیں ہوگا“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”ہاں! یہ ہے“۔

”تو بس پھر...... پہلے اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے جائیں“۔

”لیکن نشان اٹھانے کا سامان ہم ساتھ لے کر نہیں آئے“۔

”منگوا لیں...... یہ کوئی چھوٹا سا مسئلہ نہیں ہے...... اگر ہماری انگلیوں کے نشان آپ کو مل گئے تو آپ ہمیں گرفتار کریں گے یا نہیں“۔

”بالکل...... وہ تو کرنا پڑے گا“۔

”اور پھر ہم پر مقدمہ چلے گا یا نہیں“۔

”بالکل...... وہ تو چلے گا“۔

”تو بس پھر ہمیں بھی حق پہنچتا ہے کہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کریں“۔

”اب یہ کرنا ہوگا...... مجبوری ہے“۔

”لیکن میں اس طرح لیٹ جلد جاؤں گا“۔

”تو ہو جائیں لیٹ...... قانون کا تقاضا تو پورا کرنا ہوگا“ آفیسر نے منہ بنایا۔

وہ کندھے اچکا کر رہ گئی...... پھر سامان منگوایا گیا...... نشانات اٹھائے گئے...... ان کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے...... اس عورت کے لیے گئے...... پولیس آفیسر کے اپنے لیے گئے...... یہ مطالبہ ان کا تھا...... پھر پرس پر پائے جانے والے نشانات ملائے گئے...... اس پر صرف عورت کے نشانات ملے...... نتیجہ سامنے آنے پر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی مسکرا دیئے۔

”اب آپ کیا کہتی ہیں“۔

پولیس آفیسر نے عورت کی طرف دیکھا۔

”آپ بتائیں...... اب آپ کیا کہتے ہیں“۔

”میں کیا کہوں...... انہوں نے کوئی ایسی ترکیب کی ہوگی کہ ان کی

malikji www.urdufanz.com

انگلیوں کے نشانات پرس پر نہیں آئے“۔

”تب پھر پہلے کوئی ایسی ترکیب بتائی جائے“۔

”محترمہ اپنا پرس لے لیں...... اور چلیں“ آفیسر نے کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی جناب آفیسر“ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

”کیوں“ اس نے بھویں اچکائیں“۔

”اگر ہم چور نہیں ہیں تو جس نے پرس ہمارے بریف کیس میں رکھا...... وہ مجرم ہے...... آپ اسے پکڑے بغیر یہاں سے کس طرح جاسکتے ہیں“۔

”میں سمجھا نہیں...... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں“۔

”آپ نے اس بریف کیس کی تلاشی لی تھی“۔

”بالکل لی تھی“۔

”کیا اس میں کوئی ایسی جگہ خفیہ ہو سکتی ہے...... جس میں یہ اتنا بڑا پرس چھپایا جاسکے اور وہ جگہ نظر نہ آئے“۔

”نہیں...... ایسی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی“۔

”شکریہ...... یہ بات تو آپ نے مانی...... اس کے بعد آپ نے دوبارہ اس کی تلاشی ان خاتون کی موجودگی میں لی...... اس وقت بھی پرس اس میں نہیں تھا“۔

”ہاں! ایسی بات ہے“ آفیسر نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”تب پھر آخر...... تیسری مرتبہ اس میں پرس کہاں سے آگیا......

تیسری مرتبہ بریف کیس آپ کے سامنے بند کیا گیا تھا“۔

”ہاں! ایسی بات ہے“۔

”تب پھر آپ بتائیں...... پرس اس میں کیسے آگیا...... اگر پہلے ہی موجود تھا تو آپ تلاش کیوں نہ کرسکے“۔

”پولیس آفیسر نے لاجواب ہو کر عورت کی طرف دیکھا۔

”آپ کیا کہتی ہیں محترمہ؟“۔

”میں کیا کہوں...... مجھے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے...... میرا تو پرس مل گیا اور بس...... کیسے مل گیا...... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں...... اب آپ چاہیں تو انہیں گرفتار کرلیں...... نہ گرفتار کرنا چاہیں...... نہ کریں...... مجھے کوئی غرض نہیں...... ہاں شرط یہ ہے کہ پرس میں میری چیزیں موجود ہونی چاہئیں...... ایسا نہ ہو کہ انہوں نے اس کو خالی کر دیا ہو۔

”حد ہو گئی...... آپ سن رہے ہیں...... یعنی آپ کے سامنے ہی تو پرس اس میں نظر آیا...... اس سے پہلے تو پرس اس میں تھا ہی نہیں...... لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ یہ پرس ان محترمہ نے ہی نظر بچا کر عین اس وقت رکھا جب آپ بریف کیس بند کر رہے تھے...... ہو سکتا ہے یہ ایسے کاموں کی بہت زیادہ ماہر ہوں“ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

”محترمہ!“ پہلے اپنے پرس کو دیکھ لیں...... پولیس آفیسر نے برا سا منہ بنایا۔

اس نے پرس دیکھا اور پھر بولی۔

"اس میں تمام چیزیں موجود ہیں"۔

"بس پھر یہ معاملہ میں یہیں ختم کرتا ہوں...... میں انہیں گرفتار نہیں کروں گا...... کر بھی لوں...... یہ فوراً ضمانت پر رہا ہو جائیں گے...... اور عدالت میں بھی ہم ان پر کیس ثابت نہیں کر سکیں گے...... تب پھر اس کا کیا فائدہ"۔

"آپ کی مرضی"۔

اور وہ لوگ چلے گئے...... کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے...... پھر بدلی ہوئی آواز میں بات چیت شروع کی۔

"آخر یہ سب کیا ہے"۔

"سمجھ میں نہیں آیا...... شاید یہ لوگ ہمیں کسی کیس میں پھانسنا چاہتے ہیں"۔

"خیر چھوڑیں...... ہمیں کیا...... ہم کیوں اپنی سیر تفریح خراب کریں"۔

اور پھر انہوں نے ایک گروپ کو گپیں لگانے کا اشارہ کیا...... دوسرا گروپ کیس پر اشاروں میں باتیں کرنے لگا۔

"ایسا لگتا ہے...... کہ ہمارے بارے میں یہ لوگ شک میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کسی نہ کسی طرح یہ جان لینے کے چکر میں ہیں کہ ہم کون ہیں...... چنانچہ پہلے صرف پولیس آئی اور یہاں کوئی آلہ چھوڑ کر چلی

گئی...... لیکن ہم نے آواز سے سرلاس کے سلسلے میں کوئی بات نہ کی...... اس پر انہیں حیرت ہوئی اور وہ چونکے...... تاکہ ہمیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیں اور ہم آپس میں اس سلسلے میں بات چیت شروع کر دیں...... اس طرح وہ ہماری اصلیت جان لیں...... لیکن ہم انہیں ایسا موقع نہیں دیں گے...... انشاء اللہ"۔

"لیکن ہمارے لیے مسئلہ تو پھر بھی پیدا ہو گیا" محمود نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ لوگ ہمارے بارے میں شک میں پڑ گئے ہیں...... اب یہ نگرانی تو کریں گے...... تب پھر ہم سرلاس کی طرف رخ کیسے کر سکیں گے"۔

"بھئی ہم سیاح ہیں...... سیاحوں کا کام کیا ہوتا ہے...... گھوم پھر کر مقامات دیکھنا...... لہٰذا ہم اس سمت میں سیر کے لیے جائیں گے...... اور پھر جو حالات ہوں گے دیکھ لیں گے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کم از کم ہمیں یہ تو دیکھ لینا چاہیے...... کہ وہ کون سا آلہ...... کہاں چھپا کر گئے ہیں" پروفیسر داؤد نے کہا اور جیب سے ایک گھڑی نما آلہ نکال کر اس کا بٹن دبایا...... اس آلے کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ کیا ہے...... بس گھڑی ہی خیال کر سکتا تھا۔

جلد ہی انہیں میز کے نچلی طرف وہ آلہ نظر آ گیا...... پروفیسر داؤد اس کو دیکھ کر سمجھ گئے...... کیا ہے اور کس حد تک ہے...... لہٰذا مسکرا

malikjiwww.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

دیے اور انہیں اشارہ کیا کہ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں...... وہ کون سا آواز سے باتیں کر رہے تھے...... آواز سے جو گروپ باتیں کر رہا تھا...... وہ ادھر ادھر کی باتیں کر رہا تھا۔

شام کے وقت وہ ہوٹل کے ہال میں آکر بیٹھ گئے...... تاکہ حالات کا اندازہ کر سکیں...... یہ جان سکیں...... ان کی نگرانی اب بھی ہو رہی ہے یا نہیں...... ان لوگوں کا شک دور ہو گیا ہے یا نہیں...... کیونکہ اس وقت تک کی ادھر ادھر کی باتیں سن کر تو ان کا شک دور ہو جانا چاہیے تھا...... انہوں نے دیکھا...... دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا...... جس پر نگرانی کا شبہ کیا جا سکتا...... اس کا مطلب تھا...... وہ مایوس ہو کر جا چکے ہیں۔

"ان میں سے تو کوئی نہیں ہے...... لیکن کوئی ہمیں گھور ضرور رہا ہے" فرزانہ نے یہاں بھی اشاروں میں بات شروع کی۔

"ہاں! میں محسوس کر چکا ہوں...... بلکہ میں نے تو اسے دیکھ بھی لیا ہے...... وہ کالے کوٹ والا ہے...... دائیں طرف تیسری میز پر لیکن تم اس کی طرف دیکھو گے نہیں...... بس اپنے کھانے پینے کی طرف دھیان رکھو...... اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہو"۔

انہوں نے سر ہلا دیے...... اچانک انہوں نے کالے کوٹ والے کو اٹھ کر اپنی طرف آتے دیکھا...... ان کے حواس بیدار ہو گئے...... نزدیک آنے پر اس نے کہا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں"۔

"کوئی خاص بات ہے...... ہال میں بہت سی میزیں خالی ہیں" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

"اوہ اچھا...... تب تو تشریف رکھیے"۔

وہ بیٹھ گیا...... اور کھانے کو لالچی نظروں سے دیکھنے لگا...... وہ جان گئے کہ بھوکا ہے۔

"آپ ہمارے ساتھ کھانا پسند کریں گے"۔

"اوہ...... کک...... کیا واقعی...... یا آپ نے یونہی تکلف کے طور پر پوچھا ہے"۔

"آپ شوق سے ہمارے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں"۔

پھر تو وہ مر بھکوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا اور کچھ ایسی تیزی سے کھانے پر ہاتھ صاف کیا کہ وہ دنگ رہ گئے...... انہیں اور کھانا منگوانا پڑا۔

"مم...... میں بہت شرمندہ ہوں" اس نے کھاتے ہوئے کہا۔

"کس بات پر"۔

"اس بات پر کہ...... آپ یقین کریں...... پورے دو دن بعد کھانا ملا ہے"۔

"اوہو اچھا...... ایسی کیا بات ہے"۔

malikji www.urdufanz.com

"بس بے روزگاری...... دراصل میں ایک گائیڈ ہوں...... سیاحوں کو تاریخی اور اہم مقامات دکھا کر روزی کماتا ہوں...... لیکن پچھلے پندرہ دن سے کوئی سیاح مجھے نہیں لے گیا اور میرے پاس جو پیسے تھے میں ختم کر بیٹھا...... دو دن پہلے پیسے بالکل ختم ہو گئے تھے...... اس ہوٹل میں اکثر آنا جانا ہے...... لیکن یہ لوگ پھر بھی ادھار نہیں کرتے...... لہٰذا انہوں ادھار کھانا تک نہیں دیا...... اگرچہ میں نے ہوٹل کے منیجر سے کئی بار درخواست بھی کی...... لیکن اس نے ایک نہ سنی۔

"خیر...... پہلے آپ کھانا کھا لیں...... پھر ہم آپ سے تاریخی مقامات دکھانے کے سلسلے میں بات چیت کریں گے"۔

"میں نے دیکھ لیا تھا کہ آپ سیاح ہیں...... اسی لیے اٹھ کر آپ کی طرف آ گیا تھا...... یہ تو خیال بھی نہیں تھا کہ آپ کھانا کھلا دیں گے...... وہ بھی خوب پیٹ بھر کر...... آپ جیسے دریا دل آج کی دنیا میں کہاں ملتے ہیں"۔

"چھوڑیں...... ایسی باتیں نہ کریں" انہوں نے منہ بنایا۔

اور پھر وہ کھانے سے فارغ ہو گیا...... باقی لوگ تو اس سے بہت پہلے فارغ ہو گئے تھے...... ویسے یوں بھی وہ اس سے پہلے کھانا شروع کر چکے تھے۔

"اب ہو جائے معاملے کی بات" اس نے کہا۔

"ہاں ضرور...... کیا آپ چائے پینا پسند کریں گے"۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں"۔

"اس میں محسوس کرنے کی کون سی بات ہے" یہ کہہ کر انہوں نے بیرے کو چائے لانے کے لیے کہا اور پھر اس کی طرف مڑے۔

"چلیں پھر...... کریں معاملے کی بات"۔

"اوہ ہاں! یہ آپ کی مرضی کی بات ہے...... مجھے مستقل طور پر آپ ساتھ رکھنا چاہتے ہیں یا روزانہ چند گھنٹوں کے لیے میری خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں...... میں ریٹ بتا دیتا ہوں...... اگر مستقل ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو صرف تین سو روپے روزانہ لوں گا...... جب کہ کھانا اور ناشتا آپ کے ذمے ہو گا...... اور اگر آپ گھنٹوں کے حساب سے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو روزانہ جتنے گھنٹے میں آپ کے ساتھ رہوں گا فی گھنٹا پچاس روپے لوں گا"۔

"آپ مستقل طور پر ہمارے ساتھ رہ سکتے ہیں...... ہم آپ کو تین سو روپے روزانہ ادا کریں گے...... لیکن یہ ہماری مرضی پر ہو گا کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں چاہتے...... یا کس طرف جاتے ہیں اور کس طرف نہیں...... دوسری بات...... آپ ہماری کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے"۔

"بھلا میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا"۔

"شکریہ...... آپ ہمارے ساتھ ہی اس ہوٹل میں رہ سکتے ہیں...... ہمارے پاس کافی جگہ ہے"۔

maliki www.urdufanz.com

"بہت بہت شکریہ"۔

"لیکن ہماری ایک شرط بھی ہے" وہ مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"۔

"شرط ہم اوپر کمرے میں چل کر بتائیں گے"۔

"بہت خوب! چلئے پھر"۔

وہ اسے اوپر لے آئے۔

"آج کل سیاحوں کو لوٹنے کے لیے بہت عجیب و غریب طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں...... کہیں آپ بھی ان میں سے ایک نہ ہوں...... اس لیے ہم پہلے آپ کی تلاشی لیں گے...... آپ کی چیزوں کا جائزہ لیں گے"۔

"ضرور ایسا کریں...... کوئی اعتراض نہیں"۔

انہوں نے اس کی اچھی طرح تلاشی لی...... اس کے چہرے پر میک اپ کے امکانات کا جائزہ لیا...... نہ میک اپ ثابت ہوا...... نہ تلاشی میں کچھ ملا...... لیکن اس کے باوجود اس بات کا زبردست امکان تھا کہ اسے ان کی جاسوسی پر مقرر کیا گیا ہے...... لیکن اس طرح بھی مقصد تو حاصل نہیں ہوا تھا...... وہ سوچ میں ڈوب گئے...... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے بھئی"۔

"گوہند" اس نے کہا۔

"آپ کی جیبوں سے آپ کا شناختی کارڈ نہیں ملا"۔

"گھر رہ گیا ہے...... جا کر لے آتا ہوں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا...... آپ اپنا شناختی کارڈ لے آئیں"۔

"بہت بہتر...... میں ابھی جا کر لے آتا ہوں"۔

وہ اٹھ کر چلا گیا۔

"کیا خیال ہے...... اس کے بارے میں؟" انسپکٹر جمشید نے اشارہ میں پوچھا۔

"ابھی تک کچھ نہیں کہا جا سکتا" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیوں نہ میں اس کا تعاقب کروں" محمود بولا۔

وہ سب چونک اٹھے...... یہ ترکیب زیادہ بہتر تھی...... اگر وہ سیدھا گھر جاتا ہے...... اور وہاں سے شناختی کارڈ لے آتا ہے تو اس پر شک اور کم ہو جاتا اور اگر وہ درمیان میں کسی جگہ رک کر کسی سے ملتا ہے...... یا کسی کو فون کرتا ہے تو پھر بات شک ڈالی ہو جائے گی...... چنانچہ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"تم اور آفتاب فوراً جاؤ...... اس وقت تک وہ نیچے پہنچ جائے گا...... میں اوپر برآمدے سے اس کو نکلتے ہوئے دیکھوں گا...... اور تمہیں بتاؤں گا...... وہ کس سمت میں گیا ہے اور ٹیکسی کا نمبر کیا ہے"۔

"بہت خوب!" دونوں بولے۔

اور پھر دوڑ پڑے...... لفٹ کی بجائے وہ سیڑھیوں سے اترتے چلے

malikji www. urdufanz.com

گئے...... لفٹ کے انتظار میں دیر لگ سکتی تھی جب کہ وہ صرف دوسری منزل پر تھے اور جلد نیچے پہنچ سکتے تھے...... وہ ہال سے ہو کر باہر نکلے اور اوپر دیکھا" انسپکٹر جمشید نے انہیں اشارہ کیا...... انہوں نے اس سمت میں دیکھا...... گوہند ایک ٹیکسی میں بیٹھ رہا تھا۔

انہوں نے بھی ایک ٹیکسی پکڑ لی...... اور اس کے تعاقب میں نکل گئے...... پندرہ منٹ تک دونوں ٹیکسیاں چلتی رہیں...... پھر اگلی ٹیکسی ایک مکان کے سامنے رکی...... انہوں نے بھی ٹیکسی رکوالی...... پھر جلد ہی اسے واپس آتے دیکھا...... اب تعاقب پھر شروع ہوا...... اور ہوٹل کے باہر پہنچنے پر ختم ہوا۔

وہ اوپر آئے تو گوہند ان کے کمرے میں موجود تھا...... اور شناختی کارڈ ان کی طرف بڑھا رہا تھا...... انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا...... انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا...... جس کا مطلب تھا...... انہیں کوئی شک نہیں گزرا۔

کارڈ دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"مسٹر گوہند! آپ کے گھر میں اور کون رہتا ہے"۔

"کوئی نہیں...... بس میں اکیلا رہتا ہوں"۔

محمود اور آفتاب چونک اٹھے...... کیونکہ گوہند تالہ کھول کر اندر داخل نہیں ہوا تھا۔

"کیا آپ بالکل اکیلے رہتے ہیں" محمود نے کہا۔

"ہاں بالکل اکیلا"۔

"کوئی ملازم وغیرہ بھی آپ کے ساتھ نہیں رہتا"۔

"کیا بات کرتے ہیں...... کھانے کو پیسے نہیں ہوتے اور رکھوں گا ملازم"۔

"بہت خوب! لیکن پھر آپ کے گھر کے دروازے پر تالا کیوں نہیں لگا ہوا تھا؟" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بہت زور سے اچھلا...... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"جب آپ ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر پہنچے...... تو دروازے پر تالا نہیں تھا...... آپ نے دستک دی تھی...... اور کسی نے دروازہ کھولا تھا...... اور آپ کہہ رہے ہیں...... کہ آپ بالکل اکیلے ہیں" آفتاب نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کی وجہ ہے...... میری بات غلط نہیں ہے" وہ بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"اور وہ کیا"۔

"میرا ایک دوست ہے...... اس کا اپنے چند دشمنوں سے جھگڑا ہو گیا تھا...... انہوں نے اسے قتل کی دھمکی دی ہے...... بس وہ ان کے ڈر سے میرے گھر میں چھپ بیٹھا ہے...... اس لیے ازے پر تالا نہیں تھا"۔

malikji www.urdufanz.com

"آپ کی بات سن کر اطمینان نہیں ہوا...... کیونکہ"۔
انسپکٹر جمشید نے کیونکہ کا لفظ بہت زور دار انداز میں ادا کیا......
ب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

☆☆☆

دستک ہوتی ہے

گمند نے بھی چونک کر ان کی طرف دیکھا اور بوکھلا کر بولا۔
"آپ نے کیا فرمایا...... اطمینان نہیں ہوا...... کیونکہ...... کیونکہ کیا؟"۔

"ایک اور عجیب بات ہو گئی" وہ پر اسرار انداز میں بولے۔
"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔
" آپ یہاں سے ٹیکسی میں گئے...... اسی ٹیکسی میں واپس آئے...... آپ نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل بھی ادا کیا...... لیکن جب ہم نے آپ کی تلاشی لی تھی...... اس وقت تو آپ کی جیبوں سے کوئی پیسے برآمد نہیں ہوئے تھے...... دوسری بات...... جس کے پاس پیسے ہوں...... وہ دو دن تک بالکل بھوکا نہیں رہ سکتا...... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں...... مہربانی فرما کر ہمارا اطمینان کرا دیں"۔
"اگر آپ کو مجھ پر شک ہے تو نہ رکھیں مجھے گائیڈ...... آپ کے

سوالات کے جوابات دینے کا میں پابند نہیں ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور لگا جانے.... لیکن انسپکٹر جمشید کی سرد آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

"اب آپ اس طرح نہیں جا سکتے مسٹر گوبند"۔

وہ چونک کر مڑا تو ان کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"یہ.... یہ کیا.... آپ نے مجھ پر پستول تان لیا.... آپ جانتے ہیں.... آپ غیر ملکی ہیں اور اس ملک کے ایک باشندے پر پستول تان کر جرم کر رہے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا لگا.... ان سے غلطی ہو چکی تھی.... تاہم انہوں نے خود کو سنبھالا اور بولے۔

"ہم غیر ملکی ضرور ہیں.... لیکن سیاح لوگ ہیں.... یہ اسلحہ قانونی ہے.... غیر قانونی نہیں.... آپ اپنے الفاظ کی روشنی میں غلط ثابت ہو چکے ہیں.... لہٰذا ہم آپ کو قانون کے حوالے کریں گے.... اس لیے تانا ہے میں نے پستول.... ہوٹل کے منیجر کو فون کریں بھئی"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے فون کا ریسیور اٹھایا لیکن عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی.... انہوں نے دیکھا.... وہی پولیس آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ تیز تیز چلا آ رہا تھا.... اس کے چہرے پر جوش ہی جوش تھا۔

"بہت خوب.... مسٹر گوبند.... تم نے تو کمال کر دیا.... یہ لوگ آخر تمہارے جال میں آ ہی گئے.... ہم تو ہار گئے تھے ان سے"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"میں بتاتا ہوں.... پولیس آفیسر مسکرایا.... اس کے ساتھ گوبند اور دوسرے بھی مسکرائے۔

"خاتون کے پرس کا بہانہ بنا کر آپ کی دوبارہ تلاشی لی گئی.... لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی.... کہ آپ لوگوں کے بارے میں ہم کچھ جان سکتے.... پھر پرس بریف کیس میں رکھ کر آپ کو تھانے لے جانے کا پروگرام بنایا گیا.... لیکن اس میں بھی ہمیں ناکامی ہوئی.... کمرے میں ایک آلہ چھپایا گیا تا کہ آپ لوگوں کی بات چیت سن کر اندازہ لگایا جا سکے.... لیکن کوئی ایسی بات بھی نہ سن سکے.... آخر مسٹر گوبند کی خدمات حاصل کی گئیں.... یہ ایسے کاموں کے بہت ماہر ہیں.... انہوں نے جھٹ پٹ ایک منصوبہ بنایا اور اس کے تحت بھوکے ننگے گائیڈ کا روپ دھارا اور ہوٹل میں آ گئے.... انہوں نے کھانا اس انداز میں کھایا کہ آپ انہیں گائیڈ رکھنے پر تیار ہو گئے.... لیکن اپنا اطمینان کرنے کے لیے تلاشی لی.... کارڈ وہ جان بوجھ کر اپنے گھر رکھ کر آئے تھے.... تا کہ آپ لوگ کارڈ منگوائیں.... تو یہ گھر آ کر ہمیں فون کر دیں کہ معاملہ کیسا جا رہا ہے.... انہوں نے گھر پہنچ کر کارروائی سنائی اور کارڈ لے آئے.... آپ لوگوں نے ایک تو ان کا جھوٹ پکڑ لیا.... دوسرے

malikjiwww.urdufanz.com

جیب میں پیسے ہونا معلوم کر لیا...... اس طرح آپ نے ان پر پستول تان
لیا...... سوال یہ ہے کہ اگر آپ صرف سیاح ہیں تو اس قدر احتیاط کی کیا
ضرورت تھی اور ان پر پستول تاننے کی کیا ضرورت تھی...... جب کہ
ابھی تک انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا...... کہ آپ انہیں گرفتار
کراتے"۔

"ہمارے خیال میں تو گرفتاری کے لیے یہ کافی کچھ ہے...... یہ
سیاحوں کو لوٹنے والے تو اس طرح ثابت ہو گئے تھے...... بس اسی وجہ سے
پستول نکالا" انہوں نے کہا۔

"نہیں...... یہ بات نہیں! آفیسر نے کہا۔

"تو پھر کیا بات ہے"۔

"مسٹر گوبند! آپ ہی انہیں تفصیل سنائیں"۔

"بہت اچھا...... بنگال کی طرف سے ہمیں اطلاع ملی تھی کہ انسپکٹر
جمشید، انسپکٹر کامران اور ان کے سب ساتھی اچانک غائب ہیں...... اور
خیال ہے کہ وہ کسی نہ کسی راستے شارجستان میں داخل ہوں گے......
لہٰذا ہوشیار رہا جائے...... یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ آپ لوگ
سیاحوں کے روپ میں آئیں گے...... لہٰذا ملک میں داخل ہونے والے
تمام سیاحوں کو خوب اچھی طرح چیک کیا جائے...... یہی وجہ تھی کہ ہم
نے اس قدر باریک بینی سے آپ لوگوں کو چیک کیا اور آخر کار ہم جان
گئے کہ آپ لوگ ہی انسپکٹر جمشید وغیرہ ہیں...... اور مسٹر گوبند کا یہ

کارنامہ یاد رہے گا کہ انہوں نے آپ کے چہروں سے نقاب کس خوبی
سے اٹھایا ہے"۔

"آپ نے مسٹر گوبند کا تعارف نہیں کرایا"۔

"یہ ہمارے ملک کے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ہیں......
اتنا تعارف کافی رہے گا یا اور کراؤں"۔

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بس کافی ہے" وہ مسکرائے۔

"میں بھی جب ان سے بات چیت کر رہا تھا تو یہی محسوس کر رہا
کہ یہ شخص جو خود کو گائیڈ بتا رہا ہے...... جو کچھ بھی ہے...... اپنے کام کا
ماہر ہے...... یعنی ہم نے اس کے چہرے کے تاثرات سے کچھ بھی تو
نہیں جانا...... ورنہ لوگوں کے چہروں کے تاثرات سے ہی ہم جان لیتے
ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے یا سچ...... یا وہ کوئی ڈرامہ تو نہیں کر رہا"
انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ان لوگوں کو لے چلیں...... بہت اچھا شکار ہاتھ لگا ہے"۔

"لیکن آپ ہمیں کس جرم کے تحت گرفتار کریں گے" انسپکٹر
جمشید نے کہا۔

"چار سو بیس کے تحت...... بھیس بدل کر ملک میں داخل ہوئے
ہیں آپ...... لہٰذا آپ کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے...... آپ ضرور ملک
کو نقصان پہنچانے کے لیے آئے ہیں...... کیا پتا...... کیا منصوبہ لے کر

آئے ہیں“۔

”چلیے پھر آپ کی مرضی“ انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

”آپ کی مرضی...... کیا مطلب؟“۔

”آخر آپ گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی...... لیکن یہ بات آپ کے حق میں نہیں ہو گی...... ہمیں سیاحت کے مزے لے لینے دیں...... یہ بات ہم دعوے سے کہنے کے لیے تیار ہیں کہ آپ کے ملک میں قطعاً کوئی گڑبڑ نہیں کریں گے...... جیسے آئے ہیں...... ویسے ہی چلے جائیں گے“۔

”اب یہ اتنا آسان نہیں...... اگر ہم آپ کو پہچان نہ لیتے تو کوئی بات نہیں تھی“۔

”آپ کی مرضی“ انہوں نے کندھے اچکائے۔

اور پھر انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر لایا گیا...... وہ ذرا بھی پریشان نہیں لگ رہے تھے، کیونکہ اس قسم کے حالات ان کی زندگیوں کا حصہ تھے...... آئے دن وہ ایسے حالات کا شکار ہوتے رہتے تھے...... یہاں لانے کے بعد ان کے ہاتھ کمر پر باندھ دیے گئے...... پیروں میں بیڑیاں پہنا کر ان کو تالا لگا دیا گیا۔

”اب آپ لوگ بھاگ تو سکتے نہیں“ کوہند ہنسا...... انسپکٹر اور باقی پولیس والے انہیں یہاں پہنچا کر رخصت ہو گئے تھے۔

”چلیے...... ہو گی یہی بات“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”اب صرف اتنا بتا دیں...... کیا پروگرام لے کر آئے ہیں...... آپ جس قدر بتا دیں گے...... آپ کے حق میں اتنا ہی بہتر ہو گا“۔

”ہم سرلاس کی حقیقت جاننے کے چکر میں ہیں“۔

”سرلاس...... سرلاس کیا“۔

”آپ اچھی طرح جانتے ہیں“ وہ طنزیہ انداز میں بولے۔

”او کے...... مان گیا...... جانتا ہوں...... لیکن آپ اپنے ملک کے راستے سرلاس کیوں نہ گئے...... ہمارے ملک کے راستے کیوں جانا چاہتے ہیں“۔

”خفیہ طور پر سرلاس میں داخل ہونے کا راستہ اسی طرف سے نکلتا ہے...... ہمارے ملک سے نہیں“ انہوں نے منہ بنایا۔

”اوہ...... تو آپ خفیہ طور پر داخل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے“ کوہند کا لہجہ اور زیادہ طنزیہ ہو گیا۔

”ہاں یہی بات ہے...... آپ ہم پر صرف اور صرف چار سو بیس کا مقدمہ چلائیں...... اور بس...... اس سے زیادہ آپ کیا کر سکتے ہیں...... سرلاس تو آپ کی سرزمین پر ہے ہی نہیں...... اور اگر آپ سرلاس میں اپنا کوئی حصہ ثابت کرتے ہیں تو بین الاقوامی عدالت میں جواب دینے کے لیے تیاری کر لیں...... کیونکہ آپ نے ہمارے ملک میں دخل اندازی کی ہے...... فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے...... اب رہ گیا...... کیس چار سو بیس کا...... وہ تو قابل ضمانت کیس ہوتا ہے...... کیا خیال ہے آپ کا“۔

"لیکن میں آپ لوگوں کی ضمانت نہیں ہونے دوں گا"۔

"پھر ۔۔۔ آپ اپنی کوشش کر لیں" وہ بولے۔

"بند کردو انہیں" ہمگوبند نے حکم دیا۔

انہیں اسی حالت میں بند کر دیا گیا ۔۔۔ دوسرے دن مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا ۔۔۔ سرکاری بیان سن کر مجسٹریٹ نے ان کی طرف دیکھا۔

"میں خود وکیل ہوں ۔۔۔ مجھے اپنے اور اپنے ساتھیوں کی وکالت کرنے کی اجازت دی جائے"۔

"ضرور ۔۔۔ کیوں نہیں"۔

اب انسپکٹر جمشید وکیلوں کی جگہ آکھڑے ہوئے۔

"سرکاری وکیل کا کہنا ہے کہ ہم میک اپ میں ہیں ۔۔۔ یعنی بھیس بدل کر اس ملک میں داخل ہوئے ہیں ۔۔۔ جو غیر قانونی ہے ۔۔۔ ان کا بیان ہے کہ ہمارے کاغذات میں ہمارے جو نام لکھے ہیں ۔۔۔ وہ اصل نہیں ہیں ۔۔۔ بلکہ ہمارے اصل نام انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ ہیں"۔

"ہاں؟ یہی بات ہے" سرکاری وکیل نے کہا۔

"لیکن جناب! ان کے پاس اس بات کا ثبوت کیا ہے"۔

"کیا مطلب ۔۔۔ کس بات کا ثبوت" سرکاری وکیل نے چونک کر کہا۔

"اس بات کا ۔۔۔ کہ ہم انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ ہیں"۔

"محکمہ سراغرسانی کے انسپکٹر گوبند کا بیان ہے کہ آپ لوگوں نے ان کے سامنے یہ بات تسلیم کی ہے کہ آپ انسپکٹر جمشید وغیرہ ہیں"۔

"انہوں نے ہم سے کہا ۔۔۔ جو بات ہم منوانا چاہتے ہیں ۔۔۔ مان لیں ۔۔۔ یہی آپ کے لیے بہتر ہوگا ۔۔۔ پھر انہوں نے خود ہی کہا کہ آپ انسپکٹر جمشید ہیں ۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا ہیں اور ان کے ساتھی ہیں ۔۔۔ اب چونکہ ہمیں ماننے کا حکم بلکہ صاف طور پر دھمکی یہ پہلے ہی دے چکے تھے، اس لیے ہم نے یہ بات مان لی"۔

"ہائیں ۔۔۔ تو کیا آپ لوگ وہ نہیں ہیں" مجسٹریٹ نے کہا۔

"آپ ہمارے کاغذات ملاحظہ فرمالیں"۔

"وہ میں دیکھ چکا ہوں ۔۔۔ ان کی مدد سے تو آپ لوگ وہ نہیں ہیں ۔۔۔ جو سرکاری وکیل نے بتائے ہیں"۔

"ہم ان کے میک اپ اتار کر یہ بات ثابت کریں گے" سرکاری وکیل نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے"۔

اور پھر میک اپ اتارنے کے ماہرین کو بلایا گیا ۔۔۔ انہوں نے اپنی کوشش شروع کی اور یہ سارا کام مجسٹریٹ کی موجودگی میں کیا جارہا تھا ۔۔۔ ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد آخر کار وہ بول اٹھے

"نہیں سر ۔۔۔ یہ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں"۔

"کیا" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں سر —— یہ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں"۔

"یہ —— یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں —— ہمیں سو فیصد معلوم ہے کہ یہ میک اپ میں ہیں"۔

"نہیں سر —— یہ میک اپ میں نہیں ہیں"۔

"آپ ان لوگوں کو رہا کر دیں —— اب آپ انہیں گرفتار نہیں کر سکتے —— یہ سیاح لوگ ہیں —— بین الاقوامی عدالت میں آپ پر مقدمہ کر سکتے ہیں"۔

"وہ تو اب ہوگا سر" انسپکٹر جمشید بولے "میں ان لوگوں کو بین الاقوامی عدالت میں بھی دیکھ سکتا ہوں"۔

"ہم آپ کو دیکھنے سے روک سکیں گے نہیں —— آپ فی الحال تو اپنے مجسٹریٹ کا حکم مانئے" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

انہیں رہا کر دیا گیا —— وہ پھر اپنے ہوٹل میں آئے —— لیکن ہوٹل کے منیجر نے انہیں دیکھ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں جناب! اب آپ یہاں نہیں ٹھہر سکتے"۔

"لیکن عدالت نے ہمیں باعزت بری کر دیا ہے"۔

"بے شک کر دیا ہے —— لیکن ہم ایسے لوگوں کو ہوٹل میں نہیں ٹھہراتے جن کی وجہ سے پولیس بار بار ہوٹل میں آئے —— ہوٹل کی ساکھ خراب ہوتی ہے"۔

"آپ کی مرضی —— ہم اپنا سامان تو اٹھا سکتے ہیں نا"۔

"ہاں ضرور —— کیوں نہیں" اس نے کہا۔

وہ سامان اٹھا کر باہر نکل آئے —— ایک اور ہوٹل کا رخ کیا گیا —— لیکن وہاں بھی انہیں انکار کر دیا گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے —— تمام ہوٹلوں کو ہمارے بارے کس طرح بتایا جا سکتا ہے"۔

"تمام کو نہیں —— جس ہوٹل کا ہم رخ کریں گے —— اس کو فون کر دیا جائے گا —— اب یہاں بھی ہمیں وہی پرانا طریقہ اختیار کرنا ہوگا"۔

اب انہوں نے شہر سے باہر جنگل کی راہ لی —— اور ایک جگہ گھنے درختوں کے درمیان ڈیرا جما لیا —— پھر رات ہونے پر شہر میں آئے —— لیکن چوراہے پر انہیں روک لیا گیا —— تاہم کاغذات دیکھنے کے بعد جانے دیا گیا —— اب انہوں نے ایک گلی میں گھروں کے دروازے پر لگی نام کی پلیٹیں پڑھنا شروع کیں —— پھر ایک دروازے پر دستک ڈالی۔

تین منٹ بعد دروازہ کھلا —— اور ایک نوجوان آدمی کی آواز سنائی دی۔

"کیا یہ محمود اکبر صاحب کا مکان ہے"۔

"نہیں —— اب محمود اکبر صاحب کا مکان نہیں ہے"۔

"خدا کا شکر ہے کہ یہ مکان محمود اکبر صاحب کا نہیں ہے"۔

"اندر آجائیں"۔

دبی آواز میں کہا گیا...... انسپکٹر جمشید کے سب ساتھی حیرت زدہ رہ گئے...... ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا ہوا۔

وہ اندر داخل ہو گئے۔

"فوراً اندرونی کمرے کی طرف چلے جائیں...... ابھی چیک کرنے والے پہنچ جائیں گے" نوجوان نے گھبرائی آواز میں کہا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا...... اس کے بعد اس نے دوڑ لگا دی...... اندرونی کمرے میں ایک تہ خانے کا خفیہ راستا کھلتا تھا...... اس نے اس راستے کو کھولا اور نیچے پہنچ جانے کا اشارہ کیا...... ابھی ان کا آخری ساتھی نیچے نہیں پہنچا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی...... اس نے تہ خانے کا دروازہ بند کیا...... کمرے پر ایک نظر ڈالی...... کپڑے سے ان کے قدموں کے نشانات صاف کر ڈالے اور راستے میں سے بھی صاف کرتا چلا گیا...... پھر پڑے رسی پر لٹکا کر دروازہ کھول ڈالا۔

یہاں محمود اکبر صاحب رہتے ہیں"۔

"ہاں جی...... میں ہی محمود اکبر ہوں"۔

"ابھی ابھی...... یہاں آپ کے گھر میں کچھ لوگ داخل ہوئے ہیں"۔

"جی...... کیا کہا آپ نے" اس نے فوراً کہا۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ" پولیس آفیسر نے اسے زوردار دھکا دیا

وہ دور جا کر گرا...... ساتھ میں اس کا سر بھی دیوار سے ٹکرایا...... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ ساکت ہو گیا۔

"اوہو...... دھکا شاید زیادہ زور سے لگ گیا" پولیس آفیسر نے کہا۔

"تو کیا ہوا سر...... یہ لوگ تو ہمارے دھکے ہی کھانے کے لیے تو ہیں" اس کے ماتحت نے فخر کے انداز میں کہا۔

"چلو اچھا ہے...... اسے بے ہوش پڑا رہنے دو اور گھر کی تلاشی لے ڈالو...... گھر میں کچھ اور لوگ بھی ہوں گے...... انھیں ایک طرف کھڑا کر دینا"۔

"او کے سر"۔

"اور میں یہیں ٹھہرتا ہوں اس کے پاس"۔

"بہت بہتر سر"۔

گھر کی تلاشی لی گئی...... پھر اس کے سب ماتحت وہاں آ گئے۔

"کوئی نہیں ملا...... وہ یہاں نہیں آئے"۔

"لیکن ہمارے آدمی کی اطلاع یہی ہے کہ وہ اس گھر میں داخل ہوئے ہیں"۔

"تب پھر کیا ہم ایک بار اور دیکھ لیں"۔

"اب میں ساتھ چلوں گا...... تم میں سے صرف ایک یہاں ٹھہرے"۔

ایک بار پھر تلاشی لی گئی...... لیکن ان لوگوں کا کہیں نام و نشان تک

نظر نہ آیا...... پھر انہوں نے آپس میں کھسر پھسر کی اور باہر کی طرف چل پڑے...... محمود اکبر خان اب بھی اسی طرح پڑا تھا۔

"آ جائے گا خود ہی ہوش میں...... آؤ چلیں...... گھر میں اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے" "شاید اس کے گھر والے کہیں گئے ہوئے ہیں"۔

"جی ہاں! ایسا ہی لگتا ہے"۔

اور پھر وہ باہر نکل گئے...... دروازہ اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلے گئے...... محمود اکبر کافی دیر تک اسی طرح پڑا رہا...... پھر اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے...... آہستہ آہستہ وہ اٹھتا نظر آیا...... پہلے کچھ دیر بیٹھا رہا...... جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش میں ہو...... آخر اٹھ کر کھڑا ہو گیا...... لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں دروازے تک آیا...... دروازہ اندر سے بند کیا اور اندرونی طرف مڑا...... اس نے بغور گھر کا جائزہ شروع کیا...... ایک ایک چیز کو دیکھا...... پھر اسے وہ چیز نظر آ گئی جو وہ لوگ چھپا گئے تھے...... یہ بات چیت سننے کا آلہ تھا...... وہ مسکرایا اور منہ سے چند آہ اوہ کی آوازیں نکالیں۔

"کم بختوں نے کیسا دھکا دیا...... سر ابھی تک چکرا رہا ہے" اس نے گویا خود سے کہا۔

اسی طرح اس نے چند الفاظ اور منہ سے نکالے...... پھر باورچی خانے میں برتنوں کے کھڑکھڑانے کی آوازیں پیدا کیں...... جیسے

باورچی خانے میں کچھ کھانے پینے کی چیز تیار کر رہا ہو...... اور آخر پھر اس نے دبے پاؤں باورچی خانے کا رخ کیا...... خفیہ بٹن کے ذریعے دروازہ کھولا...... اور نیچے اتر گیا...... سب لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے...... جب کہ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا...... آخر نیچے اتر کر اس نے سرگوشی کی۔

"وہ آلہ چھپا گئے ہیں"۔

"او کے...... ہم پھر یہاں سے دوسرے ٹھکانے کا رخ کر لیتے ہیں...... آپ باہر سے تالا لگا کر پہلے ڈاکٹر کے پاس جائیں گے...... ڈاکٹر سے سر پر چوٹ کی دوا لیں گے...... اس کے بعد واپس گھر آ جائیں گے اور معمول کے مطابق سارے کام کرتے رہیں گے...... آپ کو ادھر آنے کی ضرورت نہیں...... باورچی خانے کا دروازہ کھول دیں"۔

باورچی خانے میں اندر ایک دروازہ کھل گیا...... اس سے ہو کر وہ ایک سرنگ میں داخل ہوئے اور پھر ایک اور دروازے پر انہوں نے دستک دی...... لیکن یہ دروازہ سرنگ والا تھا...... جلد ہی دوسری طرف سے کھولا گیا۔

"کون؟"۔

"اکبر نے بھیجا...... اور کون ہو سکتا ہے شریف بھائی جان"۔

"ارے باپ رے...... یہ...... یہ آپ ہیں" دوسری طرف سے بوکھلا کر کہا گیا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟"۔

"وہ...... میرے دروازے پر ابھی دستک ہوئی ہے پہلے میں یہ دیکھ لوں...... اس طرف کون ہے"۔

"بالکل ٹھیک...... جلدی جائیں" انہوں نے کہا۔

شریف بھائی خان نے جونہی دروازہ کھولا...... باہر پولیس نظر آئی...... وہ دھک سے رہ گیا۔

☆☆☆

اچانک

"کیا بات ہے...... آپ ہمیں دیکھ کر گھبرا کیوں گئے؟" پولیس آفیسر نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

"پولیس کو دروازے پر دیکھ کر کون نہیں گھبرا جاتا...... فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"اپنے گھر میں کن لوگوں کو چھپا رکھا ہے؟"۔

"جی...... کیا فرمایا آپ نے"۔

"ہو نہیں" یہ کہہ کر آفیسر نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر زوردار دھکا دیا۔

وہ بے چارہ الٹ کر گرا...... اتنے میں سب اندر آگئے...... پندرہ کے قریب تھے۔

"تلاشی لو...... وہ لوگ اسی گھر میں ملیں گے...... ہمارے سراغ رساں گو ہد کوئی ان لوگوں سے کم نہیں ہیں...... یہ انہی کی محنت کا
محمود اکبر اور شریف بھائی
نتیجہ ہے کہ ہم نے آخر کار جان لیا ہے"

پاک لینڈ کے جاسوس ہیں...... اور ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ انسپکٹر جمشید وغیرہ اگر وہاں نہیں ملے...... تو ادھر ضرور مل جائیں گے"۔

"آپ کو ضرور کوئی دھوکا ہوا ہے"۔

"کیا کہا...... ہمیں دھوکا ہوا ہے" ان الفاظ کے ساتھ اس کے گال پر ایک بھرپور تھپڑ پڑا...... وہ لڑکھڑا کر رہ گیا۔

"آپ بلاوجہ مجھے مار رہے ہیں...... پہلے میرا جرم ثابت کریں"۔

"وہ تو اب ہو کر رہے گا...... ہم یہاں سے انسپکٹر جمشید وغیرہ کو برآمد کر کے رہیں گے"۔

"یہ کون لوگ ہیں"۔

"بکواس...... انجان نہ ہو"۔

"ٹھیک ہے...... آپ پہلے تلاشی لے لیں"۔

"وہ ہم لے رہے ہیں"۔

پورے گھر کی تلاشی لی گئی...... شریف بھائی خان کے بیوی بچوں کو ایک کمرے کی تلاشی لینے کے بعد اس میں بند کر دیا گیا...... اس کو ساتھ رکھا گیا...... بلکہ ایک پولیس مین بدستور اسے گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتا رہا...... جہاں وہ جاتے...... اسے گھسیٹ کر ساتھ لے جاتے...... جب تلاشی لینے پر وہ لوگ نہ ملے...... تو گھر کے صحن میں اسے لایا گیا۔

"اس کا مطلب ہے...... اس گھر میں کوئی خفیہ جگہ ہے...... شاید

کوئی تہ خانہ ہے...... یا کوئی سرنگ...... اس لیے کہ ہمارے ایک آدمی نے ان لوگوں کو محمود اکبر کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا...... لیکن وہ اس گھر میں نہیں ملے...... لہٰذا وہاں اپنے آدمی چھوڑ کر ہم نے ادھر کا رخ کیا...... اب اگر یہاں نہیں ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں کوئی سرنگ ضرور ہے...... اور وہ لوگ اس وقت سرنگ میں ہیں" اس نے سرد آواز میں جلدی جلدی کہا۔

وہ دل ہی دل میں دھک سے رہ گیا...... کس قدر درست اندازہ لگایا تھا ان لوگوں نے...... تب پھر یہ گروہ واقعی خطرناک آدمی تھا ان لوگوں کے لیے...... آخر اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ اس سرنگ کا سراغ لگالیں...... تلاش کر لیں اور مجھے پھانسی پر چڑھا دیں"۔

"نہیں...... ہم ایسا نہیں کریں گے"۔

"تب پھر...... کیا کریں گے"۔

"تم سے اگلوائیں گے...... سرنگ کہاں ہے...... اس کا راستہ کس طرح کھلتا ہے"۔

"میں بتا چکا ہوں"۔

"اب بتاؤ گے...... اسے رسیوں سے باندھ دو"۔

"یہ...... یہ آپ کیا کر رہے ہیں" وہ چلا اٹھا۔

"تب پھر بتا دو...... سرنگ کہاں ہے"۔

شریف بھائی خان نے ایک لمحے کے لیے سوچا...... سرنگ کھول دوں...... وہ لوگ ان سے خود نبٹ لیں گے...... یہ کل پندرہ تو ہیں...... وہ تو ان جیسے پچاس بلکہ سو کے لیے بھی کافی ہیں...... لیکن پھر خیال آیا...... پھر اس طرح ہو گا کیا...... ان کے ساتھی باہر بھی موجود ہوں گے...... جب یہ باہر نہیں نکلیں گے...... تو اور کام خراب ہو جائے گا...... وہ لوگ نہ جانے کس مشن پر آئے ہیں...... ان کا وہ مشن اس طرح خطرے میں پڑ جائے گا...... چنانچہ اس نے سوچا...... وہ نہیں بتائے گا۔

اسے رسیوں سے باندھ دیا گیا...... اب ایک ان میں سے خنجر لے کر اس کی طرف بڑھا۔

"خنجر کی نوک اس کی دائیں پنڈلی میں اتار دو"۔

"ن...نہیں...... آپ بلاوجہ یہ ظلم کر رہے ہیں"۔

"بلاوجہ نہیں...... ہمارے پاس وجہ ہے"۔

خنجر والے نے خنجر کی نوک اس کی پنڈلی پر رکھی اور دباؤ ڈالا...... پنڈلی سے خون نکلنے لگا۔

"اور خنجر اندر گھونپو...... یہ ایسے نہیں بولے گا"۔

اس نے اور دباؤ ڈالا...... نوک آگے بڑھی...... ادھر مسئلہ یہ تھا کہ جب تک وہ سرنگ کا راستہ نہ کھولتا...... وہ لوگ اس طرف آ نہیں سکتے تھے...... اندر وہ پولیس والوں کی آوازیں سن چکے تھے اور یہ اندازہ بھی لگا

چکے تھے کہ اب اس طرف کیا ہو رہا ہو گا...... چنانچہ...... انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

"آپ سب لوگ یہاں ٹھہریں...... میں میک اپ میں محمود اکبر کے گھر کی طرف سے جاتا ہوں...... اس طرف سے نکل کر شریف بھائی کے دروازے پر آؤں گا اور صورت حال دیکھوں گا کہ میں اس کے لیے کیا کر سکتا ہوں...... وہ بے وقوفی کر رہا ہے...... اسے راستہ کھول دینا چاہیے تھا...... پھر جو ہوتا دیکھا جاتا"۔

"ٹھیک ہے...... اب اس کے لیے میدان میں اترنا پڑے گا...... لیکن ہو سکتا ہے، محمود اکبر کے گھر کے باہر بھی ابھی پولیس موجود ہو"۔

"اس کا میں انتظام کر لوں گا"۔

"بہت خوب...... تب آپ جائیں"۔

وہ سرنگ کے راستے پھر محمود اکبر کے تہ خانے میں آئے...... خاص انداز میں دستک دی تو اس کی سرگوشی سنائی دی۔

"خطرہ ہے...... وہ لوگ باہر موجود ہیں"۔

"میں جانتا ہوں...... تم دروازہ کھولو" وہ بولے۔

"پہلے میں بیرونی دروازہ چیک کر آؤں...... کہیں وہ کھلا نہ ہو"۔

"اچھا" وہ بولے۔

ایک منٹ بعد دروازہ کھل گیا...... وہ تہ خانے سے نکل آئے...... انہوں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا...... اس نے اشارے

میں بتایا کہ باہر پولیس موجود ہے...... اب انہوں نے اپنے چہرے پر جلد از جلد تبدیلی کی اور بے خوف ہو کر باہر نکل آئے...... محمود اکبر دھک سے رہ گیا...... کیونکہ اس طرح ان کا پکڑا جانا لازمی تھا۔

وہ گھر سے نکل کر تیر کی طرح ایک سمت میں بڑھے...... لیکن اس وقت چار پولیس والے ان کے راستے میں آگئے۔

"اوہو...... ایسے میں...... آپ لوگ بھی آگئے"۔

یہ کہ کر وہ ان کے درمیان سے نکل کر آگے بڑھے۔

"کیا بات ہے؟" پولیس والے حیرت زدہ رہ گئے...... اور ان کے پیچھے چلے...... اتنے میں وہ کافی دور آگے پہنچ چکے تھے۔

"رک جاؤ...... ورنہ گولی مار دیں گے"۔

"میرے پیچھے آجاؤ...... گولی مارنے کی کیا ضرورت ہے...... میں فرار نہیں ہو رہا" وہ گرجے۔

"ہائیں...... یہ کیا...... یہ کس لہجے میں بات کر رہا ہے"۔

"پکڑ لو اسے...... ابھی ساری اکڑ نکال دیں گے"۔

وہ دوڑ پڑے...... ادھر انسپکٹر جمشید بھی دوڑے اور شریف بھائی کے دروازے تک پہنچ گئے...... ساتھ ہی انہوں نے زوردار انداز میں دستک دے ڈالی...... اسی وقت وہاں موجود پولیس والے ان کی طرف لپکے۔

"کیا ہے...... کون ہو تم"۔

"یہ...... یہ محمود اکبر کے گھر سے نکلا ہے"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

رائفلیں ان کی طرف تن گئیں...... ایسے میں دروازہ کھل گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... اندر گھس گئے۔

"یہ...... کون ہے" اندر موجود پولیس والے چلائے۔

"یہ محمود اکبر کے گھر سے نکلا ہے"۔

"اوہ...... اچھا...... پکڑ لو اسے"۔

لیکن اب وہ انہیں کہاں پکڑ سکتے تھے...... وہ تیر کی طرح اندر گھستے چلے گئے اور گھر کے صحن میں پہنچ کر دم لیا...... یہاں شریف بھائی خان بندھے نظر آئے اور ان کی دونوں پنڈلیوں سے خون بہتا نظر آیا...... وہ کانپ گئے۔

"ارے! یہ...... یہ کیا...... ان کی پنڈلیوں کو کیا ہوا"۔

"تم اپنی بات کرو...... تم ہو کون" پولیس آفیسر غرایا۔

"آپ میری بات چھوڑیں...... ان کی بات کریں...... آپ نے انہیں کیوں باندھ رکھا ہے...... کیا قصور ہے ان کا"۔

"حد ہو گئی...... اسے کہتے ہیں...... مان نہ مان...... میں تیرا مہمان...... پکڑ لو اسے اور الٹا لٹکا دو" آفیسر چلا اٹھا۔

"یہ ہوئی ناکام کی بات" وہ خوش ہو کر بولے۔

"کیا کہا...... یہ کام کی بات ہے" آفیسر بولا۔

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

"سر ...... محمود اکبر کے گھر سے نکل کر تیر کی طرح ادھر آیا ہے" ایک پولیس مین بھی اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اور ...... اور تم لوگوں نے اسے آنے دیا ...... روکا کیوں نہیں"۔

"روکا تھا بیچاروں نے ...... بس میں رکا ہی نہیں"۔

"ارے تم ہو کون ...... الو کے پٹھے"۔

"اب آئی تمہاری شامت" انسپکٹر جمشید چہک کر بولے۔

"کک ...... کیا ...... کیا کہا ...... میری شامت ...... ہائیں" آفیسر دھاڑا۔

"اس قدر اونچی آواز میں بات نہ کریں ...... میرا دل ذرا کمزور ہے ...... ڈر جاتا ہے"۔

"مار دو اسے ...... مار مار کر ادھ موا کر دو"۔

"ہاں ہاں ...... یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ...... مارو مجھے اور کر دو ادھ موا ...... بلکہ باہر جو لوگ موجود ہیں ...... انہیں بھی بلا لو ...... ہاں ...... کوئی رہ نہ جائے ...... جو مجھے نہ مارے" اس نے چہک کر کہا۔

"کیا ...... پاگل پن ہے ...... کیا یہ محمود اکبر ہے"۔

"نہیں سر ...... یہ محمود اکبر نہیں ہے"۔

"خیر ...... اس کی مرمت کرو ...... خود ہی اگل دے گا ...... یہ کون ہے"۔

ادھر شریف بھائی خان کی آنکھیں تکلیف کے عالم میں بھی مارے

حیرت کے پھیل گئی تھیں ...... کیونکہ اس نے انہیں پہچان لیا تھا اور ان کی آواز کو بھی پہچان لیا تھا اور ان کی آمد کی وجہ سے وہ اپنے اندر بہت حوصلہ محسوس کر رہا تھا۔

وہ ان کے چاروں طرف پھیل گئے ...... اور لگے تابڑ توڑ وار ان پر کرنے ...... لیکن وہ ان کے ہاتھ میں پکڑے محمود کے چاقو کو نہ دیکھ سکے ...... لہذا جو بھی ان کے نزدیک آیا ...... وہ اس پر چاقو کا وار کرتے چلے گئے اور وہ الٹ الٹ کے گرتا چلا گیا ...... ان کے جسموں سے جگہ جگہ سے خون بہتا نظر آیا ...... جب تک آفیسر ہوش میں آتا ...... اس کے سب ساتھی زخمی ہو چکے تھے۔

"یہ ...... یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"یہ شریف بھائی کے خون کا بدلہ لیا جا رہا ہے ...... تم نے ان کی دونوں پنڈلیوں کو زخمی کیا ہے" میں ان سب کے جسموں کو چھلنی کروں گا ...... اور ساتھ ہی تمہارے جسم کو بھی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ایک دو وار اس پر بھی کر دیے ...... وہ چیخ مار کر گرا ...... ساتھ ہی انہوں نے اس کی پسلیوں میں ایک بہت زبردست ٹھوکر ماری ...... وہ زور سے اچھلا، تڑپا اور ساکت ہو گیا۔

اب میدان صاف تھا ...... ان کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی کسی میں -- نہیں تھی ...... اب انہوں نے بیرونی دروازے کا رخ

malikji www. urdufanz.com

کیا...... اور باہر نظر ڈالی...... باہر کوئی نظر نہ آیا...... ان کے تعاقب میں وہ سب کے سب اندر آ گئے تھے...... انہوں نے دروازہ بند کر دیا اور شریف بھائی کو کھول دیا۔

"اگر آپ چل سکتے ہیں تو راستا کھول دیں...... ورنہ مجھے بتادیں...... کیسے کھلے گا" انہوں نے اشاروں میں پوچھا۔

"مم...... میں چل سکوں گا"۔

یہ کہہ کر وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک سمت میں چلا گیا...... جلد ہی وہاں باقی سب ساتھی آ گئے۔

"ارے باپ رے...... آپ نے تو ہر طرف خون پھیلا دیا" انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"اس کے سوا کوئی راستا نہیں بچا تھا...... کیوں شریف بھائی"۔

"یس سر...... آپ نے تو کمال کر دیا...... ورنہ یہ لوگ تو ادھیڑ دیتے میری کھال"۔

"لیکن اب کیا ہو گا"۔

"اب وہی ہو گا...... جو خدا کو منظور ہو گا...... ان لوگوں کو اب زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا...... ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا"۔

"ارے باپ رے...... اتنی بہت سی لاشوں کا کیا کریں گے ہم"۔

"سرنگ میں ایک گٹر ہے...... اس کا ڈھکنا اٹھا کر اس میں ڈال دیں گے...... کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جائیں گے یہ لوگ"۔

تھوڑی دیر بعد گھر کو بالکل صاف کر دیا گیا...... اس طرح کہ ان کی لاشوں کا نام و نشان تک نہ مل سکے...... لیکن وہ خطرے میں تھے پھر بھی خاص طور پر محمود اکبر اور شریف بھائی...... کیونکہ وہ دونوں ان کی نظروں میں آ چکے تھے...... لہٰذا رات کی تاریکی میں وہاں سے انہیں اور ان کے بیوی بچوں کو نکالا گیا...... اور انہیں ایک اور ایجنٹ کے گھر میں پہنچایا گیا...... اس طرح وہ ایک تیسری جگہ پہنچ گئے...... انہیں امید تھی کہ اس جگہ پولیس نہیں پہنچے گی...... وہ رات انہوں نے سکون سے گزاری...... دوسری رات وہ وہاں سے بھی نکل گئے...... اور سرحدی سمت میں روانہ ہوئے...... وہ جانتے تھے، اس راستے میں ان کے لیے قدم قدم پر خطرات منہ کھولے کھڑے ہوں گے لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے...... سرلاس میں داخل ہونا اپنا ملک بچانے کے لئے ضروری تھا...... اور سرلاس میں داخلہ اگر ممکن تھا تو اسی طرف سے...... لیکن وہ پیدل وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور سیاح کی حیثیت سے جو گاڑی انہوں نے کرائے پر لی تھی وہ ان کے استعمال میں نہیں رہ گئی تھی...... لہٰذا سب سے پہلے ایک بڑی گاڑی حاصل کرنا ان کے لیے ضروری تھا...... شہری حدود سے باہر نکل کر وہ گھنے درختوں کے پاس سڑک کے کنارے رک گئے۔

"اب پہلے گاڑی پھر سفر" پروفیسر بولے...... وہ بے حد تھک گئے تھے۔

"ٹھیک ہے...... آپ فکر نہ کریں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
ایسے میں انہیں دور سے ایک گاڑی کی لائٹیں نظر آئیں۔
"یہ ضرور بڑی گاڑی ہے" آصف نے امید ظاہر کی۔
"یہ نہ ہوگی تو کوئی اور آجائے گی...... ارے ہم...... مگر ہم اسے روکیں گے کیسے"۔
"سڑک پر دو تین پتھر رکھ کر درختوں کے پیچھے چھپ جاؤ" انسپکٹر جمشید بولے۔
وہ فوراً حرکت میں آگئے...... پتھر سڑک پر رکھتے ہی وہ وہاں سے ہٹ گئے...... جلد ہی ایک بڑی گاڑی وہاں آرکی۔
"یہ...... یہ پتھر سڑک پر کس نے رکھ دیئے" کسی نے چلا کر کہا۔
"نظر تو کوئی نہیں آرہا" دوسرا بولا۔
"مجھے تو خوف محسوس ہو رہا ہے...... کہیں ڈاکو لوگ نہ ہوں"۔
"لیکن اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔
"تب پھر آؤ...... اتر کر پتھروں کو ہٹاتے ہیں"۔
وہ نیچے اتر آئے...... کل دو آدمی تھے...... فوراً ہی ان کی گردنوں سے پستولوں کی نالیاں آلگیں۔
"خبردار...... حرکت نہ کرنا...... ورنہ گردن میں سوراخ ہو جائے گا"۔
"کک...... کیا مطلب...... کون ہو تم"۔

"تمہیں گاڑی پیاری ہے یا زندگی" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"زز...... زندگی"۔
"تو پھر جاؤ...... یہاں سے پیدل شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ...... ہم تمہیں جان سے نہیں مار رہے"۔
"یہ گاڑی بھی تمہیں صحیح سلامت حالت میں کہیں کھڑی مل جائے گی...... ہمیں اس کی مدد سے کچھ فاصلہ طے کرنا ہے اور بس"۔
"لل...... لیکن...... ہم پیدل کس طرح جائیں گے اور جس کمپنی کے ہم ملازم ہیں...... اس کا مالک تو ہماری کھا جائے گا جان...... جب اسے گاڑی نہیں ملے گی" ان میں سے ایک نے کانپ کر کہا۔
"نہیں کھائے گا...... اس لیے کہ گاڑی اسی حالت میں واپس ملے گی...... تم جاتے ہی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرا دینا...... پولیس اس کو تلاش کر لے گی اور تمہیں دے دے گی"۔
"لیکن کمپنی کا مالک پھر بھی خوب گرجے اور برسے گا"۔
"اب یہ ہماری مجبوری ہے...... ہمیں آگے جانا ہے...... نہ گئے تو ہم مارے جائیں گے"۔
لہٰذا صبر کرو...... اور چل پڑو...... پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا...... چلو شاباش" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔
وہ لرز اٹھے اور جلدی سے آگے بڑھ گئے۔
"اگر کوئی دیکھے گا تو گولی آئے گی جواب میں...... یہ بات ذہن میں

malikji www.urdufanz.com

malikji www. urdufanz.com

بٹھالو"۔

"بہت بہتر" وہ بولے۔

اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے...... یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے...... اب انہوں نے فوراً گاڑی کو موڑا اور وہاں سے آگے روانہ ہوئے...... جلد ہی ان کی گاڑی اڑی جا رہی تھی...... لیکن پھر اچانک انہیں گاڑی کو روک لینا پڑا۔

ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

انہیں

"ہیلو! گوبند بات کر رہا ہوں...... کیا رپورٹ ہے"۔

"سر! عجیب خبر ہے...... نمبر چودہ نے ان لوگوں کو محمود اکبر نامی آدمی کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا...... محمود اکبر اور شریف بھائی خان کے گھروں کی نگرانی ہم لوگ پہلے سے کر رہے ہیں...... آپ کی ہدایات کے مطابق...... لیکن جب ہم لوگوں نے محمود اکبر کے گھر کی تلاشی لی تو وہ لوگ اس کے گھر میں نہیں ملے...... پھر ہم نے شریف بھائی کے گھر کی تلاشی لی...... وہاں بھی وہ لوگ نہیں ملے...... اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ دونوں گھر خالی پڑے ہیں...... ہمارے پندرہ پولیس مین اور سب انسپکٹر کالی داس غائب ہیں"۔

"تب وہ ان کے ہاتھوں مارے گئے...... ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں گی...... تم لوگ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو سمجھتے کیا ہو...... میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ تمہارے قابو میں نہیں آئیں

maliksjr www.urdufanz.com

گے...... لیکن تم نہیں مانے...... خیر اب میں میدان میں آتا ہوں...... میں پہلے محمود اکبر کے گھر کا معائنہ کروں گا...... پھر شریف بھائی خان کے گھر کا"۔

"او کے سر! میں وہیں پہنچ رہا ہوں سر"۔

"ٹھیک ہے...... ارجن"۔

اور پھر گوبند فوراً محمود اکبر کے گھر کے سامنے پہنچ گیا...... وہاں ارجن نے اس کا استقبال کیا۔

"سر...... کیا آپ پہلے اس مکان کو دیکھیں گے"۔

"اگر وہ پہلے اس مکان میں داخل ہوتے دیکھے گئے ہیں تب میں بھی پہلے اس کو دیکھوں گا" یہ کہہ کر وہ اندر داخل ہو گیا...... اور غور سے اس کا جائزہ لینے لگا...... ارجن کے ساتھ چند ماتحت بھی تھے، جو باہر ہی رک گئے تھے...... کیونکہ انہیں اندر آنے سے روک دیا گیا تھا۔

"ارجن! میرا ایک دعویٰ ہے...... اس مکان میں تہ خانہ ضرور ہے...... ان لوگوں کو اس تہ خانے میں چھپایا گیا تھا...... اس لیے تمہارے آدمی انہیں تلاش نہیں کر سکے"۔

"لیکن سر...... میرے آدمی تہ خانہ تلاش کرتے رہے...... نہیں ملا"۔

"وہ تو خیر میں تلاش کر دوں گا...... ویسے مجھے افسوس ہو رہا

"کس بات پر سر"۔

"اس بات پر کہ کافی رات پہلے یہ دونوں میری نظروں میں آ گئے تھے...... میں نے ان کے گھروں کی خود تلاشی کیوں نہ لی...... اگر میں تلاشی لے لیتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا"۔

"اوہ...... لیس سر...... آپ ٹھیک کہتے ہیں" ارجن نے بوکھلا کر کہا۔

"تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں...... اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں"۔

"اوہ اچھا شکریہ"۔

"بہر حال یہاں اب کوئی نہیں ہے...... اور نہ وہ لوگ اس تہ خانے میں اس وقت ہیں...... لہٰذا اس تہ خانے کو تلاش کرنے میں اس وقت میں کیوں وقت ضائع کروں...... آؤ ذرا دوسرا مکان دیکھتے ہیں"۔

اب وہ دوسرے مکان میں آئے...... وہ بغور اس کا جائزہ لیتا رہا...... آخر اس نے کہا۔

"میں سمجھ گیا ارجن...... اس مکان میں ضرور گڑبڑ ہوئی تھی...... یہاں ہمارے آدمیوں کا ان لوگوں سے مقابلہ ہوا تھا...... ان لوگوں نے ضرور ہمارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے...... اور اس مکان میں کہیں کوئی گڑھا ہے...... لاشیں اس میں گرائی گئیں...... آثار واضح ہو گئے ہیں...... لہٰذا یہاں بھی وقت ضائع ہو گا...... وہ اس مکان کے پچھلے دروازے سے رات کے وقت نکلے ہوں گے اور کچھ دور تک پیدل

چلے ہوں گے...... پھر انہوں نے کوئی بڑی گاڑی پکڑی ہو گی...... فوراً پتا کرو ارجن کوئی بڑی گاڑی رات چھینی گئی ہے یا نہیں...... اور تم سرحدی سڑک کے نزدیک والے پولیس اسٹیشنوں سے پہلے رپورٹ لو"۔

"او کے سر" اس نے کہا۔

اور پھر جلد ہی انہیں بڑی گاڑی چھینی جانے کی رپورٹ مل گئی......

وہ فوراً اس سڑک پر پہنچے...... پولیس اسٹیشن میں گاڑی کے مالک کو بلا لیا گیا تھا۔

"تو وہ گاڑی آپ کی تھی" گوبند نے پوچھا۔

"ہاں جناب! لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں...... ہم تو آپ کی گاڑی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں...... کیا آپ بتا سکتے ہیں...... وہ کل کتنے تھے"۔

"میں گھبراہٹ کی وجہ سے گن نہیں سکا...... ویسے وہ پندرہ سولہ افراد ضرور تھے"۔

"شکریہ...... آپ کو بہت جلد آپ کی گاڑی مل جائے گی...... ارجن اس سڑک پر آگے جاکر...... جہاں فوجی حدود شروع ہوتی ہے...... کیا سمجھے"۔

"جی سمجھ گیا...... آپ یہیں ٹھہریں گے"۔

"نہیں...... ان کی گاڑی اس پر سے انگلیوں کے نشان اٹھالینا"۔

maliki www.urdufanz.com

"بہت بہتر سر"۔

"اور انہیں بالکل پریشان نہ کرنا...... ان کی گاڑی جوں کی توں ان کے حوالے کرنا...... اس کا کوئی پرزہ کم نہیں ہونا چاہئے...... کیونکہ ان لوگوں نے گاڑی کو کوئی نقصان ہرگز نہیں پہنچایا ہو گا"۔

"یس سر...... آپ فکر نہ کریں سر...... آپ کے ماتحت عام پولیس والوں جیسے نہیں ہیں"۔

"تب پھر میں ان لوگوں کے تعاقب میں جا رہا ہوں"۔

"آپ تنہا جائیں گے سر"۔

"ہاں! لیکن ضرورت پڑی تو میں اپنی بلیک فورس کو بلا لوں گا...... وہ مجھ سے کسی وقت بھی زیادہ فاصلے پر نہیں رہتی"۔

"ٹھیک ہے سر"۔

اور پھر وہ اپنی چھوٹی سی کار میں وہاں سے سرحدی سڑک پر روانہ ہو گیا...... اس کا نائب اس کے ساتھ تھا...... نائب کا نام راجن سنگھ تھا...... اسے ہدایت تھی کہ جب تک وہ نہ کہے...... وہ کار سے نہ اترا کرے...... لہٰذا اس وقت بھی وہ کار میں بیٹھا رہا تھا...... اس کا فائدہ گوبند ہی اٹھاتا تھا کہ بعض اوقات اسے بہت جلدی سے کار میں سوار ہونا پڑتا تھا...... اور کار سٹارٹ کرنا پڑتی تھی...... جب کہ اس صورت میں کار اسے پہلے سے سٹارٹ مل جاتی تھی...... بلکہ راجن سنگھ اسے آگے بڑھا کر اس تک لے آتا تھا اور اس کے نتیجے میں کار ہوا ہو جاتی تھی......

matikji www.urdufanz.com

اس وقت بھی یہی ہوا تھا...... راجن سنگھ ایک بہترین ڈرائیور بھی تھا۔

"کیا پتا چلا سر"۔

"وہ لوگ اسی سڑک پر گئے ہیں...... ابھی ہمیں وہ گاڑی نظر آجائے گی...... جس پر وہ فرار ہوئے ہیں"۔

"گاڑی انہوں نے چھینی ہوگی" راجن مسکرایا۔

"ہاں بالکل"۔

"ویسے سر...... میری بہت بڑی خواہش شاید آج پوری ہو جائے"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ان سے کبھی ہمارا مقابلہ ہو"۔

"کیا تم سمجھتے ہو...... ان سے مقابلہ آسان ہے...... وہ بلاوجہ مشہور نہیں ہیں راجن...... میری بات لکھ لینا...... اور اگر ان سے مقابلہ کرنا پڑ جائے تو بہت احتیاط سے لڑنا...... ذرا سی بے احتیاطی...... تمہیں موت کے منہ میں لے جائے گی...... ان میں سے ہر ایک بہترین نشانے باز ہے...... بہترین ڈرائیور ہے...... اور بہترین لڑاکا ہے...... یہاں تک کہ تم سے اگر شوکی کا سامنا ہو جائے...... تو اس سے لڑنے میں ہمیں حد درجے احتیاط کی ضرورت ہے...... ظاہر میں وہ بالکل بے ضرر لگے گا...... لیکن ہے...... سانپ کی طرح خطرناک"۔

"میرا تو خیر آج تک ان سے سامنا ہی نہیں ہوا سر"۔

"میرا بھی نہیں ہوا...... لیکن میں نے ان کے بارے میں معلومات تو جمع کی ہیں نا...... اور یہ باتیں میں ان معلومات کی بنیاد پر بتا رہا ہوں...... تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہمارے اس معاملے میں روتان گروپ ان سے سامنا کر چکا ہے...... اور ان سے شکست کھا چکا ہے...... یہ اور بات ہے کہ بعد میں وہ انہیں شکست دے کر شہر سر لا اس کا رخ کر چکا ہے...... اور میں سمجھتا ہوں...... روتان گروپ نے بہت بڑی غلطی کی...... جب موقع مل گیا تھا تو انہیں زندہ چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں...... میں تو روتان کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا"۔

"تم میں بس یہی کمی ہے راجن سنگھ...... تم اپنی معلومات میں اضافے کی کوئی کوشش سرے سے نہیں کرتے" گوبند نے جل کر کہا۔

"مجھے افسوس ہے...... اب میں یہ کام بھی کیا کروں گا"۔

"چلو ٹھیک ہے" وہ مسکرایا۔

"آہا...... وہ دیکھو...... وہ رہی گاڑی...... انہوں نے سڑک سے اتار کر درختوں کے درمیان کھڑی کی ہے...... تاکہ عام لوگ توجہ نہ دیں اور جب کوئی تلاش کرنے والا سڑک پر آئے تو گاڑی مل جائے...... اور دیکھو...... انہوں نے گاڑی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا...... ان کی ان باتوں سے میں بہت اثر لیتا ہوں...... یہ لوگ ہیں بہت شان دار......

کاش" یہ کہتے ہوئے گوہند نے سرد آہ بھری۔

"کاش کیا سر"۔

"یہ کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوتے...... یہ ہندو ہوتے"۔

"اوہ؟" اس کے منہ سے نکلا۔

پھر ان کی کار اس بڑی گاڑی کے سامنے رک گئی...... گوہند نے چند لمحے تک اس کا جائزہ لیا' پھر مایوسانہ انداز میں انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"کوئی فائدہ نہیں...... وہ کوئی عام لوگ نہیں ہیں کہ سراغ چھوڑتے چلے جائیں...... انہوں نے گاڑی سے تمام نشان مٹا دیئے ہیں...... راستے کا اندازہ بھی ہم صرف اس وجہ سے لگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ مجھے ان کی منزل کا پتا ہے...... اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی تو ہم شاید یہاں تک بھی نہ پہنچ پاتے"۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے سر"۔

"ہم انہیں روک سکتے ہیں...... اب فکر کی کیا بات ہے...... آؤ"۔

وہ اپنی کار پر آبیٹھے...... گوہند نے یہاں سے وائرلیس پر ہدایات نشر کیں اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔

"اوہو...... روکو...... روکو" اچانک وہ چلا اٹھا۔

راجن نے فوراً بریک لگائے...... وہ بری طرح گھبرا گیا۔

"کک...... کیا ہوا سر"۔

"ہم نے ایک عجیب بات نوٹ نہیں کی"۔

"اور وہ کیا سر"۔

"پیچھے ہم ایک چیک پوسٹ چھوڑ آئے ہیں...... آخر یہ لوگ اس چیک پوسٹ سے کیسے آگے گزر آئے...... کیا ان لوگوں نے انہیں چیک نہیں کیا"۔

"اوہ یس سر...... یہ بات تو واقعی قابل غور ہے"۔

"تب پھر تم نے غور کیوں نہ کیا...... میرے خیال دلانے پر کہہ رہے ہو...... قابل غور ہے" اس نے منہ بنایا۔

"مجھے افسوس ہے سر...... میں آپ کی عقل کی تیزی کا ساتھ نہیں دے سکتا"۔

"تب پھر واپس چلو...... اس چیک پوسٹ پر...... مجھے خیال آرہا ہے...... ان لوگوں نے مجھے سلوٹ نہیں کیا...... نہ ہماری گاڑی کو روکنے کی کوشش کی...... اگر مجھے پہچان لیا تھا تو سلوٹ کرنا چاہئے تھا اور اگر نہیں پہچانا تھا تو گاڑی کو روک کر چیک کرنا چاہئے تھا...... یہی تو ڈیوٹی ہے ان کی"۔

"اوہ...... اوہ" راجن نے حیران ہو کر کہا۔

اب اس نے گاڑی موڑی اور اس چیک پوسٹ پر پہنچے...... وہاں وہ پولیس مین چوکس کھڑے تھے...... لیکن ان کی کار کو روکنے کی اب بھی انہوں نے کوشش نہیں کی...... گوہند نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

نزدیک آنے کے لئے کہا۔

وہ پولیس مین پر سکون انداز میں چلتے ہوئے نزدیک آ گئے۔

"ہاں جناب...... کیا بات ہے" اکھڑ لہجے میں کہا گیا۔

"ادھر آؤ الو کے پٹھو" گوبند پھنکارا۔

"خبردار...... آپ قانون کے محافظوں سے کس لہجے میں بات کر رہے ہیں"۔

"میں گوبند ہوں" وہ چلایا۔

"آپ جو کوئی بھی ہیں...... ہم ملازم ہیں...... آپ کو ہمیں گالیاں دینے کا کیا حق ہے"۔

گوبند نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا...... اس انداز میں آج سے پہلے کسی پولیس والے نے اس سے بات نہیں کی تھی...... وہ کار سے نیچے اتر آیا...... اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"تمہیں اس کی سزا ملے گی"۔

"کوئی بات نہیں جناب" ایک نے مسکرا کر کہا۔

"کیا کہا...... کوئی بات نہیں...... اور یہ بات تم نے بغیر گھبرائے کہی" وہ دھک سے رہ گیا۔

"ہاں جی...... کیا کریں"۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو" وہ غرایا۔

"جی بہت بہتر" انہوں نے کہا اور ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"راجن...... ان کی تلاشی لو اور ان کا اسلحہ لے لو"۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں...... ہمیں آئی جی صاحب کی طرف سے ہدایات ملی ہیں...... چوکس رہو...... ایک نے اپنا اسلحہ ہاتھ میں لہرا کر کہا۔

"ہوں گی آئی جی صاحب کی ہدایات...... اس وقت تو میری ہدایات مانو"۔

"جو حکم...... یہ لیجئے...... ہم نے ہاتھ اٹھا دیئے...... اب نتیجے کی ذمہ داری آپ پر ہو گی" ایک نے کہا۔

"ہاں ہاں ہو گی...... تم فکر نہ کرو"۔

ان کا اسلحہ لے لیا گیا۔

"راجن انہیں مارو...... خوب مرمت کرو ان کی"۔

"یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"ڈیوٹی پر کوتاہی کی بنا پر یہ سزا مل رہی ہے...... تم نے اس بدی گاڑی کو کیسے جانے دیا"۔

عین اس لمحے ان پر گولیوں کی باڑھ ماری گئی...... دونوں گرے اور بری طرح تڑپنے لگے۔

"بہت خوب خان رحمان" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

لیکن عین اس وقت ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

malikji www. urdufanz.com

نن نہیں

انہوں نے دیکھا...... گوبند اور راجن مسکراتے ہوئے اٹھ گئے۔

"ارے باپ رے...... یہ تو مر کر زندہ ہو گئے...... تب تو یہ ٹھیک کہتے ہیں" شوکی کی کانپتی آواز سنائی دی۔

"کیا ٹھیک کہتے ہیں...... انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کہا...... دماغ تو نہیں چل گیا شوکی" آصف جھلا کر بولا۔

"اوہو تم سمجھے نہیں...... میرا مطلب ہے...... ہندوؤں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ مر کر انسان پھر اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے دوسرا جنم لیتا ہے...... اسی طرح تیسرا جنم"۔

"اوہو...... یہ پیدا کہاں ہوئے ہیں...... ویسے یہ عقیدہ بالکل بے عمل ہے...... کوئی انسان مر کر واپس اس دنیا میں نہیں آتا"۔

"اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آئیں گے"۔

"ان کی وفات نہیں ہوئی تھی...... انہیں زندہ آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور پھر وہ دوبارہ پیدا نہیں ہوں گے...... اسی حالت میں آسمان سے نازل

ہوں گے"۔

"وہ ہاں یہی بات ہے"۔

"یہ تم لوگ کیا باتیں لے بیٹھے...... دیکھو راجن...... آخر میں نے انہیں تلاش کر لیا...... بڑے چھپے رستم بنے پھر رہے تھے"۔

"آپ کا جواب نہیں مسٹر گوبند"۔

"ارے باپ رے...... یہ آپ ہیں مسٹر گوبند...... آپ پہلے ہی بتا دیتے...... ہم فائرنگ نہ کرتے"۔

"تو کیا ہوا...... میرا کیا بگڑ گیا ہے اس سے"۔

"آپ کا تو کچھ نہیں بگڑا...... ہماری گولیاں تو ضائع ہوئی ہیں نا" آفتاب جل کر بولا۔

"کوئی بات نہیں...... اب تمہاری زندگیاں بھی ضائع ہو جائیں گی"۔

"آپ کے...... ارادے تو بہت خطرناک ہیں" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"تم لوگ مجھے باتوں میں نہیں لگا سکتے"۔

"اس اطلاع کے لیے شکر گزار ہیں ہم"۔

"تب پھر ہاتھ اوپر اٹھا دو" گوبند بولا۔

"تو دو دو ہاتھ کیوں نہ کر لیے جائیں"۔

"اگر دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ ہے تو پھر اس طرف درختوں کے

malikji www.urdufanz.com

درمیان آجائیں"۔

"اچھی بات ہے...... آج مقابلہ ہو ہی جائے"۔

وہ درختوں کے درمیان آگئے...... ان کی طرف اسلحہ بدستور اٹھا ہوا تھا...... لیکن وہ ذرا بھی خوف زدہ نظر نہیں آرہے تھے۔

اسی دوران گوہند اپنی جیب میں رکھے آلے کا بٹن دبا چکا تھا...... اس طرح اس کے آدمیوں کو اطلاع ہو چکی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات میں ہیں...... لہٰذا اس کی بلیک فورس غیر محسوس طور پر حرکت میں آچکی تھی...... جب کہ ان لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

"ہم حاضر ہیں...... ہو جائیں دو دو باتیں اور صحیح تو یہ ہے کہ میرے ساتھی راجن سنگھ کو آپ لوگوں سے مقابلے کا کچھ زیادہ ہی شوق تھا...... آج اس کا شوق بھی پورا ہو رہا ہے"۔

"اوہ! یہ جان کر بہت خوشی ہوئی" محمود نے کہا۔

"مجھے بھی ہوئی" راجن نے منہ بنایا۔

"اگر خوشی ہوئی ہے تو پھر آجائیں میدان میں اور بتائیں...... ہم میں سے کس سے مقابلہ کرنا پسند کریں گے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ میرے مقابلے میں کسی کو بھیج دیں"۔

"او کے...... شوکی تم مقابلہ کرو گے"۔

"مم...... میں...... ارے باپ رے...... یہ اتنے ڈیل ڈول والے

لمبے چوڑے اور مضبوط انسان سے...... اور ان کے مقابلے میں بھیج رہے ہیں آپ مجھے...... انکل منور علی یا انکل خان رحمان کو بھیجتے تو ایک با[ت] بھی تھی" شوکی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"نہیں...... تم ہی مقابلہ کرو گے اور یہ مقابلہ اس وقت تک جا[ری] رہے گا جب تک کہ ایک بالکل شکست نہ کھا جائے...... وہ گر کر ا[ٹھنے] کے قابل نہ رہے...... یا جان سے نہ مر جائے"۔

"کیا فرمایا آپ نے جب تک جان سے نہ مر جائے ہم میں سے کو[ئی] ایک" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"ہاں! یہی کہا میں نے...... چلو شروع کریں لڑائی"۔

"آپ...... آپ تو...... مجھے...... بکری کا قربان بنا[ئے] دے رہے ہیں"۔

"کیا...... کیا بنائے دے رہے ہیں" آصف چلا اٹھا۔

"اوہ! میرا مطلب ہے...... قربانی کا بکرا" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"نہیں...... تم فکر نہ کرو...... اگر تم راجن کے ہاتھوں مارے گئے...... تو ہم اس سے تمہارا انتقام ضرور لیں گے"۔

"لل...... لیکن انکل...... اس انتقام کا مجھے کیا فائدہ ہو گا"۔

وہ مسکرا دیئے...... اتنے میں راجن اس کی طرف بڑھتا نظر آیا...... وہ لگا تھر تھر کانپنے...... یہ دیکھ کر راجن بولا۔

"حیرت ہے...... انسپکٹر جمشید...... تم نے اپنی ٹیم میں اس قدر

malikji www.urdufanz.com

بزدل آدمی رکھے ہوئے ہیں" راجن نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا۔

"مم...... مجبوری ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیسی مجبوری...... بزدل ساتھیوں کو نکال باہر کرو"۔

"اس طرح ہماری ٹیم نامکمل ہو جائے گی" انہوں نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی...... ان کی جگہ بہادر ساتھی رکھیں"۔

"مجبوری ہے" وہ ہنسے۔

"اس میں کیا مجبوری؟"۔

"ان سے بہادر ساتھی ملتے نہیں"۔

"بے کوئی تک اس بات کی...... میں نے تو سنا تھا...... آپ کے بعض ساتھی بے تکی باتیں کرنے کے عادی ہیں...... لیکن یہاں تو ہمیں آپ بھی بے تکی باتیں کرنے کے عادی لگ رہے ہیں"۔

"کیا کیا جائے...... مجبوری ہے"۔

"ہر بات میں تو آپ مجبوری لے آتے ہیں...... راجن نے جھلا کر کہا...... اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔

"راجن...... باتوں میں وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے...... اس پر ایک وار کرو اور اٹھنے کے قابل نہ رہنے دو...... یہ خود جان جائیں گے انہیں کیا مجبوری ہے اور کیا نہیں" گونند نے جلے کٹے انداز میں

"اس نے کہا اور تیر کی طرح شوکی کی طرف لپکا۔

اس حالت میں اگر وہ شوکی سے ٹکرا جاتا تو ضرور اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی...... لیکن جونہی اس نے حرکت کی...... شوکی پکارا۔

"ارے باپ رے...... مارا گیا غریب کا بال"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تڑ سے گرا اور لڑھک گیا...... لیکن اس کے اس لڑھکنے میں کیا کمال تھا...... یہ کوئی نہ جان سکا...... ہر کسی کو یہ محسوس ہوا کہ وہ خوف سے گرا ہے...... اور اب راجن کے نیچے دب جائے گا...... لیکن جب منظر واضح ہوا تو شوکی قدرے فاصلے پر نظر آیا اور راجن زمین پر تھا۔

"ارے...... یہ...... یہ کیا ہوا...... مسٹر راجن کہاں رہ گئے...... وہ تو مجھ پر گرنے والے تھے"۔

"خدا کا شکر ہے...... تم بال بال بچے شوکی" آفتاب مسکرایا۔

شوکی کو اس طرح بچتے دیکھ کر ان سب کے چہروں پر رونق آگئی تھی۔

"یہ کیا ہوا راجن؟" گونند نے تیز آواز میں کہا۔

راجن اچھل کر کھڑا ہو گیا...... اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

"مم...... میں سمجھ نہیں سکا سر...... پتا نہیں اندازے کی غلطی ہوئی یا اس نے چال کھیلی"۔

"تب پھر تم سنبھل جاؤ...... اس لڑکے کو مذاق نہ سمجھو۔ انسپکٹر جمشید نے اسے تمہارے مقابلے میں ایسے ہی نہیں بھیج دیا"۔

malikji www.urdufanz.com

"جب کہ میرا خیال ہے...... انہوں نے مجھے ایسے ہی بھیج دیا ہے...... یہ پہلے بھی اکثر ایسا کرتے ہیں...... جب کوئی زیادہ ڈیل ڈول والا آدمی میدان میں اترتا ہے تو اس کے مقابلے کے لیے یہ مجھے بھیج دیتے ہیں"۔

"اوہ...... اوہ" دونوں چونک اٹھے۔

"دیکھا راجن...... میں نے ٹھیک کہا تھا نا...... سوچ سمجھ کر لڑو...... نہیں لڑ سکتے تو ایک طرف ہو جاؤ...... میں کروں گا ان سے دو دو ہاتھ" گومند بولا۔

"اور یہ لڑائی کفر اور اسلام کی لڑائی ہو جائے گی...... اشفاق ہنسا۔

"کیوں...... شوکی اور راجن لڑ رہے ہیں تو کیا یہ کفر اور اسلام کی جنگ نہیں ہے"۔

"اب بھی ہے...... اس وقت اس میں شدت آجائے گی"۔

"راجن وار کرو...... بس ایک کاری وار" وہ پکارا۔

راجن اچھلا...... بہت بری طرح اور اس کے دونوں پیر شوکی کے سینے کی طرف آتے نظر آئے...... شوکی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا...... راجن کمر کے بل زمین پر گرا...... شوکی ایک بار پھر دور کھڑا نظر آیا۔

"بہت خوب شوکی" پروفیسر داؤد بولے۔

"شش...... شکریہ انکل" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"تو شکریہ کہتے وقت بوکھلانے کی کیا ضرورت ہے"۔

"تب پھر...... بوکھلانے کی ضرورت کیا کہتے وقت ہوتی ہے" شوکی نے کہا۔

"حد ہو گئی...... ہے کوئی تک اس بات کی" آصف جھلا اٹھا۔

"اب ان حالات میں اس سے زیادہ تک کی بات کہاں سے لاؤں" شوکی نے منہ بنایا۔

"یہ بات بھی ٹھیک ہے...... بھئی تم تو اسے تنگ نہ کرو...... کہیں غصے میں آکر غلطی نہ کر جائے اور مسٹر راجن اسے کوئی ہاتھ نہ رسید کر دے"۔

"ہائیں...... تو کیا مسٹر راجن شوکی بھائی کو کوئی ہاتھ رسید بھی نہیں کر سکتے" محمود چونک کر بولا۔

"نہیں...... یہی تو بات ہے...... اگر راجن کی مرمت کرانا ہوتی تو میں محمود یا آصف کو بھیجتا...... اس وقت تو دکھانا صرف یہ ہے کہ ان کا لڑاکا تو ہمارے ایک ساتھی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا"۔

"تم نے سنا راجن" گومند پھنکارا۔

"آپ فکر نہ کریں سر...... اب دیکھیے گا...... میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں" اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے...... آپ سلوک جیسا جی چاہے کریں...... لیکن اس قدر خوفناک لہجے میں تو بات نہ کریں...... اگر میرا ہارٹ فیل ہو گیا

malikji www.urdufanz.com

تو میں کس طرح کر سکوں گا یہ مقابلہ" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"راجن! یہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے...... ڈرنے گھبرانے کانپنے یا لرزنے کی ایکٹنگ کر رہا ہے...... اب تم اس کے ایک ہاتھ رسید کر ہی دو"۔

"او کے سر"۔

ان الفاظ کے ساتھ راجن نے خوفناک انداز میں شوکی پر وار کیا...... وہ ہوا میں اس انداز سے اچھلا کہ شوکی کسی صورت بھی بچ نہ سکے...... اور واقعی اس بار شوکی کو بچنے کی کوشش میں دانتوں پسینہ آگیا...... اب تک وہ بھی اسے مذاق میں لیتا رہا تھا...... اب وہ سنجیدہ ہو گیا...... کیونکہ اس مرتبہ وہ قریب قریب اس کی زد میں آچکا تھا...... بس ایک لمحے کی پہل اسے بچا گئی۔

"ہوشیار شوکی...... اب مذاق نہیں" انسپکٹر جمشید نے اسے خبردار کیا۔

"جی ہاں" اس نے فوراً کہا۔

اسی وقت وہ اچھلا...... اور سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں دے ماری...... شوکی کمان کی طرح مڑ گیا...... پھر بھی ٹکر کسی حد تک لگ گئی...... وہ اچھل کر دور جا گرا۔

"بہت خوب راجن...... یہ تمہاری جیت ہے...... ان کا دعویٰ تھا...... تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے"۔

"ہاتھ تو اب ماروں گا اسے" وہ غرایا۔

اس وقت تک شوکی اٹھ چکا تھا...... اب جو انہوں نے شوکی کی طرف دیکھا تو خوف زدہ سے ہو گئے...... انہوں نے شوکی کو اس قدر خوفناک کبھی نہیں دیکھا تھا...... یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا بھی چونک اٹھے...... حیرت زدہ انداز میں انہوں نے اس کی طرف دیکھا...... لیکن بولے کچھ نہیں...... بغور شوکی کی طرف دیکھنے لگے...... اس روپ میں انہوں نے بھی اسے آج ہی دیکھا تھا...... پھر جونہی راجن نے اس پر چھلانگ لگائی...... وہ بھی اس کی طرف اچھلا اور اس کے سر کی ٹکر راجن کے ناک پر لگی...... اس قدر پھرتی انہوں نے شوکی میں پہلی بار دیکھی تھی۔

راجن کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی...... وہ الٹ کر گرا اور ساکت ہو گیا...... اس کے ناک سے خون فوارے کی صورت میں بہہ رہا تھا...... وہ بری طرح تڑپ رہا تھا...... اور شوکی پر سکون انداز میں کھڑا تھا۔

"بہت خوب شوکی...... ہم تو مان گئے تمہیں"۔

"اب مسٹر گوبند...... تم بھی آجاؤ" شوکی پھنکارا۔

"ارے ارے...... نہیں بھئی...... تم گوبند سے نہیں لڑو گے" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"آپ کہتے ہیں تو نہیں لڑوں گا" وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا......

malikji www.urdufanz.com

...ے پر پھر وہی بزدلی نظر آنے لگی...... سب کے سب شوکی کو حیرت ...ی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"خان رحمان...... تم ذرا گوبند صاحب سے مقابلہ کرو"۔

"ضرور کیوں نہیں" خان رحمان مسکرائے۔

"ایک ناتجربہ کار کو میرے مقابلے میں بھیج کر آپ غلطی کر رہے ہے" گوبند پرسکون انداز میں بولا۔

"کوئی بات نہیں...... اس بہانے خان رحمان کو تجربہ ہو جائے ۔

"بالکل ٹھیک جمشید" خان رحمان پرسکون آواز میں بولے۔

"او کے...... میں آ گیا میدان میں"۔

یہ کہہ کر وہ دو تین چھلانگیں لگا کر ان کے بالکل سامنے آ گیا اور ...دونوں ہاتھ ان کی طرف اٹھا دیے...... انگلیاں پھیلا دیں۔

"کیا خیال ہے...... انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر زور نہ لگا لیا ...ئے"۔

"ضرور...... کیوں نہیں" خان رحمان نے کہا۔

دونوں نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیں اور لگے زور لگانے...... ...نوں زور لگا کر تھک گئے...... لیکن کوئی دوسرے کے بازو مروڑنے ...ں کامیاب نہ ہو سکا۔

"کیا خیال ہے...... اس طرح تو فیصلہ نہیں ہو رہا"۔

"ہاں...... ٹھیک ہے...... ہم آزادانہ لڑیں گے"۔

انگلیاں چھوڑ دی گئیں...... گوبند نے فوراً پینترا بدلا اور انہیں دھوبی پٹکا مارنے کی کوشش کی...... لیکن وہ اس کی پنڈلی پر ٹھوکر مارتے ہوئے اس وار کو بچا گئے...... گوبند ایک ٹانگ اٹھا کر ناچا...... شاید پنڈلی پر چوٹ شدید آئی تھی...... خان رحمان نے موقع غنیمت جانا...... دوڑ کر اس کی کمر پر ٹکر دے ماری...... لیکن اس نے خود کو دائیں پہلو پر گرا دیا...... اس طرح وہ ان کی ٹکر سے صاف بچ گیا اور وہ اپنی جھونک میں آگے نکل گئے...... ابھی مڑ نہیں پائے تھے کہ ان کی کمر پر اس کے دونوں پیر لگے...... یہ وار خوفناک تھا' وہ دھپ سے گرے...... ساتھ ہی گوبند نے ان پر چھلانگ لگائی...... وہ کروٹ لینے میں کامیاب ہو گئے...... گوبند زمین پر گرا' اس کا سر زمین سے ٹکرایا' ادھر خان رحمان کے پاؤں کی ٹھوکر اس کی پسلیوں میں لگی...... وہ ساکت ہو گیا...... خان رحمان نے یہ دیکھ کر ایک اور ٹھوکر اس کی پسلیوں میں رسید کی۔

"ایک ٹھوکر میری طرف سے انکل" شوکی بولا۔

وہ مسکرا دیے اور ایک ٹھوکر اور اس کے رسید کی...... گوبند میں حرکت کے آثار سرے سے غائب تھے...... خان رحمان اس پر جھکے...... تاکہ دیکھ سکیں اور یہی اس کی غلطی تھی...... یک دم اس کے دونوں ہاتھ ان کی گردن پر جم گئے اور فوراً دباؤ ڈالنے لگا...... یہ دباؤ اس قدر شدید تھا کہ خان رحمان کے اوسان خطا ہونے لگے۔

malikji www.urdufanz.com

"دھوکا...... صاف دھوکا" انسپکٹر جمشید غرائے۔

"کیا ہم مدد کریں خان رحمان"۔

"نن...... غر غر غر" ان کے منہ سے آواز نہ نکل سکی...... شاید وہ بہت مشکل میں تھے...... تاہم وہ کہہ رہے تھے، دخل نہ دیں۔

عین اس وقت گوبند کے بال ان کی مٹھی میں آگئے...... انہوں نے پوری قوت سے سر کو پیچھے کی طرف کھینچنا شروع کیا...... یہاں تک کہ اس کا سر بالکل پیچھے کی طرف جھک گیا...... گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور آخر اس کے ہاتھ گردن پر سے ہٹ گئے...... اب خان رحمان نے بائیں ہاتھ کی ہڈی اس کی گردن پر رسید کر دی...... گردن پہلے ہی جھکی ہوئی تھی...... ہڈی کو سخت چوٹ کیا لگی...... وہ بہت زور سے تڑپا...... اور کٹے ہوئے درخت کی طرح گرا...... کیونکہ اس وقت انہوں نے اس کے بال چھوڑ دیے تھے۔

ایسے میں انہوں نے فرزانہ کی خوف میں ڈوبی آواز سنی۔

"نن...... نہیں...... نہیں"۔

☆☆☆

پتھر کا وار

"ہے کوئی تک اس نن...... نہیں کی" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"بالکل نہیں...... بات تو خوشی کی ہے...... شوکی نے راجن کو مار گرایا اور انکل رحمان نے گوبند کو...... جو ان کا مشہور و معروف سراغرساں ہے...... اور ان کے نزدیک اپنے دشمنوں کے لیے خطرناک ترین ہے...... لہٰذا اب یہ خوف زدہ آوازیں نن نہیں کہنا سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہو...... اس بے چاری کو وضاحت تو کرنے دو...... ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے ہو" خان رحمان نے انہیں ڈانٹا۔

"ارے ہاں واقعی...... ہاں تو فرزانہ ہو جائے وضاحت نن نہیں کی"۔

"ہم جیتنے کے باوجود ہار گئے"۔

"واہ...... کیا خوب صورت جملہ ہے...... بلکہ تاریخی ہی کہہ لیں تو کوئی حرج نہیں" آصف ہنسا۔

malikjiwww.urdufanz.com

"میں تو اس کو ادبی جملہ کہوں گا" محمود نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی...... اس بے چاری کو وضاحت کرنے نہیں دے رہے...... اور بات پر بات کیے جا رہے ہیں" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ان باتوں میں بس یہی بری بات ہے انکل...... بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے اور رکنے کا نام نہیں لیتی" آفتاب بولا۔

"اچھا خاموش...... دیکھ تو لو...... اس کے چہرے پر کس قدر خوف ہے اور اب تو میں بھی خوف زدہ ہونے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں"۔

"بلکہ میں بھی" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"حد ہو گئی...... خوف زدہ ہونے کی بھی ضرورت ہوتی ہے انکل" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"پپ...... پتا نہیں...... لیکن میں محسوس کر رہا ہوں" انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے...... تب پھر کر لیں محسوس" مکھن بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"مارے گئے" خان رحمان نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"واقعی" فرحت کے منہ سے نکلا۔

"اوہو! رفتہ رفتہ اس خوف میں سبھی شریک ہوتے جا رہے ہیں...... ہے کوئی تک"۔

پروفیسر داؤد نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں ہے انکل...... بالکل نہیں ہے" شوکی نے ہانک لگائی۔

"تک...... کیا نہیں ہے؟" انہوں نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

"تک اور کیا؟"۔

"دھت تیرے کی"۔

"تم سب لوگ ہماری زد پر ہو...... جب کہ تم ہمیں زد میں لینے کے قابل سرے سے نہیں ہو" ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی...... آواز اوپر ایک درخت پر سے آئی تھی...... جب کہ وہ پہلے ہی محسوس کر چکے تھے کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے...... اور گھیرنے والے ہیں بھی درختوں پر...... جب وہ لڑائی میں مشغول تھے اور ان کی پوری توجہ لڑائی کی طرف تھی...... اس وقت دشمن نہایت خاموشی سے ان درختوں پر چڑھنے میں مصروف تھا...... اور یہ گوبند کی چال تھی۔

"کمار لال...... نیچے کود کر آجاؤ...... اور دیکھو...... سر اور راجن سنگھ کا کیا حال ہے"۔

"اوکے استاد" آواز آئی۔

پھر ایک آدمی دھم سے کودا...... اور اٹھ کر پہلے گوبند کی طرف گیا...... اس نے اس کے دل کی دھڑکن محسوس کی...... نبض دیکھی...... پھر راجن کی طرف گیا...... اسے بھی چیک کیا اور سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

malikji www.urdufanz.com

"دونوں زندہ ہیں...... لیکن بغیر ہسپتال لے جائے...... یہ ہوش میں نہیں لائے جا سکیں گے...... شدید ضربات آئی ہیں انہیں"۔

"کوئی بات نہیں...... دونوں کو فوراً ہسپتال بھیج دو...... گاڑی یہیں لے آؤ...... اور تم لوگ ذرا بھی حرکت نہ کرنا...... ورنہ قیمہ بن جائے گا...... ہم مسٹر گوبند اور راجن سنگھ کے جسموں پر لگنے والی ایک ایک چوٹ کا حساب تم سے لیں گے...... سرد آواز میں کہا گیا۔

وہ واقعی دم بخود تھے...... کیونکہ موٹی شاخوں کی اوٹ میں دشمن انہیں زد پر لیے بیٹھا تھا...... پھر گھنے پتوں کی وجہ سے بھی وہ محفوظ تھا...... وہ نیچے سے نشانہ لینے کی کوشش کر سکتے تھے...... لیکن اس وقت جب وہ خود اوٹ میں ہوتے...... لیکن وہ ان کی زد میں تھے...... جونہی وہ نشانہ لینے کے لیے حرکت میں آتے...... وہ انہیں نشانہ بنا دیتے...... لہٰذا وہ صبر سے کھڑے رہے۔

جلد ہی وہاں تک ایمبولینس لائی گئی...... ان دونوں کو اندر لٹایا گیا اور گاڑی چلی گئی۔

"اب ہم دو دو باتیں کریں گے"۔

"دو دو باتیں" فاروق کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"کیوں کیا ہوا؟"۔

"ایک مصنف ہے...... جو اپنے ہر ناول سے پہلے دو باتیں کے نام سے پیش لفظ لکھتا ہے...... جس کو عام طور پر دیباچہ کہتے ہیں...... سنا

ہے...... اس کی دو باتیں بہت مشہور ہیں"۔

"تم کہاں کی باتیں لے بیٹھے"

"آپ نے خود ہی تو پوچھا تھا...... کیوں کیا ہوا؟"۔

"اوہ ہاں...... واقعی" اوپر سے کہا گیا۔

"نیچے اتر کر مردانہ وار مقابلہ کریں نا...... جس طرح مسٹر گوبند اور راجن نے کیا ہے"۔

"نہیں...... ہمیں یہ حکم نہیں ہے...... اب تم لوگ اپنا اسلحہ ایک طرف ڈھیر کر دو...... ہاں شاباش...... جلدی" اس نے غرا کر کہا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...... وہ حکم کی تعمیل پر مجبور تھے...... آخر انہوں نے اسلحہ ایک طرف ڈھیر کر دیا۔

"اب اس جگہ سے دائیں طرف آ جائیں...... کم از کم بیس قدم چلیں"۔

انہوں نے قدم اٹھانا شروع کیے...... پھر وہ بیس قدم کے فاصلے پر آ گئے تو اوپر سے کہا گیا۔

"بس...... یہیں رک جائیں"۔

وہ رک گئے...... چند منٹ تک خاموشی طاری رہی...... پھر اس نے کہا۔

"اب تم لوگوں کا اسلحہ ہمارے قبضے میں ہے...... ذرا سوچو...... اب اگر ہم فائرنگ کر دیں تو تم کہاں ہو گے"۔

"ہم وہیں ہوں گے...... جہاں ہمارے رب کو منظور ہو گا"۔

"اچھی بات ہے...... پکارو اپنے رب کو کہ وہ تمہیں ہماری گولیوں سے بچالے...... ہم بھی دیکھتے ہیں...... وہ کیسے بچاتا ہے"۔

"وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے...... اب تم نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے...... ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے"۔

"تم نہیں چھوڑو گے ہمیں...... ہو کس خیال میں...... تم ہماری زد میں ہو...... ہم تمہاری زد میں نہیں ہیں"۔

"ارے میاں جاؤ...... کر لو جو کرنا ہے"۔

"فائر" اس نے چیخ کر کہا۔

ساتھ ہی ان سب نے لوٹ لگائی...... لیکن اوپر سے فائرنگ اس وقت شروع ہوئی...... جب وہ لوٹ لگا چکے تھے...... یہ تو ان کی عادت کام آگئی...... کہ وہ ہمیشہ لوٹ پر لوٹ لگاتے تھے...... دوسری لوٹ انہیں گولیوں سے بچا گئی...... ساتھ ہی وہ لڑھکتے ہوئے درختوں کی اوٹ میں ہو گئے۔

"درختوں کے پیچھے اوٹ لینا آپ کے کس کام آئے گا...... جب کہ ہم اس جگہ کے چاروں طرف موجود ہیں" اوپر سے ہنس کر کہا گیا۔

"آپ اپنا کام کریں...... ہم اپنا کریں گے" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"فائر" پھر بلند آواز میں کہا گیا۔

ایک بار پھر ان پر فائرنگ کی گئی...... اور واقعی چاروں طرف سے وہ اب بھی ان کے نشانے پر تھے لیکن ان کے لوٹ لگا جانے کی وجہ سے وہ ایک بار پھر بال بال بچے۔

"آخر کب تک...... بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی" اوپر سے ہنس کر کہا گیا۔

انسپکٹر جمشید نے فکر مندانہ انداز میں ادھر ادھر، اوپر نیچے دیکھا...... پھر سرسری انداز میں بولے۔

"ہم ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہیں...... لیکن"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل" آصف گھبرا گیا۔

"آصف...... بری بات ہے...... ابھی تم نے لیکن کے بعد والی بات نہیں سنی" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اوہ...... سوری" اس نے فوراً کہا۔

"لیکن کیا؟" اوپر سے پوچھا گیا۔

"بہت خوب!" یہ کہہ کر وہ جھکے اور ایک درمیانے سے سائز کا پتھر اٹھا لیا...... چند سیکنڈ تک وہ اس پتھر کو تولتے رہے...... پھر ایک درخت کا نشانہ لے کر پتھر پھینک دیا۔

ٹھک کر کے پتھر درخت پر ایک جگہ لگا...... شہد کی بڑی مکھیوں کا بہت بڑا چھتہ تھا...... پتھر لگنے سے ہزاروں ادھر ادھر اڑنے لگیں اور پھر انہوں نے درختوں پر موجود شمنو ۔ چیخیں سنیں

malikji www.urdufanz.com

بھناتی ہوئی شہد کی مکھیاں ان پر حملہ آور ہو گئی تھیں...... ان مکھیوں سے خود کو بچانے کے لیے وہ اس قدر بے خود ہوئے کہ اسلحہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گرنے لگا...... رائفلوں کے تڑاتڑ نیچے گرنے کی آوازیں سنائی دیں تو فاروق سے رہا نہ گیا۔

"ارے باپ رے...... یہ تو اسلحے کی بارش ہو رہی ہے"۔

"کک...... کیا کہا...... اسلحے کی بارش؟" آفتاب نے چونک کر کہا۔

"کیوں تمہیں کیا ہوا؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"مم...... میرا مطلب ہے...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی...... میرا تکیہ کلام مجھ سے چھین رہے ہو...... منہ کی کھاؤ گے، آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا...... اور وہ بے بھاؤ کی پڑیں گی کہ دن میں تارے نظر آ جائیں گے" فاروق نے جلدی جلدی جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ایک جملے ہی جملے میں محاورات اور ضرب الامثال کی بھر مار کر دی...... بھئی واہ" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"اور آپ تعریف کر رہے ہیں انکل" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اور مجھے کیا کرنا چاہیے" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"حیرت ظاہر کرنی چاہیے" فرحت مسکرائی۔

"حد ہو گئی یعنی کہ...... توبہ ہے تم سے" منور علی خان جھلا اٹھے۔

"شکریہ ابا جان" فرحت فوراً بولی۔

maliki www.urdufanz.com

"اور ہمیں اس بارش سے فائدہ اٹھانا چاہیے...... میرا مطلب ہے...... بہتے دریا میں ہاتھ دھو لیتے ہیں" شوکی نے بلند آواز میں کہا۔

"دریا...... کہاں ہے دریا" پروفیسر داؤد چونک کر بولے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"لیجیے...... اب پہلے ہاتھ دھونے کے لیے دریا کا انتظام کریں" فاروق مسکرایا۔

پھر وہ جلدی جلدی رائفلیں اکٹھی کرنے لگا...... رائفلوں کے بعد خود ان کے گرنے کی باری آئی...... کیونکہ مکھیاں بے تحاشہ تھیں اور انہوں نے کاٹ کاٹ کر ان کے حلیے تبدیل کر دیے تھے...... اب وہ آدمی کم اور ڈبل روٹی زیادہ لگ رہے تھے...... ایسے میں مکھیوں نے ان کا رخ کیا...... کیونکہ جب درختوں پر کوئی نہ رہا تو مکھیاں نیچے آ گئیں۔

"بھاگو! ورنہ یہ ہمارا ابھی حشر کریں گی"۔

انہوں نے بری طرح دوڑ لگا دی...... مکھیاں ان کے تعاقب میں آتی نظر آئیں...... اور بے شمار تو وہیں ان گرے ہوؤں پر ٹوٹ پڑیں...... اپنے تعاقب میں آنے والی مکھیوں سے بچنے کے لیے وہ سر پر پیر رکھ کر دوڑے...... اس قدر تیز دوڑے کہ جلد ہی بہت دور نکل آئے۔

"وہ...... وہ ادھر بھی آ جائیں گی جمشید"۔

"تب پھر کیا کریں"۔

maliki www.urdufanz.com

"دھواں...... ان سے بچنے کے لیے صرف دھواں کارگر ہو جائے گا...... جلد از جلد یہاں پتے، پتلی شاخیں اکٹھی کر کے ان کو آگ لگادو...... اور اس دھوئیں کے پاس بیٹھ جاؤ...... نزدیک نہیں آئیں گی...... بلکہ دور بھاگ جائیں گی...... اور رات ہونے پر تو...... یہ اپنی فکر کرنے لگیں گی...... ہمیں بھول جائیں گی"۔

"بہت بہتر"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا...... پتوں اور شاخوں کا ڈھیر جمع کر لیا اور اس کو آگ لگادی...... اس سے گہرا دھواں اٹھنے لگا...... وہ دھوئیں کے پاس بیٹھ گئے...... مکھیوں کی آمد شروع ہوئی...... لیکن دھوئیں کی بو پا کر وہ ادھر ادھر منتشر ہونے لگیں...... اس طرح انہیں ان سے نجات مل گئی...... پھر رات کی تاریکی پھیل گئی اور وہ وہاں سے اس سمت میں روانہ ہوئے...... جہاں گرے ہوئے دشمن چھوڑ آئے تھے...... وہ سب وہیں بے ہوش پڑے تھے...... ان کے جسم اس قدر موٹے ہو گئے تھے کہ نقش و نگار نظر نہیں آرہے تھے...... آنکھوں کے اوپر گوشت اس طرح منڈھ گیا تھا کہ آنکھیں کھولنا ممکن نہیں رہا تھا۔

"اب یہ لوگ ہمارے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتے...... لہٰذا ہمیں رات ہی رات میں یہاں سے بہت آگے نکل جانا چاہیے...... اس طرح ایک تو ہم ان مکھیوں سے بچ جائیں گے...... دوسرے گوہند جو نئی فوج بھیجے گا...... اس سے محفوظ ہو جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے...... یوں بھی تو ہمیں آخر آگے بڑھنا ہے"۔

وہ وہاں سے آگے چل پڑے...... چاند نکلا ہوا تھا اور اس کی روشنی ان کے لیے مددگار ثابت ہو رہی تھی...... صبح تک وہ رکے بغیر چلتے رہے...... یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا...... اب انہوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی...... اس کے بعد آگے بڑھے تو سڑک کے کنارے ایک بورڈ لگا نظر آیا...... اس پر اوپر تو انسانی کھوپڑی بنائی گئی تھی...... اور نیچے موٹے حروف میں لکھا تھا۔

"آگے سرحد ہے...... عام لوگوں کا داخلہ بند ہے...... اس جگہ سے آگے آنے والوں کو ملٹری پولیس گرفتار کرنے کا پورا حق رکھتی ہے اور ایسے لوگوں پر کوئی کیس نہیں چلایا جائے گا...... انہیں جیل بھیج دیا جائے گا اور وہ جیل میں ہی رہیں گے...... لہٰذا خبردار...... آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں"۔

کافی خوفناک بورڈ تھا...... لیکن وہ بھلا کیا اس کو خاطر میں لاتے...... فوراً آگے بڑھ گئے...... ابھی انہیں چلتے دس منٹ ہوئے تھے کہ سڑک پر ایک فوجی گاڑی کھڑی نظر آئی...... اس گاڑی سے رائفلیں جھانک رہی تھیں...... انہوں نے جیسے گاڑی کو دیکھا ہی نہیں...... آگے بڑھتے رہے۔

maliKji www.urdufanz.com

"رک جاؤ...... ہاتھ اوپر اٹھا دو"

وہ رک گئے...... کسی نے ہاتھ نہ اٹھائے۔

"کیا تم لوگوں نے بورڈ نہیں پڑھا تھا؟" ایک سرد آواز لہرائی۔

"پڑھا تھا" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"تب پھر...... آگے کیوں آئے...... کیا تم اپنے دشمن خود ہو؟"۔

"نہیں...... یہ بات نہیں...... لیکن ہم آگے آنے پر مجبور تھے...... سو آگئے"۔

"ہم یہ نہیں پوچھیں گے کہ تمہیں کیا مجبوری تھی...... ارے تم نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے...... فوراً ہاتھ اٹھا دو...... ورنہ ہم فائر کھول دیں گے"۔

"اٹھا دو بھئی ہاتھ" وہ بولے۔

سب نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"ان کی تلاشی لو...... اسلحہ برآمد کر لو...... اور انہیں گاڑی میں بٹھا دو...... انہیں کالی جیل پہنچانا ہے"۔

"کیا کہا...... کالی جیل"۔

"ہاں! کالی جیل...... وہاں جا کر تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا"۔

"نن نہیں" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

باقی ساتھیوں نے صاف محسوس کر لیا کہ یہ انہوں نے مصنوعی

حیرت ظاہر کی تھی...... پھر ان کی تلاشی لی گئی...... ان سے ہر چیز لے لی گئی...... پھر گاڑی پر سوار کرایا گیا...... انہوں نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہیں کی...... اور پھر اس گاڑی کے ذریعے وہ اس جیل کے سامنے پہنچ گئے...... جیل کو دیکھ کر وہ خوف زدہ نظر آنے لگے...... لیکن وہ اندر سے خوف زدہ نہیں تھے...... کیونکہ انسپکٹر جمشید خود اس جیل تک پہنچنے کا فیصلہ کر چکے تھے...... ایسا نہ ہوتا تو وہ ہرگز اس طرح گاڑی پر سوار نہ ہوتے...... نہ اپنا اسلحہ ان کے حوالے کرتے...... نہ اندھا دھند گاڑی کی طرف بڑھتے...... بلکہ وہ تو دور سے ہی اس گاڑی کو نشانہ بنا سکتے تھے...... پوری گاڑی کو اڑا کر رکھ دیتے اور ان سب میں سے ایک فوجی بھی زندہ نہ بچتا...... اسی لیے وہ بظاہر خوف زدہ نظر آ رہے تھے...... اندر سے نہیں تھے۔

جونہی انہیں کال کوٹھری میں پہنچایا گیا...... وہ ایک دوسرے کے گلے لگ گئے...... گویا ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے...... اس لیے کہ یہ جیل اس پہاڑ کے دامن میں تھی...... جس کے دوسری طرف ان کے ملک میں سرلاس موجود تھا...... اور سرلاس میں داخل ہونے کے لیے اس جگہ آنا بہت ضروری تھا...... دوسرے دن صبح سویرے انہیں جیلر کے سامنے پیش کیا گیا...... شاید ہر نئے آنے والے کو اس کے سامنے پیش کیا جاتا تھا...... اس نے انہیں گھور کر دیکھا۔

"کیا تم لوگوں کا دماغ خراب ہے" اس نے پوچھا۔

maliku www. urdufanz.com

"یہ اندازہ آپ نے کیسے لگایا؟"۔

"سڑک کے شروع میں بہت بڑا بورڈ لگا ہوا ہے...... کوئی عقل سے پیدل انسان بھی اس بورڈ کو پڑھ کر اس طرف کا رخ نہیں کرتا...... پھر تم کیوں آئے...... پھر یہی نہیں...... اس گاؤں کی طرف بے خطر بڑھتے رہے...... اور ملٹری والوں نے تم لوگوں کو یہاں پہنچا دیا...... خیر مجھے کیا...... میں تو قیدیوں کو جیل میں رکھنے کا ذمے دار ہوں...... کوئی جیل کیوں آیا...... اس کو جیل کیوں بھیجا گیا...... مجھے اس سے کیا...... نہ یہ میرا مسئلہ ہے...... یہاں تمہیں اس لیے لایا گیا ہے کہ جیل کے قانون جان لو...... صبح سویرے اٹھ کر تم لوگوں کی حاضری لی جایا کرے گی...... پھر جیل سے باہر پہاڑ پر پتھر توڑنے کا کام لیا جاتا ہے...... دس بجے تک یہ کام کرو گے...... اس کے بعد ناشتا ہو گا...... اس بوڑھے کو اگر کام سے چھڑانا چاہتے ہو تو اس کے حصے کا کام تم لوگ کر سکتے ہو...... یہ رعایت میں تم لوگوں کو دے سکتا ہوں...... اصل میں تو اس جیل میں فوجیوں کو قید کیا جاتا ہے...... فوج میں بھی جرائم ہوتے ہیں نا...... لہٰذا فوجی مجرموں کو یہاں رکھا جاتا ہے...... انہیں عام جیل میں نہیں رکھا جاتا...... یہاں دس بجے کے بعد پھر دو بجے تک پتھر توڑے جائیں گے...... دو بجے کے بعد دوپہر کا کھانا...... پھر پتھر توڑنے کا کام...... شام پانچ بجے تک پتھر...... پھر دو گھنٹے تک آرام اور اس کے بعد رات کا کھانا...... پھر رات کو آرام...... دوسرے دن پھر اسی طرح...... پتھر توڑنے کی جگہ پر پہرہ

بدستور رہتا ہے...... کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو وہیں گولی مار دی جاتی ہے...... اور یہاں تو بھاگنے کا کوئی راستہ ہے بھی نہیں...... بھاگ کوئی سکتا ہی نہیں...... پھر بھی...... صرف کوشش کرنے پر گولی مار دی جاتی ہے...... لہٰذا اگر مرنے کا شوق ہو تو بھاگنے کی کوشش کر لینا...... یہ شوق پورا ہو جائے گا...... سمجھ گئے"۔

"جی ہاں! بہت اچھی طرح"۔

"لے جاؤ انہیں...... آج انہیں آرام کر لینے دو...... ان کے ساتھ بچے بھی ہیں اور ایک بوڑھا بھی...... مجھے تو ان پر ترس آ رہا ہے"۔

"لیکن آپ کو ترس کیوں آ رہا ہے"۔

"یہ سوچ سوچ کر کہ اب تم کبھی یہاں سے نہیں جا سکو گے"۔

"بہت خوب...... شکریہ سر" وہ بولے۔

عین اس لمحے شوکی تڑ سے گرا اور ساکت ہو گیا۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

بے ہوشی

"یہ...... اسے کیا ہوا؟" جیلر نے بوکھلا کر کہا۔

"بے چارے کا دل شاید کمزور ہے...... آپ کی باتیں سن کر اس کی یہ حالت ہو گئی"۔

"اگر صرف میری باتیں سن کر یہ حالت ہو گئی ہے...... تو اس وقت یہ کیا کرے گا...... جب پتھر توڑنا پڑیں گے"۔

"وہ بعد کی بات ہے...... آپ اس وقت تو اس کے لیے کچھ کریں"۔

"جیل کے ڈاکٹر کو بلاتا ہوں"۔

جیل کے ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا...... پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"بے ہوشی سمجھ میں نہیں آئی...... جیل کے ہسپتال لے جاتا ہوں اسے"۔

"اچھی بات ہے...... لے جائیں...... باقی لوگوں کو ان کی کوٹھری

میں لے جاؤ"۔

"او کے سر"۔

انہیں کوٹھری میں لے آیا گیا۔

"شوکی کیا کرنا چاہتا ہے" آصف نے سوالیہ انداز میں اشارہ کیا۔

"پتا نہیں...... ہو سکتا ہے، اچانک بے ہوش ہونے کی سوجھ گئی ہو"۔

"لیکن اب وہ ہم سے الگ جو ہو گیا ہے"۔

"ہوش میں آنے پر وہ اسے ادھر ہی لے آئیں گے"۔

"آپ کے ذہن میں کیا ہے...... کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پہاڑ پر چڑھ کر دوسری طرف اتر سکیں گے...... وہ بھی اس طرح کہ کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکے گا" محمود نے الجھن کے عالم میں پوچھا۔

"نہیں...... میرے ذہن میں یہ بات نہیں ہے" وہ مسکرائے۔

"تب پھر؟"

"شہر سرلاس شارجستان کی مدد کے بغیر نہیں بنایا جا سکتا تھا...... اس کو آباد بھی ادھر کے لوگوں سے ہی کیا گیا ہے...... میرے ذہن میں دراصل یہ بات شروع سے ہے"۔

"اوہ! یہ بات ہے...... آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا کام کسی خفیہ راستے سے کیا گیا ہے"۔

"بالکل...... اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں

malikjiwww.urdufanz.com

سکتی"۔

"لیکن مقصد پورا ہو جانے کے بعد وہ راستا بند کر دیا گیا ہو گا"۔

"یہ نہیں ہو سکتا...... اس شہر سے ان کا مسلسل رابطہ ہے...... لہٰذا وہ راستا بھی بند نہیں ہو سکتا"۔

"ہوں...... اچھا ٹھیک ہے جمشید...... ہم مطمئن ہیں" خان رحمان نے کہا۔

"لیکن شوکی کی وجہ سے میں قدرے الجھن محسوس کر رہا ہوں" پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ فکر نہ کریں...... شاید اس کی حرکت ہمارے لیے مفید ثابت ہو جائے...... ورنہ وہ تو ہم تک پہنچا ہی دیا جائے گا...... وہ اسے الگ رکھ کر کیا کریں گے"۔

"ایسا لگتا ہے جمشید کہ تمہارا پروگرام ہی یہاں آنے کا تھا" پروفیسر داؤد نے ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا...... یہ بات چیت اشاروں میں ہو رہی تھی...... اس کوٹھڑی میں آواز سے ادھر ادھر کی بات چیت تو کی جا سکتی تھی...... خاص قسم کی باتیں نہیں۔

"آپ یہی سمجھ لیں"۔

"اگر بات یہی ہے تو تب پھر ہمیں واقعی فکر مند نہیں ہونا چاہیے"۔

"بات چاہے کچھ بھی ہو...... فکر مند ہو کر فائدہ بھی کیا ہو جائے

گا" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

ایک گھنٹے بعد شوکی کو ان کی کوٹھڑی میں پہنچا دیا گیا...... وہ اب ہوش میں تھا...... اس کے چہرے پر کمزوری کے آثار تھے۔

"کیا بات تھی بھئی...... بے ہوش ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" آفتاب نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یا پھر تم سچ مچ بے ہوش ہو گئے تھے؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں...... میں سچ مچ بے ہوش نہیں ہوا تھا...... جان بوجھ کر ہوا تھا...... اور اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی...... بس اچانک یہ خیال آیا کہ بے ہوش ہو جاؤں اور ہو گیا"۔

"ہے کوئی تک" فرحت نے بھنا کر کہا۔

"نہیں...... بالکل کوئی تک نہیں ہے...... میں تمہاری تائید کرتی ہوں" رفعت مسکرائی۔

"ہائیں...... رفعت...... تم بھی ان کا ساتھ دے رہی ہو" مکھن بوکھلا اٹھا۔

"اب کیا کیا جائے...... مجبوری ہے...... بلاوجہ بے ہوش ہو جانے کی کیا ضرورت تھی"۔

"بھئی اگر ہو گیا تو اس میں نقصان کیا ہو گیا...... یہ بھی تو بتائیں نا" شوکی مسکرایا۔

"نقصان ہو تو سکتا تھا" فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

malikjr www.urdufanz.com

"لیکن ہوا تو نہیں" جواب میں شوکی نے بھی برا مان کر کہا۔

"لو ہو! اس کا فائدہ کیا ہوا ہے" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ہاں واقعی سوال یہ ہے کہ فائدہ کیا ہوا ہے" آصف نے ا
گھورا۔

"یہ سب تو میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے...... آپ ہی انہیں
سمجھائیں" شوکی گھبرا گیا۔

"سمجھ جاؤ بھئی" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"آپ بھی انکل مذاق پر اتر آئے"۔

"نن نہیں تو...... کیا تم میں سے کسی نے مجھے مذاق پر اترتے دیکھ
ہے"۔

"جی...... جی نہیں...... ہاں کشتی، جہاز یا لانچ پر اترتے ضرورت
اکثر دیکھا ہے" فاروق نے سر ہلایا۔

"حد ہو گئی...... ہے کوئی تک"۔

"بس بہت ہو گیا...... شوکی نے وقت ضائع کیا"۔

"وقت ضائع کرنے والی بات اس صورت میں کہی جائے گی جب آپ لوگوں نے اس دوران کوئی خاص کام دکھایا ہو"۔

"خاص کیا...... ہم تو اس دوران کوئی عام کام بھی نہیں
دکھا سکے...... اور ہم دکھا بھی کیسے سکتے تھے...... جب کہ انکل آنا ہی یہاں چاہتے تھے"۔

"یہ اندازہ تو خیر میں لگا چکا ہوں" شوکی مسکرایا۔

"چلو شوکی...... تنگ نہ کرو اور یہ بتادو...... تمہاری بے ہوشی کا فائدہ کیا ہوا ہے"۔

"جیل کے کئی راستے میں نے دیکھ لیے ہیں...... کیا یہ چیز ہمارے کام نہیں آسکتی" اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"ارے!" وہ سب چونک کر بولے...... پھر کئی آوازیں ابھریں۔

"شوکی...... ہمیں معاف کردو...... ہم نے تمہارا خوب مذاق اڑایا ہے"۔

"کوئی بات نہیں...... میں تو پہلے ہی معاف کرچکا ہوں...... کوٹھری میں داخل ہونے سے پہلے" وہ مسکرایا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے"۔

"کیا کیسے ہوسکتا ہے؟"۔

"یہ کہ تم کوٹھری میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہمیں معاف کرچکے تھے"۔

"یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ مجھے اندازہ تھا...... اب میرا مذاق اڑے گا اور جب میں فائدہ بتاؤں گا تو آپ لوگ لگیں گے معافی مانگنے...... لہٰذا میں نے اس وقت دل میں کہہ دیا تھا...... معاف کیا"۔

"آئے بڑے حاتم طائی کہیں کے"۔

"بڑا نہیں...... چھوٹا...... آپ یوں کہیں...... آئے چھوٹے حاتم

malikji www.urdufanz.com

طاقی کہیں گے" شوکی نے فوراً کہا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔"

"مجھے تو یہاں کسی بات کی بھی کوئی تک محسوس نہیں ہو رہی" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"آپ پریشان نہ ہوں...... بہت جلد آپ کو ہر طرف تک ہی تک نظر آئے گی" فاروق مسکرایا۔

"ارے باپ رے...... اتنی بہت ساری تک...... ہم کیا کریں گے"۔

"اچار ڈال لیں گے انکل" شوکی بولا۔

"ہائیں...... کیا کہا...... تک کا اچار" فاروق کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"کیوں...... کیا ابھی سے کھانے کے لیے بے چین ہو گئے ہو" آفتاب نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں! میں سوچ رہا ہوں...... یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے یا نہیں"۔

"ارے یار جاؤ" آصف جھلا کر بولا۔

"اس کوٹھری سے جاؤں کہاں"۔

"اچھا بس...... اب دماغ نہ چاٹو...... ہائیں بھلا ہم کیا بات کر رہے تھے"۔

"پپ...... پتا نہیں...... سو جاؤ سب...... صبح پتھر توڑنے ہیں" انسپکٹر جمشید نے تیز آواز منہ سے نکالی اور پھر وہ واقعی سو گئے...... دوسری صبح ان کی حاضری ہوئی...... پھر انہیں پہاڑ کے دامن میں لایا گیا...... اس جگہ ان گنت بڑے بڑے پتھر بکھرے پڑے تھے...... ان پتھروں کو دیکھ کر اس جگہ کو پتھروں کی وادی کہا جا سکتا تھا...... وہاں انہیں بڑے بڑے ہتھوڑے پکڑا دیے گئے۔

"چلو پتھر توڑو...... دس بجے تک مسلسل کام ہو گا...... درمیان میں کسی کے ہاتھ رکے تو اس پر کوڑا پڑے گا" ایک نگران نے کہا۔

انہوں نے دیکھا...... وہاں بہت سے جلاد قسم کے لوگ ہاتھوں میں کوڑے لیے کھڑے تھے...... انہیں دیکھ کر ہی خوف محسوس ہوتا تھا...... انسپکٹر جمشید نے فوراً محسوس کر لیا کہ ان ہتھوڑوں سے پتھر توڑنا کم از کم پروفیسر داؤد کے بس کا روگ نہیں تھا...... لہٰذا وہ بولے۔

"آپ ایک طرف بیٹھ جائیں"۔

"اور کوڑوں کا کیا کروں" وہ ہنسے۔

"میں ان سے بات کرتا ہوں...... آپ کے حصے کے پتھر ہم سب مل کر توڑیں گے" یہ کہہ کر وہ اس نگران کی طرف بڑھے...... جس نے ابھی ابھی ہدایات جاری کی تھیں۔

"کیا ہے...... میری طرف کیوں آ رہے ہو...... کام کرو" اس نے کوڑے کو حرکت دی...... کوڑا زمین پر لگا...... زمین پر لگنے سے خوف

malikji www.urdufanz.com

ناک آواز نکلی۔

"ہمارے ایک ساتھی بوڑھے ہیں...... ان کے حصے کا پتھر ہم سب مل کر توڑیں گے"۔

"وہ کیسے ؟" اس نے جل کر کہا۔

"تین گھنٹے تک ہر آدمی پتھر توڑے گا...... اگر دس آدمی مل کر ان کے حصے کا کام کریں تو اٹھارہ منٹ کام کر کے ان کے حصے کا کام ختم کر سکتے ہیں"۔

"بہت حساب دان لگتے ہو ؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا آپ کو اعتراض ہے"۔

"نہیں...... لیکن" وہ مسکرایا۔

"نہیں...... لیکن کیا ؟" وہ بولے۔

"مجھے تم لوگوں کی نگرانی کے لیے یہاں اٹھارہ منٹ زیادہ رکنا پڑے گا...... اس کا حساب کس طرح دو گے"۔

"اوہ ہاں واقعی...... اس پہلو پر میری نظر نہیں گئی"۔

"ابھی تو اس جیل کے جانے کتنے پہلو رہے ہیں...... جن پر تمہاری نظر جا ہی نہیں سکتی...... میں اٹھارہ منٹ یہاں ٹھہر سکتا ہوں...... لیکن میری ایک شرط ہے"۔

"اور وہ کیا ؟"۔

"تم رات کو ایک گھنٹے تک میرا جسم دباؤ گے...... یہاں تمام دن

نگرانی کا کام کر کے میرے جسم میں اس قدر درد ہو جاتا ہے کہ جب تک دبوا نہ لوں...... چین نہیں آتا"۔

"چلیے منظور ہے...... اور کوئی بات ؟"۔

"اور بات یہ کہ...... یہ بات تم جیل کے کسی افسر کو نہیں بتاؤ گے"۔

"کون سی بات...... 18 منٹ تک سب لوگوں کے کام کرنے والی یا دبوانے والی" وہ مسکرائے۔

"دبوانے والی"۔

"لیکن میں اپنی کوٹھری میں رہ کر دبا کس طرح سکوں گا"۔

"رات کو ایک گھنٹے کے لیے تمہیں نکلوالوں گا...... تم فکر نہ کرو"۔

"بہت بہتر" انہوں نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ گئے۔

"بات طے ہو گئی ہم میں سے دس آدمی مل کر اٹھارہ منٹ تک مزید پتھر توڑیں گے...... اس طرح یہ کام تین گھنٹے کے برابر ہو جائے گا...... گویا پروفیسر صاحب کے حصے کا کام ہو جائے گا"۔

"نن...... جمشید...... میں اپنی وجہ سے [illegible] کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتا"۔

"اٹھارہ منٹ اور پتھر توڑنا ہمارے [illegible] کوئی مصیبت نہیں ہے...... آپ پریشان نہ ہوں...... آپ جو ملک [illegible] کتنے بڑے سائنس دان ہیں اور ہمارے ساتھ دھکے کھاتے پھر رہے ہیں"۔

malikji www. urdufanz.com

"وہ میں اپنے دین، قوم اور ملک کے لیے کر رہا ہوں...... کوئی تمہاری ذات کے لیے نہیں" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اور ہم جو مزید اٹھارہ منٹ پتھر توڑیں گے...... تو اپنے دین، قوم اور ملک کے لیے توڑیں گے...... کوئی آپ کے لیے نہیں" انسپکٹر جمشید نے جل بھن کر کہا۔

پروفیسر داؤد کو ہنسی آ گئی۔

"جواب معقول ہے اور تم نے مجھے پوری طرح لاجواب کر دیا ہے"۔

"اے...... تم ابھی تک کھڑے باتیں کر رہے ہو...... جانتے ہو...... تم نے پورا ایک منٹ ضائع کر دیا" نگران چلایا اور ان کی طرف دوڑا...... ساتھ ہی اس نے کوڑا بھی لہرایا۔

"خبردار! ہم میں سے کسی کو کوڑا نہ لگے...... ہم نے جو ایک منٹ ضائع کیا ہے...... تو اب ہم سب تین گھنٹے ایک منٹ تک کام کریں گے...... اٹھارہ منٹ کی بجائے...... انیس منٹ کام کریں گے"۔

وہ یک دم رک گیا...... انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا...... پھر سانپ کی طرح پھنکارا۔

"کیا بولے تم...... ذرا پھر سے کہنا"۔

"کیا کہوں پھر سے" انہوں نے پوچھا۔

"تم نے کیا کہا تھا...... خبردار؟" وہ غرایا۔

"ہاں یہی کہا تھا"۔

"تمہاری یہ جرات" ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا کوڑے والا ہاتھ حرکت میں آ گیا...... کوڑا ہوا میں بلند ہوا، ان کی طرف لپکا اور ساتھ ہی اس کا باریک والا سرا ان کے ہاتھ میں آ گیا...... نہ صرف ان کے ہاتھ میں آ گیا، بلکہ انہوں نے جلدی جلدی اس کے کئی بل اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیے...... نگران نے کوڑا چھڑانے کے لیے جھٹکا مارا لیکن کوڑا نہ چھوٹا۔

"کوڑا چھوڑ دو" وہ دبی آواز میں غرایا...... شاید اسے خوف تھا کہ دوسرے نگران اور قیدی یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے اور اس پر ہنسنے کا انہیں موقع مل جائے گا"۔

"کوڑا چھوڑ دیتا ہوں...... اگر وعدہ کرو...... اب مجھ پر کوڑا نہیں اٹھاؤ گے"۔

"اچھا نہیں اٹھاؤں گا"۔

"بہت خوب...... یہ لیں" انہوں نے کہا اور کوڑا چھوڑ دیا۔

جونہی انہوں نے کوڑا چھوڑا...... اس نے پھر کوڑا مارا...... انہوں نے فوراً اس کو پکڑ لیا اور ہاتھ میں لپیٹ لیا...... اس بار اس نے جھلا کر کہا۔

"بے وقوف! کیوں اپنے لیے مصیبت مول لے رہے ہو"۔

"یہاں مصیبت مفت کب ملتی ہے" وہ بولے۔

"کیا مطلب؟" اس نے چلا کر کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"چلاؤ مت...... تمہارا سارا حساب پورا کیا جائے گا...... جتنے منٹ ضائع ہوتے ہیں...... ان منٹوں کے حساب سے بھی پتھر توڑے جائیں گے...... اور تم کیا چاہتے ہو" وہ غرائے۔

ان کی غراہٹ نے اس کے چہرے پر خوف طاری کر دیا...... اس نے دبی آواز میں کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے...... کوڑا چھوڑ دو...... دوسرے لوگ دیکھ رہے ہیں"۔

انہوں نے کوڑا چھوڑ دیا...... وہ فوراً دوسری طرف مڑ گیا...... دس بجنے کے بعد اپنے وقت کے مطابق پتھر توڑتے رہے...... رات کو نگران آیا اور صرف انہیں کوٹھری سے نکال کر ایک کمرے میں لے گیا...... اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

بہت اکڑ ہے تم میں...... پہلے تو تم وعدے کے مطابق میرا جسم دباؤ...... اس کے بعد میں تم سے باتیں کروں گا...... میں نے آج تک جتنے قیدیوں سے جسم دبوایا...... مزا نہیں آیا...... پتا نہیں کیا ہو گیا ہے...... لوگوں کے جسموں میں جان نہیں رہ گئی۔

"فکر نہ کرو...... آج تم ضرور لطف اندوز ہو گے"۔

اب جو انہوں نے اس کا جسم دبانا شروع کیا تو اس کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔

"ارے ارے...... کیا کرتے ہو...... اف اتنا سخت ہاتھ"۔

"میں اس سے نرم ہاتھ سے جسم نہیں دبا سکتا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ میرا نرم ترین ہاتھ ہے...... اب سخت ہاتھ سے دبا کر دکھاؤں"۔

"نن نہیں...... اگر یہ نرم ترین ہاتھ ہے تو سخت ترین ہاتھ کیسا ہو گا" اس نے کانپ کر کہا۔

"تمہاری مرضی...... میں اس سے نرم ہاتھ کہاں سے لاؤں"۔

"اچھا اب ہٹ جاؤ...... مجھے نہیں دبوانا جسم...... اور مجھے بتاؤ تم لوگ کون ہو...... عجیب سے لوگ ہو...... میرا جی چاہتا ہے...... تمہاری خوب مرمت کروں...... خوب ماروں تمہیں...... لیکن نہ جانے کیا بات ہے...... اس خیال سے گھبراہٹ سی محسوس ہونے لگتی ہے"۔

"ہاتھ کا تجربہ بھی کر ہی لو...... کوڑے مارنے کا تجربہ تم کر چکے...... اب ہاتھ پاؤں سے تجربہ ہو جائے"۔

"ہاتھ پاؤں سے نہیں...... میں نے کچھ اور انتظام کیا ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں سائیکل کی چین نظر آئی۔

اس نے چین کے ایک سرے کو فوراً اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔

"بھئی واہ...... انتظام تو خوب کیا ہے" وہ مسکرائے۔

"اب میں تمہیں بتاؤں گا...... کوڑا کس طرح پکڑتے ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ بات تو میں صبح آپ کو بتا چکا ہوں" وہ بولے۔

اس نے تلملا کر چین کا زبردست وار ان کے سر پر کیا...... چین کمرے کی دیوار پر لگی...... وہ فوراً اس کی کمر پر نظر آئے اور پھر انہوں نے پاؤں کی ایک زبردست ٹھوکر اس کی کمر پر دے ماری...... وہ اوندھے منہ دھم سے گرا...... اور انہوں نے چین اس کے ہاتھ میں سے اتار کر اپنے ہاتھ پر لپیٹ لی...... پھر اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگے...... وہ آہستہ آہستہ اٹھا...... اس کے ناک سے خون بہتا نظر آیا...... ان کے ہاتھ میں چین دیکھ کر وہ سکتے میں آگیا اور چہرے پر خوف پھیل گیا۔

"اب ایک وار میرے ہاتھ کا" وہ بولے۔

"نن نہیں...... مم...... مجھے معاف کر دو"۔

"ایسے کیسے معاف کر دوں"۔

ساتھ ہی انہوں نے چین اس کے جسم پر رسید کر دی...... وہ بہت زور سے چیخا...... لیکن چونکہ دروازے بند تھے...... اور یہ جیل تھی...... جیل میں ایسی چیخوں کی طرف کون کان دھرتا ہے...... ابھی وہ سنبھل نہیں پایا تھا کہ چین دوسری بار اس کے جسم کا مزاج پوچھ گئی۔

"بس کرو" وہ دھاڑا۔

"ابھی آواز میں اکڑ باقی ہے" انہوں نے کہا اور ایک زنجیر اور ماری۔

"نن نہیں...... نہیں...... بس کرو...... میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں...... تم جو کہو گے...... کروں گا...... جو چاہو گے تمہیں دوں

گا"۔

"تب پھر سنو...... اب تمہاری زندگی صرف ایک صورت میں بچ سکتی ہے...... ورنہ میں یہیں اس زنجیر سے تمہارا گلا اس وقت تک گھونٹوں گا...... جب تک کہ تم بالکل ٹھنڈے نہیں ہو جاؤ گے...... اور تمہاری جیب سے چابی نکال کر اپنی کوٹھری میں چلا جاؤں گا...... کوٹھری کو تالا لگا دوں گا...... اس طرح ہم پر کون شک کر سکے گا...... تم ظاہر ہے...... جسم دبوانے کے لیے قیدی کو چوری چھپے نکال کر لاتے ہو...... کسی کو یہ بات معلوم نہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے" وہ بولا۔

"بس تو پھر...... صرف ایک صورت ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"تم میری جگہ ہماری کوٹھری میں رہو گے...... تمہاری جگہ میں باہر رہوں گا"۔

"یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے...... لوگ پہچان لیں گے فوراً"۔

"نہیں پہچان سکیں گے...... اگر تم نے زبان بند رکھی تو"۔

"آخر کیسے...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا"۔

"جان بچانا چاہتے ہو تو میری ہدایات پر عمل کرو...... ورنہ میں اس زنجیر سے"۔

"نہیں نہیں" وہ چلا اٹھا۔

malikji www.urdufanz.com

"اچھا تو اس طرف کرسی پر بیٹھ جاؤ"۔

اب انہوں نے اس کے چہرے پر اپنا میک اپ شروع کیا...... خفیہ جیبوں میں وہ سامان ساتھ لائے تھے...... اس کام میں تین گھنٹے صرف ہوئے...... تین گھنٹے بعد جب انہوں نے اسے آئینہ دکھایا تو وہ اچھل پڑا...... اب وہ پوری طرح انسپکٹر جمشید لگ رہا تھا۔

"یہ...... یہ کیسے ہو گیا...... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اب تم زیادہ باتیں نہیں کرو گے...... کیونکہ تم میری آواز نہیں نکال سکو گے...... اب میں اپنے چہرے پر میک اپ کروں گا"۔

یہ کہ کر انہوں نے اس کے منہ کو سامنے رکھ کر اپنے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا...... وہ خود کو آئینے میں دیکھتے رہے...... اور ان کے ہاتھ حرکت کرتے رہے...... اس کام میں بھی تین گھنٹے صرف ہوئے...... اور ادھر اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی جا رہی تھیں...... شاید وہ اپنی زندگی میں اس قدر حیرت زدہ نہیں ہوا تھا۔

"اب کیا خیال ہے" وہ اس کی آواز میں بولے۔

وہ اچھل پڑا...... آنکھیں اور پھیل گئیں۔

"حد ہو گئی...... بالکل میری آواز"۔

"اب چلو...... صبح ہونے والی ہے...... اب تم میری جگہ کوٹھری میں رہو گے...... میں تمہاری جگہ نگران رہوں گا...... تم اپنا کام مجھے سمجھا دو"۔

اس سے سب کچھ سمجھ کر وہ اسے کوٹھری کی طرف لے آئے...... کوٹھری کا دروازہ کھولا گیا اور اسے اندر داخل کر دیا گیا...... اس وقت تک باقی لوگوں کو کچھ معلوم نہیں تھا...... تاہم انسپکٹر کامران مرزا اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر مسکرا دیئے۔

"آؤ بھئی نگران...... اب تم ہمارے ساتھ پتھر توڑو گے" وہ دبی آواز میں بولے۔

"کیا" وہ چلا اٹھے۔

"بھئی ذرا آہستہ...... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں" باہر کھڑے انسپکٹر جمشید بولے۔

"ارے باپ رے" وہ مارے حیرت کے بولے۔

"یہ سب بہت عجیب ہے...... بہت زیادہ" فاروق نے کہا۔

"میں سب بتا دیتا ہوں...... اب کرنا کیا ہے"۔

یہ کہ کر وہ اندر آ گئے...... ان کا پروگرام سن کر وہ اور بھی حیرت میں ڈوب گئے...... اب وہ اس نگران کی طرف مڑے۔

"تم اب پوری طرح ہمارے قبضے میں ہو"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔

"ہماری باتوں کے جواب دو...... اگر تم نے ہر بات صاف صاف بتا دی...... تو فائدے میں رہو گے"۔

"اب میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں"۔

malikjiwww.urdufanz.com

"تب پھر بتاؤ...... تمہارا نام کیا ہے؟"

"اشوک بھاٹا"۔

"یہاں کب سے ملازمت کر رہے ہو"۔

"اس جیل میں ہی عمر گزری ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ماں باپ بچپن میں فوت ہو گئے تھے...... کوئی پرورش کرنے والا نہیں تھا...... لہٰذا چوری کرنے لگا...... پکڑا گیا...... تو جیل آ گیا...... پھر رہا ہوا...... پھر جیل آ گیا...... آخر میں نے جیل حکام سے درخواست کی کہ وہ جیل میں ہی کوئی کام دے دیں...... اس طرح میں ملازم ہو گیا...... اب جیل میں باہر ایک کوارٹر مجھے ملا ہوا ہے...... وہاں میرے بیوی بچے بھی ہیں"۔

"بہت خوب! اس پہاڑ کے دوسری طرف...... کیا ہے...... جانتے ہو"۔

"کیا مطلب؟" وہ اچھلا۔

"بتاؤ...... اگر معلوم ہے"۔

"ایک شہر ہے...... جسے شارجستان نے بنایا ہے...... جہاں شارجستان کے لوگ آباد ہیں...... ان میں ایک بھی مسلمان نہیں"۔

"وہ شہر وہاں کیوں بنایا گیا ہے اور کیسے بنایا گیا ہے...... جب کہ وہ ہے پاک لینڈ کا علاقہ"۔

"یہ تفصیلات میرے جیسے آدمی کو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہیں...... بنانے کا پتا بھی ہمیں اس طرح ہے کہ شہر کے لیے جو کچھ بھی گیا...... اس جیل کے راستے گیا"۔

"کک...... کیا مطلب؟"۔

"جیل سے ایک بہت بڑی اور عظیم سرنگ نکالی گئی...... یہ سرنگ پہاڑ کے نیچے سے نکل کر پہاڑ کے دوسری طرف تک گئی ہے...... اس سرنگ کے راستے سامان کی گاڑیاں وہاں لے جائی گئیں...... ہم چونکہ جیل میں شروع سے ہیں...... اس لیے ہم سے یہ چیز چھپی نہیں رہ سکتی تھی...... سرنگ بنانے کے لیے بھی غیر ملکی لوگ آئے تھے...... اور غیر ملکی مشینری استعمال کی گئی تھی"۔

"اوہ اچھا...... کمال ہے"۔

"لیکن اب وہاں کیا ہو رہا ہے...... یہ ہمیں نہیں معلوم"۔

"ہوں...... راستا اب بھی کھلا ہے یا بند ہے"۔

"راستا جب ضرورت ہوتی ہے...... اس وقت کھولا جاتا ہے...... اس کے کھولنے کا طریقہ کسی کو معلوم نہیں...... جسے معلوم ہے...... ہر بار اسی کو آنا پڑتا ہے کھولنے کے لیے"۔

"اور وہ کون ہے"۔

"ہم اسے نہیں جانتے...... وہ جب آتا ہے...... اس کا سر، دھڑ اور جسم پوری طرح چھپا ہوتا ہے...... دروازہ دوبارہ بند کرنے تک وہ جیل

malikji www. urdufanz.com

میں ٹھہرتا ہے"۔

"اس کے ساتھ کون اندر آتا ہے"۔

"جیلر" وہ بولا۔

"بہت خوب...... جیلر کہاں رہتا ہے"۔

"جیل سے باہر دروازہ کے دائیں طرف اس کی رہائش ہے"۔

"گویا تمہارے کوارٹر کے دوسری طرف"۔

"ہاں!" اس نے فورا کہا۔

"شکریہ...... تم ہمارے لیے بہت کام کے آدمی ثابت ہوئے"۔

اس کے بعد وہ اس کی ڈیوٹی کے اوقات...... آنے جانے کے اوقات اور دوسرے ساتھیوں کے نام پتے وغیرہ پوچھتے رہے...... تاکہ انھیں الجھن نہ پیش آئے...... اور ضروری چیزیں انہوں نے نوٹ بھی کیں۔

پھر وہ کوٹھری سے نکل آئے اور دروازے کو تالا لگا دیا...... ابھی چند دن تک نگران کے روپ میں رہنے کا فیصلہ کیا گیا تھا...... تاکہ حالات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے اور وقت پر کوئی گڑبڑ نہ ہو اور جیل کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا جائے...... جیل سے باہر بھی خوب دیکھ بھال کر لی جائے...... وہ اپنی ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے پر مقررہ راستے سے جیل سے باہر نکلے...... راستے میں کیا حال ہے بھائی اشوک جا رہے ہو بھاٹا...... جیسے جملے انہیں سننا پڑے...... وہ مسکرا کر اور ہاتھ ہلا کر صرف ہاں کہ

کر آگے بڑھ گئے...... کوارٹر کا راستہ انہوں نے ذہن نشین کر لیا تھا...... اب انہیں الجھن تھی تو اس کے بیوی بچوں کی...... کہ وہ ان کا کیا کریں...... آخر ایک بات ذہن میں آ گئی...... خیالات میں گم وہ اس کوارٹر کے دروازے پر پہنچ گئے...... دستک دینے کا انداز تک انہوں نے اشوک سے پوچھ لیا تھا...... لہٰذا اس کے انداز میں انہوں نے دستک دے ڈالی...... پھر بھی اندر سے ایک عورت نے کہا۔

"کون ہے؟"۔

ان کا دل دھڑک اٹھا...... اس کون ہے نے ان کی چھٹی حس کو بیدار کر دیا...... نہ جانے کیوں انہیں خطرے کا احساس ہوا...... پھر بھی انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"اشوک بھاٹا"۔

"اوہ آپ ہیں" اندر سے کہا گیا۔

ایک بار پھر انہیں خوف کا احساس ہوا...... عین اس لمحے دروازہ کھل گیا۔

☆☆☆

maliklji www.urdufanz.com

کس کی لاش

۱

ان کے جانے کے بعد انہوں نے اشوک بھاٹا کا جائزہ لیا...... جو اب انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں تھے...... ایسے میں فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"آپ تو پھر برے پھنسے...... اب آپ کو پتھر تک توڑنے پڑیں گے...... جب کہ پہلے آپ پتھر تڑوانے والوں پر کوڑے برساتے رہے تھے"۔

"بھگوان کی مرضی"۔

"بھگوان کی نہیں...... اللہ کی مرضی...... مٹی کا یا پتھر کا مت بھلا کیسے اپنی مرضی چلا سکتا ہے...... وہ تو اپنے ناک میں سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتا...... اور اگر مکھی اس کے اوپر پڑی ہوئی خوراک کا کوئی ذرہ لے اڑے تو وہ تو اس مکھی سے وہ ذرہ بھی واپس نہیں لے سکتا...... حیرت ہے...... تم لوگ ایسے کو اپنا بھگوان مانتے ہو"۔

"تم کس کو مانتے ہو" اس نے جل کر کہا۔

"وہ ایک ہے...... بالکل اکیلا...... اس کا کوئی شریک نہیں...... یہ زمین، چاند، سورج، درخت، پہاڑ، پانی، غرض ہر چیز اس نے بنائی ہے...... اس کی شان یہ ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے...... سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے...... تمہارے بھگوان کیا کرتے ہیں...... ہیں" وہ بولتے چلے گئے۔

اشوک بھاٹا لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا...... پھر چونک کر بولا۔

"ہمارا بھگوان بھی یہی سب کرتا ہے"۔

"اچھی بات ہے...... تم مجھے اپنے مندر لے چلو...... میں تمہارے بھگوان کو لوہے کے راڈ سے توڑ ڈالوں گا...... وہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا...... جب کہ تم ہمارے معبود کو چھو بھی نہیں سکتے" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

وہ پھر لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا...... آخر بولا۔

"ایسی باتیں نہ کرو...... اپنے ساتھی کے بارے میں سوچو...... اب اس کا کیا بنے گا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"وہ میرے گھر جائے گا اور پکڑا جائے گا...... میری بیوی بہت تیز ہے...... میری رگ رگ سے واقف ہے...... یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ یہ نہ جان لے کہ اس کے گھر میں داخل ہونے والا اس کا شوہر نہیں کوئی

maliktji www.urdufanz.com

اور ہے"۔

"دیکھا جائے گا...... ایسے موقعوں پر ہم ایک بات کہا کرتے ہیں" محمود مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ جب اوکھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں کا کیا ڈر"۔

"ہاں! یہ تو ہے...... آپ لوگوں کے سر ہیں تو اس وقت اوکھلی میں"۔

"کیا آپ ہمیں اس سرنگ تک لے جا سکتے ہیں"۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... لیکن میں اس کے اندر نہیں جاؤں گا"۔

"ٹھیک ہے...... آپ ہمیں سرنگ تک پہنچا کر لوٹ آیئے گا"۔

"اور کیا آپ لوگ اپنے ساتھی کو یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے...... اور جیل میں آپ کی گم شدگی جو فوراً نوٹ کر لی جائے گی...... اس کا کیا کریں گے' میراکیا نے کہا"۔

"اگر آپ کو اپنے بارے میں خوف ہے...... تو پھر آپ ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں"۔

"اس طرح میں بھی مارا جاؤں گا...... وہ سرنگ 'موت کی سرنگ' ہے...... اس سے کوئی ناواقف آدمی گزر ہی نہیں سکتا...... پھنس کر رہ جاتا ہے...... آپ سر لاس تو کیا' اس سرنگ کے پار نہیں جا سکیں گے"۔

"آپ تو مسٹر بھاٹا...... ہمیں ڈرانے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں...... یہ اور بات ہے کہ ایسی باتوں سے ہم ڈرتے نہیں" آصف نے منہ بنایا۔

"میں ڈرانے کی کوشش نہیں کر رہا...... خبردار کر رہا ہوں...... آپ لوگ مجھے یہاں ضرور لے آئے ہیں...... اور میں اس وقت آپ کے قبضے میں ضرور ہوں...... لیکن آپ بہرحال اس جیل کے قیدی ہیں اور اس جیل کے قیدی ہونا کوئی اچھی بات نہیں...... یہاں آ کر آج تک کوئی زندہ واپس نہیں گیا...... بلکہ مر کر بھی نہیں گیا...... مرنے کے بعد...... اس جیل کے نیچے ایک بہت گہری کھائی ہے...... اس کھائی میں لاشیں پھینک دی جاتی ہیں"۔

"ارے باپ رے...... اب یہ واقعی ہمیں ڈرانے میں کامیاب ہونے لگے ہیں...... مم...... میں ڈرنے کی اجازت مانگتا ہوں انکل" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"کیا کہا...... ڈرنے کی اجازت" خان رحمان بھنا کر بولے۔

"مم...... معاف کیجئے گا...... یہاں میں اور چاہ بھی کیا سکتا ہوں" شوکی نے بے چارگی کے عالم میں کہا اور ان سب کو ہنسی آ گئی۔

"خیر...... ابھی آپ لوگ تیل دیکھیں...... تیل کی دھار دیکھیں" اس نے طنزیہ کہا۔

"مشکل ہے جناب" آفتاب بول اٹھا۔

malikji www.urdufanz.com

"کیا مشکل ہے"۔

"تیل کی دھار کیسے دیکھی جا سکے گی یہاں...... جب کہ تیل ہی دکھائی نہیں دے رہا"۔

"ویسے بھی ان تلوں میں تیل کہاں" مکھن بولا۔

"کن تلوں میں؟"۔

"جیل کے تلوں میں"۔

"حد ہو گئی...... اب جیل کے بھی تل ہونے لگے"۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا" آفتاب مسکرایا۔

"تم لوگ یہاں سے نکل کر کہیں نہیں جا سکو گے...... یہ نہیں ہو سکتا' اس دنیا میں"۔

"یہ تو خیر ہو کر رہے گا" انسپکٹر کامران مسکرائے۔

"کیا ہو کر رہے گا"۔

"ہم یہاں سے نکل جائیں گے انشاء اللہ"۔

"خیر...... دیکھیں گے" وہ ہنسا پھر بولا۔

"میں ایک ایسی بات تم لوگوں کو بتا سکتا ہوں کہ سن کر تم ساری چوکڑیاں بھول جاؤ...... تمہاری سٹی گم ہو جائے اور تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے"۔

"ارے باپ رے...... ایسی کون سی خوفناک بات ہے وہ"۔

"بس میں اس وقت نہیں بتا سکتا"۔

"ہیں...... کیا کہا" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"میں نے کہا ہے...... میں اس وقت نہیں بتا سکتا" اس نے پھر کہا۔

"پھر سے کہیں...... آپ نے کیا کہا ہے"۔

"میں نے کہا ہے...... میں اس وقت نہیں بتا سکتا" اس نے جھلا کر کہا۔

"ارے باپ رے" انسپکٹر کامران مرزا بوکھلا اٹھے۔

"یہ کیا بات ہوئی انکل" محمود کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت دوڑ آئی۔

"بس ہو ہی گئی بات"۔

"تب پھر ہمیں بھی بتا دیں"۔

"نن نہیں...... میں بھی وہ بات اس وقت نہیں بتا سکتا" انہوں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"یہ بات کیا ہوئی...... ہمیں تو آپ یہ بتا دیں پہلے" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"نہیں...... صبح ہونے پر بتاؤں گا"۔

"واہ! یہ ہوئی نا بات" اشوک بھاٹا بولا۔

"حد ہو گئی...... کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں ہم لوگ جن کی کوئی تک نہیں"۔

شوکی نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

malikjiwww.urdufanz.com

"افسوس...... صبح سے پہلے اب کوئی بات نہیں ہو سکے گی۔" انھوں نے پھر کہا۔

"اچھی بات ہے...... ہم بھی صبح سے پہلے کچھ نہیں پوچھیں گے"۔

اور پھر وہ سب الجھن میں مبتلا ہو کر سونے کے لیے لیٹ گئے...... لیکن نیند کہاں...... وہ تو کوسوں دور تھی...... آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی...... سب کی کوٹھریاں کھل گئیں...... حاضری لی گئی...... پھر انہیں پہاڑ کے دامن میں لے جایا گیا...... سب گروپوں کے الگ الگ نگران تھے...... انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ان کے گروپ کا نگران وہاں نہیں تھا...... اور اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ انسپکٹر جمشید کہیں پھنس گئے ہیں...... یہ دیکھ کر بھاٹا مسکرایا۔

"میں نے کیا کہا تھا"۔

"ٹھیک کہا تھا...... لیکن تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے...... ہم کسی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے غراہٹ نما آواز نکالی۔

عین اس وقت ایک جیپ وہاں آکر رکی...... اس سے جیلر اترا۔

"تم لوگوں کا نگران کہاں ہے"۔

"نہیں آئے جناب" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں آئے...... کیا مطلب...... لو ہو...... ارے بھئی پتا کرو...... اشوک بھاٹا کو کیا ہو گیا ہے...... کیا آج اس نے پھر شراب زیادہ پی لی

ہے...... اگر یہی بات ہے تو آج میں اسے ہرگز معاف نہیں کروں گا...... پتا کرو اس کے گھر جا کر...... اور مجھے رپورٹ دو"۔

"او کے سر...... جیپ سے اتر کر دو آدمی پیدل جیل کے صدر دروازے کی طرف بڑھ گئے...... پھر جیپ آگے بڑھ گئی"۔

"یہ دو کون تھے"۔

"جیلر کے ماتحت" بھاٹا بولا۔

"اے...... تم پتھر توڑنا شروع کرو...... آجائے گا بھاٹا بھی" ایک دوسرا نگران ان کی طرف بڑھتا نظر آیا...... شاید جیلر نے اس کی ڈیوٹی اس طرف بھی لگائی تھی۔

وہ پتھر توڑنے لگے...... آج ان کے ساتھ اشوک بھاٹا کو بھی پتھر اٹھانا پڑ گئے تھے...... جلد ہی جیپ پھر وہاں آکر رکی اور ساتھ ہی وہ دونوں آدمی جو اشوک بھاٹا کا پتا کرنے گئے تھے...... واپس آتے نظر آئے...... ان کے ساتھ اشوک کو نہ دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا وہ بیمار ہے...... یا زیادہ پی گیا ہے"۔

"نو سر...... گھر کا دروازہ اندر سے بند ہے اور اندر سے عجیب و غریب آوازیں آرہی ہیں...... گھنٹی کا جواب بھی نہیں دیا گیا...... دروازہ کھول کر پوچھا بھی نہیں گیا کہ کون ہو"۔

"ارے باپ رے...... اس کا مطلب ہے آج اس نے پینے کا ریکارڈ توڑ دیا ہے...... نشہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے...... اس لیے وہ اندر توڑ پھوڑ مچا رہا ہوگا...... خیر تم فکر نہ کرو، میں چل کر دیکھتا ہوں...... ان لوگوں پر

malikji www.urdufanz.com

نظر رکھنا تم...... اور اپنے گروپ پر بھی"۔

"او کے سر" دوسرا نگران فوراً بولا۔

جیپ چلی گئی...... وہ اس کو جاتے دیکھتے رہے...... دو گھنٹے بعد جیلر پھر آتا نظر آیا...... اس کا چہرہ زرد تھا...... آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں...... جیسے کوئی بہت بڑی خبر اس نے سنی ہو یا اچانک کوئی مصیبت اس پر ٹوٹ پڑی ہو۔

"کک کیا ہوا سر" دوسرا نگران بولا۔

"یہ پوچھو...... کیا نہیں ہوا؟"۔

"چلیے پھر یہ بتا دیں...... کیا نہیں ہوا" نگران مسکرایا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو"۔

"توبہ توبہ...... میں اور آپ کا مذاق اڑاؤں گا" اس نے اپنے کان پکڑ لیے۔

"اب پوچھو...... کیا ہے"۔

"ہاں بتایئے...... کیا ہوا ہے"۔

"یہ نہ پوچھو...... کیا ہوا ہے"۔

"چلیے پھر...... بتایئے" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں اب ٹھیک ہے...... اشوک بھاٹا کے کوارٹر میں اس کی لاش پائی گئی ہے"۔

"کیا!!!"۔

وہ اپنی آوازیں کسی طرح نہ روک سکے۔

فوجی؟

جونہی دروازہ کھلا...... انہیں ایک عورت کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔

"آپ آ گئے...... آیئے...... تشریف لایئے"۔

اس جملے نے بھی ان کے ہوش اڑا دیئے...... انہوں نے ایک نظر اندر ڈالی...... اندر کوئی نظر نہ آیا...... عورت کے چہرے کو دیکھا تو پھر خطرے کا احساس ہوا...... لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتے تھے...... سوائے اندر داخل ہونے کے...... چنانچہ اندر آ گئے...... عورت نے دروازہ بند کر لیا۔

"آج آپ بہت خاموش ہیں"۔

"ہاں! میں بہت تھک گیا ہوں اور اس وقت سوائے سونے کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا...... یہاں تک کہ کھانا بھی نہیں کھاؤں گا...... پانی بھی نہیں پیوں گا...... بس صرف سوؤں گا"۔

"آیئے...... سو جایئے...... روکا کس نے ہے" عورت بولی۔

malikji www.urdufanz.com

"بچے کہاں ہیں"۔

"اپنے کمرے میں سو رہے ہیں"۔

"او اچھا" چلو میرے آگے آگے چلو...... کمرے تک...... میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا ہے"۔

"آئیے...... آئیے...... کیا میں آپ کا ہاتھ پکڑ لوں"۔

"نہیں...... اس کی ضرورت نہیں"۔

وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی...... یہاں بستر موجود تھا...... وہ اندر داخل ہوتے ہی بستر پر گر گئے...... انہیں شدید الجھن ہو رہی تھی...... اس کی بیوی کے کمرے میں موجودگی نے انہیں عجیب مشکل میں ڈال دیا تھا...... بہر حال انہیں اس کے سو جانے تک صبر کرنا تھا۔

آخر وہ کمرے سے نکل گئی اور دروازہ بند کر دیا...... چند منٹ تک وہ بے سدھ پڑے رہے...... پھر آنکھیں قدرے کھول کر انہوں نے دروازہ کی طرف دیکھا...... دبے پاؤں اٹھے اور دروازے تک آئے...... وہ دروازہ اندر سے بند کرنا چاہتے تھے...... تاکہ کچھ وقت بے فکری کے عالم میں گزر جائے...... ایسے میں انہیں ایک خیال آیا...... انہوں نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا...... لیکن دروازہ نہ کھلا...... وہ تو باہر سے بند تھا...... گویا عورت نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو جائے...... اس کا مطلب تھا...... وہ بھانپ گئی تھی کہ آنے والا اس کا شوہر نہیں...... کوئی اور ہے۔

ان کا دل دھڑک اٹھا...... انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا...... نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا...... آخر انہوں نے دروازہ جوں کا توں چھوڑا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ایک گھنٹا اسی طرح گزر گیا...... پھر آہستہ انداز میں دروازہ کھلا اور عورت اندر داخل ہوئی۔

"سو گیا بے چارہ...... تقدیر کا مارا" وہ بڑبڑائی۔

اب وہ ایک ایک قدم ان کی طرف بڑھ رہی تھی...... اس کے دائیں ہاتھ میں رومال تھا...... اچانک اس کا رومال والا ہاتھ آگے بڑھا...... اس نے رومال ان کے ناک پر رکھ دینا چاہا...... وہ سمجھ گئے...... وہ انہیں بے ہوش کرنا چاہتی تھی...... دوسرے ہی لمحے اس کی کلائی پر ان کا ہاتھ جم گیا...... اور ہاتھ ناک سے دور ہو گیا۔

"بہت خوب! تو تم جاگ رہے ہو"۔

"ہاں! مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہے"۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے"۔

"کیا مطلب...... تو کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ بات نہیں...... تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ آج جو شخص یہاں آئے گا...... وہ میرا شوہر نہیں ہوگا...... ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا دشمن ہوگا...... لہٰذا میں اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دوں کہ میں یہ بات جانتی ہوں...... بلکہ انجان بن کر تمہیں اندر

لے آؤں"۔

"اور میرے یہاں آنے سے پہلے کیسے پتا چلا"۔

"جسے تم اپنے میک اپ میں چھوڑ آئے ہو...... اس نے آخر کار تمہارا بھانڈا پھوڑ دیا"۔

"غلط...... بالکل غلط...... وہ ایسا کرنے کے قابل نہیں تھا" انہوں نے بھنا کر کہا کہ انسپکٹر کامران مرزا اس کی چالاکی ناکام بنانے کے لیے بہت کافی تھے...... جب کہ وہاں باقی تمام ساتھی بھی موجود تھے۔

"غلط...... غلط کیسے"۔

"میں اسے کوٹھری کے اندر چھوڑ کر آیا ہوں"۔

"تو پھر...... اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"ہائیں...... اس سے کچھ نہیں ہوتا...... اشوک بھاٹا اس طرح میرے ساتھیوں کے شکنجے میں آگیا ہے یا نہیں"۔

"نہیں...... بالکل نہیں"۔

"کیسے نہیں...... وضاحت کرو" انہوں نے اس لمحے شدید ترین الجھن محسوس کی...... یوں وہ اس کے گھر میں داخل ہوتے وقت ہی الجھن میں مبتلا ہو گئے تھے۔

"وہ ان سب کے بس کا نہیں"۔

"عورت ہو...... انہیں دیکھا نہیں...... اور یہ بات کہہ رہی ہو...... آخر کیسے؟"۔

"عورت ہوں...... انہیں دیکھا ہے، اسی لیے یہ بات کہہ رہی ہوں"۔

"کیا کہا...... انہیں دیکھا ہے تم نے"۔

"نہ صرف دیکھا ہے...... بلکہ دیکھا بھالا ہے" وہ مسکرائی۔

ان کا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔

"کیا...... کیا دیکھا ہے"۔

"ہاں بالکل...... میں آنکھیں کھلی رکھتی ہوں...... تمہاری طرح سو نہیں جاتی...... تم دشمن کے گھر میں لمبی تان کر سو گئے"۔

"خیر میں بھی لمبی تان کر سویا نہیں تھا" انہوں نے منہ بنایا۔

"ارے...... تو کیا تم جاگ رہے تھے"۔

"اگر تم کمرے کا دروازہ باہر سے بند نہ کرتیں تو ضرور سو جاتا"۔

"حد ہو گئی...... تو تم سوئے نہیں تھے"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔

"اب تم اپنا تعارف کراؤ...... میرے بارے میں تو تم جان ہی گئے ہو"۔

"لیکن یہ تو پوچھ لو کہ میں کون ہوں"۔

"میں اب جان گیا ہوں...... پوچھنے کی ضرورت نہیں"۔

"کیا جان گئے ہو...... چلو ذرا بتا دو"۔

"یہ کہ...... تم شارا ہو" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

malikji www. urdufanz.com

"اوہو...... بہت خوب...... واقعی" وہ بولی۔

"ارے باپ رے" وہ بہت زور سے اچھلے۔

"کیوں کیا ہوا" شارا مسکرائی۔

"نن نہیں...... نہیں" ان کے لہجے میں خوف تھا۔

"بہت جلد سمجھ گئے...... تم نے اشوک بھاٹا کے چہرے پر میک اپ نہیں کیا تھا...... بلکہ بگران کے چہرے پر میک اپ کیا تھا"۔

"ہاں! اب تک میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں" انہوں نے پر سکون آواز میں کہا...... اب وہ پہلے والی گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہے تھے...... وہ اس وقت تک رہی تھی جب تک کہ انہوں نے اسے پہچانا نہیں تھا۔

"گویا اس وقت وہ سب بگران کی زد پر ہیں"۔

"روثان کے لیے شہر جانا ضروری تھا...... لہٰذا تم لوگوں کا راستا روکنے کے لیے...... حکومت نے مجھے اور بگران کو طلب کر لیا تھا"۔

"یہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں"۔

"صرف یہ کہ تم شہر سرلاس نہ جا سکو"۔

"اوہ اچھا!...... اب کیا پروگرام ہے"۔

" آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ میرے ہاتھوں بے ہوش ہو جائیں...... میں آپ کو شارجستان کی حکومت کے حوالے کر دوں اور بس...... اس کے بعد ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے"۔

"لیکن افسوس...... میں اس ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا"۔

"اس پر تم مجبور ہو" وہ مسکرائی۔

"کیا مطلب...... کیسے"۔

"اس گھر کو اس وقت تک فوج گھیرے میں لے چکی ہے...... اگر یقین نہیں تو میں ابھی فوج کو بلا لیتی ہوں" یہ کہ کر اس نے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی...... فوراً بھاری قدموں کی آواز سنائی دی......

دوسرا لمحہ حیران کن ترین تھا۔

اندر آنے والے فوجی شارجستان کے نہیں تھے۔

☆☆☆

maliku www.urdufanz.com

malikjr www.urdufanz.com

"آپ نے انھیں اس قدر خوفناک خبر اس قدر فوری سنادی؟"
اس کے ایک ماتحت نے کہا۔

"تو اور کیا کرتا...... انھیں آہستہ آہستہ سناتا" جیلر بھنا اٹھا۔

"ہاں! ان لوگوں کا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا"۔

"ارے تو ہو جائے ان سب کا ہارٹ فیل...... میری بلا سے"۔

"آپ ان سب کو دفتر لے چلیں...... اب ان سے وہیں بات چیت ہو گی"۔

"کیا یہ سچ ہے...... آپ اشوک بھاٹا کی لاش دیکھ چکے ہیں" انسپکٹر کامران نے پوچھا۔

"بہت بھولے ہیں...... وہ لاش اشوک بھاٹا کی نہیں...... انسپکٹر جمشید کی ہے"۔

"ارے باپ رے" ان کے منہ سے نکلا۔

"کیوں! بہت تکلیف ہوئی یہ بات سن کر" اشوک بھاٹا نے کہا جو

اس وقت انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں تھے۔

"اگر زیادہ پریشانی محسوس ہو رہی ہے...... تو تم لوگوں کو بھی اس کے پاس پہنچا دوں"۔

"جو کرنا ہے...... کرو" انسپکٹر کامران مرزا بھنا اٹھے۔

"ان سب کو پریڈ گراؤنڈ لے جایا جائے...... وہیں ان سے بات ہو گی" اشوک بھاٹا نے کہا۔

ان کے چاروں طرف اچانک رائفلیں تن گئیں...... انہوں نے حیرت زدہ انداز میں اشوک کی طرف دیکھا...... اور جیلر نے فوراً کہا۔

"یس سر"۔

"کیا مطلب...... آپ اس نگران کو...... یس سر کہہ رہے ہیں" خان رحمان بولے۔

"ختم کرو خان رحمان...... یہ نگران ہے" انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا...... نہیں" وہ سب چلائے۔

"ہمیں چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں" انسپکٹر کامران مرزا ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"بہت خوب" ان کے ساتھی بھی مسکرائے۔

اور پھر انہیں ایک بڑی گاڑی میں بٹھا کر گراؤنڈ تک لایا گیا...... وہاں صلیب نما پھانسی کے تختے بنائے گئے...... ان میں سے صرف ایک

malikji www.urdufanz.com

تختے پر اس وقت ایک آدمی کو جکڑا ہوا تھا...... باقی خالی تھے۔

"ان سب کو ایک ایک تختے سے باندھ دیا جائے...... تا کہ یہ جان لیں...... بجران اور شارا سے ٹکر لینے کا انجام کیا ہوتا ہے" انہوں نے شارا کی آواز سنی...... پھر وہ ایک طرف سے نکل کر سامنے آگئی...... ادھر ان کے ساتھ آنے والا اپنے اصل حلئے میں آچکا تھا اور پوری طرح بجران نظر آرہا تھا۔

"چلو اس بہانے بجران صاحب اور شارا صاحبہ سے ملاقات تو ہوئی" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کس بہانے؟" آفتاب نے پوچھا۔

"پپ پتا نہیں...... کس بہانے کی بات کر رہا تھا میں...... بس کر گیا...... اسی سے گزارا کر لو" فاروق نے فوراً کہا۔

"ارے بھائی یہ ہمیں پھانسی دے رہے ہیں" مکھن نے جھلا کر کہا۔

"لو ارے ہائیں...... یار کیوں مذاق کرتے ہو...... ان کا اور پھانسی کا کیا تعلق"۔

"وہی ہمارا اور پھانسی کا تعلق ہے" آصف نے تلملا کر کہا۔

"ارے باپ رے...... کیا تعلق ہے" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"چولی دامن کا تعلق ہے" محمود مسکرا لیا۔

"مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو...... میں پہلے ہی ڈر ڈر کر تھک چکا

ہوں" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اور سنو...... اب یہ ڈر کر بھی تھکنے لگے" فرحت تڑ سے بولی۔

"یہ ان لوگوں کی پرانی عادت ہے...... ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا کر کوئی موقع بھی تلاش کرنے لگتے ہیں...... لیکن ان لوگوں نے ابھی چاروں طرف نظریں نہیں دوڑائیں" بجران نے منہ بنا کر کہا۔

"ابھی دوڑا لیتے ہیں...... ہمارا کیا جاتا ہے' نظریں دوڑانے سے...... اور اگر کچھ جاتا بھی ہے تو جانے دیں...... جانے والی چیز کا غم کرنے کے ہم عادی نہیں" آصف جلدی جلدی بولا۔

اور پھر انہوں نے چاروں طرف دیکھا...... اس میدان کے چاروں طرف فوجی ہی فوجی نظر آئے...... بچ نکلنے کا کوئی راستہ دور دور تک نہیں تھا...... دوسری طرف میدان میں بجران اور شارا ڈٹے کھڑے تھے...... ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں ناچ رہی تھیں...... ایسے میں فاروق کی آواز ابھری۔

"لیکن دوستو...... یہ بات نوٹ کر لیں...... ہمارا سرلاس کے اس پاس پہنچ جانے کا مطلب بہت صاف ہے...... یہ کہ ہم بھی آخر کار اس میں داخل ہوں گے"۔

"ناممکن!" بجران نے ہاتھ لہرایا۔

"اگر تم باقاعدہ چیلنج کر رہے ہو تو ہم اس کو بھی کرتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ سرلاس میں داخل ہو کر دکھائیں گے"

"تم تو یہاں سے فرار ہو کر نہیں دکھا سکتے...... سرلاس تو بہت دور کی بات ہے"۔

انہوں نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا...... ہر طرف فوج تھی...... ان کی رائفلیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں...... گویا وہ انہیں اپنے نشانے پر لیے ہوئے تھے

"کیوں...... ہو گئی نا سٹی گم"۔

"آپ سے یہ امید نہیں تھی" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب...... کیا امید نہیں تھی"۔

"ہم لوگوں کے لیے...... اتنی بہت بڑی فوج ساتھ لائیں گے...... شاید اب آپ کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہیں رہا"۔

"یہ بات نہیں" اس نے جل کر کہا۔

"تب پھر...... کیا بات ہے"۔

"شارجستان اور میگال اور انشارجہ...... ان تینوں ملکوں نے ہمیں صرف اس لیے یہ کام سونپا ہے کہ ہم لوگ آپ لوگوں کو سرلاس نہ جانے دیں اور بس...... اس کام کے لیے یہ فوج بھی ان لوگوں نے اپنی تجویز کے مطابق دی ہے...... دراصل ان لوگوں کا خیال ہے کہ تم لوگ کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤ گے...... لیکن ہمارا ایسا خیال ہرگز نہیں ہے...... اپنے خیال کی بنیاد پر انہوں نے یہ اتنی فوج بھی ساتھ

کر دی ہے...... اس لیے تم ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتے"۔

"اچھا خیر...... ہم اپنا طعنہ واپس لے لیتے ہیں" فاروق مسکرایا۔

"لو اور سنو...... اب یہ طعنے بھی واپس لینے لگے" آفتاب ہنسا۔

"گویا مسٹر بگران اور شارا...... تم ہم سے دشمنی ختم کر رہے ہو" انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"یہ کیا سوال ہے...... سمجھ میں نہیں آیا"۔

"دشمنی جاری رکھنے کے لیے ہمارا دنیا میں موجود ہونا ضروری ہے...... ہم نہیں ہوں گے تو دشمنی ختم...... اور آپ لوگوں نے آج یہاں ہماری زندگیوں کو ختم کرنے کا سامان کر رکھا ہے...... یہ اور بات ہے کہ تم ہمیں مار نہ سکو"۔

"مارے جانے کے انتظامات واقعی مکمل ہیں...... اور میرا ہرگز جی نہیں چاہتا کہ تم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتاروں...... واقعی اس طرح مزا نہیں آئے گا اور ساری زندگی افسوس رہے گا...... لیکن" بگران کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"لیکن اس بار تین حکومتوں نے صرف اور صرف آپ لوگوں کی لاشوں کا سودا کیا"۔

"لل...... لاشوں کا سودا...... ارے باپ رے" فاروق کانپ گیا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟" آصف نے اسے گھورا۔

natikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

"میرا مطلب ہے...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"او ہو...... تو اس میں کانپنے کی کیا بات ہے"۔

"نام میں لاشوں کا لفظ جو آ گیا"۔

"جاؤ بھائی...... تم سے کون مغز مارے"۔

"میں تو جانے کے لیے تیار ہوں...... کوئی جانے بھی دے...... کیوں مسٹر بگران...... کیا آپ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیتے ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے...... ارے ہائیں...... یہ تم نے میرا کیا نام لیا"

بگران چونکا۔

"بس...... وہ تو آپ کو پتا ہی ہے...... پھر" فاروق بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"آپ کسی سودے کی بات کر رہے تھے مسٹر بگران" منور علی خان بولے۔

"ہاں! ان تین حکومتوں کا مطالبہ ہے...... کہ تم لوگوں کی لاشیں انہیں دی جائیں...... تب وہ معاہدے کے مطابق ہمیں رقم دیں گے"۔

"او ہو کتنی رقم طے ہوئی ہے"۔

"ایک کروڑ ڈالر" وہ مسکرایا۔

"ارے باپ رے...... اتنی دولت کا آپ لوگ کرتے کیا ہیں"۔

"ہم عیش کرتے ہیں...... ہمارا اپنا ایئر پورٹ ہے...... ہمارے

اپنے جہاز ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے...... آپ کا اور مسٹر شارا کا"۔

"میرا اپنا اور شارا کا اپنا...... ہمارے پاس کئی جہاز ہیں...... ہم ان میں دنیا کی سیر کرتے پھرتے ہیں...... اسی طرح ہمارے رہنے کے لیے جو محل تیار کیے گئے ہیں...... ان میں دنیا بھر کی چیزیں جمع کی گئی ہیں...... تم ان کو دیکھو تو شاید حیرت سے مر جاؤ"۔

"اوہ...... تو اس عیش کے لیے تمہیں کروڑوں روپے کی ضرورت ہوتی ہے"۔

"ہاں اور کیا؟"۔

"لیکن مسٹر بگران کب تک...... ایک دن تم مر جاؤ گے" اشفاق نے فوراً کہا۔

"وہ تو سبھی مرتے ہیں...... میں بھی مر جاؤں گا" وہ ہنسا۔

"مرنے کے بعد بھی ایک دنیا ہے...... اس دنیا میں اس دنیا کا حساب کتاب ہو گا"۔

"ہم ان باتوں کو نہیں مانتے"۔

"مانتے ہیں...... بالکل مانتے ہیں...... لیکن جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں...... کیا آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے"۔

"یہ آپ کیا باتیں لے بیٹھے" بگران نے گھبرا کر کہا۔

"اور کیا آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے"۔

maliksi www.urdufanz.com

میں کہتا ہوں...... یہ باتیں نہ کریں" وہ چیخ اٹھا۔

"کیا اللہ کے ان دونوں عظیم رسولوں نے...... جنت اور دوزخ کے بارے میں نہیں بتایا تھا"۔

"میں نے کہا نا...... میں یہ باتیں نہیں سن سکتا"۔

"تب پھر میری بات بالکل درست ثابت ہو گئی" اشفاق نے شوخ آواز میں کہا۔

"کون سی بات ؟"۔

"یہ کہ آپ لوگ مرنے کے بعد حساب کتاب کو مانتے ہیں...... لیکن جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں...... یا آپ خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں"۔

"ہو گی یہی بات...... یہاں اس بات کا کون سا موقع تھا"۔

"موقع تھا...... بلکہ یہی موقع تھا...... ہماری موت کا سامان تیار ہے...... رخصت ہوتے وقت ہم تبلیغ کیوں نہ کریں...... سن لیں...... دنیا کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...... کوئی حضرت عیسیٰ کو ماننے والا ہو یا حضرت موسیٰ کو...... جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا...... آخرت میں اس کی نجات نہیں ہو گی اور اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان مسلمان ہو جائے...... کلمہ پڑھ لے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مان لے...... پھر اسلام کے ارکان پر عمل پیرا ہو جائے...... نجات کا بس یہی راستا ہے...... اور

کوئی نہیں" اشفاق روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"بس کر چکے تقریر" بجران نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! مختصر طور پر تو اس وقت یہی کہا جا سکتا ہے...... ہاں آپ چاہیں تو مزید تفصیلات بیان کی جا سکتی ہیں"۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں" وہ بولا۔

"آپ کی مرضی...... اب آپ اپنے پروگرام پر عمل کریں...... ہم اپنے پروگرام پر عمل کریں گے" شوکی نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تمہارا پروگرام...... کیا مطلب ؟" بجران چونک کر بولا۔

"ہاں کیوں...... کیا آپ کے خیال میں ہم یہاں پروگرام کے بغیر آ گئے ہیں"۔

"اوہ نہیں...... میں یہ نہیں کہتا...... آپ کا اپنا پروگرام ہو گا...... لیکن...... ہمارا اپنا...... ٹھیک ہے...... آپ کریں عمل اپنے پروگرام پر...... آپ کے ہاتھ پیر کھلے ہیں...... کوئی حرکت کر سکتے ہیں تو کریں"۔

اور پھر بہت سے فوجی ان کی طرف بڑھے۔

"ان لوگوں کو تختوں سے باندھ دیا جائے...... تختوں کے ساتھ مضبوط ترین تسمے لگے ہوئے ہیں...... ان تسموں کے ذریعے ان کے ہاتھ پیر پوری طرح قابو میں آ جائیں گے اور یہ ان کو توڑ نہیں سکیں گے"۔

malikji www.urdufanz.com

"اوکے سر"۔

"یہ لوگ ٹیڑھی کھیر ہیں...... آپ لوگوں کو ذرا طاقت استعمال کرنا ہو گی"۔

"کوئی بات نہیں سر"۔

ایک وقت میں کئی کئی آدمی ایک ایک کی طرف بڑھے...... ان کے پاس فوجیوں کی کمی تو تھی نہیں...... اب وہ انہیں پکڑ کر لگے گھسیٹنے...... تختوں کی طرف اور لوگ تو آسانی سے کھنچتے چلے گئے...... انسپکٹر کامران مرزا اپنی جگہ پر جم کر رہ گئے۔

"یہ کیا بھئی...... اتنے بہت سے آدمی ایک آدمی کو نہیں کھینچ سکے" بجران نے جل کر کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سر...... ہم کوشش کر رہے ہیں...... اسے بھی لے جائیں گے تختے تک"۔

"مشکل ہے" بجران ہنسا۔

"کیا مطلب سر...... مشکل ہے"۔

"ہاں! اگر تم انہیں تختے تک لے گئے تو میری طرف سے ایک ہزار ڈالر انعام کے حق دار ہو گے"۔

"نن نہیں" وہ چلائے...... کیونکہ یہ تو مفت کا انعام مل رہا تھا...... یہ کام کرنا تو انہیں کرنا تھا ہی۔

"میں جو کہتا ہوں...... کرتا ہوں...... اگر تم لوگوں نے انہیں تختے

تک پہنچا کر باندھ دیا تو ایک ہزار ڈالر نقد انعام دوں گا"۔

"تب پھر آپ سمجھ لیں...... ہم یہ انعام جیت گئے"۔

"یہی تو مشکل ہے" وہ مسکرایا۔

"کیا مشکل ہے"۔

"تم یہ انعام نہیں جیت سکو گے...... اچھا تم آدمی دوگنے کر لو...... انعام برقرار رہے گا"۔

"کک...... کیا واقعی...... ہم دوگنے آدمی زور لگا کر اسے تختے تک لے جائیں گے"۔

"ہاں! لے جا سکتے ہو تو اجازت ہے...... لے جاؤ"۔

"اوکے...... اب آپ دیکھیں گے...... یہ کس طرح جاتا ہے" ایک نے غرا کر کہا۔

اور پھر اتنے ہی آدمی اور آگے آ گئے...... ان سب نے انسپکٹر کامران مرزا کو پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا...... چند منٹ تک ان کے درمیان زور آزمائی ہوتی رہی...... جب فوجی زور لگا لگا کر تھک گئے اور پسینے پسینے ہو گئے تو بجران ہنسا اور بولا۔

"اب کیا خیال ہے"۔

"یہ واقعی ٹیڑھی کھیر ہے" ایک نے ہانپتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ بری طرح تھک گئے...... انہیں چھوڑ کر ہٹ گئے...... بجران کا قہقہہ بلند ہوا...... پھر رک کر اس نے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"دیکھا تم ہار گئے...... حالانکہ میں نے یہ شرط نیک نیتی سے لگائی تھی...... اگر تم جیت جاتے تو میں ایک ہزار ڈالر تم لوگوں کو ضرور دیتا"۔

"افسوس ہم ایک ہزار ڈالر نہ جیت سکے"۔

"خیر کوئی بات نہیں...... اب دیکھو...... میں اکیلا انہیں تختے تک لے جاتا ہوں"۔

"کیا کہا...... مسٹر بگران...... آپ اکیلے؟" ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میں اکیلا"۔

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف بڑھنے لگا...... انسپکٹر کامران مرزا پر سکون انداز میں کھڑے رہے...... اچانک اس نے جیب سے پستول نکال لیا اور بولا۔

"انسپکٹر کامران مرزا...... آپ خود چل کر تختے تک پہنچ جائیں اور خود کو بندھوالیں...... ورنہ" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ورنہ کیا؟"۔

"ورنہ میں آفتاب کو نشانہ بنانے لگا ہوں...... مرنے سے پہلے جب تم اسے مرتا دیکھو گے تو تمہیں کس قدر صدمہ پہنچے گا"۔

"لیکن اس سے فرق کیا پڑ جائے گا...... میرا مطلب ہے...... جب مرنا ٹھہرا تو پھر ڈرنا کیا...... پہلے کیا اور بعد میں کیا...... آفتاب اگر مجھ سے

چند منٹ یا ایک آدھ گھنٹا پہلے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے...... تو مجھے اس سے کیا فرق پڑ جائے گا...... لہٰذا میں تمہاری اس دھمکی میں آنے والا نہیں۔

"او کے...... جناب...... آپ کی مرضی...... میں اپنا کام کرنے لگا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے فائر کر دیا۔

☆☆☆

malikj www.urdufanz.com

پھانسی گھاٹ

"یہ...... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں" انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"کس بات پر حیران ہو رہے ہیں" شارا ہنسی۔

"یہ...... یہ فوجی...... شارجستان کے ہر گز نہیں ہیں"۔

"تو کیا ہوا...... کیا شارجستان میں بیگالی فوجی نہیں ہو سکتے" اس نے منہ بنایا۔

"اور کیا یہ بات عجیب نہیں؟" وہ بولے۔

"بالکل نہیں...... انہوں نے اپنے کچھ خاص مقامات کی حفاظت کے لیے بیگالی فوج کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں...... بالکل اسی طرح جیسے آج کل آپ کے اسلام کے مرکز میں انشارجہ کی فوجیں بیٹھی ہوئی ہیں" شارا نے کھرے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے...... اس کھرے جواب کی انہیں ایک فیصد امید نہیں تھی۔

"کیوں انسپکٹر جمشید...... آپ ہو گئے نا لاجواب" وہ مسکرائی۔

"ہاں! یہ مسلمان کی بد قسمتی ہے...... مسلمان جب جہاد سے خوف کھانے لگے...... جی چرانے لگے تو یہی ہو گا...... کہ وہ اپنے مقدس مقامات کی حفاظت غیر مسلموں سے کروا رہا ہے...... جب کہ وہ مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں...... اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں واضح طور پر فرما رہے ہیں...... یہود اور نصاریٰ آپس میں دوست ہیں...... وہ تمہارے دوست نہیں ہیں...... جب وہ ہمارے دوست نہیں ہیں تو ہمارے مقدس مقامات کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں...... وہ تو مستقل قبضے کی نیت لے کر وہاں پہنچے ہوئے ہیں...... اور بیگال نے تو اپنے ملک کے نقشے میں ان مقامات کو بھی شامل کر رکھا ہے...... یعنی یہ اس کا منصوبہ ہے...... وہ ان مقامات پر قبضہ کر لے...... لیکن ایسا ہو نہیں سکے گا...... مسلمان کتنے بھی کمزور کیوں نہ پڑ جائیں...... وہ ان مقدس مقامات کی طرف بڑھنے والوں کو کچل دیں گے...... انشاءاللہ"۔

"آپ نے تو اچھی بھلی تقریر جھاڑ دی...... آپ تو جذباتی ہو گئے" وہ شریر انداز میں بولی۔

"مسلمانوں کی پستی کا ذکر کر کے میں ہمیشہ جذباتی ہو جاتا ہوں...... میرا جی چاہتا ہے...... مسلمانوں میں ایک بار پھر وہی روح بیدار ہو جائے...... جو چودہ سو سال پہلے ان میں رواں دواں تھی...... اور اس کے آثار نظر آنے لگے ہیں"۔

"آثار نظر آنے لگے ہیں...... کیا مطلب؟"۔

malikjiwww.urdufanz.com

"مطلب یہ کہ ہمارے پڑوسی ملک میں اسلام کی روح پھر سے نظر آنے لگی ہے...... طالبان کے روپ میں"۔

"اوہ...... کیا واقعی" وہ بہت زور سے اچھلی۔

اسے اس طرح اچھلتے دیکھ کر انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔

"کیوں...... کیا ہوا؟"۔

"میں ابھی ابھی انسپکٹر جمشید...... آپ نے یہ سوچا ہے کہ آپ اپنے مقدس مقامات سے انشارجہ کی فوج کو نکلوانے کے لیے وہاں جائیں گے"۔

"اوہ ہاں واقعی...... میں نے یہ سوچا ہے ابھی ابھی" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر...... سن لیں...... میں اور بگران بھی طالبان کو ختم کرنے کے لیے خانستان جائیں گے...... اور ہم صرف اس کام کے لیے کافی ہو جائیں گے...... ہم سازش کا وہ بیج بوئیں گے کہ وہ بیج منٹوں سیکنڈوں میں پھوٹ نکلے گا اور فوراً تن آور درخت بن جائے گا"۔

"اگر" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے...... ان کے چہرے پر ایک گہری طنزیہ مسکراہٹ ناچنے لگی۔

"اگر کیا؟" وہ بولا۔

"اگر...... آپ دونوں وہاں جائیں گے...... تو ہم بھی آپ کے تعاقب میں وہاں آئیں گے...... یہ بات یاد رکھیں"۔

"دیکھا جائے گا"۔

"اور اگر انسپکٹر جمشید...... آپ اپنے مرکز میں مقدس مقامات سے انشارجہ کو نکالنے کے لیے جائیں گے تو ہم بھی آپ کو ناکام بنانے کے لیے وہاں پہنچ جائیں گے"۔

"بہت خوب! یہ تو ڈبل مقابلہ ہو گیا...... خیر یونہی سہی" وہ مسکرائے۔

"لیکن یہ سب تو اس وقت ہو گا نا جب آپ لوگ اس مہم میں زندہ بچتے ہیں...... جب کہ اس کے امکانات نہیں...... آپ کے سب کے سب ساتھی اس وقت صلیب نما تختوں پر کسے جا چکے ہیں...... آپ کے وہاں پہنچنے کی دیر ہے...... آپ پر گولیوں کی برسات کر دی جائے گی...... بس وہاں آپ کا تختہ خالی ہے"۔

"کیا مطلب...... میرے سب ساتھی" وہ بوکھلا اٹھے۔

"ہاں! اگر اس گھر میں اشوک کی بیوی کی جگہ میں لے سکتی ہوں تو جیل میں اشوک کی جگہ مسٹر بگران کیوں نہیں لے سکتے"۔

"کیا مطلب...... کیا میں ان کے ساتھ دراصل بگران کو بند کر آیا ہوں"۔

"یہ تو پرانی بات ہو گئی...... مسٹر بگران تو اس وقت انہیں پھانسی گھاٹ پہنچا چکے ہیں اور وہاں آپ کا انتظار ہو رہا ہے...... اور [illegible] دیکھ رہے ہیں...... یہ تمام فوجی...... بنگالی ہیں...... آپ کے گرد گھیرا [illegible] رنگ

malikji www.urdufanz.com

کر چکے ہیں کہ آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے...... اگر آپ اچھل کود کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں...... تو وہ بھی کر کے دیکھ لیں...... یہ سب ایک ہی وقت میں فائرنگ کریں گے...... کیونکہ" وہ پھر کہتے کہتے رک گئی...... یہ اس کی خاص عادت تھی۔

"کیونکہ کیا؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"کیونکہ...... یہ جانتے ہیں...... ان کی گولیوں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"میڈم...... جب ان لوگوں کو ختم ہی کرنا ہے...... تو وہاں کیا اور یہاں کیا...... اس کا کام یہیں تمام کر دیتے ہیں...... ادھر آپ فون پر اطلاع دے دیں کہ ان کا کام تمام کر دیا گیا...... ادھر وہ گولیاں برسا دیں گے" ایک بنگالی بولا۔

"نہیں...... یوں مزا نہیں آئے گا"۔

"مزے کے چکر میں کہیں یہ فرار نہ ہو جائے" اس نے نفرت زدہ آواز میں کہا۔

"اب یہ کیا فرار ہوں گے...... ان کے تو پر کاٹ دیے گئے ہیں"۔

"میرے نزدیک تو یہ پر کٹے بھی خطرناک ہیں"۔

"حد ہو گئی...... خیر...... تم انہیں بس وہاں لے چلو...... میں بھی ادھر کا رخ کر رہی ہوں...... اب دیکھنا یہ ہے کہ تم پہلے پہنچتے ہو...... یا

میں" شارا مسکرائی۔

"ظاہر ہے...... آپ پہلے پہنچیں گی...... مجھے تو انہیں لے کر آنا ہے"۔

"او کے...... یونہی سہی...... لیکن دیر نہ کرنا"۔

"نہیں...... ادھر آپ پہنچیں گی...... ادھر ہم لوگ انہیں لے کر پہنچ جائیں گے"۔

"بہت خوب" اس نے کہا اور ان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

"انسپکٹر جمشید...... ہاتھ اوپر اٹھا دیں"۔

"بہت اچھا" انہوں نے کہا اور ہاتھ اٹھا دیے...... وہ اپنے ساتھیوں کے لیے پریشان ہو گئے تھے اور جلد از جلد وہاں پہنچ جانے کے لیے بے تاب ہو چکے تھے۔

اب وہ انہیں باہر کی طرف لے چلے...... انسپکٹر جمشید کو ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا...... ان کے ساتھ دس فوجی بیٹھے...... دس کے دس ہاتھوں میں پستول پکڑے ہوئے تھے...... ان کی آنکھوں میں ان کے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔

پھر ان کا سفر شروع ہوا...... پھانسی گھاٹ شہر سے اور فوجی علاقے سے الگ ایک سنسان جگہ بنایا گیا تھا...... وہاں تک جانے اور وہاں سے آنے کے راستے الگ الگ تھے...... ان کی گاڑیاں برق رفتاری سے چلی

malikji www.urdufanz.com

جا رہی تھیں کہ سڑک پر ایک بڑا پتھر نظر آیا۔

"یہ کس احمق نے رکھ دیا۔"

"یہ ضرور دشمن کی کوئی چال ہے" فوجی افسروں نے کہا۔

"پھر کیا کریں"۔

"احتیاط سے نیچے اترو" اس نے حکم دیا اور خود بھی اترا۔

"اوہو...... اس طرف کچھ لوگ چھپے ہوئے ہیں" ایک فوجی دبی آواز میں بولا۔

"درختوں کی اوٹ لے کر اس طرف بڑھو...... اور انسپکٹر جمشید کے سر پر دو آدمی موجود رہیں"۔

وہ کوئی حرکت کرے تو گولی مار دینا...... میرا حکم ہے...... یہ بگران اور شارا تو بس مزے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں...... اگر وہیں اس کا کام تمام کر دیا جاتا تو کیا ٹھیک نہیں تھا"۔

"ہاں سر بالکل...... یہ خطرہ بلاوجہ مول لیا گیا" ایک سپاہی نے کہا۔

وہ درختوں کے درمیان آگے بڑھنے لگے...... اس طرح آخر کار وہ وہاں سے پھر پھانسی گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب وہ وہاں پہنچے...... تو شارا ان سے پہلے پہنچ چکی تھی۔ واقعی وہاں ان کے سب ساتھی پھانسی کے تختوں پر باندھے جا چکے تھے۔

"لیجیے پروفیسر بگران...... تھا جس کا انتظار...... وہ شکار آ گیا۔

آپ کہہ رہے تھے کہ میں نے غلطی کی...... انسپکٹر جمشید کو خود یہاں لے کر کیوں نہیں آئے...... لیکن یہ وہاں اس حد تک بے بس ہو چکے تھے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا...... دیکھ لیں یہ اسی حالت میں یہاں آ گئے ہیں...... اب انہیں بھی باندھ دیا جائے"۔

انسپکٹر جمشید کو خالی تختے کی طرف لایا گیا اور انہیں بھی باندھ دیا گیا۔

"ان پر گولیاں برسانے کا موقع ہمیں دیا جائے...... ہم بہت مدت سے اس خواہش میں تڑپ رہے ہیں" آنے والے بنگالی فوجیوں میں سے ایک نے کہا۔

"چلو تم یہ کام کر گزرو، کوئی اعتراض نہیں"۔

ان فوجیوں نے ان کے نشانے لے لیے...... ٹکٹکی باندھ کر کھڑے ہو گئے...... ادھر ان کے دل دھڑکے...... کیا واقعی موت کا وقت آ گیا...... انہوں نے جلدی جلدی کلمہ پڑھا...... ایسے میں فاروق نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"بہت خوب فاروق...... موت کے تختے پر قہقہہ" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں ابا جان...... مجبوری تھی" اس نے فوراً کہا۔

"مجبوری...... کیسی مجبوری ہے"۔

"میں نے خود کو قہقہہ لگانے پر مجبور پایا...... سو لگا دیا"۔

maliikii www.urdufanz.com

"او ہو...... آخر کیوں مجبور پایا"۔

"یہ تو معلوم نہیں" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"حد ہو گئی" آفتاب تلملا کر بولا۔

"یہ اب ہمارا وقت ضائع کریں گے" شارا ہنسی۔

"یہ زیادتی ہے...... آنٹی شارا اور انکل چکران" مکھن پکارا۔

"کیا کہا...... انکل چکران...... دماغ تو نہیں چل گیا...... اور کس زیادتی کی بات کر رہے ہو تم" شارا پھنکاری۔

"ہاں پروفیسر بگران صاحب! یہ زیادتی ہے...... اور یہ زیادتی تو ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا خاک یاد رکھو گے...... ابھی تھوڑی دیر بعد تم لوگوں کی یہاں لاشیں لٹکتی نظر آئیں گی"۔

"میرا مطلب تھا...... مرنے کے بعد یاد رکھیں گے" اس نے کانپ کر کہا۔

"میں پھر خبردار کر رہی ہوں...... یہ ہمارا وقت برباد کرنے پر تل گئے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں...... میں صرف دس تک گنوں گا...... جونہی میں دس کہوں...... تم ایک ساتھ فائر کرنا"۔

"او کے سر"۔

انہوں نے جلدی جلدی ایک دوسرے کی طرف دیکھا...... وہ

گردنیں ادھر سے ادھر گھما سکتے تھے...... اس وقت ان کی حالت بالکل صلیب پر لٹکے ہوئے لوگوں کی مانند تھی۔

"اچھا بھئی خدا حافظ" انسپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھر آئی۔

"خدا حافظ" سب بولے...... ان کی آوازیں بھی رندھ گئیں...... آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"کلمہ پڑھ لیں سب" اشفاق نے فوراً کہا۔

"اور وہ زیادتی والی بات تو رہ ہی گئی" شوکی نے گویا یاد دلایا۔

"چلو بتا دو...... ہم تم لوگوں سے کیا زیادتی کر رہے ہیں" بگران ہنسا۔

"مرنے والوں کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے...... آپ نے تو اتنا بھی نہیں کیا اور بنے پھرتے ہیں پروفیسر بگران اور میڈم شارا"۔

"اوہ بس...... اتنی سی بات...... اچھا آخری خواہش بیان کرو"۔

"آخری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمیں ان تختوں سے کھلوا دیں...... ہم ہاتھوں اور پیروں سے آپ لوگوں سے لڑیں گے...... اب اس لڑائی میں جس کی بھی فتح ہو جائے"۔

"افسوس!" بگران مسکرایا۔

"کیسا افسوس...... کس بات پر افسوس" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہم یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے...... حکم نہیں ہے...... باقاعدہ معاہدے میں یہ بات تحریر ہے" بگران نے بتایا۔

malikji www.urdufanz.com

"کیابات؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ بات کہ اگر آپ لوگ ہمارے قابو میں آ گئے تو پھر موت کے گھاٹ اتارنے میں دیر نہیں کی جائے گی..... اور آپ لوگوں کو کسی قسم کا موقع یا رعایت نہیں دی جائے گی"۔

"بہت خوب..... آپ کی مرضی..... ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ ہمیں کیسے دشمن ملے تھے..... جنہوں نے ہماری آخری خواہش بھی پوری نہیں کی"۔

"حد ہو گئی..... باتوں میں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں..... تو ہم اس وقت کیا کریں"۔

"آخری وقت اللہ کو یاد کیا جاتا ہے..... ادھر ادھر کی باتیں نہیں کی جاتیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے"۔

"وقت بہت ضائع کر چکے یہ لوگ..... میں گننے لگا ہوں..... مرتے وقت یہ بے چارے یہ بھی نہ جان سکے کہ سرلاس کیا ہے"۔

"کوئی بات نہیں..... مرنے کے بعد جان لیں گے" فرحت نے منہ بنایا۔

باقی لوگ مسکرا دیے..... ادھر بگران نے کہا۔

"ایک!"۔

اور فوجی بالکل تیار ہو گئے..... انہوں نے پوری طرح ان سب کے نشانے لے لیے..... ادھر ان لوگوں نے جلدی جلدی کلمہ پڑھنا شروع کیا..... چہروں پر موت کا خوف تھا..... موت چیز ہی ایسی ہے..... اچھے اچھے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں..... اس وقت سب سے زیادہ خوف انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں تھا..... اس چیز کو بگران نے صاف طور پر محسوس کیا..... وہ گنتا بھول گیا اور بول اٹھا۔

"یہ..... یہ کیا..... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں پروفیسر" شارا نے حیران ہو کر کہا۔

"انسپکٹر جمشید کی آنکھوں کو دیکھیں..... خوف ہی خوف ہے ہاں..... کیا یہ بات عجیب نہیں ہے"۔

"اس سے زیادہ عجیب بات تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی"۔

"او کے..... پوچھ لیتے ہیں..... کیوں انسپکٹر جمشید صاحب..... آپ تو اپنی اس ٹیم کے سب سے زیادہ بہادر ممبر ہیں..... لیکن ہم اس وقت سب سے زیادہ خوف آپ کی آنکھوں میں دیکھ رہے ہیں..... کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے" وہ بولے۔

"افسوس ہے..... کس پر..... کس بات پر"۔

"خود پر افسوس..... موت کو سامنے دیکھ کر میں اس قدر خوف زدہ کیوں ہو گیا"۔

"لیکن یہ چیز ہمارے دماغوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی ہے"۔

"کیا کہا...... خطرے کی گھنٹیاں" آصف چونکا۔

"ہاں! کیوں...... تمھیں کیا ہوا"۔

"ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے...... بجنے والی گھنٹیوں کو روکنا ہوگا" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اسے کہتے ہیں بے تکی بات؟" محمود نے منہ بنایا۔

"نہیں...... یہ بات بے تکی نہیں...... سو فیصد تک کی ہے"۔

"پروفیسر صاحب...... ہوشیار! یہ لوگ ایک بار پھر ہمارا وقت ضائع کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں...... جب کہ ہم نے معاہدہ یہ کیا ہے کہ انھیں کوئی کسی قسم کا موقع نہیں دیا جائے گا"۔

"اوہ ہاں! مجھ سے بھول ہوئی...... میں پھر سے گنتا ہوں اور اب ان میں سے کسی کی بات نہیں سنوں گا...... ایک"۔

فوجی ایک بار پھر بالکل تیار ہو گئے...... ان کی انگلیاں ٹریگروں پر جم گئیں۔

"دو...... تین...... چار" وہ ایک سانس میں کہ گیا۔

"بہت خوب! یہ رفتار درست ہے" شارانفی۔

"پانچ...... چھ...... سات" بجران بولا۔

"واہ...... مزا آ گیا...... اچھا پیارے دشمنو...... یہ آخری مقابلہ

تھا جو ہمارے اور تمھارے درمیان ہوا اور اس میں آپ کو شکست فاش ہوئی...... تم اپنے مقصد میں کامیاب بھی نہیں ہو سکے...... اور تمھارا ل بھی اب خطرے کی انتہائی سرحدوں کو چھو چکا ہے...... ہاں تو وفیسر صاحب" وہ اس کی طرف مڑی۔

"آٹھ...... نو...... دس"۔

اس کے ساتھ ہی ان گنت فائر ہوئے...... اور بے شمار چیخیں ریں...... آخری چیخیں۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

maliki www.urdufanz.com

"ارے! یہ کیا"۔

"ہائیں! یہ کیا"۔

"ارے باپ رے...... یہ...... یہ کیا"۔

"اوہ ارے ہائیں...... یہ...... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔

"خواب"۔

"کیا کہا...... مرنے کے بعد خواب...... دماغ تو نہیں چل گیا...... خواب دیکھنے کا تعلق دنیا سے تھا...... آخرت سے نہیں ہے"۔

"آخرت! ارے باپ رے...... یہ کیسی آخرت ہے...... ہم تو اسی طرح بندھے ہوئے ہیں...... اور ہمارے جسم کو ایک گولی بھی نہیں لگی...... وہ...... وہ کہاں گئیں"۔

"کون...... کہاں گئیں"۔

"گگ...... گولیاں...... اور کیا؟"۔

"وہ دیکھو...... میدان میں بے شمار فوجی مرے پڑے ہیں......

گولیاں ہمارے بجائے انہیں لگی ہیں"۔

"حد ہو گئی...... اب گولیاں بھی غلطی کرنے لگیں...... اندھی کہیں کی"۔

ادھر بگران اور شارا حیرت کا بت بنے کھڑے تھے...... وہ حرکت کرنا بھول گئے تھے...... بلکہ پلکیں جھپکانا بھول گئے تھے...... بس آہستہ آہستہ سانس لے رہے تھے...... میدان میں اب صرف وہ فوجی کھڑے تھے...... جو انسپکٹر جمشید کو لے کر آئے تھے۔

اچانک ایک بار پھر ان کی رائفلوں نے گولیاں اگلیں...... اور انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھیوں کے تسمے کٹ گئے...... اس بار انہوں نے ان تسموں کو نشانہ بنایا تھا...... غضب کا نشانہ تھا ان کا۔

دوسرے ہی لمحے وہ سب آزاد ہو گئے...... صلیبوں سے اتر کر ان کی طرف بڑھے۔

"آپ ابھی تک حیرت زدہ ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں...... یہ کیسے ہو گیا...... وہ فوجی آپ کے طرف دار کیسے بن گئے"۔

"مس شارا جب یہ کہہ کر چلی آئیں، مجھے بھی پھانسی گھاٹ پہنچا دیا جائے تو وہ فوجی مجھے لے کر چل پڑے...... لیکن راستے میں انہیں میری خفیہ فورس نے روک لیا...... یہاں بھی میری خفیہ فورس کام کر رہی ہے...... اور جب ہم اس مہم پر نکلے تھے تو میں نے انہیں خفیہ پیغام دے

malikji www.urdufanz.com

دیا تھا کہ وہ ہمارے آس پاس رہیں...... چنانچہ جب اشوک بھاتانا کے گھر میں داخل ہوا' اس وقت میری خفیہ فورس زیادہ دور نہیں تھی...... جب فوجی مجھے لے کر چلے تو انہوں نے تعاقب کیا اور آخر ایک جگہ روک لیا...... ان کے درمیان فائرنگ ہوئی...... اور آپ کے فوجی مارے گئے...... ان لوگوں نے جلدی جلدی ان کے کپڑے پہنے اور مجھے یہاں لے آئے...... یہ ہے کل کہانی...... ان حالات میں ان کی گولیاں بھلا ہمیں کیسی لگ سکتی تھیں...... آپ کے فوجی بالکل بے خبر کھڑے تھے...... رائفلوں کا رخ جب یک دم ان کی طرف گھوما...... اس وقت انہیں پتا چلا...... لیکن اس وقت سنبھلنے کا وقت گزر چکا تھا"۔

"ہوں! اس کایا پلٹ پر ہم اپنے اوپر افسوس کر سکتے ہیں اور بس' بجران نے منہ بنایا۔

"آپ اس پورے میدان میں صرف آپ دو باقی ہیں...... آپ کے سب ساتھی مارے جا چکے ہیں...... اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"ہمیں اس بات کی کیا پروا" شارا مسکرائی۔

"کیا مطلب...... کس بات کی"۔

"اس بات کی کہ یہاں اب صرف ہم دو رہ گئے ہیں...... ہم تو دو ہی تم سب کے لیے کافی ہیں"۔

"بہت خوب! پہلے میں ان سے پوچھ لوں" یہ کہ کر وہ اپنی خفیہ فورس کی طرف مڑے۔

"تم لوگوں نے مسٹر بجران اور مس شارا کو کیوں نشانہ نہیں بنایا"۔

"بالکل بنایا تھا سر" ان میں سے ایک نے پرسکون آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے...... یہ مکمل طور پر بلٹ پروف لباس میں ہیں"۔

"جی ہاں ایسی بات ہے"۔

"آپ اپنا پروگرام بتائیں"۔

"ہم تم لوگوں کو جانے نہیں دیں گے" بجران بولا۔

"او کے...... تم سب اس جگہ کو گھیرے میں لے لو...... بلکہ ایک لائن بنا لو...... نصف کے منہ دوسری طرف اور نصف کے منہ ہماری طرف...... اب لڑائی اس دائرے میں ہو گی"۔

"ہم سب مل کر سنگینوں کے ذریعے ان دونوں کو کاٹ کو کیوں نہ رکھ دیں سر" خفیہ فورس کے انچارج نے تجویز پیش کی۔

"اس طرح تم لوگوں کو نقصان پہنچے گا...... اور دشمن ملک میں میں اپنے ایک آدمی کا بھی نقصان پسند نہیں کرتا...... لہٰذا ان سے میں اور کامران مرزا لڑیں گے...... باقی لوگ تو بس یہ لڑائی دیکھیں گے...... ہاں اگر ہم دونوں شکست کھا گئے تو پھر ان سب کو اجازت ہو گی"۔

"بہت خوب!" بجران اور شارا دونوں بولے۔

"ان کے گرد دائرہ بناؤ"۔

"آخر اس کی کیا ضرورت انسپکٹر جمشید...... جب کہ یہ لوگ

malikji www.urdufanz.com

روک بھی نہیں سکتے"۔

"اگر کچھ اور لوگ اس طرف آگئے اور حملہ کرنے کی کوشش کی تو ان سے نبٹ لیں گے یہ لوگ"۔

"اچھی بات ہے...... ہو جائیں پھر دو دو باتیں"۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مسٹر بجران" ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

"چلو تم بھی پوچھ لو"۔

"جب اس مہم میں روتان موجود ہے...... تو آپ لوگوں کو کیوں شامل کیا گیا"۔

"انہیں بھی اور ہمیں بھی بعد میں شامل کیا گیا...... جب تم لوگوں نے شارجستان کا رخ کیا تھا...... ورنہ اس سے پہلے تو سرلاس کے لوگ بھی تم لوگوں کے لیے کافی تھے...... اب وہ شہر چھوڑ کر تو آ نہیں سکتے تھے...... لہٰذا ہمیں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا"۔

"یہ بات درست نہیں ہے...... روتان سے ہماری جھڑپ سرلاس کے باہر ہو چکی ہے"۔

"اوہ ہاں...... انہیں ہم سے پہلے اس وقت بلایا گیا تھا جب تم نے سرلاس کی سڑک تلاش کر لی تھی"۔

"بہت خوب! اس وقت روتان برادرز کہاں ہیں"۔

"سرلاس میں...... اگر تم لوگ سرلاس میں داخل ہو گئے...... یعنی

ہم نہ روک سکے تو پھر وہ وہاں تم لوگوں کے سامنے آئیں گے"۔

"اللہ مالک ہے"۔

عین اس وقت بجران تیر کی طرح ان کی طرف آیا اور شارا نے انسپکٹر کامران مرزا کا رخ کیا۔

دونوں نے نہایت پھرتی سے کنی کترائی اور ان کے وار خالی رہے...... اپنی جھونک میں آگے نکلنے کے بعد وہ رکے...... مڑے اور ایک بار پھر ان کی طرف دوڑ پڑے۔

اس بار اونچا اچھل کر انہوں نے خود کو بچایا...... تیسری بار وہ پھر ان کی طرف آئے لیکن اچانک دونوں ان کے قریب پہنچنے سے پہلے رک گئے...... جب کہ وہ دونوں اپنی جگہ سے چھلانگ لگانے کے لیے پر تول چکے تھے...... لیکن انہیں رکتے دیکھ کر وہ بھی رک گئے۔

اب وہ بالکل نزدیک آچکے تھے...... بجران اور شارا اچھلے اور اپنے پیروں کی زد میں انہیں لینا چاہا...... وہ دونوں تڑ سے گرے اور لڑھک گئے...... دانتوں پسینہ آگیا...... تاہم انہوں نے خود کو بے ہوش ہونے سے بچا لیا...... عین وقت پر سروں کو جھٹکے دیے...... ایسے میں انہوں نے پھر چھلانگیں لگائیں...... انہوں نے اس وار کو روکنے کی پوری کوشش کی...... بھرپور پھرتی کا مظاہرہ کیا...... دائیں بائیں لڑھکے...... لیکن پھر وہ دونوں ان پر آگرے...... اور انہیں یوں لگا جیسے کوئی چٹان ان پر آگری ہو...... پھر انہیں کوئی ہوش نہ رہا۔

malikji www.urdufanz.com

"لو بھئی...... تمہارے یہ دو بڑے سورما تو گئے کام سے...... اب یہ کئی گھنٹے تک نہیں اٹھ سکتے" بجران ہنسا۔

"لیکن ہم انہیں کئی گھنٹے بعد بھی کیوں اٹھنے کے قابل چھوڑیں" شارا نے کہا اور ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر سر سے بلند کر ڈالا...... اس سے پہلے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کے سر پر وہ پتھر مارتی...... محمود نہ جانے کس رفتار سے دوڑا اور اس کی کمر سے ٹکرا گیا...... شارا پتھر سمیت دھم سے اوندھے منہ گری...... پتھر اس کی پیشانی سے ٹکرا گیا۔

ایسے میں بجران کا ہاتھ گھوم گیا...... وہ محمود کے سر پر لگا...... محمود اچھل کر دور جا گرا اور ساکت ہو گیا...... اب پتھر بجران نے اٹھایا...... شارا تو پتھر لگنے کی وجہ سے اٹھ نہیں سکی تھی...... تاہم وہ اٹھنے کی کوشش میں تھی...... بجران نے پتھر سر سے بلند کیا ہی تھا کہ اس کے بازو کے گرد منور علی خان کی رسی لپٹتی چلی گئی...... اب جو انہوں نے جھٹکا مارا تو پتھر اس کے ہاتھ سے نکل گیا...... فاروق نے ایک لوٹ لگائی اور پتھر اٹھا کر دور اچھال دیا۔

بجران نے رسی کو دوسرے ہاتھ سے پکڑا اور منور علی خان کو ایک زبردست جھٹکا مارا...... وہ گویا ہوا میں اڑتے ہوئے ایک طرف جا گرے...... ساتھ ہی بجران نے رسی چھوڑ دی...... منور علی خان رسی کے چھوٹنے کی وجہ سے دور تک لڑھکتے چلے گئے...... اور پھر ساکت ہو گئے۔

"خوفناک؟" شوکی کی آواز ابھری۔

"کک...... کون...... کون خوفناک" آصف نے اسے گھورا۔

"یہ لڑائی" اس نے فوراً کہا۔

اب آس پاس کوئی پتھر نہیں تھا...... لہٰذا بجران اس پتھر کی طرف دوڑ پڑا...... ادھر محمود تھا...... محمود کی ٹانگ اس کے راستے میں آ گئی...... اپنے ہی زور میں منہ کے بل گرا...... فاروق نے ایک لوٹ لگائی اور پتھر کی طرف دوڑ پڑا...... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... پتھر بجران کے سر پر دے مارا...... بجران نے پتھر کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا...... وہ فوراً کنی کترا گیا...... پتھر اس کے پاس سے نکل گیا...... اس کو آصف نے روکا اور اٹھا کر شارا کے سر پر دے مارا...... کیونکہ وہ اس وقت شارا کے نزدیک تھا...... انہوں نے شارا کی دل دوز چیخ سنی...... اور اس کے سر سے خون بہتے دیکھا...... آفتاب پتھر کی طرف دوڑا...... پتھر اٹھایا اور بجران کے نزدیک آ گیا...... ابھی اس کے ہاتھ بلند ہوئے ہی تھے کہ بجران کی ٹانگ چل گئی...... آفتاب اچھل کر گرا...... لیکن گرتے گرتے بھی اس نے پتھر پھر اٹھا لیا اور اس کو بجران کے سر پر اچھال دیا...... بجران نے اس وار سے بچنے کے لیے سر جھکا دیا...... لیکن پتھر پھر بھی اس کے سر پر لگا...... بجران لڑکھڑا گیا...... ایسے میں فرزانہ حرکت میں آ گئی...... [illegible] گرا ہوا پتھر اٹھا لیا...... بجران ابھی سنبھل نہیں پایا تھا کہ دوسرا [illegible] کن پٹی پر لگا...... وہ چاروں شانے چت گرا...... اور ساکت ہو [illegible]

malikjr www.urdufanz.com

"بہت خوب! تم لوگوں نے کمال کر دیا" انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

"ہائیں...... آپ بھی ہوش میں آگئے"۔

"میں اور انسپکٹر کامران مرزا پوری طرح بے ہوش ہوئے ہی نہیں تھے...... جان بوجھ کر وقت سے پہلے گر گئے تھے...... تاکہ صورت حال سے فائدہ اٹھا سکیں...... لیکن تم لوگوں نے ہمیں اس کا بھی موقع نہیں دیا"۔

"جی...... کیا مطلب...... موقع نہیں دیا...... کس بات کا"۔

"فائدہ اٹھانے کا...... جونہی شارا یا بجران ہم پر پتھر پھینکتے...... ہم وار بچا کر الٹا ان پر وار کرتے...... اور وہ اس وار کو روک نہ سکتے...... کیونکہ ان کے خیال میں تو ہم بے ہوش ہو چکے تھے...... خیر یہ بھی برا نہیں رہا...... اپنی اپنی جگہ سب ٹھیک رہے...... ہاں! منور علی خان کی خبر لو...... کہیں انہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی"۔

"میں ٹھیک ہوں...... فکر نہ کریں"۔

"تب پھر...... اب ہمارے لیے راستا صاف ہے...... ہمیں فوراً آگے بڑھ جانا چاہیے"۔

"پہلے ایک پتھر شارا کے سر پر بھی...... بلکہ دو پتھر...... ہم انہیں زندہ کیوں چھوڑیں"۔

اور پھر انہوں نے شارا کے سر پر بھی پتھر دوبارہ زور سے مارا......

اس کا سر بھی پھٹ گیا...... بجران کا پہلے ہی پھٹ چکا تھا۔

"کیا ہم ان کی جان نکلنے کا انتظار کریں...... ورنہ شک میں رہیں گے...... زندہ ہیں یا مر چکے ہیں"۔

"انتظار کیا کرنا...... ایک ایک پتھر اور دے مارتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

ایک ایک کاری وار اور کیا گیا...... اب جو ان کی نبض دیکھی گئی تو بالکل ساکت تھی...... دل کی حرکت دیکھی گئی تو دل بند تھے۔

"یہ تو گئے کام سے" محمود بولا۔

"یقین نہیں آرہا" شوکی بولا۔

"لیکن نہ نبض چل رہی ہے...... نہ دل دھڑک رہا ہے" آصف نے کہا۔

"پھر بھی یقین نہیں آرہا" مکھن نے کہا۔

"حد ہو گئی...... چلیے آگے چلتے ہیں" فرزانہ نے منہ بنایا۔

اب وہ وہاں سے آگے بڑھے...... خفیہ فورس ہدایت کے مطابق ان سے الگ ہو گئی...... تاکہ فاصلے پر رہ کر ان کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

نقشے کے مطابق ایک بار پھر ان کا سفر شروع ہوا...... ایک جگہ رک کر انہوں نے نقشے پر غور کیا...... پھر آگے بڑھے...... سامنے ایک چٹان نظر آئی...... وہ کافی بلند تھی...... اس کے پیچھے سے اچانک دو چہرے

malikji www.urdufanz.com

نظر آئے...... وہ زور سے اچھلے...... اتنے میں چہرے غائب ہو چکے تھے۔

"کیا ہم نے کوئی خواب دیکھا ہے...... یا ہماری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"یہ دھوکا ہی تھا" شوکی نے کہا۔

باقی لوگوں نے بھی تائید میں سر ہلا دیئے...... ایسے میں پھر وہ دونوں چہرے دکھائی دیئے...... ان پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں...... وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"نہیں! یہ خواب نہیں تھا"۔

"اگر یہ خواب نہیں تھا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے" خان رحمان بولے۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

ایسے میں دونوں چہرے تیسری بار نظر آئے...... انہیں یقین ہو گیا کہ وہ بگران اور شارا ہی ہیں...... ایسے میں بگران کی آواز ان کے کانوں میں زہر گھولنے لگی۔

☆☆☆

"کیا تم یہ سمجھتے تھے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامرا [illegible] کہ بگران اور شارا کو مار ڈالنا اتنا ہی آسان ہے...... یہ دیکھو...... ہم زندہ ہیں...... جن دو کو تم لوگوں نے مارا ہے...... وہ تو ہماری نقل تھے...... ہم نے انہیں اپنے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا تھا اور دیکھ لو...... تم دھوکا کھا گئے...... اب باقاعدہ مقابلہ شروع ہوتا ہے...... بلکہ باقاعدہ اعلان جنگ شروع ہوتا ہے...... ہم اب تک نرم سلوک کرتے چلے آئے ہیں...... ہم چاہتے تو تم اپنے ملک سے حرکت بھی نہ کر سکتے...... وہیں رک کر رہ جاتے ہیں...... فرض کیا...... ہم کہتے...... اگر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز نے ملک سے کہیں ادھر ادھر جانے کی کوشش کی تو ایوان صدر کو اڑا دیا جائے گا"۔

"آپ یہ دھمکی دے چکے ہیں...... ایوان صدر اڑا چکے ہیں" انسپکٹر جمشید نے بگران کی بات کاٹ دی۔

"بالکل ٹھیک...... لیکن اس دھمکی کے بعد ہم نے کوئی دھمکی نہیں

دی...... اس قسم کی دھمکیاں اگر مسلسل دی جاتیں تو کیا تم ملک سے نکل بھاگتے"۔

"جی ہاں! ہمیں پھر بھی نکلنا پڑتا...... اس لیے کہ اپنے ملک کو سرلاس سے پاک کیے بغیر تو ہم رہ ہی نہیں سکتے تھے...... اس کی مثال یوں لے لیں...... ایک جسم پر ایک بہت بڑا پھوڑا ابھرتا ہے...... ڈاکٹروں کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر اس پھوڑے کو آپریشن کے ذریعے صاف نہ کر دیا گیا...... تو یہ پورے بدن کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا...... اب مریض کہتا ہے کہ آپریشن نہ کرو...... اس کے دوست کہتے ہیں، آپریشن نہ کرو" لیکن ڈاکٹر کہتے ہیں...... آپریشن نہ کیا تو یہ مر جائے گا...... ان حالات میں کیا کیا جائے گا...... ظاہر ہے آپریشن کیا جائے گا...... ہمیں بھی ملک کو بچانے کے لیے سرلاس کا آپریشن کرنا ہی تھا...... اس مہم پر نکلنا ہی تھا...... چاہے ایک ہزار دھمکیاں مل جاتیں...... کیا سمجھے" وہ یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

"سمجھ گیا...... تم لوگ ٹیڑھی کھیر ہو" بجران نے بھنا کر کہا۔

اور پھر دونوں کے چہرے غائب ہو گئے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے انکل کہ نقلی یہ ہوں اور جو مارے گئے...... وہ اصل تھے" شوکی نے کہا۔

"اس سے بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا...... جو مقابلے میں آئے گا...... اس سے مقابلہ کریں گے...... بات ثابت ہے...... کہ اب ان

لوگوں کو معلوم ہے...... ہم سرلاس کی طرف بڑھ رہے ہیں...... قدم قدم پر یہ رکاوٹیں کھڑی کریں گے...... گویا اس وقت ہمیں طاقت ور ترین دشمنوں کے علاوہ ان گنت فوجیوں سے ٹکرانا ہو گا...... اور یہ مہم ہماری زندگیوں کی خوفناک ترین مہم ثابت ہو گی"۔

"اللہ مالک ہے" رفعت بولی۔

"ہاں! بالکل...... اللہ مالک ہے...... جب ہمیں ہر کام کرنا ہے اس کی رضا کے لیے تو پھر فتح کیا اور شکست کیا...... تاہم فتح کی ایک خوشی تو ہوتی ہے"۔

"جی ہاں! اور ہم فتح حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے انشاء اللہ"۔

اب وہ اس چٹان کی طرف بڑھے...... بجران اور شارا پھر نظر نہ آئے...... ایسے میں انہوں نے اپنے پیچھے زبردست فائرنگ کی آوازیں سنیں...... یہ آوازیں مسلسل ایک گھنٹے تک سنائی دیں...... اس دوران وہ بھی ادھر ادھر مورچے بند رہے...... کیونکہ حملے کا رخ ان کی طرف بھی ہو سکتا تھا۔

آخر فائرنگ کی آوازیں ختم ہو گئیں...... ایک بار پھر چٹان کے پیچھے سے بجران اور شارا کے چہرے نظر آئے۔

"تازہ ترین خبر سن لو بھئی...... تمہاری خفیہ فورس تمام کی تمام کام آگئی"۔

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

”نن نہیں“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

”یقین نہیں تو واپس پلٹ کر ان کی لاشوں کا دیدار کر آؤ...... کوئی اعتراض نہیں...... انہیں ہلاک کرنے والی فوج اپنے مورچوں میں واپس چلی گئی ہے...... وہ تم پر حملہ آور نہیں ہو گی...... انہیں یہ ہدایات دے دی گئی ہیں“۔

”ہم پر اتنی مہربانی کیوں...... یہ ہدایات کیوں دی گئی ہیں“۔

”تاکہ تم لوگ ان لاشوں کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکو“۔

”اچھا...... ہم اپنے شہیدوں تک ضرور جائیں گے“۔

وہ وہاں سے واپس چلے...... دل غم سے بوجھل ہو رہے تھے اور آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں اور زبانیں اللہ کا ذکر کر رہی تھیں...... لیکن وہ بین نہیں کر رہے تھے...... ماتم نہیں کر رہے تھے...... کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم کرنے، رونے پیٹنے، چیخنے چلانے، بال نوچنے، کپڑے پھاڑنے سے منع فرمایا ہے...... صرف آنسو بہانے کی اجازت ہے اور صبر کرنے کا حکم ہے...... اور وہ اس وقت لہروں کی طرح قدم اٹھا رہے تھے...... آدھ گھنٹے تک چلنے کے بعد آخر وہ اس وادی میں پہنچ گئے...... جہاں ان کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں...... انہوں نے وادی کو چاروں طرف سے دیکھا۔

”دھوکے سے وار ہوا ہے...... یہاں دشمن پہلے سے مورچے بند تھا... اور بہت خفیہ انداز میں وہ مورچہ بند ہوا تھا...... یعنی جس وقت

ہم یہاں سے گزرے تھے، اس وقت وہ یہاں نہیں تھا...... جونہی ہم آگے بڑھے...... اس نے مورچہ بندی کر لی اور جب ہماری خفیہ فورس کے لوگ یہاں آئے...... انہوں نے اچانک چاروں طرف سے فائرنگ کر دی...... پھر بھی انہوں نے زبردست مقابلہ کیا ہے...... اور آخر دم تک وہ لڑے ہیں...... دیکھ لیں...... ان کی گولیاں ختم ہو چکی ہیں...... انہوں نے کمر سے کمر جوڑ کر فائرنگ کا جواب دیا...... لیکن دشمن اس حد تک چھپا ہوا تھا کہ شاید ان کا ایک آدمی بھی نہیں مارا گیا...... اور یہ سب کے سب“ انسپکٹر جمشید کی آواز گھٹ کر رہ گئی...... ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے...... باقی لوگوں کی آنکھیں بھی آنسو بہانے لگیں...... پھر انہوں نے ان لاشوں کو ایک گڑھے میں جمع کیا اور ان پر پتھر رکھنا شروع کیے...... یہاں تک کہ ان کی لاشیں پتھروں کے نیچے چھپ گئیں...... یہ ان شہیدوں کی قبر تیار ہوئی تھی۔

ایک بار پھر وہ بوجھل قدموں سے اس چٹان کی طرف روانہ ہوئے...... وہ چلتے رہے...... چلتے رہے...... لیکن چٹان نظر نہ آئی۔

”شاید ہم غلط سمت میں آ گئے...... ورنہ اس وقت تک تو وہ چٹان نظر آ جانی چاہیے تھی“۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ چٹان ہی مصنوعی ہو... تبھی تو اس کے پیچھے سے ان دونوں کے چہرے نظر آ رہے تھے“۔

”کک...... کیا کہ...... مصنوعی چٹان“ فاروق نے حیران ہو کر

maliku www.urdufanz.com

کہا۔

"کیوں...... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"وہی جو اسے ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے...... یعنی ناول کا نام" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اس وقت دل غم سے بھرے پڑے ہیں...... لہٰذا مذاق کی بات اچھی نہیں لگ رہی" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا...... اور وہ پھر غمگین نظر آنے لگے۔

"میرا خیال ہے...... ہمیں اس چٹان کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں...... ہمارا وقت ضائع ہوگا...... ہمیں تو اپنے نقشے کے مطابق چلنا چاہیے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

انہوں نے پھر نقشہ دیکھا اور اس کے مطابق سفر شروع کیا...... وہ آگے بڑھتے رہے...... بڑھتے رہے...... یہاں تک کہ تین دن کے سفر کے بعد وہ اس پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے...... بس کے دوسری طرف ان کے اندازے کے مطابق شہر سرلاس تھا۔

"حیرت در حیرت...... اس تمام راستے میں ہمیں دشمن کے فوجیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا"۔

"شاید اس پہاڑ کی وجہ سے...... وہ جانتے ہیں...... اس پہاڑ کو سر نہیں کیا جاسکتا...... اور جب تک کوئی پہاڑ کو سر نہیں کرلیتا...... دوسری طرف کس طرح جاسکتا ہے...... لہٰذا اس طرف انہوں نے فوجی مقرر

کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہجران اور شارا نے خود ان اطراف سے فوج ہٹوا دی ہو"۔

"لیکن کیوں"۔

"ہجران اور شارا اور قسم کے لوگ ہیں...... وہ ہمیں بے بس کر کے مارنا پسند کریں گے...... پہلے انہوں نے ہمیں ہماری خفیہ فورس سے محروم کر دیا...... اب وہ ایسے موقعے پر سامنے آئیں گے جب ہم کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے...... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں...... بلکہ میں تم لوگوں کو ہوشیار کر رہا ہوں"۔

"آپ فکر نہ کریں...... ہم ہوشیار ہیں"۔

اب انہوں نے پہاڑ کا جائزہ لیا...... اس پر چڑھنا انہیں قریب قریب ناممکن نظر آیا...... خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ ان کے پاس ساز و سامان بھی نہیں تھا...... خفیہ فورس کی مدد بھی انہیں حاصل نہیں تھی۔

"اب...... اب کیا ہوگا" شوکی نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"وہی ہوگا...... جو منظور خدا ہوگا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور جمشید...... ہمارے پاس خوراک بھی ختم ہو چلی ہے" پروفیسر

malikji www.urdufanz.com

داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

"افسوس" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کس بات پر افسوس ظاہر کیا انکل" رفعت نے فوراً پوچھا۔

"جب ہم اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھنے کے لیے گئے تھے...... اس وقت یہ خیال نہ آیا...... نہ پروفیسر صاحب نے دلایا...... ورنہ وہاں ان کا سامان بکھرا پڑا تھا...... اس سامان میں کچھ خوراک بھی مل سکتی تھی"۔

"لیکن اب تو ہم وہاں سے تین دن کے فاصلے پر آ چکے ہیں" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں؟ تم فکر نہ کرو...... اب ہم خوراک کے لیے واپس نہیں جائیں گے" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! بالکل...... یہیں خوراک تلاش کریں گے...... ادھر ادھر پھیل جاؤ...... اور درختوں کا جائزہ لو...... شاید کوئی پھل دار درخت مل جائے...... اور ہو سکتا ہے...... کوئی چشمہ بھی مل جائے...... ہمارا پڑاؤ بہر حال اب یہیں ہوگا...... ہم ایک دن آرام کریں گے...... اس کے بعد اس پہاڑ پر چڑھیں گے"۔

"کک...... کیا فرمایا آپ نے...... پہاڑ پر چڑھیں گے...... ہاتھوں اور پیروں سے" آفتاب چلا اٹھا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں...... اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں...... یہاں پہاڑ پر چڑھنے کے اسباب ضرور ملیں گے" وہ

مسکرا دیے۔

وہ ادھر ادھر گھومنے لگے...... آخر پھل دار درخت بھی مل گئے اور چشمہ بھی مل گیا...... بلکہ چشمے کے کنارے تو ناریل کے درخت بھی تھے...... انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا...... خوب پھل کھائے...... ناریلوں کا پانی پیا...... چشمے سے وضو کیا...... نمازیں ادا کیں...... رات بھر آرام کیا...... پھر صبح کی نماز کے بعد وہ پہاڑ کا جائزہ لینے لگے۔

"فرزانہ...... تم بتاؤ"۔

"جی...... میں...... میں کیا بتاؤں"۔

"ہم اس پہاڑ کو کیسے سر کریں"۔

"آخر اس کی کیا ضرورت ہے ابا جان"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"پہاڑ کو سر کرنے کی...... ہم اس سرنگ کے راستے کیوں نہ چلیں...... جس کا ذکر اشوک بھاٹا نے کیا تھا" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"پہلی بات...... وہ اشوک بھاٹا نہیں...... بگران تھا...... دوسری بات اگر ایسی کسی سرنگ کا وجود ہے...... تب بھی ہمارے لیے اس سرنگ میں قدم قدم پر خطرات منہ کھولے ہوں گے...... ہر قدم پر ہمیں مقابلہ کرنا پڑے گا...... جب کہ اس طرف ہمارے مقابلے میں صرف یہ پہاڑ ہے...... اور تیسری بات بگران کے بیان کو درست مان کر اگر ہم سرنگ کی تلاش شروع کرتے ہیں اور سرنگ نہیں ملتی...... تو کتنا وقت

...باذ ہوگا پہلے یہ سوچ لیں"۔

"اوہ ہاں ...... واقعی ...... میں اپنا خیال واپس لیتی ہوں" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

وہ مسکرا دیے۔

"لہٰذا ہم اس پہاڑ کو ہی سر کریں گے ان شاء اللہ ...... اب ہمیں گھوم پھر کر پہاڑ کا جائزہ لینا ہے ...... شاید ہمیں کوئی راستا مل جائے اور ہم سامان کے بغیر اوپر چڑھ سکیں ...... پہاڑوں میں راستے بھی مل جایا کرتے ہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

پھر انہوں نے گھوم پھر کر پہاڑ کا جائزہ شروع کیا ...... ایسے میں رفعت کی تیز چیخ سنائی دی ...... وہ سب آواز کی سمت دوڑ پڑے ...... نزدیک پہنچے تو دھک سے رہ گئے ...... انہوں نے اپنی زندگی میں اس قدر بڑا اژدھا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ...... وہ کسی بڑے ڈھیر کی طرح پڑا تھا۔

"ارے باپ رے" منور علی خان کانپ گئے۔

"ہمیں اس سے الجھنے کی ضرورت کیا ہے" شوکی بولا۔

"لل ...... لیکن" رفعت ہکلائی۔

"لیکن کیا"۔

"اژدھا کے دوسری طرف ایک راستا نظر آرہا ہے ...... اور اس راستے کے درمیان میں ایک غار بھی ہے ...... ہم اس راستے کے ذریعے اوپر چڑھنے کی کوشش کرسکتے ہیں ...... جب کہ اس غار میں کوئی دوسرا

اژدھا بھی ہوسکتا ہے"۔

"ارے باپ رے"۔

"اوہو ...... ایک نیا خیال" ایسے میں فرزانہ چلائی۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ اژدھا ...... ہمارے لیے اوپر چڑھنے کا سامان بن سکتا ہے"۔

"کیا کہا ...... اژدھا اوپر چڑھنے کا سامان بن سکتا ہے ...... وہ ...... وہ کیسے" پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"کیا یہ ایک لمبا رسا نہیں ہے ...... موٹا رسا"۔

"حد ہوگئی ...... اژدھے کا رسا" فاروق نے بھنا کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں اور اگر اس غار میں کوئی اور اژدھا ہے ...... تو پھر تو مزا ہی آجائے گا" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"تمہیں آجائے گا مزا ...... ہمیں نہیں ...... ہماری تو مارے خوف کے سٹی گم ہوجائے گی"۔

"اوہو ...... آخر ہمیں اژدھوں کو رسی کے طور پر استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے ...... ہمارے پاس تو انکل منور علی خان کی رسی موجود ہے"۔

"وہ ...... وہ رسی" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں کیوں ...... کیا ہوا آپ کو"۔

malikji www. urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

"پہاڑ کی چوٹی تک نہیں جا سکے گی...... اور پھر پہاڑ کے نیچے یا اس پاس آنکڑا کون پھنسائے گا...... اور کہیں آنکڑا پھنسا ہوگا تو ہم اس سے چڑھ سکیں گے"...... منور علی خان نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا خیال ہے...... ہم یہاں بیٹھ کر غور کر لیتے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس...... اس اژدھے کے پاس"۔

"یہ بلاوجہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا...... فکر نہ کرو" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی...... جیسے آپ کی مرضی"۔

ایسے میں انہوں نے اخلاق کی چیخ کی آواز سنی...... دیکھا تو غار میں سے ایک اور اژدھا چلا آرہا تھا۔

"ارے باپ رے...... یہ غار تو شاید اژدھوں کا غار ہے" آفتاب چلا اٹھا۔

"ارے باپ رے...... اژدھوں کا غار...... یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فاروق بول اٹھا۔

"ہو سکتا ہوگا" فرحت نے جھلا کر کہا۔

آخر وہ وہاں بیٹھ گئے...... دوسرا اژدھا بھی پہلے کے برابر آکر لیٹ گیا...... اب وہ دونوں ان سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے۔

"یہ...... یہ کیسے دیکھ رہے ہیں"۔

"اوہو...... انہیں دیکھنے دو...... اور اپنی بات چیت شروع کریں...... منور علی خان...... تم بتاؤ اور خان رحمان...... تم بتاؤ...... ہم اس پہاڑ پر کیسے چڑھیں"۔

"فاروق کے ہوتے ہوئے کیا فکر ہے" خان رحمان مسکرائے۔

"کیا مطلب"۔

"اگر یہ درختوں پر بندروں کی طرح چڑھ سکتا ہے...... تو اس پہاڑ پر کیوں نہیں"۔

"ارے باپ رے...... انکل...... آپ تو مجھے پھنسائے دے رہے ہیں" فاروق لرز گیا۔

"بھائی یہ مصنوعی لرزنا کانپنا چھوڑو...... کام کی بات کرو" اشفاق نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہت بہتر...... لیکن ایک بات آپ سب سن لیں...... جب تک ہم ان اژدھوں کو نہیں مار دیں گے...... میں تو کم از کم اس راستے پر چڑھنے کی کوشش نہیں کروں گا"۔

"اوہو...... ان دونوں کو مارنے میں تو بہت وقت لگ جائے گا...... اور پھر یہ اگر نہ مارے جا سکے تو ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور ہماری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے...... اژدھا ڈنگ نہیں مارتا...... بلکہ شکار کو دبوچ کر اس کی ہڈیوں تک کو چبا جاتا ہے" منور علی خان نے بتایا۔

"دو...... دیکھیے...... اس قدر خوفناک باتیں نہ کریں...... آپ گھبرا

malikji www.urdufanz.com

گیا۔

"اچھی بات ہے...... پہلے ہم اژدھے کو ختم کریں گے" پروفیسر داؤد نے کہا اور پھر انہوں نے اپنا شعاعی پستول خفیہ جیب سے نکالا۔

"کیا خیال ہے جمشید...... زندہ اژدھا ہمارے کسی کام کا تو نہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں...... شاید مرنے پر یہ ہمارے کام آسکے"۔

"یہ تو وہی بات ہوگئی...... زندہ ہاتھی لاکھ کا...... مردہ سوا لاکھ کا"۔

ایسے میں پروفیسر داؤد نے پستول کا ٹریگر دبادیا...... شعاع سیدھی اژدھے کے سر کی طرف گئی...... دوسرا فائر انہوں نے دوسرے کے سر پر کیا۔

اور پھر ایک ہولناک منظر نظر آیا۔

☆☆☆

ہولناک

"دونوں اژدھوں کا دم والا حصہ اوپر اٹھتا چلا گیا...... یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر اوپر اٹھ گیا...... اب ان کے سامنے دو مینار سے اوپر کو اٹھے ہوئے تھے...... اژدھوں کے سر چٹان سے چپکے ہوئے تھے...... اچانک دونوں مینار لہرائے بالکل کوڑوں کی طرح...... ساتھ ہی منور علی خان چلائے۔

"بھاگو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے دوڑ لگادی...... باقی بھی بھاگے...... لیکن بھاگنے کی صورت میں بھی ان میں سے کئی دموں کی زد میں آگئے...... دمیں انہیں لگیں...... وہ ہلکے پھلکے کھلونوں کی طرح اڑتے ہوئے دور جاکر گرے...... کوڑے پھر لہرائے...... لیکن اس وقت تک سب لوگ ان کی زد سے نکل چکے تھے...... وہ ان کی طرف دوڑے جو دمیں کھا کر گرے تھے...... وہ زخمی تھے...... سر، چہرے اور سینے سے خون بہتا نظر آیا...... انہوں نے جلدی جلدی مرہم پٹی کی...... ادھر

maturji www.urdufanz.com

دمیں برابر لہرا رہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا انکل..... کیا شعاع نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا۔"

"اثر نہ کیا ہوتا تو یہ اس وقت الٹے کیوں نظر آتے..... چند گھنٹوں تک ان کا کام تمام ہو جائے گا..... فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

اور پھر دمیں نیچے گرتی چلی گئیں..... آخر زمین سے جا لگیں..... اب ان میں کوئی حرکت نہیں رہی تھی۔

"اب یہ ختم ہوئے ہیں" پروفیسر بولے۔

"کیا میں چیک کر کے آؤں" منور علی خان بولے۔

"ہاں! ضرور" پروفیسر نے پورے یقین سے کہا۔

منور علی خان اژدھوں کی طرف چل پڑے..... وہ بالکل ساکت نظر آئے..... ایک کے جسم کو انہوں نے ہاتھ لگا کر دیکھا..... کوئی حرکت نہ ہوئی..... اب انہوں نے اپنا شکاری چاقو نکالا' اس کی نوک ان میں سے ایک کے جسم میں چبھو دی..... وہ صرف یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ مر چکے ہیں یا نہیں..... لیکن ایسا کرنا انہیں بہت مہنگا پڑا..... دم اچانک اٹھی اور ان کے گرد لپٹتی چلی گئی..... ان کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکل گئی..... ان کی چیخ کی آواز سن کر سب ان کی طرف دوڑ پڑے..... حیرت انگیز منظر تھا..... بلکہ ہولناک ترین تھا..... منور علی خان دم کے صرف آخری حصے کے ذریعے لپٹے ہوئے تھے اور دم چکر کاٹ رہی تھی..... ایسے میں دوسری دم اٹھتی نظر آئی..... وہ بھی لہرانے

لگی..... ادھر منور علی خان کا دم نکلا جا رہا تھا..... اس کی لپیٹ حد درجے سخت تھی..... انہیں اپنی ہڈیاں ٹوٹتی محسوس ہوئیں..... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ..... پورا چاقو اس کے جسم میں گھونپ دیا..... پھر تو ان کے اوسان خطا ہو گئے..... کیونکہ چاقو لگنے کے بعد اس نے اور زیادہ تیزی سے کسنا شروع کر دیا تھا اور ان کے جسم کے گرد اس کے بل بڑھتے جا رہے تھے۔

"مم..... میں..... گیا" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولے..... اس وقت اژدھوں کی پھنکار شروع ہو گئی۔

ساتھ ہی ان کے منہ' کان اور ناک سے خون بہنے لگا..... ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"محمود چاقو..... جلدی کرو" انسپکٹر جمشید چلائے۔

محمود نے چاقو نکالنے میں دیر نہ لگائی..... چاقو ہاتھ میں لیتے ہی وہ اژدھے پر ٹوٹ پڑے..... انہوں نے جگہ جگہ سے اس پر چاقو کے وار کرنا شروع کر دیئے..... وہ رکے بغیر اس پر وار کرتے چلے گئے..... اچانک انہوں نے اس کے بل اترتے دیکھے..... لیکن اس وقت تک منور علی خان ہاتھ پیر چھوڑ چکے تھے..... ان کے ہاتھ بالکل مردوں کی طرح جھول رہے تھے۔

باقی لوگ سکتے کے عالم میں کھڑے تھے..... وہ پلکیں جھپکنا بھول گئے تھے..... جونہی اژدھے کے بل الگ ہوئے..... منور علی خان گے

malikji www.urdufanz.com

گرنے...... اور نیچے خون کا تالاب سا بن گیا تھا...... انہوں نے فوراً انہیں سنبھالا اور خون کے تالاب میں چلتے ہوئے انہیں وہاں سے نکال لائے...... ادھر دوسرے اژدھے کی دم چاروں طرف لہرا رہی تھی۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ اس پر بھی چاقو کے چند وار کر دیں" آصف نے مارے خوف کے کہا۔

"نہیں...... منور علی خان کی طرح میں بھی پھنس جاؤں گا...... دراصل شعاعی پستول نے ان پر سخت اثر ڈالا ہے...... اور یہ مارے تکلیف کے دم لہرا رہے ہیں...... آہستہ آہستہ ان کی دم نیچے ہوتی چلی جائے گی اور یہ مر جائیں گے...... ایک تو خیر چھلنی ہو چکا ہے"۔

یہ کہتے ہوئے انہوں نے منور علی خان کو آرام سے لٹا دیا، نبض دیکھی...... دل کی دھڑکن محسوس کی...... دونوں باقاعدہ تھیں۔ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا...... تاہم وہ مکمل طور پر بے ہوش تھے اور ان کے جسم سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا...... کھال چھل گئی تھی...... انہوں نے ان کی مرہم پٹی شروع کی۔

کئی گھنٹے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں...... انہیں دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔

"کیا میں اسی دنیا میں ہوں یا آپ لوگ بھی میرے ساتھ دوسری دنیا میں آ چکے ہیں"۔

"نہیں...... ابھی ہم لوگ اسی دنیا میں ہیں...... دونوں اژدھے

مر چکے ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔

"آپ اب کیسا محسوس کر رہے ہیں"۔

"کچومر سا نکل گیا ہے میرا...... اب میں اس مہم میں شاید ہی حصہ لے سکوں گا" وہ بولے۔

"ایسی بات نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ کیسے؟"۔

"میں ایک ہومیو ڈاکٹر بھی ہوں...... میرے پاس چند دوائیں ہیں...... آپ ایک دو روز میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے"۔

"نظر نہیں آتا...... ایسا ہو جائے" وہ بولے۔

"خیر خیر...... کل تک آپ کو اندازہ ہو جائے گا"۔

"اچھی بات ہے...... لیکن اگر میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا...... تب بھی کیا پہاڑ پر چڑھ سکوں گا"۔

"دیکھا جائے گا...... فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"ابا جان...... ہم ذرا اس غار تک ہو آئیں...... میرا خیال ہے غار تک چڑھنا مشکل نہیں" ایسے میں فرزانہ بول اٹھی۔

"اور اگر وہاں اور اژدھا ہوئے"۔

"اگر اور ہوئے تو ان کی پھنکاریں سن کر باہر ضرور نکل پڑیں گے"۔

"بھٹی نہ جاؤ...... کہیں ہم کوئی اور مصیبت نہ مول لے لیں" منور علی خان کمزور آواز میں بولے۔

"لیکن انکل...... میرا جی بے تحاشا چاہ رہا ہے کہ اس غار کو دیکھ لوں" فرزانہ بولی۔

"اچھا بابا جاؤ...... لیکن اگر کوئی خطرہ محسوس کرو تو فوراً واپس آجانا...... یا پھر ہمیں آواز دینا"۔

"اوکے...... کیا خیال ہے...... فرحت، رفعت...... تم دونوں میرا ساتھ دے رہی ہو یا نہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں" وہ ایک ساتھ بولیں۔

"اور تم لوگ؟" فرزانہ نے فاروق وغیرہ کی طرف دیکھا۔

"ہمارے ابھی دماغ نہیں چلے" فاروق بولا۔

"اچھا...... جونہی چل پڑیں...... آجانا" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر تینوں اوپر چڑھنے لگیں...... وہ انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے...... غار زیادہ بلندی پر نہیں تھا اور منور علی خان کا خیال تھا کہ دونوں اژدھا اس غار میں ہی رہتے تھے...... اس بات کا زبردست امکان تھا کہ وہاں اور بھی اژدھا ہوں گے...... گویا وہ اژدھوں کا غار تھا۔

"مم...... میں ان کے لیے فکر مند ہوں" منور علی خان بولے۔

"جب وہ کسی بات کی ٹھان لیتی ہے...... تو پھر میں اسے نہیں روک سکتا۔ مجبوری ہے" انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب...... آپ کیوں نہیں روک سکتے"۔

"بس...... پتا نہیں کیوں...... کبھی کبھی مجھے فرزانہ سے ڈر لگنے لگتا ہے"۔

"یہ...... یہ آپ نے کیا کہ دیا" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"میں نے یہ بات مذاق میں نہیں کہی"۔

"ہم اس بات کو نہیں مانتے...... آپ کو بھلا فرزانہ سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

"کوئی ضرورت نہیں...... لیکن صرف ایسے موقعوں پر اس سے خوف محسوس ہوتا ہے...... مثلاً ابھی جب وہ اوپر جانے کی اجازت لے رہی تھی...... تو میں نے اس کی آنکھوں میں لکھا صاف پڑھا تھا...... مجھے اوپر جانے کی اجازت دے دیں...... اگر نہیں دیں گے تو بھی میں جا کر رہوں گی اور آپ مجھے روک نہیں سکیں گے"۔

"نن نہیں...... فرزانہ اس قدر بد تمیز نہیں ہو سکتی" خان رحمان بے یقینی کے عالم میں بولے۔

"اوہو...... خان رحمان بات کو سمجھنے کی کوشش کرو...... وہ بد تمیز ہرگز نہیں ہے...... نہ اس کے ایسے خیالات ہیں کہ اگر میں اجازت نہیں دوں گا تو وہ بغیر اجازت چلی جائے گی...... لیکن مجھے اس کی آنکھوں میں یہ نظر آتا ہے...... اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ اسے اس بات کا احساس ہے کہ اس کی آنکھوں میں مجھے کیا تحریر نظر آتی ہے"۔

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

"اوہ...... اوہ" وہ دھک سے رہ گئے۔

اوپر نظریں ڈالیں تو وہ جاتی نظر آئیں...... غار ابھی ان سے دور نظر آرہا تھا...... یہ اندازہ بھی انہیں اب ہوا...... نیچے سے غار زیادہ اونچائی پر نظر نہیں آرہا تھا...... لیکن جب وہ روانہ ہوئیں اور انہوں نے انہیں برابر دیکھنا شروع کیا تو احساس ہوا...... غار کافی اونچا ہے۔

اور پھر ایک گھنٹے بعد وہ تینوں غار کے منہ پر نظر آئیں...... تینوں نے ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا دیئے...... انہوں نے بھی جواب میں ہاتھ ہلائے...... پھر انہوں نے انہیں غار میں داخل ہوتے دیکھا...... وہ بری طرح بے چین نظر آنے لگے۔

"مم...... میں...... میں خوف محسوس کر رہا ہوں"۔

"لیکن ہم کر کیا سکتے ہیں...... اب تو وہ غار میں داخل ہو گئے ہیں...... ہماری آواز بھی ان تک نہیں پہنچ سکے گی"۔

"کیا ہم بھی اوپر جائیں انکل" آصف بولا۔

"نہیں...... ابھی نہیں" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

کافی دیر گزر گئی...... فرزانہ وغیرہ کی طرف سے کوئی آواز نہ سنائی دی...... نہ وہ واپس غار کے دہانے پر نظر آئیں۔

"اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا...... میں اوپر جا رہا ہوں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر ہم یہاں رہیں گے نیچے رہ کر" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آیئے پھر...... لیکن...... مم...... منور علی خان کا کیا کریں"۔

"میری فکر نہ کریں"۔

"لیکن منور علی خان...... تمہارے پاس تمہاری مدد کے لیے کوئی تو ہونا چاہیے...... اخلاق تم انکل کے پاس ٹھہرو گے"۔

"جج...... جی بہتر!" اخلاق ہکلایا۔

"اور ان کی مدد ہی نہیں...... ان کی حفاظت بھی کرو گے"۔

"جج...... جی اچھا"۔

"بھئی ہکلا کیوں رہے ہو"۔

"اس لیے ہکلا رہا ہوں کہ نیچے ہم صرف دو رہ جائیں گے" اس نے بوکھلا کر کہا۔

انہیں ہنسی آگئی...... پھر وہ اوپر کی طرف روانہ ہوئے...... فرزانہ وغیرہ کی طرف سے ابھی تک کوئی آواز نہیں آئی تھی...... نہ وہ دکھائی دی تھیں۔

"کیوں نہ الو کی آواز نکالی جائے" آفتاب بولا۔

"اوہ ہاں!" انسپکٹر جمشید نے کہا اور منہ سے الو کی آواز نکالی۔

پہاڑوں میں ان کی آواز گونجی اور کئی بار سنائی دی...... لیکن فرزانہ کی طرف سے جواب میں الو کی آواز سنائی نہ دی۔

"اف میرے خدا...... ان کی طرف سے تو کوئی جواب تک نہیں مل رہا" انسپکٹر جمشید نے اوپر کی طرف دیکھا...... غار ابھی بہت دور

malikji www.urdufanz.com

تھا...... انہوں نے رفتار اور زیادہ کر دی...... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے...... غار تک چڑھائی بہت آسان تھی...... اس کے بعد ایسے آلات کے بغیر اوپر چڑھنا ممکن نہیں تھا...... لیکن فی الحال تو انہیں جانا ہی غار تک تھا...... آخر وہ غار کے سامنے پہنچ گئے...... غار کا دہانہ بہت بڑا تھا...... بہت اونچا تھا...... دائیں بائیں اس کا پھیلاؤ بہت زیادہ تھا...... غار کے منہ کے بالکل سامنے پہنچ کر انہوں نے اس کے اندرونی حصے کا جائزہ لیا...... غار آگے جا کر تاریک تھا...... مطلب یہ کہ آگے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

"صاف غار ہے...... وہ آگے چلی گئی ہوں گی"۔

"ہاں! لیکن...... انہیں جواب تو دینا چاہئے"۔

"اب آواز نکالیں ذرا الو کی" محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے غار کی طرف منہ کر کے الو کی آواز نکالی...... لیکن کوئی جواب نہ ملا...... اب ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"اب...... اب کیا کریں"۔

"اندر کی طرف جانے کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے...... آؤ چلیں"۔

"لیکن خیال رہے...... ہم انکل منور علی خان اور اخلاق کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں"۔

"ہاں! یہ بات یاد رہے گی"۔

"چلیں پھر...... اللہ مالک ہے"۔

وہ آگے بڑھے...... لیکن اندر داخل ہونے سے پہلے انہوں نے منور علی خان اور اخلاق کی طرف دیکھا...... وہ دونوں اوپر ہی دیکھ رہے تھے...... انہوں نے ہاتھ ہلائے...... ان دونوں نے بھی ہاتھ ہلائے...... ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...... نہ جانے کیوں...... شاید اس لیے کہ وہ ان دونوں کو دشمن کے علاقے میں چھوڑ کر جا رہے تھے...... آگے جا کر نہ جانے حالات کیا پیش آتے...... اگر فرزانہ وغیرہ واپس نہیں لوٹی تھیں تو اس بات کا زبردست امکان تھا کہ وہ بھی واپس نہ آئیں...... ان حالات میں وہ دونوں کیا کرتے...... جب کہ منور علی خان زخمی حالت میں تھے...... ایسے میں انہیں وہ دوا یاد آئی...... وہ منور علی خان کو دوا دینا بھول گئے تھے...... انہوں نے اپنے بیگ سے دواؤں والا لفافہ نکالا اور اس میں سے ایک ننھی سی شیشی نکال کر ان کی طرف اچھال دی...... اخلاق نے اس کو کیچ کر لیا...... اشاروں میں انہوں نے اس کے استعمال کا طریقہ بتایا اور انہیں ہاتھ ہلا کر ایک بار پھر خدا حافظ کہا...... نیچے سے ان دونوں نے بھی خدا حافظ کہا اور آخر بوجھل دلوں کے ساتھ وہ اندر کی طرف بڑھ گئے۔

جونہی وہ ان دونوں کی نظروں سے اوجھل ہوئے...... دونوں نے ایک سرد آواز سنی۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

مقابلہ

"خود تو چلے گئے موت کے غار میں اور آپ لوگوں کو چھوڑ گئے ہمارا شکار بننے کے لیے"۔

منور علی خان اور اخلاق نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا......

وہاں دس شار جستانی فوجی کھڑے تھے...... ان کے چہروں پر درندگی کا راج تھا...... آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی...... اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں...... اگرچہ ان کے کندھوں سے رائفلیں بھی لٹک رہی تھیں۔

"کیا مطلب...... موت کا غار" منور علی خان پریشان ہو گئے۔

"ہاں! موت کا غار...... اس غار میں داخل ہونے والے آج تک کبھی لوٹ کر واپس نہیں آئے"۔

"کک...... کیوں...... ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے"۔

"کوئی نہیں جانتا"۔

"کیا مطلب؟" اخلاق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"مطلب یہ کہ...... جب وہاں سے آج تک کوئی واپس ہی نہیں آیا...... تو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ اندر جانے والوں کے ساتھ کیا گزرتی ہے"۔

"آپ کی یہ بات معقول ہے" اخلاق نے فوراً کہا۔

"ہے نا...... ویسے نامعقول بات تو ہم کرتے ہی نہیں...... اب ذرا سوچو...... تم لوگ بڑے عقل مند بنتے ہو...... جب وہ تین چیاں اس غار ں چلی گئی تھیں...... اور واپس نہیں لوٹی تھیں تو باقی لوگوں کو اندر نے کی کیا ضرورت تھی...... ہے کوئی بات"۔

"اور ان کا حال معلوم نہ کرتے ہم...... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر...... تم بھی جا کر ان کا حال معلوم کر لونا" اس نے طنزیہ زمیں کہا۔

"ہم...... میں زخمی ہوں...... شدید زخمی"۔

"لیکن افسوس...... تم ان زخموں کو ٹھیک ہوتے نہیں دیکھ سکو گے"۔

"کیوں...... کیا یہ زخم کبھی ٹھیک نہیں ہوں گے"۔

"یہ بات نہیں...... ہم تمہیں اس وقت تک کے لیے زندہ کیوں بنے یں گے...... تم ہمارے لگتے کیا ہو" ایک نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بات معقول ہے" اخلاق نے فوراً کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"ہے نا" وہ خوش ہو کر بولے۔

"نا معقول بات تو آپ ویسے بھی نہیں کرتے" اخلاق نے فوراً کہا۔

"ارے ہاں بالکل بالکل...... تم بہت اچھے لڑکے ہو...... لیکن تم میں ایک خرابی ہے"۔

"اور وہ کیا...... آپ ذرا اس خرابی کی نشان دہی کر دیں...... میں اس خرابی کو دور کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا"۔

"ناممکن!" اس نے پر زور انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"کیا ناممکن؟" اخلاق بولا۔

"یہ کہ تم اس خرابی کو دور کر سکو...... پہلی بات تو یہ کہ ہم تمہیں زندہ کیوں چھوڑنے لگے...... دوسری بات یہ کہ فرض کیا...... زندہ چھوڑ بھی دیں...... تو بھی تم وہ خرابی دور نہیں کرو گے"۔

"آخر وہ ایسی کون سی خرابی ہے...... پتا بھی تو چلے"۔

"پتا تو چلے گا...... اور بہت اچھی طرح چلے گا...... ویسے تم ہماری وہ شرط مان لو...... تو ہم تمہیں خوشی سے زندہ چھوڑ دیں گے...... بلکہ یہاں سے محفوظ مقام پر لے جائیں گے...... ان کا علاج بھی کیا جائے گا اور پھر پر سکون زندگی گزار سکیں گے آپ"۔

"بھئی واہ...... مزا آ گیا...... آپ پہلے تو ہمیں بہت خوف ناک لگے تھے اور اب بہت مہربان لگ رہے ہیں...... آپ آدمی ہیں یا گرگٹ"۔

"کیا کہا...... تم نے ہمیں گرگٹ کہا" ایک چیخا...... اس کا تلوار والا ہاتھ اونچا ہو گیا...... جیسے ابھی تلوار اس کے سر پر مار دے گا اور سر کو دو ٹکڑے کر دے گا۔

"نن نہیں...... کہا کہاں ہے...... پوچھا ہے...... آپ آدمی ہیں یا گرگٹ"۔

"اوہ ہاں اچھا خیر...... چلو چھوڑو اس بات کو...... ہاں تو وہ خرابی تم میں یہ ہے کہ تم موسلے ہو"۔

"موسلے...... موسلے کیا ہوتا ہے...... اوہ اچھا...... سمجھ گیا...... یعنی ہم وہ موسلے ہیں...... جنہوں نے اوکھلی میں سر دے رکھا ہے...... وہ ہے نا ضرب المثل...... جب اوکھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں کا کیا ڈر" اخلاق نے جلدی سے کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ" ایک چیخا۔

"وہ کیسے ہو گئی جناب...... ذرا ہمیں بھی بتا دیں...... تا کہ ہم اس کو روک دیں"۔

"کس کو روک دیں"۔

"حد کو...... ہونے سے" اخلاق ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

"یہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں...... سنا ہے...... اس کام کے بہت ماہر ہیں...... لیکن آج ان کی یہ مہارت ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی...... انہیں جانا ہو گا"۔

maliksji www.urdufanz.com

"جج ... جانا ہوگا ... کہاں جانا ہوگا" منور علی خان انجان بن کر بولے۔

"اوپر ... اور کہاں!"۔

"اور وہ خرابی"۔

"بتایا تو ہے ... تم موسلے ہو ... یعنی مسلمان ہو ... ہندو ہو جاؤ ... ہم یہ تلواریں ابھی نیاموں میں رکھ لیں گے"۔

"تلواریں نیاموں میں رکھوانے کا ہمیں ایسا کوئی شوق نہیں ... کیا سمجھے آپ"۔

"گویا موت کے گھاٹ اترنے کا شوق ہے تمہیں ... سو پورا کر دیتے ہیں ابھی"۔

"کوئی اور بات کریں ... اسلام چھوڑنے کی چیز نہیں ہے"۔

"ابھی جب تلواریں گردنوں کے پاس نظر آئیں گی ... تو تم فوراً کہہ اٹھو گے ... ہم باز آئے اسلام سے"۔

"یہ بھول ہے ... تم لوگوں کی ... اس لیے کہ مسلمان آدمی تو کٹ مرتا ہے ... اسلام کو نہیں چھوڑتا ... اسلام میں ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں"۔

"تب پھر ان میں ایک کا اضافہ کر دو" ایک ہنسا۔

"ضرور کیوں نہیں ... ہم مرنے کے لیے تیار ہیں ... لیکن" منور علی خان بولے۔

"لیکن کیا؟"۔

"اس طرح کیا خاک مزا آئے گا"۔

"چلو جیسے مزا آئے ... بتا دو ... ہم تمہارے لیے مزے کا انتظام بھی کر دیں گے"۔

"شکریہ ... آپ بہت اچھے ہیں"۔

"بس! اب اور تعریف نہیں ... ورنہ ہم پھول کر کپا ہو جائیں گے" ایک اور نے کہا اور ہنسنے لگا۔

"آپ ہنس کس بات پر رہے ہیں ... ذرا ہمیں بھی بتا دیں ... تاکہ ہم بھی ہنس لیں"۔

"موت سر پر ناچ رہی ہے اور تم ہنسنے لگے" ایک نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا کیا جائے ... مجبوری ہے"۔

"لو اور سنو ... اس میں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی"۔

"خیر خیر ... اب تم جاؤ ... دوسری دنیا میں ... وہیں باقی ساتھیوں سے ملاقات کر لینا"۔

"میں نے کہا تھا ... ہم مرنے کے لیے تیار ہیں ... لیکن اس طرح کیا خاک مزا آئے گا"۔

"اچھا تو پھر ... مزا کس طرح آئے گا"۔

"دو تلواریں ہمیں بھی دے دو ... ذرا مرنے سے پہلے زندگی

کے لیے خرنا کوشش ہی سہی"۔

"تم... تلوار سے لڑو گے... زخموں سے چور پڑے ہو... چل

سکتے نہیں... اور کرو گے مقابلہ... دماغ تو نہیں پھر گیا"۔

"نہیں... حسرت نہ رہ جائے کہ میں بے موت مارا گیا"۔

"اچھی بات ہے... یہ لو تلوار" ایک نے تلوار ان کی طرف

اچھال دی... انداز ایسا تھا کہ نوک ان کے پیٹ میں جا لگے... لیکن

انہوں نے پھرتی سے ہاتھ گھما کر تلوار کا دستہ پکڑ لیا... اور پھر تلوار

سیدھی کر دی۔

ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا؟" منور علی خان مشکل سے مسکرائے... اس

حالت میں ان کے لیے مسکرانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"تم نے جس انداز سے تلوار کو پکڑا... اس پر حیران ہیں ہم...

اچھا تو کیا تم اپنے جسم میں لڑنے کی سکت پاتے ہو" ایک بولا۔

"تلاش کر رہا ہوں" وہ پھر مسکرائے اور انہیں پھر درد کا احساس

ہوا۔

"کیا مطلب؟... کیا تلاش کر رہے ہو"۔

"سکت... اپنے جسم میں" انہوں نے کہا۔

"اب باتیں بناتے رہو گے یا کچھ کر کے بھی دکھاؤ گے"۔

"اس حالت میں یہ تو انصاف نہیں ہو گا... کہ تم سب مل کر مجھ

پر وار کرو" انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اس کی ضرورت بھی نہیں... ہم میں سے صرف ایک

تمہارے لیے کافی ہے... یہ تلوار بازی تمہارے بس کا روگ کہاں...

تم تو صرف ایک شکاری ہو... جب کہ ہم نے تلوار بازی کی باقاعدہ

تربیت لی ہے"۔

"تب پھر وعدہ کریں... ایک وقت میں ایک آئے گا"۔

"ہاں! ہم وعدہ کرتے ہیں"۔

"تب پھر ایک آگے آ جائے اور مجھ پر وار کرے"۔

"ایک منٹ انکل" ایسے میں اخلاق بول اٹھا۔

"میرا نام ایک منٹ انکل نہیں ہے بھئی" انہوں نے منہ بنایا۔

"جانتا ہوں... یہ انصاف نہیں ہے" اخلاق نے بھی برا سا منہ

بنا کر کہا۔

"کیا انصاف نہیں ہے"۔

"یہ کہ انہوں نے آپ کو تو تلوار دے دی... اور مجھے پوچھا تک

نہیں"۔

"کیا... کیا مطلب... تم بھی تلوار سے لڑو گے" ان میں سے

ایک چونک کر بولا۔

"کوشش تو کر ہی سکتا ہوں"۔

"اچھا... ایک تلوار تم بھی لے لو"۔

malikji www.urdufanz.com

"پاگل نہ ہو اخلاق...... تلوار بازی ایک فن ہے اور یہ سیکھے بغیر نہیں آسکتا"۔

"لیکن انکل...... آپ نے سنا نہیں...... مرتا کیا نہ کرتا...... ایسا کرنا پڑا...... اب مجھے بھی مرنا پڑے گا...... یہ دس ہیں...... آپ کو تو بری طرح تھکا دیں گے"۔

"اوہو...... تو تم کیا کر لو گے"۔

"جو بن پڑا...... کروں گا...... تلوار دو بھئی"۔

"ضرور کیوں نہیں...... ہمیں تو اب اور زیادہ مزا آرہا ہے" ایک ہنسا۔

"ابھی کیا ہے...... اور آئے گا"۔

"کک...... کیا...... آئے گا اور" منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو حد ہو گئی" ان میں سے ایک نے جل بھن کر کہا۔

"جی ہاں! اس کا کام یہی ہے" اخلاق فوراً بولا۔

"کس کا کام یہی ہے...... اور کیا کام ہے وہ" منور علی کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"جی حد کا کام...... ہونا ہی ہے نا"۔

"اماں جاؤ...... اب تم بھی بالکل محمود وغیرہ کے انداز میں باتیں کر رہے ہو"۔

"ان حالات میں میں اور کن کے انداز میں باتیں کروں انکل"۔

"اوہ ہاں...... یہ بھی ٹھیک ہے"۔

پھر ایک تلوار اس کی طرف اچھالی گئی اور جان بوجھ کر کافی اونچی اچھالی گئی...... تلوار نوک کے رخ سے اس کی طرف آئی...... یوں لگا جیسے اخلاق کے پیٹ میں تلوار جا لگے گی...... لیکن اخلاق فوراً پہلو بدل گیا...... تلوار آگے جا کر گری...... جسے اس نے چھلانگ لگا کر اٹھا لیا...... اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"اب ایک تم میں سے میرے انکل سے مقابلہ کرے اور دوسرا مجھ سے...... باقی آٹھ اس مقابلے کو دیکھیں اور لطف اندوز ہوں"۔

"پاگل نہ ہو اخلاق" منور علی خان چلائے۔

"لیکن انکل...... اب اس سے فرق بھی کیا پڑ جائے گا" اخلاق ہنسا۔

"کک...... کس سے"۔

"اس سے کہ میں لڑتا ہوں یا نہیں...... دیکھیں نا...... جان سے تو یہ ہمیں ویسے بھی مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔

"بات معقول ہے" وہ بولے۔

"تو پھر بہادری سے لڑتے ہوئے جان کیوں نہ دی جائے"۔

"تم نے ٹھیک کہا اخلاق...... شاید زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے میری عقل کام نہیں کر رہی"۔

"ایسی بات نہیں انکل...... آپ نے جس انداز سے تلوار کو پکڑا ہے...... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عقل جاگ رہی ہے......

malikjiwww. urdufanz.com

malikji www. urdufanz.com

پوری طرح ہوشیار ہے"۔

"ختم کرو یہ باتیں..... بہت کرلیں باتیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان میں سے ایک منور علی خان کے سر پر آکھڑا ہوا اور دوسرا اخلاق احمد کے سامنے ڈٹ گیا..... اچانک دونوں نے ایک ساتھ تلوار کے وار ان کے سروں پر کیے..... دونوں کی تلواریں ایک ہی وقت اوپر اٹھیں اور دشمنوں کی تلواروں سے ٹکرائیں..... دشمنوں کے چہروں پر حیرت کی بجلی چمکی..... نہ صرف دشمنوں کے چہروں پر..... بلکہ منور علی خان بھی کچھ کم حیرت زدہ نہیں تھے..... انہیں اخلاق کے وار روکنے کے انداز پر حیرت ہوئی تھی۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" وہ ہکلائے۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" اخلاق مسکرایا۔

"تم نے یہ مہارت کہاں سے پائی"۔

"ہم چاروں نے ایک بوڑھے سے تلوار بازی کا فن سیکھا تھا انکل"۔

"کیا..... کیا واقعی" وہ چلائے۔

"ابھی آپ دیکھ ہی لیں گے"۔

یہ کہتے ہی اس نے چھلانگ لگائی..... اور اس کی کمر پر آگیا..... تلوار بھی نیچے سے ہٹالی..... اور ایسا کرنے کے ساتھ ہی اسنے تلوار کا ہاتھ اس کی کمر پر جڑ دیا..... اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی.....

اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔

اس نے بھی نہیں کیا..... ایک لوٹ لگائی اور تڑپتے دشمن کے کندھے سے رائفل اتار کر دور تک لڑھکتا چلا گیا۔

ادھر دشمن ہکا بکا رہ گیا تھا..... اسے ہوش اس وقت آیا جب وہ رائفل اتار کر دور جا چکا تھا اور ان کی طرف رائفل تان چکا تھا۔

اب انہیں خطرے ~~کا احساس فیل~~ ہوا..... انہوں نے اخلاق کی طرف دوڑ لگادی..... ادھر اس نے فائر کھول دیا..... ساتھ ہی منور علی خان نے حیرت زدہ دشمن کے دل میں تلوار اتار دی..... وہ ان کی طرف سے منہ پھیر کر اپنے گرنے والے ساتھی کو دیکھنے لگا تھا..... وہ بھی گرا اور اخلاق کی فائرنگ سے باقی آٹھ بھی تڑتڑ گرتے چلے گئے۔

ایک منٹ سے بھی کم وقت میں یہ سب کچھ ہو گیا۔

"کمال کر دیا بھئی..... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا"۔

"لیکن انکل..... یہ کمال میں کب تک دکھاؤں گا" اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"کیوں..... کیا ہوا؟" وہ اس کے انداز پر ہنس پڑے۔

"ان کی موت کا علم ان کے ساتھیوں کو جلد ہی ہو جائے گا..... اور وہ بڑی تعداد میں اس طرف کا رخ کریں گے..... اس صورت میں بھلا میں اور آپ کیا کر سکیں گے"۔

"ہوں..... واقعی..... یہ تو ہے..... لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"ہم...... کیا...... کر...... سکتے...... ہیں" اخلاق اٹک اٹک کر بولا۔

"ہاں؟ یہی تو سوال ہے۔"

"اصل مسئلہ آپ کا ہے...... آپ چل پھر نہیں سکتے" اخلاق بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"تم میری فکر نہ کرو...... یہاں سے نکل جاؤ...... اور کچھ نہیں تو غار کی طرف چلے جاؤ...... باقی ساتھیوں سے جا ملو"۔

"نہیں...... میں یہ کیسے کر سکتا ہوں...... انکل کا تو حکم یہ ہے کہ میں آپ کی حفاظت کروں" وہ مسکرایا۔

"تب پھر اخلاق سوچو...... آخر ان کے ساتھی یہاں آئیں گے"۔

"جی...... جی بہتر...... ابھی سوچ کر بتاتا ہوں" اس نے کہا اور سوچ میں ڈوب گیا...... آخر اس نے کہا۔

"انکل...... اگر آپ تھوڑی سی اونچائی تک جا سکیں تو ہم آنے والوں کو کافی دیر تک روک سکتے ہیں" اس نے غار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے"۔

"اس اونچائی پر کئی جگہیں ایسی ہیں کہ ہم ان جگہوں کو بطور مورچے استعمال کر سکتے ہیں...... بلکہ بالکل محفوظ رہ سکتے ہیں"۔

"میں سرک کر دیکھتا ہوں" وہ بولے۔

"بہت بہتر" اس نے خوش ہو کر کہا۔

inaliksji www.urdufanz.com

انہوں نے جسم کو حرکت دینے کی کوشش شروع کر دی...... اور یہ دیکھ کر انہیں خوشی کا احساس ہوا کہ وہ کسی حد تک سرک سکتے تھے...... اب اخلاق جلدی جلدی ان کی رائفلیں اور گولیاں اوپر اس جگہ پہنچانے لگا جو انہیں مورچے کے لیے بہترین نظر آئی تھی...... اور منور علی خان لگے اس سمت میں سرکنے...... جلد ہی تمام اسلحہ وہاں پہنچ گیا...... اخلاق نے تمام تلواریں بھی وہاں جمع کر لیں اور پھر پتھر جمع کرنے لگا...... جب کہ منور علی خان صرف اوپر کی طرف سرکنے کا کام کر رہے تھے اور ان حالات میں ان کے لیے یہ بھی بہت بڑی بات تھی۔

پھر وہ اس مورچے میں دبک گئے...... کافی دیر گزر گئی...... دشمن کے آدمی آتے نظر نہ آئے۔

"کیا ہم نے یہ اتنی محنت فضول کی اخلاق"۔

"نہیں انکل...... وہ آئیں گے...... جب ان کی طرف سے انہیں کوئی پیغام نہیں ملے گا، کوئی رپورٹ نہیں ملے گی...... تب وہ اس طرف آئیں گے"۔

"ہوں ٹھیک ہے...... کم از کم اس مورچے میں ہم دیر تک ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں"۔

"لیکن تب تک وہ اور فورس لے آئیں گے اور زیادہ خطرہ محسوس کریں گے تو ہیلی کاپٹر لے آئیں گے...... تاکہ ہمارے مورچے کو نشانہ بنا سکیں"۔

"جی ہاں! لیکن اس سے پہلے آپ مزید طاقت پکڑ لیں گے ... اور شاید ہم اس غار تک پہنچ جائیں"۔

"اوہ ہاں"۔

اور پھر ایک گھنٹے بعد انہوں نے پچاس کے قریب مسلح دشمنوں کو آتے دیکھا...... وہ ان بکھری لاشوں کے پاس آکر رک گئے...... پہلے بغور لاشوں کو دیکھتے رہے...... آس پاس کا جائزہ لیتے رہے...... پھر انہوں نے اس سمت میں اوپر دیکھا...... جہاں وہ مورچے بنائے بیٹھے تھے۔

"وہ شاید اس طرف گئے ہیں...... غار کی طرف...... آؤ" ایک نے بلند آواز میں کہا۔

وہ اوپر آنے لگے...... لمحہ بہ لمحہ ان سے نزدیک ہونے لگے...... جب کہ انہیں یہ معلوم نہیں تھا...... آگے ان کے راستے میں ایک مورچہ موجود ہے...... جونہی وہ کچھ اور اوپر آئے...... اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ اس مورچے کو دیکھ لیں گے اور جونہی دیکھ لیں گے...... فائرنگ شروع کر دیں گے...... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... فائر کھول دیا...... اوپر آنے والے بے خطر اوپر آ رہے تھے...... گولیوں کا نشانہ بنتے ہی نیچے کی طرف لڑھکتے نظر آئے...... انہوں نے اس پر ہی بس نہیں کی...... لڑھکتے دشمنوں پر بھی مسلسل گولیوں کی بارش جاری رکھی...... اسلحے کی ان کے پاس کمی نہیں تھی اور اب تو انہیں اور بہت سا اسلحہ ملنے والا تھا...... آن کی آن میں ان کا دشمن ڈھیر ہو گیا۔

malikji www. urdufanz.com

"بہت خوب اخلاق...... آج تمہاری چھپی ہوئی صلاحیت کا پتا چلا" منور علی خان بولے۔

"ایسی کوئی بات نہیں انکل" وہ شرما گیا۔

اب دشمن جلدی جلدی مورچہ بند ہونے لگے...... لیکن ادھر سے ان کی فائرنگ جاری تھی...... اور کسی نہ کسی دشمن کے چیخنے کی آواز ان کے کانوں تک آ رہی تھی...... اور وہ انہیں گرتے ہوئے دیکھ سکتے تھے...... جب کہ اس چٹان میں بنے قدرتی مورچے کی وجہ سے وہ دشمنوں کی گولیوں سے محفوظ تھے۔

آخر وہ بھی مورچہ بند ہو گئے۔

"اب کام لمبا ہو جائے گا اخلاق"۔

"کوئی بات نہیں انکل...... اس میں بھی ہمارا فائدہ ہے...... آپ طاقت پکڑتے چلے جائیں گے...... پھر ہم اس غار تک پہنچ سکیں گے"۔

"غار کی منزل ابھی دور ہے"۔

"ج...... جی...... کیا کہا...... غار کی منزل" اخلاق بولا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟"۔

"یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" اس نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی" منور علی خان جھلا اٹھے...... اخلاق مسکرا دیا۔

ساتھ میں انہوں نے پھر گولیوں کی باڑھ ماری۔

"یہ لوگ زیادہ دیر انتظار نہیں کریں گے اخلاق"۔

malikji www.urdufanz.com

"جی ہاں! یہ یہاں کی صورت حال کی اطلاع دیں گے...... پھر ان لوگوں کے لیے مدد آئے گی...... لیکن انکل...... میں اور کچھ بھی تو نہیں کر سکتا...... اب تو یہاں سے نکل کر اوپر کا رخ بھی نہیں کر سکتے...... اس لیے کہ اس صورت میں ہم ان کی گولیوں کا نشانہ بن سکتے ہیں"۔

"خیر اللہ مالک ہے...... ان میں سے کوئی نشانہ بنتا نظر آئے تو گولی چلاؤ...... ورنہ اپنی گولیاں ضائع نہ کرو...... نہ جانے کتنی ضرورت محسوس ہو گی ان کی" انہوں نے پر سکون آواز میں کہا۔

اب دونوں نے مسلسل فائرنگ روک دی...... بس اکا دکا فائر کرنے لگے...... البتہ دشمن کو آگے بڑھتے دیکھتے تو پھر ضرور مسلسل فائرنگ کرنے لگتے...... جوں ہی وہ پیچھے ہٹتے...... وہ پھر پہلی رفتار پر آجاتے...... ایسے میں انہوں نے اپنے سروں پر ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔

"دیکھا...... لے آئے نا یہ لوگ ہیلی کاپٹر" منور علی خان بولے۔

"سائبان کی طرح ہمارے سروں پر جھکی ہوئی چٹان ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہے...... ہم یہاں سے اس ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ بنا سکتے ہیں"۔

"اوہ ہاں! ہم ایسا کر سکتے ہیں...... لیکن اس کا نتیجہ پتا ہے کیا نکلے گا"۔

"کیا نکلے گا" اخلاق نے کہا۔

"پھر یہاں کئی ہیلی کاپٹر آئیں گے...... بلکہ لڑاکا طیارے تک آئیں

گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"آمین"...... اس نے کہا۔

ایسے میں ان کے سروں پر کوئی چیز آ گری۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

غار میں غار

"غار میں داخل ہوتے ہی فرزانہ کو ایک عجیب سا احساس ہوا...... اس نے فرحت اور رفعت کی طرف دیکھا۔

"کچھ محسوس ہوا؟" وہ بولی۔

"ہاں! عجیب سا احساس...... میں کچھ سمجھ نہیں سکی کہ یہ کیسا احساس ہے؟" فرحت نے کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے" رفعت بولی۔

"کیا یہ...... جادو کا غار ہے"۔

"ششش...... شاید" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"کیوں نہ ہم واپس چلیں...... مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے"۔

"میں بھی یہی کہنے والی تھی...... یہ غار ضرور خطرناک ہے...... ہمارے لیے شاید اس میں کوئی جال چھپایا گیا ہے" رفعت نے جلدی جلدی کہا۔

"آؤ پھر واپس چلیں" فرحت نے فوراً کہا۔

"تینوں غار سے باہر نکلنے کے بعد ایک ساتھ مڑیں اور پھر دھک سے رہ گئیں...... ان کے سامنے ایک عجیب سا وجود کھڑا تھا...... گوریلوں جیسا یا پھر بن مانس تھا وہ...... اس کے پورے جسم پر لمبے لمبے سیاہ رنگ کے بال تھے...... آنکھیں بالکل گول تھیں...... اور بالکل سیاہ تھیں...... ان میں غضب کی چمک تھی...... سر کے بال اس قدر لمبے تھے کہ عورتوں کی طرح کمر تک پہنچے ہوئے تھے۔

"ڈنگ بونگ" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا فرمایا آپ نے...... ڈنگ بونگ چیونگم...... آپ چیونگم لیں گے' لیکن ہمارے پاس نہ ڈنگ بونگ ہے نہ ڈنگ ڈونگ" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"ڈنگ بونگ" اس کے ہونٹ پھر ہلے۔

"اوہو...... شاید یہ اپنا تعارف کرا رہا ہے...... کہ رہا ہے کہ...... میرا نام ڈنگ بونگ ہے"۔

"ڈنگ بونگ"۔

"اچھا ٹھیک ہے...... مان لیا...... آپ کا نام ڈنگ بونگ ہے...... تو پھر ہمیں اس سے کیا" فرحت بولی۔

"ڈنگ بونگ" وہ پھر بولا۔

"اچھا بھائی مان لیا...... اب کچھ آگے بھی کہو"۔

اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ ان کے پیچھے چلی آئیں...... دھک

malikjiwww.urdufanz.com

دھک کرتے دل کے ساتھ وہ اس کے پیچھے چلنے لگیں۔ ساتھ میں یہ سوچ رہی تھیں کہ یہ بن مانس آخر انھیں کہاں لے جارہا ہے...... اور اس نے ان پر حملہ کیوں نہیں کیا...... یہ کیسا بن مانس ہے...... وہ اس کے پیچھے چل بھی رہی تھیں اور سوچ بھی رہی تھیں...... ویسے اب انھیں زیادہ خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا...... آخر چلتے چلتے غار میں آگے کئی راستے نظر آنے لگے...... حیرت کی بات یہ تھی کہ غار میں گھٹن یا اندھیرا نہیں تھا...... تازہ ہوا کے جھونکے بھی ان کے جسموں کو چھو رہے تھے...... غار کی چھت انھیں صاف دکھائی نہیں دے رہی تھی...... وہ بہت اونچی تھی...... شاید چھت میں سوراخ تھے...... یا اس میں دراڑیں تھیں جن کی وجہ سے ہوا اور روشنی کی غار میں کمی نہیں تھی۔

بن مانس ایک سمت میں مڑ گیا...... ایک بہت بڑی کھوہ غار میں نظر آئی...... اس میں انھیں ایک اور بن مانس نظر آیا...... اور اس بڑے بن مانس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ بن مانس کا لیٹا تھا...... وہ بری طرح کراہ رہا تھا...... ان دونوں نے انھیں چونک کر دیکھا...... لیکن پھر اپنے ساتھی بن مانس کو ان کے ساتھ دیکھ کر وہ پرسکون ہو گئے۔

"ڈنگ بونگ" اس نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

اب انھیں معلوم ہوا کہ ڈنگ بونگ دراصل ان کے بچے کا نام تھا...... وہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا اور اس کا پاؤں ان کے سامنے کر دیا۔

پاؤں سے خون بہہ رہا تھا اور وہاں خون کا ایک نالہ سا بن گیا تھا...... گویا خون کسی طرح رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا...... اور یہی چیز ان کی پریشانی کا سبب بن رہی تھی...... فرزانہ نے فوراً اپنا دوپٹہ لیا اور اس کے زخم پر کس کر ہاتھ رکھ دیا...... پھر فرحت کا دوپٹہ لیا اور اس کے پیر سے اوپر پنڈلی پر کس دیا...... اس طرح جلد ہی خون رک گیا...... پہلے وہ دوپٹے میں سے ٹپک رہا تھا...... اب ٹپکنا بند ہو گیا...... انھوں نے ان تینوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔

وہ تینوں اٹھ کھڑی ہوئیں...... اور رخصت کے انداز میں ہاتھ ہلائے...... لیکن پہلا بن مانس اٹھ کھڑا ہوا...... اور ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا...... گویا وہ انھیں رخصت کرنے ان کے ساتھ آرہا تھا...... پھر وہ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں راستہ تین حصوں میں تقسیم ہو رہا تھا...... انھوں نے پہلے راستے پر آگے جانے کے لیے قدم اٹھائے...... ساتھ ہی بن مانس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا...... لیکن وہ فوراً ان کے راستے میں آگیا...... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... وہ زور زور سے انکار میں سر ہلانے لگا...... جیسے کہہ رہا ہو۔

"نن...... نہیں...... نہیں"۔

"کیا بات ہے" فرزانہ نے اشاروں میں پوچھا۔

"اس طرف نہ جائیں" اس نے بھی اشاروں میں کہا...... وہ اس کی بات سمجھ گئے...... تاہم فرزانہ نے پوچھا۔

malikjiwww.urdufanz.com

"ہم کیوں نہ جائیں۔"

اب اس نے عجیب و غریب اور خوفناک قسم کے اشارے شروع کیے...... منہ سے دہشت زدہ آوازیں نکالیں...... وہ اشارے اور آوازیں ان کی سمجھ میں نہ آسکے...... تاہم وہ اتنا سمجھ گئیں کہ وہ انہیں اس طرف جانے سے روک رہا تھا اور کسی بات سے ڈرا رہا تھا...... انہوں نے بھی اسے اشاروں میں بتایا کہ وہ جانا چاہتی ہیں' اس طرف کیا ہے اور انہیں بہر حال اس طرف ہی جانا ہے...... اس پر گوریلا لگا ہاتھ جوڑنے...... منتیں کرنے...... کہ اس طرف نہ جائیں۔

"اب...... اب ہم کیا کریں...... یہ صاحب تو اس طرف جانے ہی نہیں دے رہے۔"

"جواب میں ہم اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیتے ہیں...... اور کیا" فرحت نے کہا۔

اور ان تینوں نے ہاتھ جوڑ دیے...... اور اشارہ کیا کہ انہیں اس طرف ضرور جانا ہے...... پھر وہ راستا کاٹ کر اس طرف چل پڑیں...... گوریلا' ایک بار پھر دوڑ کر ان کے آگے آگیا...... اس بار تو اس نے ان کے پاؤں پکڑ لیے...... گویا وہ انسانی طریقوں سے بھی کسی حد تک واقف تھا۔

"یہ تو مسئلہ پیدا ہو گیا...... آؤ بھاگ چلیں" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

اس بار انہوں نے اسے باقاعدہ جھکائی دی اور دوڑ پڑیں...... گوریلا بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑا...... وہ حد درجے خوف زدہ نظر آنے لگا تھا......

اور ادھر ان کے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے کہ نہ جانے غار میں آگے کیا ہے...... کہ ان کا یہ ہمدرد گوریلا انہیں روکنے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔

لیکن اتنا ہے کہ ان کی رفتار گوریلے سے بہت زیادہ تھی' وہ اپنے بھاری بھرکم وجود کی وجہ سے زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا...... لہٰذا وہ اسے پیچھے چھوڑتی ہوئی چلی گئیں...... یہاں تک کہ وہ دکھائی دینا بند ہو گیا۔

اچانک وہ دوڑتے دوڑتے رک گئیں...... ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں...... غار میں آگے انہیں ان گنت بچھو نظر آئے...... وہ مینڈکوں جتنے بڑے تھے...... ان کے رنگ بالکل نیلے تھے...... اس قدر بڑے بچھو دیکھ کر ان کی سٹیاں گم ہو گئیں...... آگے جانے کا راستا بند نظر آیا...... اب وہ ان بچھوؤں کے اوپر سے تو ہو کر گزر نہیں سکتی تھیں۔

ادھر بچھوؤں کو نہ جانے کیسے احساس ہو گیا کہ کوئی ان کے نزدیک آیا ہے...... وہ اپنے ڈنک اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دوڑے...... گویا بچھوؤں کا لشکر...... چلا آ رہا تھا...... وہ بدحواس ہو کر واپس دوڑ پڑیں...... ابھی ایک منٹ تک ہی دوڑی ہوں گی کہ ادھر سے گوریلا آتا نظر آیا...... انہیں واپس آتے دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان دوڑ گیا...... وہ انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوڑ پڑا...... بچھو بہت دور رہ گئے...... وہ بے تحاشہ دوڑتی رہیں...... اچانک انہیں احساس ہوا...... وہ

maliki www.urdufanz.com

غار میں کسی اور سمت میں نکل آئے ہیں...... واپسی کا راستہ وہ نہیں تھا...... جس سے وہ آئے تھے۔

"ارے! یہ کیا...... یہ ہم کس طرف نکل آئیں" فرزانہ چلائی۔

تینوں یک دم رک گئیں...... ان کے چہروں پر دہشت نظر آنے لگی...... یہ غار نہیں...... بھول بھلیاں تھا...... ایک غار میں نہ جانے کتنے غار تھے...... گویا گوریلا انہیں کسی اور سمت میں نکال لایا تھا...... وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"اب کیا کریں! یہ صاحب تو نہ جانے کہاں لے آئے ہیں" فرزانہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

انہوں نے گوریلے کی طرف دیکھا...... اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی...... مطلب یہ تھا کہ وہ انہیں مصیبت سے نکال لایا تھا...... اس پر خوش ہو رہا تھا۔

"اب ہم کیا کریں"۔

"اس سے کہتے ہیں...... ہمیں اپنی بیوی اور بچے کے پاس لے چلے...... اس جگہ سے ہمیں واپسی کا راستہ آتا ہے" فرحت نے کہا۔

"ہائیں...... واپسی کا راستا...... تو کیا ہم واپس جا رہے ہیں" رفعت چونک کر بولی۔

"تو ان حالات میں ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں' فرحت نے منہ بنایا۔

"بھئی دیکھ لو...... سوچ لو...... یوں مزا نہیں آئے گا...... ہم آگے

بڑھیں گے...... رفعت مسکرائی۔

"لیکن کیسے...... بچھوؤں کے دریا کو کیسے عبور کریں" فرزانہ بولی۔

"کک...... کیا...... کہا...... بچھوؤں کا دریا...... ارے باپ رے...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فرحت پکار اٹھی۔

"حد ہو گئی...... اب ہر کوئی فاروق بننے لگا"۔

"اے مسٹر گوریلا...... یہ آپ نے ہمیں کہاں لا پھنسایا...... ہمیں وہاں لے چلیں...... جہاں آپ کی بیگم صاحب اور صاحب زادے موجود ہیں" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں اس سے اشاروں میں کہا۔

وہ پہلے تو کافی دیر تک اس کی بات نہ سمجھ سکا...... آخر سمجھ گیا اور انہیں لے چلا...... کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گئیں...... جہاں اس کی بیوی اور بچہ موجود تھے...... انہوں نے رخصت کے انداز میں ہاتھ ہلائے اور واپس مڑ گئیں۔

"پہلے ہم باقی ساتھیوں کی خبر لیں گے...... پھر واپس غار کا رخ کریں گے"۔

"اور بچھوؤں کا کیا کریں گے"۔

"انکل سے گیس پستول لے آئیں گے"۔

"او ہو...... اس پستول سے بچھو مر جائیں گے...... لیکن ہم اس جگہ کو عبور کس طرح کریں گے...... مرنے کے بعد بھی ان کی لاشیں تو وہیں پڑی رہ جائیں گی نا...... اب ہم ان کو ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر تو ایک

طرف کرنے سے رہے"۔

"ارے باپ رے...... یہ تو خیال بھی خوفناک ہے" رفعت کانپ گئی۔

"جب خیال خوفناک ہے...... تو پھر عمل کس حد تک ہولناک ہوگا"۔

"آؤ پہلے تو اپنے ساتھیوں کی خبر لیں"۔

وہ باہر کی طرف چل پڑے...... گوریلے نے پھر ان کا ساتھ دینا چاہا لیکن انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا...... اور بتایا کہ وہ باہر واپس جا رہے ہیں...... مگر پھر واپس آئے تو اس کی خدمات ضرور حاصل کریں گے...... تب کہیں جا کر وہ رکا۔

پھر وہ واپس روانہ ہوئیں...... اس بھول بھلیوں میں کافی وقت ضائع ہو گیا تھا اور وہ یہ جاننے کے بعد لیے چین تھیں کہ نہ جانے ان پر کیا بیت رہی ہے...... یا وہ کس حال میں ہیں...... آخر وہ دہانے پر پہنچ گئیں...... انہوں نے نیچے دیکھا...... وہاں انہیں ایک عجیب منظر نظر آیا...... نیچے تلواریں چل رہی تھیں۔

"ارے باپ رے...... یہ اخلاق تلوار سے لڑ رہا ہے...... ہم نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا"۔

"تو اب سوچ لو" فرحت نے منہ بنایا۔

"اب سوچ کر کیا فائدہ ہوگا...... اب تو آنکھوں سے دیکھ چکی

ہوں" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"ادھر انکل منور علی خان لیٹے لیٹے تلوار پر تلوار کے وار روک رہے ہیں...... فرحت ان کے لیے یہ کس قدر مشکل ہے...... آؤ جلدی سے ہمیں ان کی مدد کو پہنچنا چاہیے...... باقی لوگ دور دور تک نظر نہیں آرہے" فرحت جلدی سے بولی۔

"بالکل ٹھیک" دونوں ایک ساتھ بولیں۔

اور پھر وہ تیزی سے اترنے لگیں...... نیچے والوں میں سے کسی کی توجہ ان کی طرف نہیں تھی...... آہستہ آہستہ وہ ان سے نزدیک ہونے لگیں...... اور پھر اچانک ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

وہ ان کی مدد کرنے کے کسی بھی صورت قابل نہیں تھیں۔

☆☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

malikji www. urdufanz.com

دوسرا ایکس

"بھئی واہ! بہت ہوادار غار ہے...... جی چاہتا ہے...... یہیں رہ لیں" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ارے تو رہ لو...... روکا کس نے ہے" آفتاب جل کر بولا۔

"اگلی مرتبہ اس طرف آئیں گے تو رہائش کا سامان لے کر آئیں گے" فاروق نے جل بھن کر کہا...... اور باقی مسکرانے لگے...... ایسے میں انہوں نے ایک ہولناک آواز سنی۔

"یہ...... یہ کیسی آواز تھی" فاروق کانپ گیا۔

"اب رہائش کے بارے میں کیا خیال ہے...... یہاں ہوا اور روشنی کے ساتھ یہ آوازیں بھی سننے کو ملیں گی"۔

"اب تو سوچنا پڑے گا" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے...... یہ آواز کسی گوریلے کی تھی...... لیکن کم عمر گوریلے کی" انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"ارے باپ رے...... تو اس غار میں گوریلے بھی ہیں" مکھن لرز گیا۔

"اس کا زبردست امکان ہے...... آواز سے بھی اندازہ ہوتا ہے...... تاہم ہو سکتا ہے...... اندازہ غلط ہو" وہ جلدی جلدی بولے۔

"یہاں تک تو یہ غار صاف ستھرا، روشنی اور ہوادار ہے...... لیکن آگے چل کر شاید یہ صاف ستھرا نہیں رہے گا...... اور ہم آسانی سے اس کو عبور نہیں کر سکیں گے"۔

"میں تو فرزانہ، فرحت اور رفعت کے بارے میں سوچ رہا تھا" خان رحمان بڑبڑائے۔

"ان پر بھی حیرت ہے...... کوئی جواب نہیں ملا"۔

"ایک بار پھر ہو جائے ذرا الو کی آواز"۔

"اوہ اچھا" یہ کہہ کر انہوں نے منہ سے الو کی بلند آواز نکالی...... لیکن اس آواز کے جواب میں بھی کوئی الو کی آواز سنائی نہ دی۔

"حیرت ہے...... ان کی طرف سے تو اب بھی جواب نہیں ملا...... میرا خیال ہے...... اب ہمیں تیز چلنا چاہیے...... کہیں وہ پھنس نہ گئی ہوں...... ان کا سامنا کسی گوریلے سے نہ ہو گیا ہو" انسپکٹر جمشید پریشانی کے عالم میں بولے۔

اور پھر وہ جلدی جلدی قدم اٹھانے لگے...... ایک جگہ غار دو حصوں میں تقسیم ہوتا نظر آیا...... انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک

malikiwww.urdufanz.com

دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں؟"

"دائیں طرف والا راستا ٹھیک رہے گا"۔

وہ دائیں طرف مڑ گئے...... چلتے رہے...... نہ کوئی خطرناک چیز سامنے آئی...... نہ رکاوٹ...... یہاں تک کہ انہیں سرد ہوا کے جھونکے محسوس ہوئے۔

"ارے باپ رے...... گیلی ہوا کے جھونکے ہیں...... گویا غار کے اس طرف سمندر ہے اور اس کا دوسرا منہ سمندر کی طرف ہے"۔

"اوہ اوہ...... ایسے غار سے تو ہمارا واسطہ پہلے بھی پڑ چکا ہے" پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

"ہاں...... انجیل والے کیس میں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"پھر...... اب کیا کریں...... صاف ظاہر ہے...... فرزانہ وغیرہ بھی اسی طرح آئی ہوں گی"۔

"یہ ضروری نہیں جمشید...... ہو سکتا ہے وہ بائیں راستے پر چلی گئی ہوں"۔

"اوہ ہاں! اس کا امکان ہے...... اچھا خیر...... اللہ مالک ہے...... فی الحال تو ہم رک نہیں سکتے...... یہ دیکھ کر رہیں گے کہ غار کے دوسرے دہانے کی طرف کیا ہے...... کیا واقعی اس طرف سمندر ہے"۔

وہ چلتے رہے...... یہاں تک کہ غار کے دوسرے دہانے پر نکل

آئے...... اس جگہ چٹانیں ہی چٹانیں تھیں...... پتھر ہی پتھر تھے...... یوں لگتا تھا جیسے یہ پتھروں کی بستی ہو...... اور ان چٹانوں کے نیچے...... بہت نیچے نیلا سمندر نظر آ رہا تھا...... گویا وہ سمندر کے کنارے پہنچ چکے تھے اور یہ سمت غالباً ان کے اپنے ملک کی تھی...... لیکن اس جگہ سمندر تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں تھا...... دوسری بات یہ تھی کہ اس جگہ تو سرلاس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

"ہم غلط سمت میں آ گئے...... اس طرف سے ہم سرلاس میں داخل نہیں ہو سکیں گے"۔

"تب پھر واپس اسی جگہ چلتے ہیں...... جہاں سے راستا دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا" خان رحمان بولے۔

وہ واپس روانہ ہوئے...... اس جگہ رکنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا...... اس جگہ آئے...... جہاں راستا دو حصوں میں تھا...... یہاں اتنے بہت سے اور بڑے بچھو دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔

"کم از کم وہ اس راستے سے آگے نہیں بڑھے"۔

"تب پھر یہاں سے بھی واپس چلتے ہیں"۔

"ہاں! وہ یہاں تک آئے ضرور تھے...... بچھوؤں کو دیکھ کر وہ واپس چل پڑے ہوں گے"۔

"آؤ...... اب ذرا اس رخ سے سفر کر لیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب وہ تیسری سمت میں چلنے لگے...... یہ راستا لمبا ہوتا چلا گیا......
آخر غار میں ایک تیسرا دہانہ نظر آگیا...... ان کے چہرے کھل اٹھے۔

"خدا کا شکر...... ایک اور دہانہ نظر آیا"۔

وہ اس کی طرف لپکے...... دہانے پر پہنچ کر باہر کی طرف دیکھا۔
اور ان کی سٹی گم ہو گئی...... اس لیے کہ نیچے بھی وہی پہاڑ تھا...... گویا وہ اس وقت ایک عمودی پہاڑ کے اندر تھے...... اس کے نیچے بہت نیچے...... پہاڑ کے دامن میں انہیں روشنیاں نظر آئیں...... دھند میں لپٹی روشنیاں۔

"کک...... کیا...... یہ سرلاس ہے"۔

"ہاں! یہی سرلاس ہے...... لیکن پہلے ہم دوربین سے اس کا جائزہ لے لیں" پروفیسر داؤد بولے اور اپنی دوربین آنکھوں سے لگا کر اس کو فوکس کرنے لگے۔

"اف مالک! اگر سرلاس یہی ہے...... اور اس تک پہنچنے کا راستا یہی ہے...... تب وہاں پہنچنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا"۔

"کام آسان ہو یا مشکل...... اس وقت سوال ایک اور ہے" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"اور وہ کیا انکل" آصف بولا۔

"ہمارے ساتھ اس وقت فرزانہ، فرحت اور رفعت نہیں ہیں...... اب میں یہاں ان کی بے تحاشا ضرورت محسوس کر رہا ہوں"

malikji www.urdufanz.com

اور دوسری پریشانی والی بات یہ ہے کہ منور علی خان اور اخلاق کو بھی غار کے دوسری طرف چھوڑ آئے ہیں"۔

"ہاں! پہلے اس مسئلے کا حل سوچنا ہوگا"۔

"میں واپس جاتا ہوں اور ان لوگوں کو اس طرف لاتا ہوں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ اکیلے جائیں گے"۔

"ہاں...... اور کیا کروں گا"۔

"میرے خیال میں تو آپ خان رحمان کو ساتھ لے جائیں" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھی بات ہے...... آؤ خان رحمان"۔

وہ انہیں لے کر پھر دہانے تک آئے...... اس جگہ انہیں فرزانہ، فرحت اور رفعت نیچے جاتی نظر آئیں اور نیچے کا منظر دیکھ کر تو ان کی سٹی گم ہو گئی۔

اخلاق اور منور علی خان بہت سے دشمنوں سے لڑ رہے تھے...... وہ بھی تلواروں سے...... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... اپنا بے آواز پستول نکال لیا اور ان کا نشانہ لے کر فائر کر ڈالا...... لیکن ان کا درمیانی فاصلہ زیادہ تھا اس لیے ان کا وار بے کار گیا...... ایسے میں انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی...... اب تو ان کی سٹی گم ہو گئی...... وہ لوگ اخلاق اور منور علی خان کے مقابلے میں ہیلی کاپٹر لے آئے تھے تاکہ ان کے مورچے پر بم

malikji www.urdufanz.com

باری کر سکیں۔

اب وہ تیزی سے نیچے چلے...... ادھر فرزانہ وغیرہ نے رفتار بڑھادی...... ایسے میں ہیلی کاپٹر نیچے اترتا نظر آیا...... انہوں نے اس کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا...... جب پستول کی گولی اس کو نہ لگی ...... تو پھر رائفل سے فائر کر ڈالا...... انہوں نے ہیلی کاپٹر کو آگ لگتے دیکھی...... اور وہ چلا نیچے کی طرف...... ادھر فرزانہ ' فرحت اور رفعت نیچے پہنچ گئیں...... دشمن پر اب بوکھلاہٹ طاری ہو چکی تھی...... ایک تو وہ تلوار بازی میں ان لوگوں کو مات نہیں دے سکے تھے...... الٹا نقصان اٹھایا تھا انہوں نے...... دوسرے ان کا ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا تھا اور اب وہ ایک کھائی میں گرا دھڑا دھڑ جل رہا تھا...... پھر انہوں نے ایک ہولناک دھماکے سے اس کے پھٹنے کی آواز سنی...... ادھر نیچے اترتے ہی ان تینوں نے بھی دشمنوں پر وار پر وار شروع کر دیے...... اور جلد ہی تین تلواریں حاصل کر لیں...... اب وہاں باقاعدہ تلواروں سے لڑائی ہونے لگی...... ایسے میں باقی لوگ بھی وہاں پہنچ گئے...... اور اس کے صرف تین منٹ بعد تمام دشمن ڈھیر کر دیے گئے۔

"چلو چھٹی ہوئی" فاروق نے ہاتھ جھاڑے۔

"خدا کا شکر ہے...... آپ لوگ بھی آ گئے" منور علی خان بولے۔

"لیکن یہاں ہم نے جو منظر دیکھا ہے...... اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے...... ہم اگر نہ آتے 'تب بھی تم لوگ ان سے نبٹ لیتے"۔

"اللہ کی مہربانی ہے...... خاص طور پر آج اخلاق نے خوب کام دکھایا ہے"۔

"اوہو اچھا" وہ حیران ہو کر بولے۔

منور علی خان نے انہیں اخلاق کے بارے میں بتایا' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"بہت خوب!"۔

"اب انکل اب" آصف بول اٹھا۔

"لو اور سنو...... اب میں انکل اب بن گیا" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ابھی کیا ہے...... آگے آگے دیکھیں ہوتا ہے کیا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا خیال ہے...... اب ہمیں وقت ضائع کیے بغیر غار میں اس جگہ پہنچ جانا چاہیے...... یہ بات ثابت ہو گئی کہ شہر سرا اس اس غار کے ذریعے آباد کیا گیا ہے"۔

"آخر کیسے"۔

"ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے پہلے سامان اس غار کے منہ تک لاتے رہے ہیں...... پھر غار کے دوسرے دہانے کی طرف رسی وغیرہ سے سمندر میں لٹکاتے رہے ہیں...... اس طرح سامان شہر سرا اس تک پہنچتا رہا ہے...... کیوں کیسا پروگرام تھا"۔

یعنی اس طرح ہمارے ملک میں دشمن ملک نے اپنا ایک پورا شہر بسا لیا...... اف مالک! پروفیسر داؤد کانپ گئے۔

"اور ہمارے ملک کی تجربہ گاہ پر...... یعنی پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ میں...... کمپیوٹرائزڈ نقشے میں اس شہر کو دیکھ لیا گیا...... جب کہ ہمارے کسی نقشے میں اس شہر کا نام و نشان تک نہ ملتا تھا"۔

"لیکن پروفیسر انکل کے پرانے نائب راجا دل نواز کو کیوں قتل کیا گیا۔

"اس قتل کے بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکے ہم...... ایسا معلوم ہوتا ہے...... دشمنوں نے اس سے پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ کے بارے میں کچھ زبردستی معلوم کیا اور اس کے بعد اسے موت کے حوالے کر دیا...... اس کی موت پر ہم پھر غور کر لیں گے...... اس وقت سوال ہے سرلاس پہنچنے کا...... اس غار کا دوسرا سرا ہمارے ملک کی طرف جا نکلتا ہے...... وہ بھی عین سرلاس کے اوپر...... لیکن ان لوگوں نے سرلاس کے اوپر بادلوں کی طرح کا دھواں پھیلا رکھا ہے...... اور بھی حفاظتی اقدام کر رکھے ہیں...... جب کہ غار بہت زیادہ اونچائی پر ہے...... شاید منور علی خان کی رسی بھی اوپر سے لٹکانے پر نیچے تک نہ پہنچ سکے"۔

"اوہ نہیں" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن ہم اس رسی میں اور رسی...... اوہ" فرزانہ کہتے کہتے رک

گئی...... پھر وہ ایک سمت میں دوڑ لگا گئی۔

"ارے ارے...... کیا ہوا...... کہاں جا رہی ہو" فاروق نے ہانک لگائی۔

وہ نہ رکی...... نہ اس نے کوئی جواب دیا...... بس دوڑتی چلی گئی۔

"سوجھ گئی کوئی بات اسے تو...... ہاں...... ہم اس رسی میں کوئی اور رسی جوڑ سکتے ہیں...... لیکن سوال یہ ہے کہ رسی کہاں سے لائیں...... وہ بھی اس قدر مضبوط کہ اترتے وقت خوف محسوس نہ ہو"۔

"اور دوسری بات...... ان لوگوں کو ایک ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کی اطلاع مل چکی ہے...... لہٰذا فوراً یہاں سے سرک لیں...... اب وہ غار ہی ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہے"۔

"لیکن رسی حاصل کیے بغیر ہم جا کر بھی کیا فائدہ اٹھا لیں گے"۔

"سوچو پھر" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"سوچنے والی پارٹی اس وقت لنگڑی ہے" آفتاب مسکرایا۔

"کیا مطلب...... لنگڑی پارٹی...... یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فاروق فوراً بولا۔

"لیکن یہ نام بھی لنگڑا لنگڑا سا ہے" مکھن مسکرایا...... آفتاب نے اسے گھورا۔

اور پھر انہوں نے فرزانہ کو آتے دیکھا...... وہ بہت تیز آ رہی تھی...... اس کے دونوں ہاتھوں میں کوئی چیز تھی...... جونہی وہ نزدیک

malikji www.urdufanz.com

پہنچی ...... وہ زور سے اچھلے ...... اس کے ہاتھوں میں رسی کی سیڑھی تھی ...... وہ سیڑھی ...... جو تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر سے گری تھی۔

"بہت خوب فرزانہ ...... یہ کام دکھایا ہے"۔

"رسی کا لفظ منہ سے نکلتے ہی ذہن میں رسی کی سیڑھی آئی ...... اور میرے دماغ میں بجلی کوندی کہ تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی بھی تو وہاں کہیں پڑی ہوگی"۔

"واہ ...... بہت خوب! اور ہمیں ایک اور راستا مل گیا" انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"جی ...... ایک اور راستا ...... کک ...... کہاں ہے راستا ...... ہمیں کیوں نظر نہیں آرہا وہ راستا" آصف نے کہا۔

"عقل کے اندھوں کو نظر آبھی کیسے سکتا ہے" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب ...... تو کیا تمہیں وہ راستا نظر آرہا ہے" آصف جھلا اٹھا۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

"تب پھر دکھاؤ ہمیں بھی وہ راستا" شوکی نے منہ بنایا۔

"وہ راستا ہے ...... ہیلی کاپٹروں کا راستا"۔

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"پہلے ہمارا پروگرام تھا ...... اس سے پہلے کہ کوئی اور ہیلی کاپٹر ہم پر حملہ آور ہو ...... ہمیں یہاں سے سرک لینا چاہیے ...... لیکن اب ہم اور

malikji www.urdufanz.com

ہیلی کاپٹر ...... بلکہ ہیلی کاپٹروں کا انتظار کریں گے"۔

"تو وہ اب ہم سمجھے ...... ان کو گرایا جائے گا اور ان کی رسیاں حاصل کی جائیں گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔

اور پھر وہاں پانچ ہیلی کاپٹر آتے نظر آئے ...... اس سے پہلے وہ چٹان کے سائبان کے نیچے مورچے ~~بنا چکے~~ تھے اور رائفلیں ان کے ہاتھوں میں تھیں ...... ان میں صرف خان رحمان ایسے تھے ...... جو غار کے دہانے پر بیٹھے تھے ...... تاکہ وہاں سے ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بنا سکیں ...... ہیلی کاپٹر اس بار زیادہ نیچے نہیں آئے ...... اوپر رہ کر اس وادی میں فائرنگ کرنے لگے ...... انہوں نے چپ سادھ لی ...... ان کی اس فائرنگ سے بھلا انہیں کیا نقصان پہنچ سکتا تھا ...... جب اس طرف سے کوئی فائر نہ ہوا تو وہ دلیر ہو گئے اور نیچے اترنے لگے ...... یہاں تک کہ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گئے ...... اب ان سے فوجی اترے اور چاروں طرف پھیلنے لگے ...... جب سب اتر چکے تو اچانک ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔

جونہی فائرنگ ہوئی ...... ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگے ...... شاید پائلٹوں کو اندر ہی بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا تھا ...... خطرہ محسوس کرتے ہی وہ اوپر اٹھے ...... لیکن ساتھ ہی خان رحمان نے ان کو نشانہ بنانا شروع کیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے پانچوں ہیلی کاپٹر مار گرائے ...... ان کے

malikjr www.urdufanz.com

ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... پھر ان فوجیوں کا صفایا شروع ہوا...... وہ کھلی جگہ پر تھے جب کہ اس فوج کے زیادہ تر آدمی مارے گئے...... باقی سر پر پیر رکھ کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

جب وہ بالکل غائب ہو گئے تو ان میں سے نصف ساتھی مورچوں سے نکل کر ہیلی کاپٹروں کی طرف بڑھے...... اس بار ہیلی کاپٹروں کو آگ نہیں لگی تھی...... انہوں نے ان کی رسیاں بھی حاصل کر لیں...... پھر سب مورچے میں جمع ہوئے۔

"اب تو اس بات کا زبردست امکان پیدا ہو گیا ہے کہ ہم سرلاس پر اتر سکتے ہیں"۔

"ہاں بالکل" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر وہ غار میں داخل ہوئے...... منور علی خان کو لکڑیوں کا سٹریچر بنا کر اس پر لٹایا گیا تھا اور مل کر اٹھایا گیا تھا...... یہ کام بھی کافی دشوار ثابت ہوا...... لیکن انہیں کرنا تھا...... آخر وہ انہیں لیے غار تک پہنچ ہی گئے...... ادھر اب لڑاکا طیاروں کی گھن گرج سنائی دے رہی تھی...... گویا ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے بعد انہوں نے اب طیارے بھیجے تھے...... لیکن اب وہ ان طیاروں کے خطرے سے فارغ ہو چکے تھے...... وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

جونہی وہ غار میں داخل ہوئے...... گوریلا ان کے سامنے آکھڑا ہوا...... ان کے ساتھی ڈر گئے۔

"اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں...... یہ ہمارا دوست ہے"۔ فرزانہ نے بلند آواز میں کہا اور آگے نکل آئی...... فرحت اور رفعت بھی آگے آ گئیں۔

گوریلا انہیں دیکھ کر مسکرایا اور ان کے آگے چلنے لگا...... وہ انہیں اس سمت میں لے جانا چاہتا تھا...... لیکن انہوں نے اشاروں میں اسے بتایا کہ وہ کس سمت میں جانا چاہتے ہیں...... اس پر وہ خوف زدہ ہو گیا اور لگا زور زور سے کانپنے...... اور انکار میں ہاتھ ہلائے...... جیسے کہ رہا ہو۔

"نن نہیں...... نہیں...... اس طرف نہ جائیں...... اس طرف موت ہے...... صرف موت"۔

☆☆☆

"وہ مسکرادیئے...... انہوں نے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں جانا ہی ہوگا...... پھر وہ چل پڑے...... گوریلا بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا...... غار کے دوسرے دہانے پر آکر انہوں نے رسی کی سیڑھیوں کو آپس میں جوڑا...... پھر منور علی خان کی رسی بھی ان کے ساتھ باندھی گئی...... سیڑھی اوپر والے حصے پر رکھی گئی...... منور علی خان والی رسی نچلے حصے پر لٹکائی گئی...... لیکن لٹکانے کے بعد بھی انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ رسی نیچے تک پہنچ سکی ہے یا نہیں۔

"اب یہ کیسے معلوم ہو"۔

"کوئی ایک بندہ اس کے ذریعے اتر کر دیکھے...... تب معلوم ہوگا" آصف مسکرایا۔

"اور وہ ایک بندہ میرے علاوہ کون ہوگا" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

malikji www.urdufanz.com

سب لوگ مسکرادیئے...... آخر فاروق نے اللہ کا نام لے کر رسی کی سیڑھی پر پاؤں رکھ دیا...... انہیں خدا حافظ کہا اور نیچے اترنے لگا......

ایسے میں گوریلا بہت زور سے چیخا...... جیسے اسے جانے سے روک رہا ہو...... انہوں نے رخصتی انداز میں ہاتھ ہلادیئے۔

اب سب کی نظریں نیچے کی طرف تھیں...... غار کا دہانہ بہت لمبا چوڑا اور اونچا تھا...... وہ سب ایک وقت میں دہانے پر ٹک کر نیچے کا منظر دیکھ سکتے تھے۔

"اگر رسی نیچے تک پہنچ گئی تو میں اتر جاؤں گا...... بتانے کے لیے واپس نہیں آؤں گا" فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے...... ہم رسی ڈھیلی ہوتے ہی جان لیں گے کہ تم اتر گئے ہو"۔

"او کے"۔

وہ نیچے اترتا چلا گیا...... یہاں تک کہ رسی کی سیڑھی ختم ہوگئی۔

اب منور علی خان کی رسی شروع ہوئی...... رسی کی سیڑھی کے ذریعے اترنا اس کی نسبت کہیں آسان تھا...... اصل مشکل کام اب شروع ہوا...... فاروق نے نیچے دیکھا...... رسی کا دوسرا سرا نظر نہیں آرہا تھا...... اسے پسینہ آگیا...... دل دھک دھک کرنے لگا...... پھر اس نے خود پر قابو پالیا اور اللہ کا نام لے کر رسی پر اترنے لگا...... اب اسے اوپر والے لوگ نظر نہیں آرہے تھے...... اسے معلوم نہیں تھا...... نیچے کیا

ہے...... وہ کس جگہ اترے گا...... اتر سکے گا یا نہیں...... رسی کا آخری سرا آنے پر اس پر کیا بیتے گی...... یہ کچھ معلوم نہیں تھا...... لیکن بہر حال اسے اترنا تھا۔

اور پھر رسی کا سرا بھی آگیا اس کا ایک پاؤں جب جھول کر رہ گیا...... دوسرا پاؤں رسی کے آخری سرے پر لٹکا رہ گیا...... اس کے نیچے آنکڑا تھا...... آنکڑے والا سرا نیچے رکھا گیا تھا...... تاکہ اس پر لٹک سکیں...... اب اس نے اللہ کا نام لے کر صرف ہاتھوں سے رسی کو پکڑا اور پاؤں نیچے لٹکا دیئے...... آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ آنکڑے تک آگئے...... اور پیر پھر بھی زمین سے نہ لگے...... اب تو وہ پریشان ہو گیا...... اس نے دیکھا...... زمین کا دور دور تک پتہ نہیں تھا...... گویا رسی ابھی ناکافی تھی...... اسے اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی...... اب وہ پھر اوپر سرکنے لگا...... یہاں تک کہ اس کے پاؤں آنکڑے پر آگئے...... اب اوپر چڑھنا پہلے کی نسبت کچھ آسان ہو گیا...... لیکن صرف رسی پر اوپر چڑھنا پھر بھی حد درجے مشکل کام تھا...... اور جب رسی کی سیڑھی تک وہ آگیا تو اس کی جان میں جان آئی...... اب کام آسان تھا...... پھر آخر کار وہ اوپر پہنچ گیا۔

اس کے تمام ساتھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے...... اور وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا...... کسی میں کچھ کہنے کی ہمت نہیں تھی...... کیونکہ وہ جان گئے تھے...... رسی نیچے تک نہیں پہنچ سکی تھی۔

"اب...... اب؟" خان رحمان نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہمیں واپس جانا پڑے گا...... ہماری تلاش میں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ آئیں گے...... پولیس آئے گی...... گاڑیاں آئیں گی...... کسی نہ کسی طرح رسیوں کا انتظام ہو ہی جائے گا"۔

"اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستا نہیں"۔

انہیں دھکا سا لگا...... گویا اب تک کی محنت برباد گئی تھی...... مرتے کیا نہ کرتے واپس چلے...... پھر پہلے دہانے تک آئے...... گوریلا ساتھ تھا...... انہوں نے اسے جانے کے لیے کہا بھی...... اشاروں میں سمجھایا کہ ان کے تو کام ایسے ہی ہوتے ہیں...... لہٰذا وہ جائے اور اپنا کام کرے...... لیکن اس نے انکار میں سر ہلا دیا...... اور پھر وہ پہلے دہانے پر آگئے...... ادھر اب جہاز ہیلی کاپٹر اور پیدل فوج بری طرح گشت کر رہے تھے...... یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی میدان جنگ ہو۔

"اب اتنی لمبی چوڑی فوج کا کیا کریں" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"رات ہونے دیں"۔

"رات ہونے دیں...... پھر کیا ہوگا"۔

"رسی چرا کر لاؤں گا میں" انہوں نے کہا۔

"گویا آپ اکیلے جائیں گے" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اچھا خیر...... انسپکٹر جمشید کو ساتھ لے جاؤں گا"۔

"ہاں! اکیلے جانا تو ٹھیک نہیں" خان رحمان نے تائید کی۔

malikji www.urdufanz.com

رات کو وہ غار سے نکل کر وادی میں اتر گئے...... وہاں کئی ہیلی کاپٹر کھڑے نظر آئے...... فوجی گہری نیند ادھر ادھر بکھرے ہوئے سو رہے تھے...... گویا وہ اس پوری وادی کو چھان چکے تھے اور غالباً غار کو بھی دیکھ چکے تھے...... صرف باہر سے غار کے اندر جانے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔

اور پھر وہ رسی کی سیڑھیاں چرانے میں کامیاب ہو گئے...... اس طرح وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آگئے۔

رسی کی سیڑھیاں دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔

"لیکن ابا جان؟" فرزانہ بول اٹھی۔

"لیکن کیا...... یہ اس موقعے پر لیکن کہاں سے ٹپک پڑا" آفتاب نے منہ بنایا۔

"جب وہ ہیلی کاپٹروں میں رسی کی سیڑھیاں نہیں پائیں گے...... تو ایک بار پھر ہماری تلاش شروع کریں گے اور غالباً غار کا رخ کریں گے"۔

"ہاں...... اس کا کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا"۔

"اس راستے کے نشانات مٹانا پڑیں گے...... یہ کام ہم گوریلے سے لیں گے...... گوریلے کو غار کے دہانے پر بٹھا دیں گے...... یا پھر کچھ بے ہوش بچھو...... اس راستے پر بکھیر دیں گے"۔

"بے ہوش بچھو ہم کہاں سے لائیں گے" مکھن نے حیران ہو کر

پوچھا۔

"بھئی بے ہوش کر دیں گے انہیں...... پروفیسر انکل کے لیے یہ کیا مشکل ہے"۔

"ہوں! بہت خوب"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا...... بچھوؤں والی سمت میں گئے...... بچھوؤں پر شعاعی پستول سے فائر کیا...... ان گنت بچھو مر گئے...... بے شمار بدحواس ہو کر بھاگے...... ایک ہاتھ پر دستانہ چڑھا کر پلاسٹک بیگ میں مردہ بچھو بھرے گئے اور پھر لا کر اس راستے پر بکھیر دیئے گئے...... جس سے آگے انہیں جانا تھا اور گوریلے کو سمجھا دیا گیا کہ وہ غار کے دہانے پر رہے...... ورنہ دشمن غار میں آجائیں گے اور مشکل ہو جائے گی...... گوریلے کی سمجھ میں یہ بات آگئی...... اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا...... اب وہ رسی کی سیڑھیاں لے کر پھر دوسرے دہانے پر آئے...... یہ فاصلہ اتنا کم نہیں تھا...... آنے جانے اور بچھوؤں والے حصے کی طرف جا کر آنے میں انہیں کئی گھنٹے لگ گئے...... تاہم دوسرے دہانے تک پہنچ ہی گئے...... اب انہوں نے وہ سیڑھیاں بھی باندھیں اور نیچے لٹکا دیں۔

"اب...... اب کون جائے گا...... فاروق کو بھیجنا تو ٹھیک نہیں...... یہ تھکا ہوا ہے"۔

"کوئی بات نہیں...... میں ہی چلا جاتا ہوں" فاروق نے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"نہیں...... میں جاؤں گا" آفتاب نے اٹھ کر کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا فاروق...... تم بہت تھکے ہوئے ہو...... ہاتھ چھوٹ گئے تو"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی"۔

اب پہلے دن نکلنے کا انتظار کیا گیا...... پھر آفتاب نیچے اترنے لگا...... سب اس کی طرف اس وقت تک دیکھتے رہے...... جب تک کہ وہ نظر آتا رہا...... جب نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ان کی نظریں تنی ہوئی رسی پر جم گئیں...... جب تک یہ رسی تنی ہوئی تھی...... آفتاب رسی پر تھا...... اور رسی کے ڈھیلا ہونے پر وہ یہ خیال کرتے کہ وہ رسی سے الگ ہو گیا ہے اور یہی وہ چاہتے تھے...... وہ دعائیں بھی کر رہے تھے کہ اس بار رسی زمین سے لگ گئی ہو۔

ادھر آفتاب رسی کی سیڑھیاں تو آسانی سے اترتا چلا گیا...... جب باری آئی صرف رسی کی تو گویا اس کی جان پر بن گئی...... لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا...... اترتا رہا...... اور پھر اس کے پاؤں آنکڑے سے جا لگے۔

اب جو اس نے نیچے دیکھا تو دھک سے رہ گیا...... صرف پانچ فٹ نیچے زمین تھی...... لیکن وہاں ایک گنجا آدمی کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آسمان سے ٹپکے ہو کیا"۔

"یہی کہا جا سکتا ہے...... لیکن میں آسمان سے گرا نہیں...... نہ کھجور

malikji www.urdufanz.com

میں اٹکا ہوں"۔

یہ کہہ کر آفتاب نے رسی چھوڑ دی اور دھم کر کے اس کے نزدیک گرا...... گرتا وہ اس کے اوپر لیکن...... گنجا فوراً چھلانگ لگا گیا۔

"آپ کی تعریف" آفتاب نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا...... ساتھ میں اس نے آس پاس دیکھا وہ ایک چھت پر تھا۔

"سر لاس کا ایک شہری...... تم کون ہو اور کہاں سے چلے آ رہے ہو؟" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی...... کیونکہ شاید یہ اس کی زندگی کا انوکھا ترین واقعہ تھا۔

"سیدھا اوپر سے چلا آ رہا ہوں...... آپ مجھے بن بلایا مہمان کہہ لیں"۔

"بن بلائے مہمانوں کی خاطر تواضع یہاں جوتوں اور ڈنڈوں سے کی جاتی ہے"۔

"نظر تو نہیں آ رہے؟" آفتاب مسکرایا۔

"کیا نظر نہیں آ رہے"۔

"ڈنڈے اور جوتے"۔

"فکر نہ کرو...... ابھی بے شمار نظر آئیں گے...... بے بھاؤ کے پڑیں گے"۔

"او ہو اچھا...... کمال ہے...... اور کیا چیزیں یہاں بے بھاؤ ہیں"۔

"جیلیں...... حوالاتیں...... مار پیٹ...... غرض ہر چیز بے بھاؤ

malikji www.urdufanz.com

ملے گی"۔

"بہت خوب...... ہاں کیا آپ کو"۔

"چور ہو گیا"۔

"چور اتنی اونچائی سے نہیں آیا کرتے"۔

"ہاں! اسی بات پر تو میں حیران ہوں...... آخر یہ رسی کہاں سے آ رہی ہے"۔

"یہ وہاں سے آ رہی ہے...... جہاں سے میں آ رہا ہوں" وہ مسکرایا۔

"یہ کیا جواب ہوا؟" اس کا منہ بن گیا۔

"آپ خود اوپر دیکھیں...... آپ کو کیا نظر آتا ہے"۔

"اوپر...... اوپر پہاڑ ہے" اس نے منہ بنایا۔

"اور پہاڑ کے اوپر؟" آفتاب مسکرایا۔

"پہاڑ کے اوپر آسمان"۔

"اب یا تو میں اس پہاڑ پر سے آ رہا ہوں...... یا آسمان سے...... اگر آسمان سے گرا ہوتا تو کھجور میں اٹکا ہوتا...... لیکن میں کھجور میں نہیں اٹکا...... اس لیے ثابت ہوا پہاڑ سے آیا ہوں یا گرا ہوں...... اور اس چھت پر آ ٹپکا ہوں...... گویا ابھی نیا محاورہ یوں بنے گا...... پہاڑ سے گرا چھت میں اٹکا"۔

"نہیں نہیں...... تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو...... میں نے اس قدر بے تکی باتیں آج تک نہیں سنیں"۔

"یہ تو پھر اچھی بات ہو گئی" آفتاب بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"اچھی کیسے ہو گئی" اس کا منہ اور بھی بن گیا۔

"وہ ایسے جناب کہ آپ نے بالکل نئی قسم کی باتیں سن لیں"۔

"جلدی بتاؤ...... ورنہ میں پولیس کو بلاتا ہوں"۔

"تب پھر آپ مجھے ذرا بیٹھنے کی اجازت دیں...... بہت دور سے چلا آ رہا ہوں...... بہت تھک گیا ہوں"۔

"چلیے کہاں آ رہے ہو...... تم تو اتر کر آ رہے ہو...... یہ رسی مجھے نظر آ رہی ہے"۔

"تب پھر آپ خود غور کر لیں...... رسی کا دوسرا سرا آپ کو نظر آ رہا ہے"۔

"نن نہیں" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"تو ثابت ہوا...... میں بہت دور سے اترا چلا آ رہا ہوں"۔

"حد ہو گئی" وہ بولا۔

"ہاں! اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"کس میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

"اس میں کہ حد ہو گئی...... یہ حد بس ہو ہی جاتی ہے"۔

"تم تو کر دو گے مجھے پاگل"۔

"اگرچہ میں ایسا چاہتا ہوں...... لیکن کروں گا نہیں" آفتاب پٹ

malikji www.urdufanz.com

سے بولا۔

"کیا...... مطلب...... کیا چاہتے ہو؟ جو کرو گے نہیں" وہ چونک کر بولا۔

"میں یہ چاہتا ہوں...... کہ آپ پاگل ہو جائیں...... لیکن میں ایسا کروں گا نہیں...... اس لیے کہ مجھے دوسروں کو پاگل کرنا نہیں آتا...... نہ میں ایسی کسی دوا سے واقف ہوں جو دوسروں کو پاگل کر دے"۔

"تم سے باتیں کرنا...... اپنا دماغ خراب کرنا ہے...... لہٰذا میں نیچے جا کر پولیس کو فون کر رہا ہوں...... وہ خود تم سے معلوم کر لے گی...... کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو...... ویسے ایک بات یقینی ہے"۔

"چلئے شکر ہے...... آپ کو کوئی بات یقینی تو محسوس ہوئی...... بتائیے...... کون سی بات یقینی ہے"۔

"یہ کہ تم سرلاس کے شہری نہیں ہو"۔

"اگر میں سرلاس کا شہری ہوتا تو اوپر سے کیوں آتا...... پھر تو میں نیچے سے بھی آسکتا تھا"۔

"کک...... کیا مطلب...... اس کا مطلب ہے...... میرا اندازہ درست ہے"۔

"سو فیصد...... اندازے لگانے میں آپ بہت ماہر نظر آتے ہیں"۔

"شکریہ...... لیکن میں اب پولیس کو اطلاع دیئے بغیر نہیں رہ سکتا...... کیونکہ غیر سرلاس کو سرلاس میں آنے کی قطعاً اجازت نہیں

ہے"۔

"آخر یہ کیسا شہر ہے...... جس کا ذکر دنیا کے کسی نقشے میں نہیں ملتا"۔

"یہی تو اس شہر کی کاری گری ہے"۔

"تو کیوں نہ ہم بیٹھ کر پہلے اس شہر کے بارے میں بات کر لیں"۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے"۔

یہ کہہ کر وہ لگا مڑنے...... لیکن آفتاب فوراً لپک کر اس کے راستے میں آ گیا اور اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"مم...... معاف کر دیں جناب...... معاف کر دیں"۔

"کیوں کر دوں معاف...... تم جب تک صاف صاف اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے...... میں اپنے ارادے سے ہرگز باز نہیں آؤں گا"۔

"اچھی بات ہے...... اب میں صاف صاف بات کروں گا...... پہلے تو آپ یہ بتائیں...... آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں"۔

"تمہیں اس سے مطلب؟" وہ اچھلا۔

"مطلب تو خیر ہے...... آپ بتا دیں...... آپ کا کیا حرج ہے"۔

"میرے گھر میں کل چار افراد رہتے ہیں...... میں، میری بیوی اور دو بچے...... ایک لڑکا ایک لڑکی...... تینوں نیچے موجود ہیں اور ناشتا کر رہے ہیں...... جب کہ میں چھت پر صبح کی تازہ ہوا سے ناشتا پہلے کرتا ہوں...... گھر کی چیزوں سے بعد میں"۔

malikji www.urdufanz.com

"چلئے اتنا تو پتا چلا...... اب میں آپ کو اپنی کہانی سناتا ہوں" آفتاب نے اداس لہجے میں کہا۔

"کیا کہا...... کہانی...... اب تم کوئی کہانی سناؤ گے"۔

"ہاں کیا حرج ہے...... سن لیں...... بہت دلچسپ ہے"۔

"ہو سکتا ہے...... وہ مجھے ذرا بھی دلچسپ نہ لگے"۔

"آپ پہلے سن لیں...... یہ فیصلہ بعد میں کریں"۔

"اچھا بابا سناؤ...... ارے...... کک...... کہیں تم...... تم وہی تو نہیں ہو" اچانک وہ خوف زدہ ہو گیا۔

"کون وہ...... وہ تو کئی قسم کے ہوتے ہیں...... ایک وہ ہوتا ہے...... جو عام طور پر عورتیں کہتی ہیں تم بڑے وہ ہو...... ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے...... تم بڑے وہ ہو"۔

"ایک تو تمہاری زبان بہت چلتی ہے"۔

"زبان...... ہاں! میں خود اس کے ہاتھوں تنگ ہوں"۔

"کیا کہا...... زبان کے ہاتھوں...... یہ زبان کے ہاتھ کہاں سے آ گئے"۔

"لو ہو...... وہ...... وہ دیکھیں"۔

آفتاب نے رسی کی طرف اشارہ کیا...... رسی ہل رہی تھی۔

"اس...... اس کو کیا ہوا" اب وہ اور خوف زدہ ہو گیا۔

"آپ نے وہ محاورہ سنا ہے"۔

"کک...... کون سا محاورہ" وہ فوراً بولا۔

"رسی جل گئی پر بل نہ گیا"۔

"یہاں اس محاورے کا کون سا موقع تھا"۔

عین اس لمحے اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں...... رسی کے ذریعے کوئی اور اترتا نظر آ رہا تھا۔

malikji www.urdufanz.com

آسمان سے گرا......

"ارے باپ رے...... یہ اب کون چلا آرہا ہے...... یہ کیا چکر ہے۔" اس نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"بس دیکھ لیں...... یہ ہے خدا کی شان"۔

"کیا...... کیا...... تم...... تم مسلمان ہو...... تب تم ضرور وہ ہو...... جن کے بارے میں ٹی وی پر اعلان کیا گیا تھا...... ارے باپ رے...... مجھے فوری طور پر ایمر جنسی بٹن دبانا ہے"۔

یہ کہ کر وہ کنی کترا کر نکلنے لگا...... لیکن آفتاب نے ایک مکا تاک کر اس کی ناک پر رسید کر دیا۔

یہ بھر پور مکا تھا...... وہ تیورا کر گرا...... ساتھ ہی آفتاب نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا...... کیونکہ وہ چلانے لگا تھا۔

"اگر آواز نکالی...... تو گردن مروڑ دوں گا...... بہت آپ کا لحاظ کر لیا ہے" اس نے سرد آواز میں کہا۔

وہ یک دم ڈھیلا پڑ گیا...... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... اتنے میں

محمود چھت پر آکودا...... اور صورت حال کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"اسے یوں کب تک قابو کیے رکھو گے...... کن پٹی پر ایک ہاتھ دو" اس نے دبی آواز میں کہا۔

"اچھی بات ہے" اس نے کہا اور مکا جڑ دیا۔

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

"تین افراد نیچے ہیں...... کیوں نہ ہم اپنے ساتھیوں کو آنے سے پہلے انہیں باندھ لیں"۔

"مشورہ نیک ہے" محمود مسکرایا۔

"یہ کسی ایمر جنسی بٹن کا ذکر کر رہا تھا...... شہر میں ہمارے بارے میں اعلانات کیے گئے ہیں...... گویا سارا شہر ہماری طرف سے خبر دار ہے...... لہٰذا بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے"۔

"تب پھر ایک دو ساتھیوں کو آلینے دو...... پھر ہم نیچے کارخ کریں گے"۔

"ٹھیک ہے لور میں کہتا ہوں...... اس کی کن پٹی پر ایک مکا اور جڑ دو...... تاکہ یہ ہوش میں نہ آسکے"۔

"فکر نہ کرو...... یہ لو" اس نے کہا اور ایک بھر پور مکا اور دے مارا۔

پھر چھت پر آصف اترا...... اس کے بعد فاروق اترا...... لور اس کے بعد شوکی۔

"ہم تین نیچے چلتے ہیں...... تم یہیں پر رہو" اب محمود نے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"ٹھیک ہے" اس نے سر ہلا دیا۔

محمود نے پہلے آصف اور شوکی کو صورت حال بتائی..... پھر انہیں لے کر نیچے کی طرف چلا..... وہ بالکل دبے پاؤں اتر رہے تھے..... نیچے ایک کمرے سے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں..... انہوں نے اسی کمرے کا رخ کیا..... پھر جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئے..... ان کی عمر کے دو بچے اور ایک عورت بری طرح اچھلے..... اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتے..... تینوں نے ان پر چھلانگ لگائی..... اور انہیں دبوچ لیا..... جلد ہی وہ انہیں بے ہوش کر چکے تھے..... اب انہوں نے کمرے میں رسی تلاش کی..... رسی مل گئی..... اس سے ان تینوں کو باندھا گیا..... پھر وہ اوپر آئے..... وہاں اب خان رحمان بھی آ چکے تھے..... چھت پر پڑے بے ہوش آدمی کو بھی باندھ دیا گیا۔

پھر ایک ایک کر کے وہ سب چھت پر آ گئے..... آخر نیچے پہنچے بے ہوش آدمی کو بھی نیچے لے آیا گیا..... ان چاروں کو انہوں نے اپنے سامنے ہی پڑا رہنے دیا..... تاکہ وہ کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔

اب انہوں نے سارے گھر کا جائزہ لیا..... یہ صرف دو کمروں کا مکان تھا..... ایک ڈرائنگ روم تھا..... فی الحال اس گھر پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا..... گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی موجود تھا..... جس کا مطلب تھا..... اب وہ اطمینان سے بیٹھ کر پروگرام بنا سکتے تھے..... پہلے انہوں نے بیرونی دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ چیک کیں..... جس سے

انہیں فی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا۔

"ذرا ٹی وی لگانا بھئی..... دیکھیں شہر کی کیا خبریں ہیں" ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

جونہی ٹی وی لگایا گیا..... یہ اعلان سنائی دینے لگا۔

"سرلاس کے شہری ہوشیار رہیں..... چند دشمنوں کے شہر میں داخل ہو جانے کا امکان ہے..... وہ ہیں بھی ہم جیسے رنگ اور نسل کے لوگ..... کوئی فرق نہیں ہے..... لباس بھی قریب قریب ہم جیسے پہنتے ہیں..... بس ایک بات نوٹ کر لیں..... وہ تعداد میں 16 ہیں..... ان میں بچے بھی ہیں اور بڑے بھی..... بچوں میں تین لڑکیاں ہیں..... باقی سب مرد ہیں..... ان کے ساتھ عورت کوئی نہیں ہے..... یہ لوگ جونہی کہیں نظر آئیں..... ایمرجنسی بٹن دبا دیں..... وہاں پہنچنا ہمارا کام ہے..... اور ان لوگوں کو گرفتار کرنا بھی..... عوام سے درخواست کی جاتی ہے..... کہ ان سے بھڑنے کی خود کوشش نہ کریں..... وہ بہت خطرناک ہیں..... ویسے شہر میں خاص پولیس کا گشت شروع ہے..... ضرورت پیش آئے تو ان سے بھی مدد لی جا سکتی ہے..... ان سے مدد لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دروازے پر سرخ گول نشان لگا دیں اور بس..... ہم آپ کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے..... اعلان ختم ہوا..... پندرہ منٹ بعد اعلان پھر کیا جائے گا"۔

ٹی وی بند کر کے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

malikji www.urdufanz.com

"گویا انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہم شہر میں داخل ہو گئے ہیں...... یا ہونے والے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم کون سے گھر میں ہیں"۔

"اس کے لیے بہتر یہ رہے گا کہ گھر کے افراد کو ہوش میں لایا جائے...... انہیں صرف زد پر رکھا جائے...... اگر کوئی باہر سے اندر آتا ہے...... یہی اس کا سامنا کریں گے...... اور اس کے بدلے میں ہم انہیں قیدی بنا کر نہیں رکھیں گے...... وہ گھر میں آزاد رہیں گے...... اس طرح باہر والوں کو کوئی شک نہیں گزرے گا...... ہم ایمرجنسی بٹن کو ابھی بے کار کر دیتے ہیں...... تاکہ موقع پا کر وہ کوئی ایسی حرکت کرنے لگیں تو کامیاب نہ ہو سکیں۔

"یہ ترکیب بہترین ہو گی...... کیونکہ اگر گھر کے افراد بندھے ہوں گے اور کوئی آ گیا تو ہم اس کا سامنا کس طرح کریں گے"۔

"او کے...... میں بٹن کو خراب کرتا ہوں...... تم ان لوگوں کو ہوش میں لاؤ اور ان سے کہو...... ذرا جلدی سے کھانا تیار کر دیں...... نیچے اترتے اترتے میری بھوک بالکل کھل گئی ہے" پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا اور سب مسکرانے لگے۔

پھر ان لوگوں کو ہوش میں لایا گیا۔

"تم زندہ رہنا پسند کرو گے یا مرنا...... مرنا بھی اس قسم کا کہ پہلے ہم تم دونوں کے سامنے تمہارے بچوں کو ذبح کریں گے...... پھر اس

عورت کو...... آخر میں باری آئے گی تمہاری"۔

"نن نہیں...... نہیں...... تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو...... ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے" اس نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا۔

"اگر کچھ بگاڑا نہ ہوتا تو اس وقت تم اس حالت میں ہرگز نہ ہوتے"۔

"ہم سمجھے نہیں...... وضاحت کریں...... ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے"۔

"یہ وضاحت ہم بعد میں کریں گے اور آپ مان جائیں گے کہ آپ لوگوں نے ہمارا بہت کچھ بگاڑا ہے' اس وقت تو ہم یہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے یا موت کو گلے لگائیں گے"۔

"نن...... نہیں...... موت کی بات نہ کریں"۔

"چلیں ٹھیک ہے...... ہم زندگی کی بات کر لیتے ہیں...... آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے...... اگر آپ تعاون کریں"۔

"لیکن کس قسم کا تعاون؟"

"پہلی بات یہ کہ کچھ دن کے لیے ہم یہاں رہیں گے...... اس بات کو ہر طرح سے راز رکھنا ہو گا...... باہر سے کوئی آئے تو ہم ایک طرف چھپے رہیں گے...... انہیں یہ نہیں بتایا جائے گا کہ ہم یہاں ہیں"۔

"لیکن اگر کوئی اندر آ گیا تو؟"۔

"وہ بعد کی بات ہے"۔

maliKji www.urdufanz.com

"پولیس نے تلاشی شروع کر دی تو"

"پولیس اندر آئے گی تو آپ اسے کچھ نہیں بتائیں گے..... صرف یہ کہیں گے کہ تلاشی لے لیں آپ..... پھر جب پولیس تلاشی لے گی تو ہم اس سے خود نمٹ لیں گے..... آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا"۔

"اچھی بات ہے..... سودا منظور بدلے میں ہم آپ لوگوں کو جان سے نہیں ماریں گے..... عام طور پر ہم ان لوگوں کو کچھ نہیں کہتے جن سے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہو..... یعنی بلاوجہ خون نہیں بہاتے..... ہاں اپنے دین کے دشمنوں کو ہم برداشت بھی نہیں کرتے..... آپ ان باتوں کا خیال رکھے گا..... اب بتائیں، آپ کے نام کیا ہیں"۔

"میرا نام رائے بہادر ہے..... یہ میری بیوی ہے..... کملا نام ہے اس کا اور یہ لڑکا ہے..... راجیش بیٹی کا نام سیتا ہے"۔

"چاروں ہندو ہیں"۔

"ہاں بالکل" اس نے کہا۔

"کیا اس شہر کے سب باشندے ہندو ہیں"۔

"ہاں..... سب ہندو ہیں"۔

"کبھی کوئی غیر ہندو دیکھنے میں آیا یہاں"۔

"ایسا آدمی شہر کی انتظامیہ کا مہمان ہو سکتا ہے"۔

"گویا یہاں مہمان بھی آتے رہتے ہیں" انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

"ہاں بالکل آتے ہیں..... بلکہ اکثر آتے ہیں"۔

"تو وہ کس راستے آتے ہیں"۔

"شار جستان کے راستے اور کون سے راستے"۔

"آپ کا کیا خیال ہے..... یہ شہر سرلاس کون سے ملک میں واقع ہے"۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے..... شار جستان میں ہے" اس نے منہ بنایا۔

"خوش فہمی میں مبتلا ہیں آپ بلکہ آپ کی حکومت نے آپ کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"ہم سمجھے نہیں..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"یہ شہر شار جستان میں نہیں ہے"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"بات یہی ہے..... یہ پاک لینڈ کا علاقہ ہے"۔

"نن نہیں..... نہیں..... اگر یہ علاقہ پاک لینڈ کا ہوتا تو کبھی تو پاک لینڈ کی پولیس نظر آتی یہاں"۔

"اس کی وجہ ہے" وہ مسکرائے۔

"اور کیا..... یہاں تمام لوگ شار جستانی ہیں..... ہماری حکومت کو اس شہر کے بارے میں پتا ہی نہیں تھا"۔

"اوہ نہیں" وہ چلائے۔

malikji.www.urdufanz.com

"اور جب پتا چلا تو وہ اس شہر پر قبضہ نہ کر سکے...... ان لوگوں نے کچھ اس قسم کے انتظامات کر رکھے ہیں۔

"یہ باتیں ہمارے لیے بالکل نئی ہیں"۔

"آپ نے کچھ دن پہلے ایسے قیدیوں کے بارے میں سنا ہو گا...... جنہیں حوالات میں بند کر دیا گیا تھا اور وہ فرار ہو گئے تھے"۔

"بالکل سنا تھا...... تو پھر"۔

"وہ ہم تھے جو فرار ہوئے تھے"۔

"کیا...... نہیں" وہ چلا اٹھے...... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"ہم فرار تو ہو گئے...... لیکن پھر فوج کی موجودگی میں بھی اس شہر میں داخل نہیں ہو سکے...... انہوں نے ہمارے دارالحکومت کی ایک اہم عمارت اڑا کر دکھائی...... اس طرح ہم ایسی عمارات بچانے کے لیے اس طرف نہ آ سکے...... لیکن اب ہم شارجستان کے راستے آئے ہیں اور اس طرح آئے ہیں کہ ابھی تک انہیں ہماری آمد کی خبر نہیں ملی"۔

"خبر مل چکی ہے...... ورنہ ٹی وی پر بار بار اعلانات نہ کیے جاتے"۔

"ارے ہاں یاد آیا...... ذرا لگانا بھئی ٹی وی"۔

ٹی وی پھر لگایا گیا...... جلد ہی انہوں نے سنا...... اعلان کرنے والا کہہ رہا تھا۔

"کل صبح سویرے شہر کے تمام گھروں کی تلاشی لی جائے گی۔ اگر وہ لوگ کسی گھر میں چھپے ہوئے ہوں...... تو پہلے ہی بتا دیا جائے......

اگر تلاشی لینے کے وقت وہ لوگ کسی گھر سے برآمد ہوئے تو پھر اس گھر کے لیے بہت خوفناک ہو گا...... اس گھر کے افراد کو بھی ساتھ میں گرفتار کیا جائے گا"۔

"ارے باپ رے" رائے بہادر گھبرا گیا۔

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں...... وہ آپ کو کچھ سزا نہیں دے سکیں گے"۔

"وہ...... وہ کیسے؟"۔

"کل صبح ہم آپ لوگوں کو باندھ دیں گے...... اور خود گھر میں کہیں چھپ جائیں گے...... دروازہ کھلا چھوڑ دیں گے...... پولیس نے اگر ہمیں تلاش کر لیا...... تب بھی وہ آپ کو کچھ نہیں کہہ سکے گی...... اس لیے کہ آپ تو اسے بندھے ملیں گے"۔

"اوہ ہاں! ترکیب زوردار ہے...... لیکن اس طرح آپ کو کیا فائدہ ہو گا...... وہ آپ کو آخر تلاش کر لیں گے"۔

"امید تو ہے کہ نہیں کر سکیں گے"۔

"یہ گھر اتنا لمبا چوڑا نہیں...... نہ اس میں چھپنے کی کوئی جگہ ہے...... پھر آخر آپ کہاں چھپیں گے"۔

"یہ ہمارا کام ہے...... آپ اسے ہم پر چھوڑ دیں"۔

"اچھی بات ہے...... یونہی سہی"۔

"لیکن ایک خیال رہے...... وہ لوگ ہمیں تلاش کر لے اور آپ کو

malikji www.urdufanz.com

کھول کر چلے جائیں گے...... اگر آپ نے ہمارے بارے میں ان لوگوں کو کچھ بھی بتانے کی کوشش کی تو پھر ہم آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"لیکن کیسے...... اس صورت میں تو آپ لوگ پولیس کے قبضے میں ہوں گے...... ہمیں آپ کس طرح مار سکیں گے"۔

"آپ کو دراصل ہمارے بارے میں زیادہ معلوم نہیں...... لیکن اتنا اندازہ تو لگا ہی سکتے ہیں کہ یہ جو بار بار ٹی وی پر اعلانات کیے جا رہے ہیں تو ہماری کوئی تو اہمیت ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے...... آپ اپنا کام کریں...... ہم پولیس کو کچھ نہیں بتائیں گے...... ہاں اس نے خود آپ لوگوں کو تلاش کر لیا تو ہم کیا کر سکتے ہیں اس میں"۔

"کچھ نہیں...... آپ کو ہم کچھ نہیں کہیں گے" وہ مسکرا دیے۔

وہ رات انہوں نے سو کر اور جاگ کر گزاری...... پہلے آدھے آدمیوں نے جاگ کر پھر باقی نے...... اس طرح صبح ہو گئی...... انہوں نے نماز ادا کی...... نماز بھی اسی حالت میں ادا کی گئی کیونکہ گھر کے افراد کوئی شرارت کر سکتے تھے۔

ٹی وی لگا کر خبریں سنی گئیں تو پتا چلا کہ پولیس ہر طرف تلاش شروع کر چکی ہے...... انتظامیہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ شام سے پہلے پورے شہر کی تلاشی لے لیں گے اور مجرموں کو پکڑ لیں گے...... تلاشی لیے بغیر کوئی گھر فارغ نہیں کیا جائے گا...... چاہے وہ کسی کا ہی گھر کیوں

نہ ہو...... مطلب یہ کہ تلاشی ہر گھر کی لی جائے گی...... شہر کے ڈپٹی کمشنر تک کی تلاشی لی جائے گی۔

وہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے...... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی گھر کے افراد کے میک اپ ایک دوسرے پر کیے...... انسپکٹر جمشید کے چہرے پر رائے بہادر کا میک اپ کیا گیا...... محمود اور فرزانہ کے چہرے پر رائے بہادر کے دونوں بچوں کا میک اپ کیا گیا...... اب رہ گئی رائے بہادر کی بیوی...... تو اس کے لیے اخلاق کو چنا گیا...... کیونکہ وہ اس کے قد و قامت کا تھا...... اسے عورت بنایا گیا۔

"بھئی واہ...... تم تو بالکل عورت لگنے لگے" فاروق نے اسے چھیڑا۔

"یہ انکل کی کاری گری ہے" اخلاق نے شرما کر کہا...... باقی لوگ اس کے شرمانے کے انداز پر مسکرا دیے۔

اب گھر میں چار افراد کے مقابلے میں ان کے چار ساتھی اور نظر آنے لگے...... رائے بہادر وغیرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس سارے عمل کو دیکھتے رہے تھے...... ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

"اب اس سے پہلے کہ تلاشی لینے والے آئیں...... ہمیں سب کو چھپ جانا چاہیے...... آئیں بھئی" انسپکٹر کامران مرزا نے باقی سب سے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

"لیکن کہاں؟"

"اوپر چلیں چھت پر"۔

"اوہو...... چھت پر چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے"۔

"اسی لیے تو چھت پر جارہے ہیں" "فکر نہ کریں...... آئیں"۔

ان چار کے علاوہ باقی سب اوپر چلے گئے...... زینے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا...... باہر کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں کیا گیا...... بلکہ چوپٹ کھلا چھوڑ دیا گیا...... اور وہ چاروں گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گئے...... اخلاق باورچی خانے میں کھانا پکانے میں لگ گیا...... بچے سکول کی کتابیں لے کر بیٹھ گئے...... اور رائے بہادر اخبار کے مطالعے میں ڈوب گئے...... اب انہیں انتظار تھا تلاشی لینے والوں کا۔

آخر خدا خدا کر کے دستک ہوئی۔

☆☆☆

تلاش

"بیٹا راجیش...... ذرا دیکھنا...... باہر کون ہے" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا...... تاکہ آواز باہر بھی سنی جا سکے۔

"ہم سکول کا کام کر رہے ہیں باپو...... دروازہ تو کھلا ہی ہے...... آپ یہیں سے پوچھ لیں، کوئی پڑوسی ہوگا...... وہ اندر آجائے"۔

"کون صاحب ہیں بھئی...... آجائیں اندر" وہ پکارے۔

قدموں کی بھاری آواز سن کر انہوں نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

"آپ...... کیا مطلب...... آپ تو پولیس والے ہیں"۔

"ہاں! ہمیں تلاشی لینی ہے...... وہ غیر ملکی یہاں تو نہیں ہیں"۔

"وہ...... جن کے بارے میں بار بار ٹی وی پر اعلان ہو رہا ہے؟" وہ بولے۔

"ہاں وہی"۔

malik11 www.urdufanz.com

"دیکھ لیجیے...... کیا خبر ہماری نظر بچا کر آگھسے ہوں"۔

"آپ نے کسی کو دیکھا تو نہیں"۔

"جی نہیں" وہ بولے۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے"۔

وہ وہیں سے لوٹ گئے...... وہ دل ہی دل میں مسکرا دیے...... تھوڑی دیر میں محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا اب دروازہ اندر سے بند کر دوں"۔

"نہیں...... ابھی یونہی رہنے دو...... اور تم اسی طرح پڑھتے رہو...... اخلاق اسی طرح ہانڈی پکاتا رہے"۔

"پتا نہیں...... وہ کیسی ہانڈی پکائے گا"۔

"جیسی پکے گی...... کھا لیں گے"۔

اور پھر دوبارہ اس طرف کوئی نہ آیا...... آخر دوپہر کا وقت ہو گیا...... اب انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا...... پھر چھت والوں کو نیچے اتر آنے کے لیے کہا گیا...... سب نے مل کر کھانا کھایا...... وہ اس وقت حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے...... جب انہیں اخلاق کا پکا ہوا کھانا بہت مزے کا لگا...... خود رائے بہادر اور اس کے بیوی بچے بھی حیران تھے...... وہ اس بات پر اور زیادہ حیرت زدہ تھے کہ تلاشی لینے والے اوپر کیوں نہیں آئے...... انسپکٹر جمشید نے انہیں بتایا کہ وہ صرف اوپر ہی نہیں آئے...... نیچے بھی وہ دروازے سے آگے نہیں آئے...... انہوں نے

سرے سے تلاشی لی ہی نہیں"۔

"حیرت ہے...... آپ لوگ کمال کے لوگ ہیں...... لیکن اگر وہ اندر آ جاتے...... تو کیا بنتا"؟

"کچھ بھی نہیں...... وہ چھت کا رخ پھر بھی نہ کرتے"۔

"اوہو...... اگر...... اوپر چھت پر چلے جاتے تو کیا ہوتا"۔

"وہی ہوتا جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا"۔

رائے بہادر نے برا سا منہ بنایا اور اپنے بیوی بچوں کی طرف دیکھنے لگا...... اب انہیں کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی...... چاروں پر سکون تھے...... اسی طرح انہوں نے رات کا کھانا کھایا...... عشاء کی نماز ادا کی اور سونے کے لیے لیٹ گئے...... ایسے میں ایک بار پھر دستک ہوئی۔

ان کے دل دھڑکنے لگے...... باقی لوگوں نے فوراً اوپر کا رخ کیا...... انسپکٹر جمشید فوراً دروازے پر پہنچے اور یہ پوچھے بغیر کہ باہر کون ہے...... دروازہ کھول دیا...... ساتھ ہی بولے۔

"جی فرمائیے" پھر چونک کر بولے۔

"اوہ آپ لوگ...... خیریت تو ہے"۔

"ہمیں اطلاعات ملی ہیں...... وہ لوگ اس پاس ہی کہیں اترے ہیں...... پہاڑ کے راستے...... اس محلے کے ہر گھر کی اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے...... لیکن ان لوگوں کا کوئی سراغ نہیں ملا...... بس ایک آپ کا گھر

ہے...... جس کی تلاشی لینے کی ہم نے ضرورت نہیں سمجھی...... اب بھی آپ نے بے دھڑک دروازہ کھول ڈالا...... اس لیے ضرورت اب بھی تلاشی لینے کی محسوس نہیں ہو رہی...... لیکن ہم مجبور ہیں...... ہمارے آفیسر نے حکم دیا ہے...... اس محلے کے سب گھروں کی تلاشی ایک بار پھر لی جائے...... سو ہم معافی چاہتے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں...... گھر آپ کے سامنے ہے"۔

"شکریہ...... آپ ایک طرف بیٹھ جائیں...... ہم خود تلاشی لے لیں گے"۔

"بہت اچھا"۔

اور پھر وہ تلاشی لینے لگے...... نچلی منزل کی انہوں نے ایک ایک چیز کو غور سے دیکھا...... پھر زینے کی طرف آئے...... اب ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔

"اوپر کیا ہے" ایک نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"صرف چھت"۔

"چھت کے علاوہ کوئی کمرہ وغیرہ؟"۔

"جی نہیں...... بس صرف چھت"۔

"اوہ اچھا" یہ کہ کر وہ لگے مڑنے۔

"بہتر ہو گا آپ چھت بھی دیکھ ہی لیں...... کہیں آپ کو تیسری بار نہ آنا پڑ جائے"۔

"اوہ نہیں...... کوئی ضرورت نہیں...... جب اوپر کوئی چھپنے کی جگہ ہی نہیں ہے"۔

"ایک نظر ڈال لیں...... آپ کی مہربانی ہو گی"۔

"اچھا...... آپ کہتے ہیں تو آپ کے اطمینان کے لیے ایک نظر ڈال لیتے ہیں"۔

ان میں سے صرف ایک اوپر چڑھتا چلا گیا...... پھر جلد ہی وہ واپس آتا نظر آیا...... اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں...... چھت پر کوئی نہیں ہے"۔

"چلیے...... اب آپ کو تیسری بار تو نہیں آنا پڑے گا"۔

"نہیں...... بالکل نہیں" وہ مسکرا دیئے اور گھر سے نکل گئے۔

انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا...... چھت والے نیچے آ گئے اور پھر سونے کا پروگرام شروع ہوا...... لیکن ان چار کی نگرانی بھی ضروری تھی...... لہٰذا پہلے خان رحمان ایک تہائی رات تک جاگ کر پہرہ دیتے رہے...... پھر منور علی خان اور آخر میں شوکی...... اس طرح دن نکلا...... انہوں نے ناشتا کیا...... ٹی وی لگا کر خبریں سنیں...... ان لوگوں کے بارے میں اعلان ہوا کہ انہیں جہاں بھی دیکھا جائے...... فوری اطلاع دی جائے...... وہ دن بھی انہوں نے وہیں گزارا...... اب سوال یہ پیدا ہوا کہ نکلا کس طرح جائے۔

"اگر ہم سب کے سب نکلتے ہیں تو یہ چاروں پولیس کو ہمارے

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

بارے میں خبر کر دیں گے...... اور اس طرح ہمارے لیے مشکل پیدا ہو گی...... بلاوجہ ان لوگوں کو ہلاک کرنا ہمیں پسند نہیں...... پھر کیا جائے تو کیا" انسپکٹر جمشید نے پریشان آواز میں کہا۔

"سوچیں...... غور کریں" شوکی بولا۔

سب سوچ میں ڈوب گئے...... آخر فرزانہ نے کہا۔

"ہم سب میں سے کم از کم ایک یہاں رہے گا جو ان کی نگرانی کرے گا"۔

"نہیں...... ہم اپنے ایک ساتھی کو بھی اپنے سے جدا نہیں کریں گے"۔

"تب پھر اس کا حل کیا ہو"۔

"سیدھا سادا سا حل ہے...... ہم رائے بہادر کو ساتھ لے چلتے ہیں...... اگر اس کے گھر والے پولیس کو خبر کریں گے تو ہم رائے بہادر کو مار ڈالیں گے...... یعنی اگر پولیس ہمارے تعاقب میں آئی تو پھر ہم پہلے رائے بہادر کو ختم کریں گے...... اس کے بعد پولیس سے مقابلہ کریں گے" فرحت نے تجویز پیش کی۔

"نن نہیں...... یہ بہت خوفناک ترکیب ہو گی" رائے بہادر نے بوکھلا کر کہا۔

"مجبوری ہے...... اس کے علاوہ کوئی ترکیب نہیں سوجھ رہی"۔

"یہی کرنا ہو گا...... آپ ہمارے ساتھ صرف اس صورت میں

محفوظ رہیں گے...... جب آپ کے گھر والے ہمارے بارے میں پولیس کو نہیں بتائیں گے"۔

"آپ اٹھیں اور ہمارے ساتھ چلیں"۔

"لیکن جانا کہاں ہے"۔

"یہ بات ہم یہاں نہیں بتائیں گے...... باہر چل کر بتائیں گے"۔

"اچھی بات ہے...... کوئی آئے اور میرے بارے میں پوچھے تو بتا دینا کہ میں کام گیا ہوں...... ایک دو دن بعد آؤں گا"۔

"اچھا...... لیکن ہمیں ڈر لگ رہا ہے"۔

"جب تک تم پولیس کو ہمارے بارے میں نہیں بتاؤ گے...... اس وقت تک یہ محفوظ رہیں گے"۔

"آخر آپ کو جانا کہاں ہے...... آپ لوگ کرنا کیا چاہتے ہیں؟" رائے بہادر نے جھلا کر کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم...... ہمیں کہاں جانا ہے...... نہیں معلوم کہ کرنا کیا ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"یہ بات ہوئی یا نہیں ہوئی...... ہمیں یہاں سے نکل کر کہیں جانا ہے...... اور آپ کو ہمارے ساتھ جانا ہے...... اس سے زیادہ ہم آپ کو کچھ نہیں بتا سکتے...... ہمیں خود معلوم نہیں ہے تو بتائیں گے کیا"۔

"اچھی بات ہے...... دیکھا جائے گا...... تم لوگ ان کے بارے میں

malikji www. urdufanz.com

کچھ نہ بتانا...... ورنہ یہ کم از کم مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے“۔

”اچھی بات ہے“ وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر وہ رات کی تاریکی میں گھر سے نکل آئے...... اب ان کے رہنما پروفیسر داؤد تھے...... گھر سے نکلتے ہی انھوں نے اپنی خفیہ جیب سے ایک ننھا سا آلہ نکالا...... اس پر ڈائل بنا ہوا تھا...... ڈائل پر مختلف رنگوں کی سوئیاں نصب تھیں...... اس پر نظر ڈالنے کے بعد وہ بولے۔

”ہمیں اس طرف چلنا ہے“۔

”او کے“ انسپکٹر جمشید بولے اور ان کا قافلہ اس سمت میں چل پڑا...... اس وقت وہ پیدل چل رہے تھے...... سواری کا اول تو انتظام نہیں تھا...... انتظام ہوتا تو بھی اس کو جگہ جگہ روکا جاتا...... چیک کیا جاتا۔

”مسٹر رائے...... اس طرف اس شہر میں کیا ہے“۔

”اس...... اس طرف“ اس نے مارے خوف کے کہا۔

”ہاں! اس طرف کیا ہے“۔

”ن ن نہیں معلوم...... شہر کے کسی آدمی کو معلوم نہیں...... نہ اس طرف کسی کو جانے کی اجازت ہے...... اگر آپ کا پروگرام اس طرف جانے کا ہے تو اس بات کو لکھ لیں...... آپ نہیں جا سکیں گے“۔

”دیکھا جائے گا...... پابندی کہاں سے شروع ہوتی ہے“۔

”وہ جگہ ابھی دور ہے“۔

”تم ہمیں گلیوں سے ہوتے ہوئے اس جگہ تک پہنچا دو...... ہم تمہیں گھر جانے کی اجازت دے دیں گے“۔

”کیا مطلب“ وہ چونکا۔

”جس جگہ سے پابندی کی حد شروع ہوتی ہے...... یعنی جس سے آگے کسی کو جانے نہیں دیا جاتا...... بس وہاں تک ہمیں گلیوں کے ذریعے پہنچا دو...... اس کے بعد تم آزاد ہو گے...... پھر چاہے ہمارے بارے میں پولیس کو بھی بتا دینا“۔

”میں اس وقت بھی پولیس کو نہیں بتا سکوں گا...... وہ میرا جینا حرام کر دیں گے...... وہ کہیں گے...... میں نے اس وقت کیوں نہ بتایا جب وہ میرے گھر میں تھے...... میں لاکھ کہوں کہ میں اس وقت بتانے کی پوزیشن میں نہیں تھا...... وہ نہیں مانیں گے...... کہیں گے...... تم ایمرجنسی بٹن تو دبا ہی سکتے تھے...... وہ تو اس شہر کا ہر آدمی آسانی سے دبا سکتا ہے...... پھر تم نے کیوں نہ دبایا...... لہٰذا میری کوئی بات نہیں سنیں گے اور حوالات میں ڈال دیں گے جہاں مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا...... ہم یہاں کے شہری ضرور ہیں...... لیکن شہری صرف اس لیے ہیں کہ یہ شہر نظر آئے...... اور بس“۔

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

”اچھی بات ہے...... تمہاری مرضی...... ہم تو تمہیں آزاد کر دیں گے“۔

malikji www.urdufanz.com

”ٹھیک ہے...... میں سیدھا اپنے گھر جاؤں گا...... اور چپ سادھ لوں گا...... یہی میرے لیے بہتر رہے گا“۔

”خیر چلو پھر“۔

وہ ان کے آگے چلنے لگا...... ان کا یہ سفر بہت لمبا ثابت ہوا...... اور وہ اس وجہ سے کہ انہیں پیدل چلنا پڑ رہا تھا...... چلتے چلتے وہ سب تھک گئے...... رائے بہادر تو سب سے زیادہ تھک گیا...... اسے اتنا پیدل چلنے کی بھلا کب عادت تھی...... یہ لوگ البتہ اس قسم کے حالات کے عادی تھے۔

آخر خدا خدا کر کے وہ ایک گلی میں رک گیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

”بس جناب! میں اس سے زیادہ آگے نہیں جا سکتا...... اب آپ لوگوں کو خود جانا ہو گا...... آپ یہاں سے سیدھے چلے جائیں...... آگے مین روڈ آ جائے گا...... مین روڈ سے پھر دائیں طرف چلنا ہو گا...... پندرہ منٹ تک چلتے رہیں گے تو پولیس چوکی نظر آئے گی...... اس سے آگے آج تک کوئی شہری نہیں جا سکا...... اس طرف جانے کا راستا بھی بس وہی ہے...... شہر کی کسی اور سمت سے اس جگہ تک نہیں جا سکتے...... جہاں جانے سے روکا جاتا ہے“۔

”کیا آج تک کسی شہری نے وہاں تک جانے کی کوشش نہیں کی“۔

”کسی کو کیا ضرورت ہے اپنی جان گنوانے کی...... اس طرف جانا

جان گنوانا ہے...... یہ شہر کی انتظامیہ کا اعلان ہے...... جو اس طرف جائے گا...... مارا جائے گا...... زندہ لوٹ کر نہیں آئے گا اور تم لوگ بھی“ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

”ہم لوگ بھی کیا“ آصف نے منہ بنایا۔

”تم لوگ بھی زندہ لوٹ کر نہیں آؤ گے“۔

”اور بھی ایسی ان گنت جگہیں ہماری زندگیوں میں آئیں...... جن کے بارے میں ہم سے کہا گیا کہ آپ لوگ وہاں سے زندہ لوٹ کر نہیں آئیں گے...... لیکن اللہ کی مہربانی سے ہم آپ کے سامنے زندہ موجود ہیں...... اور ہو سکتا ہے...... ہم واپسی پر آپ کے گھر آئیں اور آپ کو آ کر بتائیں...... ہم زندہ سلامت لوٹ آئے ہیں...... اور اب رخصت ہو رہے ہیں...... لیکن نہیں...... اس وقت آپ اپنے گھر میں کہاں ہوں گے“۔

”کیا مطلب...... ہم اپنے گھر میں نہیں ہوں گے...... تو کہاں ہوں گے“۔

”آپ وہاں ہوں گے جہاں سے آپ کو بھی کچھ آپ کی خبر نہیں آیا کرے گی“۔

”پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں...... لیکن آپ کی باتیں مجھے پریشان کر رہی ہیں“۔

”تب پھر جا کر اپنی پولیس کو بتا دو...... ہم لوگ یہاں تک پہنچ چکے

malikji www.urdufanz.com

ہیں اور اب آگے جا رہے ہیں"۔

"نن نہیں...... میں ایسا نہیں کر سکتا"۔

"تب پھر جائیں...... عیش کریں...... آپ کے ساتھ ہم خاص رعایت کریں گے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"خاص رعایت کریں گے"۔

"ہاں! آپ کے گھر ~~میں رب ہیں~~...... وہاں کھایا پیا ہے...... لہٰذا آپ کے ساتھ رعایت تو کر سکتے ہیں نا"۔

"آپ لوگ تو اب آگے جا کر پھنس جائیں گے...... آپ تو اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے...... میرے لیے کیا کر سکیں گے بھلا"۔

"یہ وقت بتائے گا"۔

"اور کیا خبر وقت آپ کو یہ بتائے کہ آپ میرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا...... اس کا امکان بھی بہر حال ہے...... اچھا اب آپ رخصت ہو جائیں...... رات کے وقت چونکہ یہاں کوئی گھروں سے نہیں نکلتا...... اس لیے ہم بغیر کسی مشکل کے اور بغیر کسی کے دیکھے یہاں تک آ گئے ہیں...... آپ کو بھی کسی نے نہیں دیکھا...... لہٰذا آپ پر کوئی شک نہیں کرے گا"۔

"شش شکریہ" اس نے کہا اور مڑ گیا۔ اسے ایک بار پھر ایک لمبا سفر پیدل طے کرنا تھا...... گھر پہنچنے کی

لگن اسے تیز چلا رہی تھی...... اگرچہ وہ تھک کر چور ہو چکا تھا...... اور جب وہ گھر پہنچا...... تو اس نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی...... آہستہ سے اس لیے کہ کہیں کوئی دائیں بائیں والا نہ سن لے...... رات کو یہاں گھروں سے نکلنے پر پابندی جو تھی۔

اس نے قدموں کی آواز سنی...... پھر دروازہ کھل گیا...... اسے اپنی بیوی کا چہرہ دکھائی دیا...... وہ فوراً اندر داخل ہو گیا...... اس نے اندر ایک نظر ڈالی۔

"سب خیریت رہی نا"۔

"ہاں! کوئی آیا نہ گیا" بیوی بولی۔

"چلو پھر چل کر سوتے ہیں...... میں تو تھک کر چور ہو گیا ہوں"۔

دونوں اندر بڑھے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی...... دونوں زور سے اچھلے...... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... دونوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا...... اور نفی میں سر ہلا دیے...... پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا...... بیوی وہیں کھڑی رہ گئی۔

ایسے میں اسے خیال آیا کہ اسے پہلی ہی دستک پر دروازہ نہیں کھول دینا چاہیے...... کیونکہ انہیں تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہے تھے...... آخر دوسری بار گھنٹی بجائی گئی...... تب وہ قدم [illegible] آواز پیدا کرتا دروازہ کی طرف چلا...... اور بولا۔

"کون؟"

malikji www.urdufanz.com

"دروازہ کھلوا دو...... باہر پولیس موجود ہے" باہر سے کہا گیا۔

اس کا دل زور سے دھڑکا...... آخر کار اس نے دروازہ کھول دیا...... پولیس فوراً اندر آ گئی...... ان میں ایک آفیسر تھا...... پیچھے اس کے ماتحت...... انہوں نے ایک نظر ان دونوں پر اور پھر گھر پر ڈالی۔

"اس وقت تم کہاں گئے تھے"۔

"مم...... میں" وہ ہکلایا۔

"ہاں! جھوٹ تمہارے لیے نقصان دہ ہو گا"۔

"آپ تشریف رکھیں...... بتاتا ہوں"۔

"نہیں...... اسی طرح بتاؤ" پولیس آفیسر غرایا۔

اس نے فوراً ساری کہانی سنا دی...... کہانی سن کر آفیسر نے کہا۔

"اسے اور اس کی بیوی کو گرفتار کر لو...... پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا دو"۔

یہ کہہ کر وہ وائرلیس پر ان لوگوں کے بارے میں جلدی جلدی خبردار کرنے لگا۔

☆☆☆

شکار

گلی عبور کر کے وہ مین روڈ پر آ گئے اور دائیں طرف مڑ گئے...... مین روڈ بھی بالکل سنسان تھی...... یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مردوں کا شہر ہو...... پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ پولیس چوکی کے نزدیک پہنچ گئے...... دور سے انہیں چوکی نظر آنے لگی...... وہاں پولیس والے موجود تھے اور سڑک پر ٹہل رہے تھے...... اب وہ سینے کے بل رینگنے لگے۔

اسی طرح رینگتے ہوئے آخر کار وہ چوکی کے نزدیک پہنچ گئے...... چونکہ کسی کے آنے جانے کا کوئی امکان تھا ہی نہیں...... اس لیے پولیس والے بالکل بے خبر ہو کر پہرہ دے رہے تھے...... جیسے بس معمول کی کارروائی پوری کر رہے ہوں...... اسی لیے وہ اس قدر نزدیک پہنچ گئے اور انہیں احساس تک نہ ہوا...... عین اس وقت پولیس آفیسر کے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔

وہ چونک اٹھا...... سیٹ فوراً جیب سے نکالا...... اور اس کو آن

maliikji www.urdufanz.com

کرتے ہوئے بولا۔

"یس سر"۔

"سر کے بچے...... وہ لوگ چوکی کے آس پاس پہنچ چکے ہیں"۔

"نن...... ناممکن سر" وہ کانپ گیا۔

"ہوشیار ہو جاؤ...... وہ لوگ تمہاری چیک پوسٹ عبور کر گئے تو یہ تمہارے حق میں بہت برا ہو گا...... اگلی چیک پوسٹ سے گزر گئے تو ان کے لیے برا ہو گا...... ہم اسی وقت خطرے کا سائرن بجا رہے ہیں"۔

اور پھر شہر میں سائرن گونجنے لگا...... سائرن کی آواز نے اس شہر کو اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا...... لوگ بوکھلا کر گھروں سے نکلنے لگے...... لیکن پولیس ساری کی ساری اس وقت شہر کے اس حصے میں تھی جہاں وہ موجود تھے اور پھر پولیس کی بھاری تعداد اور سادہ لباس والوں کی بڑی تعداد وہاں پہنچ گئی...... وہ چاروں طرف پھیل گئے۔

"کیا خیال ہے...... وہ لوگ کہاں ہوں گے...... کیا ان کے چھپنے کی کوئی جگہ ہے آس پاس"۔

"درخت اور جھاڑیوں کے سوا یہاں اور کیا ہے" ایک ماتحت نے کہا۔

"ہوں...... چاروں طرف پھیل جاؤ"۔

"معاف کیجیے گا سر...... کیا یہ بہتر نہیں ہو گا" ایک ماتحت کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں کہو...... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا...... کہ اس وقت فوری طور پر آپ مسٹر روٹان وغیرہ کو خبر کر دیں...... ان کی ہدایات بھی یہی ہیں...... کہ جونہی ان لوگوں کی آمد کی کوئی خبر ملے...... انہیں فوراً اطلاع دی جائے" اس نے جلدی سے کہا۔

"دے دیں گے اطلاع...... پہلے اپنی کوشش کیوں نہ کریں...... کیا خبر ہم ہی انہیں تلاش کر لیں" آفیسر نے منہ بنا کر کہا۔

اور پھر وہ چاروں طرف پھیل گئے...... تین گھنٹے تک مسلسل اس پاس کی جگہ کو چھان مارنے کے بعد بھی جب ان کا کوئی سراغ نہ ملا تو پولیس آفیسر نے سب کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے اشارہ دیا...... سب میدان میں جمع ہو گئے۔

"اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم مسٹر روٹان کو اطلاع دیں" آفیسر نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے سر"۔

"لیکن اس طرح ہم سب پر نزلہ گرے گا...... اعلیٰ آفیسر ہم پر بگڑیں گے"۔

"اس میں ہمارا کیا قصور سر...... جونہی ہمیں اطلاع ملی...... ہم نے ان کی تلاش شروع کر دی"۔

"لیکن مسٹر روٹان کی اس ہدایت پر تو ہم نے عمل نہیں کیا نا"۔

malikji www.urdufanz.com

ملے...... انھیں خبر کر دی

جو نہی ان کے بارے میں کوئی اطلاع

جائے۔" میں انھیں اطلاع دے

"اسی لیے سب کو یہاں جمع کیا گیا ہے......

رہا ہوں کہ ہمیں اسی وقت ان کے اس طرف آنے کی اطلاع ملی ہے۔"

"اوہ ہاں سر! یہ ٹھیک رہے گا...... اس طرح ہم پر کوئی نہیں

بگڑے گا۔"

آفیسر نے اسی وقت ڈپٹی کمشنر کے ایمرجنسی نمبر ڈائل کیے......

ہیلو کہا گیا۔

"سر! ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہو گیا...... انھوں نے جس گھر میں پناہ لی تھی...... اس گھرانے کو بھی ہم نے گرفتار کر لیا ہے...... وہ اڈے کے آس پاس کہیں موجود ہیں...... یہ اطلاع فوراً مسٹر روتان کو دی جائے...... اس لیے کہ ان کی ہدایات یہی ہیں۔"

"ایک منٹ...... مسٹر روتان میرے پاس ہی ہیں۔"

چند سیکنڈ میں روتان کی آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے...... ذرا پھر سے کہنا۔"

یہ آواز سن کر نہ جانے کیوں اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی...... تاہم اس نے جیسے تیسے خبر سنائی...... اس کے خاموش ہونے پر روتان بولا۔

"آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہیں ٹھہریں...... میں آ رہا ہوں۔"

"اوکے سر۔"

ٹھیک بیس منٹ بعد روتان وہاں پہنچ گیا...... وہ سیدھا اس آفیسر کے پاس آ کر رکا اور بولا۔

"آپ کو اس گھرانے پر شک کیسے گزرا۔"

"دن میں ہم نے جب اس گھر کی تلاشی لی تھی...... تو ان کے رنگ کچھ اڑے اڑے تھے...... اسی لیے ہم نے تلاشی بھی دوبارہ لی...... لیکن وہ لوگ وہاں نہ مل سکے...... رات کے وقت مجھے خیال آیا کہ ایک بار پھر تلاشی لی جائے...... شاید اس وقت وہ لوگ وہاں مل جائیں...... سو میں اپنے ساتھیوں کو لے کر اس طرف چل پڑا...... ایسے میں میں نے اسے گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔"

"کیا مطلب...... کسے گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔"

"گھر کے مالک کو۔"

"گویا وہ رات کے وقت گھر سے باہر تھا" روتان اچھل پڑا۔

"ہاں جناب! اسی لیے تو میں نے اسے اندر جاتے ہی دبوچ لیا اور اس سے سچ اگلوالیا...... وہ لوگ اسی کے گھر میں تھے۔"

"اب وہ کہاں ہیں۔"

"کون...... انسپکٹر جمشید وغیرہ؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... وہ گھرانا۔"

"حوالات میں۔"

malikji www.urdufanz.com

"انہیں یہیں بلا لیں...... کیا آپ لوگ آس پاس کی تلاشی لے چکے ہیں"۔

"جی ہاں...... آپ کے آنے سے پہلے ہم نے آس پاس کی تمام جگہ کو دیکھا ہے"۔

"اچھا خیر...... اب پہلے وہ گھرانا میرے پاس آئے گا...... پھر میں حرکت میں آؤں گا...... فون کر دیں...... پولیس اسٹیشن والے خود انہیں یہاں پہنچا دیں گے"۔

"او کے سر"۔

اور پھر رائے بہادر اور اس کے بیوی بچوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

"ہاں! ساری تفصیل سنا دو...... کوئی بات چھپائی تو تمہارے حق میں یہ اور خطرناک ہوگا"۔

"او کے سر" رائے بہادر نے کہا اور تفصیل دہرا دی۔

"گویا تم نے انہیں یہاں تک پہنچایا ہے"۔

"ہاں جناب! یہی بات ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے...... آفیسر...... ان چاروں کو پھر حوالات بھجوا دو"۔

"یس سر"۔

انہیں وہاں سے ہٹا دیا گیا...... اب وہ پولیس چیک پوسٹ کی عمارت میں آ کر بیٹھ گیا...... اور لگا ادھر ادھر فون کرنے...... سب

طرف اطلاع دینے کے بعد اس نے ایک نمبر گھمایا...... سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"شکار آگیا ہے...... شکار کرنا باقی ہے"۔

"ہم آرہے ہیں" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اس نے جگہ بتائی اور فون بند کر دیا...... پھر وہاں موجود پولیس آفیسر اور اس کے ماتحتوں سے بولا۔

"آپ سب یہاں سے فوراً رخصت ہو جائیں"۔

"جی کیا مطلب...... کیا آپ کو ہم لوگوں کی ضرورت نہیں"۔

"نہیں...... وہ جس طرف جائیں گے...... ہم جانتے ہیں...... لہٰذا ہم خود ہی وہاں پہنچ کر ان کا راستا روکیں گے...... اس طرف کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے"۔

"یس سر...... یہ بات تو ہے"۔

اور پھر وہ سب لوگ رخصت ہو گئے...... جلد ہی وہاں تین مرد اور ایک عورت پہنچ گئے۔

"آخر وہ لوگ یہاں تک آ ہی گئے...... حیرت ہے"۔

"یہ لوگ واقعی کمال کرتے ہیں...... ہمارا خیال تھا یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"خیر کوئی بات نہیں...... اب خود ہی پھنس جائیں گے...... یہاں تک آنے والا کب بچ سکا ہے"۔

"ہم یہیں رک کر ان کے چوہے دان میں پھنسنے کا انتظار کریں گے" دوسرے نے کہا۔

malikji www.urdufanz.com

وہ انتظار کرتے رہے...... میز پر ایک آلہ رکھ دیا گیا تھا...... اچانک اس آلے سے خاص قسم کی آوازیں ابھریں۔

"شکار پھنس گیا"۔

وہ چلا اٹھے۔

☆☆☆

کیسی عمارت

رائے بہادر کے جانے کے بعد وہ پروفیسر داؤد کی طرف مڑے۔

"اب ہمیں کس طرف چلنا ہے"۔

"یہاں سے دائیں طرف...... جب تک آلہ ہماری رہنمائی نہ کرے گا...... ہم دائیں طرف ہی چلتے رہیں گے"۔

"اوہ اچھا...... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے پروفیسر صاحب" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

"یہ کہ ہم اس قدر آسانی سے اس اصل جگہ پہنچ جائیں"۔

"دراصل یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم اس شہر میں داخل بھی ہو سکتے ہیں...... ان کا خیال تھا کہ چاہے ہم کچھ بھی کر لیں...... شہر میں داخل نہیں ہو سکیں گے...... اسی لیے یہ شاید لمبی تان کر سو رہے تھے اور بالکل بے فکر تھے...... جب کہ ہم نے شہر میں داخل ہونے کا طریقہ وہ سوچا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا...... دوسرے یہ کہ

malikjr www.urdufanz.com

قدرت نے ہماری مدد کی...... کہ اس غار میں داخل ہو گئے...... ورنہ نہ جانے کتنا بھٹکنا پڑتا...... غار کے بارے میں ان لوگوں کو دراصل کچھ معلوم نہیں ہے...... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان اژدھوں کی وجہ سے انہوں نے اس غار کی طرف کوئی دھیان نہ دیا ہو اور یہ سوچ لیا ہو کہ ہم اژدھوں کو دیکھ کر غار کا رخ ہی نہیں کریں گے...... بہر حال میرا خیال یہی ہے کہ انہیں غار کے راستے کا علم نہیں تھا...... ورنہ وہ اس کو کھلا نہ چھوڑتے...... بم وغیرہ مار کر بند کر دیتے اور ہم ہر گز اس طرف سے شہر میں نہ اتر سکتے"۔

"چلئے خیر...... اب تو اتر گئے ہیں" فاروق مسکرایا۔

اچانک آلے پر اشارہ تبدیل ہو گیا۔

"جمشید...... یہاں سے ہمیں بائیں طرف مڑنا ہے"۔

"یہاں سڑکیں ہی سڑکیں ہیں...... اور کچھ نہیں" شوکی بڑبڑایا۔

"آلہ بتا رہا ہے...... آگے بہت کچھ ہے" پروفیسر داؤد پرجوش انداز میں بولے۔

"تب تو پھر مار لیا میدان" آصف نے خوش ہو کر کہا۔

"میدان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے...... آگے انہوں نے حفاظتی انتظامات کر رکھے ہوں گے"۔

"مشکل ہے...... جب ان کے خیال میں اس طرف کوئی آ ہی

نہیں سکتا تو حفاظتی انتظامات کیا خاک کیے ہوں گے"۔

"ایسی جگہوں پر ہر ممکن احتیاط کی جاتی ہے"۔

"او ہو...... سوئیاں بہت زور سے تھرتھرا رہی ہیں" پروفیسر داؤد کانپ گئے۔

"کک...... کہیں ٹوٹ نہ جائیں" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں؟ مجھے بھی اس بات کا خوف ہے"۔

"اور کیا...... آپ کے پاس بس یہی ایک آلہ ہے" مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں...... ایسے چار آلے اور ہیں" وہ مسکرائے۔

"اوہ...... تب تو ٹھیک ہے" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹھیک نہیں فرزانہ" وہ بڑبڑائے۔

"جی...... کیا مطلب؟" سب بول اٹھے۔

"اگر ایک آلہ ٹوٹ گیا تو پھر ہم باقیوں سے بھی کوئی کام نہیں لے سکتے...... اور جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے ہیں...... سوئیوں کی حرکت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے"۔

"تب تو ہم ضرور کام لے سکیں گے انکل" فرحت بولی۔

"وہ کیسے؟"۔

"ایسے کہ کم از کم اس سے یہ اندازہ تو ہو رہا ہے کہ ہم درست سمت میں جا رہے ہیں"۔

malikjiwww.urdufanz.com

"ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے..... لیکن آگے چل کر اگر سمت تبدیل ہوتی ہے تو اس صورت میں ہم چکرا کر رہ جائیں گے..... کیونکہ یہاں سڑکوں کا جال پھیلا ہوا ہے..... تم لوگ دیکھ نہیں رہے..... ہر طرف سڑکیں ہی سڑکیں ہیں اور کچھ بھی نہیں ہے..... یوں لگتا ہے..... جیسے بے مقصد ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تک سڑکیں بنا دی گئی ہیں"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں..... لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"۔

"آہا..... اب ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی..... وہ دیکھیے..... ایک مستطیل عمارت" رفعت چلائی۔

"مستطیل عمارت" سب کے منہ سے نکلا اور پھر ان کی نظریں عمارت پر جم کر رہ گئیں..... عین اس وقت سوئیاں ٹوٹ گئیں۔

"واہ..... سوئیاں ٹوٹیں بھی تو کس جگہ" پروفیسر ہنسے۔

"اب ہمیں ان کے ٹوٹنے کی کوئی پروا نہیں رہ گئی"۔

"ہاں اور کیا..... شاید ہماری منزل ہمارے سامنے ہے"۔

ان کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے..... یہاں تک کہ وہ اس عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے..... انہوں نے دیکھا..... اس عمارت کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔

"ارے! یہ کیا..... اس میں تو کوئی دروازہ نہیں ہے"۔

"دروازہ ہے..... کسی ریموٹ کنٹرول آلے سے کھلتا ہوگا"۔

"اوہ..... تب پھر ہم کس طرح کھولیں گے اس کو"۔

"پہلے میں اپنا ایک آلہ اور قربان کر دوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے آلہ نکالا..... اس کے ڈائل پر نظریں جما دیں اور پھر آلہ آن کر دیا..... سوئیاں بہت زور سے حرکت میں آئیں اور ٹوٹ گئیں۔

"جمشید..... وہ یہی جگہ ہے..... جہاں ہمیں آنا تھا"۔

"چلیے اتنا تو ہوا..... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں' یہ ایک مستطیل عمارت ہے..... بہت لمبی چوڑی عمارت..... دور تک چلی گئی ہے..... لیکن اس کا نہ کوئی دروازہ..... نہ کھڑکیاں..... نہ روشن دان..... یہ تو بالکل ایک بند ڈبا ہے"۔

"پہلا مرحلہ یہاں پہنچنا تھا..... یہ تو اب ہم دیکھیں گے کہ یہ کیا بلا ہے..... اور اس کے اندر داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے..... آپ پھر اس کو چیک کریں..... ہم یہاں سڑک پر بیٹھتے ہیں..... بہت تھک گئے ہیں"۔

"حیرت کی بات یہ ہے کہ آخر یہ کیسی جگہ ہے..... یہاں تو انسان نام کی کوئی چیز نہیں..... نہ اس عمارت کی حفاظت کے لیے یہاں کوئی نظر آ رہا ہے..... نہ اس میں کام کرنے والے..... سرے سے زندگی کے آثار ہی غائب ہیں" شوکی نے پریشان ہو کر کہا۔

"خیر تو ہے..... تم کچھ زیادہ ہی پریشان دکھائی دے رہے ہو"۔

maliksji www.urdufanz.com

"ہاں! پتا نہیں کیا بات ہے...... میں یہاں پہنچ کر پریشان ہو گیا ہوں"۔

"جب کہ ہم خوشی محسوس کر رہے ہیں...... کہ چلو اس شہر کے اس مقام تک آ پہنچے...... جس کے لیے یہ شہر بنایا گیا ہے" محمود مسکرایا۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے" آصف نے کہا۔

"سچ بات یہ ہے کہ ہم بھی خوشی محسوس کر رہے ہیں...... کیوں جمشید" خان رحمان بولے۔

"اس میں شک نہیں...... لیکن شوکی کی طرح میں خوشی کے ساتھ پریشانی بھی محسوس کر رہا ہوں"۔

"جی...... کیا مطلب...... آپ بھی یعنی کہ پریشانی محسوس کر رہے ہیں" فاروق چلا اٹھا۔

"اور میں بھی" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے...... تب تو ہم سب کو پریشانی محسوس کرنا چاہیے" منور علی خان بولے۔

"یہ ضروری نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اس وقت تک پروفیسر داؤد عمارت کی دیوار کے بالکل نزدیک پہنچ چکے تھے اور تھرمامیٹر قسم کے ایک آلے کو دیوار سے چھو کر دیکھ رہے تھے...... اچانک وہ اچھل کر پیچھے کی طرف آئے اور اگر انسپکٹر کامران مرزا فوراً ان کی طرف دوڑ کر انہیں دبوچ نہ لیتے تو وہ بہت زور سے

گرتے۔

"ک...... کیا ہوا پروفیسر صاحب" وہ گھبرا گئے۔

"م م...... میں نے...... دیوار کو ہاتھ لگا دیا تھا...... اس میں تو بے پناہ کرنٹ دوڑ رہا ہے"۔

"ارے باپ رے...... اب کیا ہو گا"۔

"اب...... اب بھی وہی ہو گا...... جو خدا کو منظور ہو گا" اشفاق بولا۔

"ہاں اشفاق...... بالکل ٹھیک...... ہمیں تو اپنی کوشش کرنا ہے...... یہ دیکھنا ہے کہ یہ ہے کیا اور اگر یہ ہمارے ملک کے لیے نقصان دہ چیز ہے...... تو اس کو تباہ کرنا ہے"۔

"کوشش...... شاید جمشید" پروفیسر داؤد نے کہنے کی کوشش کی۔

"شاید جمشید...... کیا مطلب پروفیسر صاحب" وہ چونکے۔

"شاید ہم اس عمارت کو تباہ نہ کر سکیں...... اس لیے کہ اگر یہ کوئی تباہ ہونے کے قابل چیز ہوتی تو یہاں ضرور اس کی حفاظت کے لیے فورس ہوتی...... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں...... یہاں دور دور تک کوئی نہیں ہے...... اس عمارت کے چاروں طرف صرف سڑکیں ہیں...... اور بس سڑکیں...... سڑکوں کے علاوہ یہاں کچھ نظر نہیں آ رہا"۔

"آپ کی بات میں زور ہے...... لیکن اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں...... ایک تو یہی...... کہ یہ عمارت ان کے خیال میں تباہ ہو ہی نہیں سکتی...... دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں ادھر کوئی آ ہی نہیں

maliKjit www.urdufanz.com

سکتا...... اب چونکہ آپ کو کرنٹ لگا ہے تو یہی کہا جائے گا...... انہوں نے اس کی حفاظت کے انتظامات بھی آٹومیٹک قسم کے کر رکھے ہیں...... کہ انہیں تو کچھ نہ کرنا پڑے اور عمارت محفوظ رہے۔

"سوال یہ ہے کہ یہ ہے کیا بلا...... اس میں کیا ہے"۔

"جب تک ہم اس کے اندر داخل نہیں ہو جاتے...... اس سوال کا جواب کیسے مل سکتا ہے"۔

"تم سب بیٹھ جاؤ...... اور مجھے کوشش کرنے دو" پروفیسر داؤد جھلا کر بولے۔

"جی بہتر!" وہ سہم سے گئے۔

ان کے اس طرح سہم جانے پر پروفیسر مسکرا دیے...... اب وہ پھر عمارت کی دیوار کی طرف بڑھے...... اپنے بیگ سے انہوں نے کئی قسم کے آلات نکالے اور ان کے ذریعے اس کو چیک کرنا شروع کیا...... اب ان کے ہاتھوں پر ایسے دستانے تھے کہ انہیں کرنٹ نہیں لگ سکتا تھا...... دستانے پہننے کے بعد انہوں نے پھر دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا...... کوئی کرنٹ نہ لگا...... اب وہ کچھ مطمئن ہو گئے اور اپنا کام کرتے رہے۔

آخر تھکے تھکے انداز میں پیچھے ہٹ آئے اور ان کے پاس اکڑوں بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگے۔

"کک...... کیا آپ تھک گئے"۔

"نہیں...... میں تھکا نہیں...... لیکن اس عمارت کے خوف نے

میرے سانس بے ترتیب کر دیے ہیں"۔

"عمارت کا خوف...... کیا مطلب؟" فاروق زور سے چونکا۔

"کیوں! کیا ہوا؟" آفتاب نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فاروق مسکرایا۔

"اوہ! دھت تیرے کی...... ہے کوئی تک" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"نہیں...... اس میں شک نہیں...... کہ کوئی تک نہیں ہے" آصف نے فوراً اس کا ساتھ دیا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ" فاروق بھنا کر بولا۔

"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے" آفتاب ہنسا۔

"اب تم سے کوئی مغز مارے" فاروق نے اسے گھورا۔

"تم ہی مارو گے مغز اور کون مارے گا"۔

"ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ بے تکی، بے پایاں اور بے کار کی باتیں کرنے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم سب مل کر پروفیسر صاحب کی کامیابی کے لیے دعا کریں"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"میں مسلسل کوشش کر رہا ہوں...... کہ اس عمارت میں جہاں کہیں بھی کوئی دروازہ ہے...... وہ بس کھل جائے...... اور انشاء اللہ میں

malikji www. urdufanz.com

اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گا...... اس لیے کہ دروازے کھولنے کے تمام آلات میں ساتھ لایا ہوں"۔

"مجھے اندازہ تھا...... سر! اس میں ضرور کوئی ایسی صورت حال پیش آئے گی"۔

"تب تو ہمیں آپ کے اندازے کی داد دینا چاہیے" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ارے تو دے دو داد...... روکا کس نے ہے" پروفیسر خوش ہو گئے۔

"یہی تو مشکل ہے انکل"۔

"کیا مشکل ہے...... مجھے تو یہاں تم لوگوں کے لیے کوئی مشکل دور دور تک نظر نہیں آ رہی"۔

"مطلب یہ تھا کہ ساری کی ساری داد وصول کرنے کا ٹھیکہ تو شاعر حضرات لے بیٹھے...... ایسے میں کیا کروں کیسے آپ کو داد دوں"۔

"اچھا بھائی...... چھوڑو...... رہنے دو...... پیار سے کندھا تھپتھپا دو...... یہی کافی ہے...... یہی داد ہو جائے گی"۔

"لو ہو انکل...... اسی کو تو داد کہتے ہیں" فاروق چلایا۔

"ہائیں کیا واقعی...... اس کو داد کہتے ہیں...... اور شاعر حضرات اس کے لیے مرے جاتے ہیں...... یہ داد تو ہم انہیں ان کے اشعار سنے بغیر بھی دے سکتے ہیں" پروفیسر داؤد خوش ہو گئے۔

"یہی تو مشکل ہے انکل"۔

"اب یہ ایک اور مشکل کہاں سے لے آئے" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"اشعار سنائے بغیر ملنے والی داد سے وہ خوش نہیں ہو سکتے"۔

"خیر چھوڑو...... ہمیں کیا...... یہ ہمارا مسئلہ نہیں...... ہمارا مسئلہ تو اس وقت یہ عمارت ہے"۔

"اس کی طرف میں توجہ دے رہا ہوں...... فکر نہ کرو...... لیکن تم چاروں طرف دھیان رکھو...... کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا" پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا اور جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"کیا نہیں ہو سکتا انکل" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ روتان اور بجران وغیرہ کو ہمارے اس طرف آ جانے کی اطلاع نہ ملی ہو"۔

"ہاں! اس بات کا زبردست امکان ہے اور شاید وہ ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش شروع کر چکے ہوں گے...... لیکن پروفیسر صاحب...... یہ تو آخر کار ہونا ہی ہے نا...... ان لوگوں کو ہمارے مقابلے پر آنا ہی ہے...... ہمیں ان سے مقابلہ کرنا ہی ہوگا"۔

"اور مقابلہ کرنے سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم"۔

"تب پھر ہمیں چاہیے...... اس عمارت کے چاروں طرف نظر رکھی جائے...... نہ جانے وہ کس طرف سے حملہ آور ہوں گے"۔

malikji www. urdufanz.com

"بالکل ٹھیک"۔

انہوں نے اپنے منہ دوسری طرف کر لیے...... کمریں عمارت کی طرف کرلیں اور عمارت کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے...... صرف پروفیسر صاحب عمارت کے پاس کھڑے رہ گئے۔

"ہم چاہتے ہیں پروفیسر صاحب...... ان کے آنے سے پہلے آپ اس عمارت کا دروازہ تلاش کرلیں...... تاکہ ہم اس کے اندر داخل ہو کر دیکھ لیں...... اس میں ہے کیا"۔

"فکر نہ کرو...... میری کوشش یہی ہے...... کیونکہ ان کے آنے پر تو پھر ان سے ٹکرانے کے سوا ہم اور کوئی کام نہیں کر سکیں گے"

پروفیسر مسکرائے۔

"بالکل ٹھیک" وہ ایک ساتھ بولے۔

چند منٹ کے لیے خاموشی چھا گئی...... ہر کوئی سوچ میں ڈوب گیا...... پھر کوئی خیال آنے پر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ایک خیال آیا ہے...... پروفیسر صاحب"۔

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ چونک کر عمارت کی طرف مڑے...... پھر بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔

"ارے!!!"۔

☆☆☆

چوہے دان

ان کا ارے ایسا نہیں تھا کہ سب مڑ کر نہ دیکھتے...... عمارت کے جو دوسری طرف موجود تھے...... وہ بھی اس طرف دوڑ آئے...... انہوں نے دیکھا...... پروفیسر صاحب غائب تھے۔

"پروفیسر صاحب...... آپ کہاں ہیں" وہ بلند آواز میں پکارے۔

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر ان کے چہرے دھواں ہو گئے...... وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے...... پھر عمارت کے چاروں طرف دوڑے...... پروفیسر صاحب کہیں نظر نہ آئے۔

"پروفیسر صاحب" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

ان کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا...... اب تو ان کے رنگ اور اڑ گئے۔

"اب کیا کریں...... انہیں کہاں تلاش کریں"۔

"کہیں بھی نہیں" فرزانہ مسکرائی۔

malikji www.urdufanz.com

"کیا مطلب...... یعنی انہیں تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں" آصف نے اسے گھورا۔

"ہاں! ہوا صرف یہ ہے کہ اچانک وہ کوئی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے اور فوراً ہی وہ اندر داخل ہو گئے...... ہمارے منہ دوسری طرف تھے...... ہم دیکھ نہیں سکے...... اور ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا...... گویا اب وہ اس عمارت میں قید ہیں"۔

"عمارت کے قیدی" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں کہ دو...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" محمود نے جل بھن کر کہا۔

"نن نہیں...... میں یہ نہیں کہوں گا...... اس لیے کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

"ارے لو...... وہ دیکھو...... عمارت کا دروازہ" شوکی چلایا اور پھر بے تحاشہ دروازے کی طرف دوڑ پڑا...... باقی بھی دوڑے۔

آن کی آن میں شوکی اندر داخل ہو گیا...... دروازہ ساتھ ہی بند ہو گیا۔

"اف مالک...... یہ...... یہ کیسی عمارت ہے...... یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے...... کہیں بجران اور روتان ہمارے ساتھ بلی اور چوہے کا کھیل تو نہیں کھیل رہے"۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے...... ہمارے دو ساتھی عمارت کے اندر

پہنچ چکے ہیں اور ہم باہر ہیں...... اب ہم کیا کریں"۔

"شاید ہم یہاں کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں...... سڑکیں بالکل صاف ہیں...... یہاں کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ اٹھا کر دیوار پر ماری جا سکے...... کوئی پتھر وغیرہ ہوتا تو ہم اس کو دیوار پر مار کر دیکھ سکتے تھے...... لیکن ایسا بھی نہیں ہے...... اب کریں تو کیا؟"۔

"صبر" آفتاب نے فوراً کہا۔

"صبر کر لیتے ہیں اور خدا کو یاد کر لیتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔

وہ اللہ کا ذکر دل میں کرنے لگے...... ایسے میں ایک بار پھر دروازہ ملا...... اس بار آصف نے دوڑ لگا دی۔

"ٹھہرو آصف...... ابھی اس میں داخل نہ ہونا" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

ان کا جملہ پورا ہونے سے پہلے آصف اندر جا چکا تھا اور دروازہ بند ہو چکا تھا۔

"دھت تیرے کی...... تیسرا ساتھی بھی گیا...... اب اگر دروازہ کھلے تو کوئی اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کرے...... پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ دروازے میں داخل نہ ہونے کی صورت میں کیا ہوتا ہے...... اور یہ کہ اندر کیا نظر آتا ہے"۔

malikji www.urdufanz.com

پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ کب دروازہ کھلتا ہے...... اس بار انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی نظریں اپنی اپنی گھڑی پر جمی تھیں...... آخر اچانک دروازہ کھلا...... انہوں نے وقت نوٹ کر لیا۔

"کوئی آگے نہ جائے...... پہلے ہم دیکھیں گے"۔

وہ دونوں آگے بڑھے...... جونہی نزدیک پہنچے...... دروازہ بند ہو گیا...... گویا وہ بہت کم وقت کے لیے کھلتا تھا۔

"ضرور وہ ہمارے ساتھ بلی چوہے کا کھیل کھیل رہے ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

تین منٹ بعد دروازہ پھر کھلا...... اب وہ دروازے کے بالکل سامنے اور بالکل نزدیک کھڑے تھے...... اندر انہیں غبار سا نظر آیا...... اس غبار کی وجہ سے اندر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا...... وہ جوں کے توں کھڑے رہے...... پندرہ سیکنڈ تک کھلے رہنے کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔

"تین منٹ بعد دروازہ کھلتا ہے اور پندرہ سیکنڈ تک کھلا رہتا ہے...... غبار کی وجہ سے اندر کچھ دکھائی بھی نہیں دے رہا...... اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم سب اندر چلیں...... پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے...... یونہی سہی"۔

پھر وہ سب باری باری اندر داخل ہوتے چلے گئے...... دوبار میں ہی

سب اندر پہنچ گئے...... لیکن ادھر وہ اندر پہنچے...... ادھر بے ہوش ہو کر گرتے چلے گئے۔

اب عمارت کا دروازہ بند تھا اور وہ سب بالکل بے ہوش پڑے تھے...... غبار کی وجہ سے وہ بے ہوش ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکے تھے...... ان میں سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کو ہوش آیا...... انہوں نے دیکھا...... وہ ایک لمبے چوڑے کمرے میں پڑے ہیں...... ان کے ارد گرد اب بھی وہی غبار موجود تھا...... انہوں نے ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا...... لیکن کچھ نظر نہ آ سکا۔

"کیا باقی لوگ بھی یہیں ہیں"۔

"کم از کم میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہیں ہوں" انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنی۔

"تب پھر آپ میری طرف سرک آئیں"۔

"نہیں آ سکتا" وہ بولے۔

"کیا مطلب؟"۔

"صرف زبان کو حرکت دے سکتا ہوں...... ویسے مجھے ہوش ابھی ابھی آیا ہے"۔

"خود میرا بھی یہی حال ہے" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو...... یہ تو انکل کی آوازیں ہیں" انہوں نے فرحت کی آواز سنی۔

malikji www.urdufanz.com

"اس کا مطلب ہے...... ہم سب یہیں ہیں"۔

"نہ صرف تم یہیں ہو...... بلکہ ہم سب بھی یہیں ہیں" انہوں نے بجران کی آواز سنی۔

"ارے باپ رے...... یہ تو پروفیسر بجران کی آواز ہے" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"صرف پروفیسر بجران ہی نہیں...... میں بھی ان کے ساتھ موجود ہوں" اس بار شارا کی آواز سنائی دی۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"اور جناب...... یہاں میں بھی ہوں...... یعنی روتان"۔

"روتان...... کون سا روتان"۔

"اصل روتان...... اصل روتان تو ہے ہی ایک...... اپنے ہم شکلوں کو تو وہ تم لوگوں کو الجھانے کے لیے ساتھ لاتا ہے"۔

"تو کیا وہ اس بار بھی ساتھ ہیں"۔

"ہاں؟ تین عدد روتان اصلی روتان کے علاوہ یہاں ہیں"۔

"ارے باپ رے...... گویا چھے دشمن موجود ہیں اور یہ عمارت ہے کیسی"۔

"بہت اچھی اور خوب صورت...... اس میں تم ہاتھ پیر ہلانے کے قابل بھی نہیں رہے...... سب سے اچھی بات تو اس میں یہ ہے" بجران کی ہنسی سنائی دی۔

"لیکن یہ عمارت ہے کیا چیز"۔

"ہاں! اب تم لوگ یہاں تک آ گئے ہو تو یہ بھی بتا ہی دیں...... ویسے تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ ہم نے کیوں بنائی ہے"۔

"خیر ایسی بھی بات نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیسی بھی بات نہیں"۔

"یہ کہ ہم اندازہ بھی نہ لگا سکے ہوں گے"۔

"تو کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ اندازہ لگا چکے ہیں"۔

"اگر نہ لگا چکے ہوتے تو اس شہر کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہوتے"۔

"بہت خوب! تب پھر بتائیں...... آپ نے کیا اندازہ لگایا"۔

"ایسے مزا نہیں آئے گا...... میں لکھ کر جیب میں رکھ لیتا ہوں"۔

"لیکن ابا جان! آپ لکھیں گے کیسے...... ہم لوگوں کے ہاتھ پیر کام کاج کرنے کے قابل کیسے رہ گئے ہیں"۔

"ہاں! یہ بھی ہے...... تب پھر یہ لوگ ایسا انتظام کریں کہ میں کم از کم لکھنے کے قابل ہو جاؤں"۔

"ضرور کیوں نہیں...... اس ہال سے غبار قدرے کم کیا جا رہا ہے...... آپ لوگ ہاتھ پیر کو حرکت دے سکیں گے...... جونہی انسپکٹر جمشید لکھ کر فارغ ہوں گے...... ہم غبار کی مقدار اتنی ہی زیادہ کر دیں گے"۔

malikji www.urdufanz.com

ان الفاظ کے ساتھ ہی غبار ہلکا ہو گیا...... ان کے جسموں میں جان سی پڑ گئی...... رفتہ رفتہ وہ ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہو گئے۔

"اب لکھ لیں...... کیا لکھنا ہے"۔

"بہت بہتر" انہوں نے لکھا کہا اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔

"آپ کہتے ہیں تو میں بھی لکھ دوں" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں"۔

انہوں نے بھی لکھنا شروع کر دیا...... چند منٹ بعد دونوں نے آواز لگائی۔

"ہمیں جو لکھنا تھا لکھ چکے...... اب پہلے آپ بتائیں"۔

"نہیں...... اتنا کافی ہے" روتان کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب...... کتنا کافی ہے"۔

"جو تم لوگوں نے لکھ دیا...... تمہارے مرنے کے بعد اس کو پڑھ لیں گے"۔

"بہت خوب! یونہی سہی...... اب کیا پروگرام ہے"۔

"بس کچھ نہیں...... اس غبار میں زندگی کے باقی سانس پورے کر لو...... جب تمہارے سانس ختم ہو جائیں گے...... ہم تمہاری جیبوں سے نوٹ بکیں نکال کر تم لوگوں کا خیال پڑھ لیں گے"۔

"مزا نہیں آیا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مزا نہیں آیا...... وہ کیوں؟"۔

"اور کیا آپ کو آیا مزا؟"۔

"آخر کس بارے میں"۔

"اس بارے میں کہ ہمارا آپ کا آپس میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا...... ہم بلا مقابلہ مر جائیں گے"۔

"ہاں! یہ صورت حال مزے دار تو نہیں ہے...... لیکن مجبوری ہے...... ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے"۔

"کس سلسلے میں؟"۔

"لڑائی بھڑائی کے سلسلے میں...... اس بار ہمیں اس کی اجازت نہیں دی گئی...... بڑی طاقتوں کا کہنا ہے کہ مقابلے کے دوران آپ لوگ کوئی نہ کوئی ایسی چال چل جاتے ہیں...... کوئی نہ کوئی ایسا عقلی گدا استعمال کر جاتے ہیں کہ پانسہ پلٹ جاتا ہے...... ہم جیتی ہوئی بازی ہار جاتے ہیں...... اب اس وقت کی صورت حال کو دیکھ لیں...... کتنی بڑی زور دست کوششوں کے بعد آپ لوگ یہاں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں...... لیکن یہاں آکر بالکل چوہوں کی طرح پھنس گئے...... اب ہمیں کیا ضرورت ہے...... پنگا مول لینے کی...... جب آپ لوگ قابو میں آگئے...... یہ منصوبہ محفوظ رہ گیا...... تو ہم کیوں خطرہ مول لیں"۔

"بات معقول ہے...... لیکن ہم تو یہی کہیں گے نا...... مزا نہیں

maliKji www.urdufanz.com

گیا"۔

"نہیں گیا تو نہ سہی...... کوئی ہم نے ٹھیکا نہیں لے رکھا...... آپ کے مزے کا" روٹان نے منہ بنایا۔

"لو کے...... یہ ہماری زندگی کی آخری مہم تھی...... اب ہم اس منزل سے رخصت ہو جائیں گے...... ہماری جیبوں میں پڑی نوٹ بکیں اس بات کی گواہ ہوں گی کہ اس منصوبے کی تہ تک بھی آخر کار ہم پہنچ گئے تھے...... بس کمی رہ گئی تو اتنی کہ اس عمارت میں سوچے سمجھے بغیر داخل ہو گئے۔

"عمارت میں داخل نہ ہوتے...... تب بھی تم لوگوں کے لیے موت ہی تھی" بجران ہنسا۔

"وہ کیسے؟"۔

"عمارت سے باہر بھی تم لوگوں کے لیے پنجرے تیار تھے...... تم ان میں ہر حال میں گرتے اور پھنس جاتے...... وہ پنجرے ایسی جگہ تھے کہ تم لوگ اس جگہ ضرور توجہ دیتے اور وہاں صرف قدم رکھنے کی دیر ہوتی...... پنجرے تم پر آگرتے"۔

"گویا ہم پنجروں سے بچے ہال میں پھنسے" فاروق بولا۔

اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے...... اس لیے کہ ان حالات میں بھی فاروق کی مزاح کی حس باقی تھی۔

"اور یہ بھی سن لو...... اگر کسی طرح تم اس عمارت سے نکل

جاؤ...... تب بھی ان پنجروں میں ضرور پہنچو گے"۔

"اچھا اللہ مالک ہے...... اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"ویسے تو یہ بھی کم نہیں...... تم لوگ یہاں تک پہنچ گئے...... ہمارے نزدیک تو اس کا بھی امکان نہیں تھا"۔

"چلیے خیر...... آپ لوگوں نے اتنا تو مانا"۔

"آئیے مسٹر روٹان چلیں...... اب ہم یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک مسٹر بجران"۔

"ارے ارے...... آپ بھول رہے ہیں" شارا ہنسی۔

"کیا مطلب میڈم شارا...... ہم کیا بھول رہے ہیں" روٹان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"غبار کی جو مقدار کم کی ہے...... وہ پوری کرنا...... ورنہ اس قدر کم غبار میں تو یہ نہیں مریں گے"۔

"بہت خوب بات یاد دلائی...... ورنہ یہ تو کر دیتے سارا منصوبہ چوپٹ"۔

اور پھر غبار اتنا ہی گہرا ہو گیا...... ساتھ ہی ان کے جاتے قدموں کی آواز سنائی دی...... وہ جاتے ہوئے قہقہے بھی لگا رہے تھے۔

پھر آوازیں ختم ہو گئیں۔

"ہم کم از کم رینگ کر ایک دوسرے کے پاس تو آ سکتے ہیں"

پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"ہاں انکل کیوں نہیں...... اس لکھنے کا اتنا تو فائدہ ہوا"

پھر وہ ایک دوسرے کے بالکل ساتھ آکر لیٹ گئے...... وہ اب بھی صرف چھو کر ایک دوسرے کو محسوس کر سکتے تھے۔

"یہ...... یہ میرے اس طرف کون ہے بھلا" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"مم...... میں...... ہوں ابا جان" محمود کی آواز سنائی دی۔

"اوہ...... اور تمہارا سر میرے پیروں کی طرف ہے شاید"۔

"جج...... جی ہاں"۔

"اور تمہارے پیر میرے سر کی طرف ہیں" وہ بولے۔

"جی ہاں! لیکن اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"ہاں واقعی...... اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"کیا ہمارا آخری وقت آگیا ہے انکل" شوکی کی حسرت زدہ آواز سنائی دی۔

"یہ تو اللہ کو پتا ہے"۔

"تب پھر ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں...... وہ ہی زندگی اور موت کا مالک ہے...... اگر ہماری موت اسی طرح لکھی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں...... ہمیں اللہ کا ذکر کرنا چاہیے"۔

وہ اللہ کا ذکر کرنے لگے...... اس طرح بھوکے پیاسے نہ جانے

انھیں کتنے گھنٹے گزر گئے...... ایک تو غبار ان کی جانیں نکالے دے رہا تھا...... دوسرے بھوک پیاس انھیں ستا رہی تھی...... پروفیسر داؤد کی وجہ سے ان میں سے کسی نے بھی بھوک کا ذکر نہیں کیا تھا...... کیونکہ اس طرح ان کی بھوک اور چمک اٹھتی...... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"جمشید!"۔

"ہاں...... پروفیسر صاحب؟"۔

"مم...... مجھے" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"مم...... مجھے کیا پروفیسر صاحب؟"۔

"مم...... مجھے بھوک لگی ہے"۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

بھوک تو سبھی کو لگی تھی...... اب جب کہ پروفیسر صاحب نے خود ہی ذکر کر دیا تھا...... اس لیے وہ بول اٹھے۔

"بھوک تو ہم سب کو لگی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے...... اس غبار کے ساتھ ہم بھوک اور پیاس سے بھی مریں گے"۔

"ہاں پروفیسر صاحب...... یہی بات ہے"۔

"تب پھر...... اللہ کا ذکر ہی کام آنے والی چیز ہے"۔

وہ ایک بار پھر ذکر میں مصروف ہو گئے...... تین [illegible] بعد اس بار کا

malikj1 www.urdufanz.com

malikji www. urdufanz.com

ایک دروازہ کھلا...... روٹان کی آواز ابھری۔

"غبار بند کردو...... ہم ان کی نوٹ بکیں...... پڑھ کر دیکھنا چاہتے ہیں...... ان کا دماغ کہاں تک پہنچا تھا...... انہوں نے درست اندازہ لگایا تھا یا غلط"۔

جونہی غبار چھٹا...... وہ بہت زور سے اچھلے۔

☆☆☆

بھاگے نہیں

"ارے! یہ کیا...... یہ لوگ کہاں چلے گئے" بگران دھاڑا۔

"یہ...... یہ ہو کیسے سکتا ہے...... اس غبار کی موجودگی میں...... یعنی کہ" روٹان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ان لوگوں کی انہی باتوں نے ہمیں ہمیشہ شکست سے دوچار کیا ہے" شارابوبرائی۔

"روٹان تین...... ڈھونڈو انہیں" روٹان نے کہا۔

وہ دوڑ لگا گئے۔

"سوال یہ ہے...... غبار کی موجودگی میں وہ بچ کیسے گئے اور پھر تین دن کے بھوکے پیاسے لوگ کیسے یہاں سے سرک گئے...... اس سے زیادہ حیرت کی بات ہمارے لیے آخر کیا ہو سکتی ہے"۔

"کچھ سمجھ نہیں آسکا...... اب تو ان سے ملاقات ہوگی تو بات بنے گی" وہی تفصیل سنائیں گے"۔

"لیکن اگر وہ حرکت کرنے کے قابل ہو گئے تھے...... تب تو ہمیں

malikji www.urdufanz.com

اس عمارت کی فکر کرنا چاہیے...... انہوں نے کیا اس کو تباہ کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی"۔

"اف مالک! یہ خیال خوفناک ہے...... لیکن ہم نے ان کے پاس ایسا کوئی سامان نہیں دیکھا"۔

"سامان ان کی خفیہ جیبوں میں ہوتا ہے...... اوہو...... میں سمجھ گیا" بجران نے چلانے کے انداز میں کہا۔

"کیا سمجھ گئے آپ؟"۔

"اف...... بڑی غلطی ہوئی...... جس وقت ہم انہیں بتانے لگے تھے کہ یہ عمارت آخر ہے کیا...... تو انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ بات تو وہ بھی بتا سکتے ہیں...... پھر انہوں نے بتانے کے بجائے یہ کہا تھا کہ وہ اپنی نوٹ بکوں میں لکھ لیتے ہیں...... چنانچہ ہم نے انہیں لکھنے کی مہلت دینے کے لیے غبار ہلکا کیا تھا اور ان میں لکھنے کی طاقت آ گئی تھی...... جب ہم جانے لگے تھے تو اس وقت ہم نے غبار پھر گہرا کر دیا تھا...... لیکن ظاہر ہے...... غبار کے گہرا ہوتے ہی تو ان کی طاقت زائل نہیں ہو گئی ہو گی...... کچھ تو وقت لگتا ہے...... بس اس دوران انہوں نے کچھ کیا ہو گا"۔

"لیکن کیا...... آخر غبار نے جلد ہی اپنا کام شروع کر دیا ہو گا"۔

"یہ تو وہی بتائیں گے...... سوال یہ ہے کہ وہ ہیں کہاں"۔

"ہو سکتا ہے...... روتان تین انہیں تلاش نہ کر سکیں...... اس لیے

ہمیں بھی ان کی تلاش شروع کر دینا چاہیے"۔

"ٹھیک...... آئیے پھر"۔

انہوں نے مختلف سمتوں میں دوڑ لگا دی...... چھے آدمیوں نے ایک گھنٹے تک ساری عمارت کو چھان مارا...... لیکن ان کا کہیں نام و نشان نہ ملا...... پھر وہ ایک جگہ جمع ہوئے۔

"کیا ایسا ممکن ہے...... وہ عمارت سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہوں" روتان بڑبڑایا۔

"نن نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے...... اس عمارت کے دروازے کوئی ناواقف نہیں کھول سکتا...... یہ لہروں سے کھلتے ہیں"۔

"لیکن ان کے ساتھ پروفیسر داؤد ہے...... وہ کوئی معمولی سائنس دان نہیں ہیں...... بلکہ میں تو کہتا ہوں...... یہ سارا کام ہے ہی پروفیسر داؤد کا...... غبار کو بے اثر انہوں نے ہی کیا ہو گا...... اور دروازہ بھی انہوں نے کھولا ہو گا...... اگر ایسا ہوا ہے تو یہ عمارت اس وقت خطرے میں ہے...... اور ہم سب بھی...... آئیں...... جلدی باہر نکل چلیں...... ورنہ ہم تو گئے کام سے" بجران دھاڑا۔

اور پھر وہ باہر کی طرف دوڑے...... لہروں والا آلہ بجران کے ہاتھ میں تھا...... اس کی مدد سے دروازہ فوراً کھل گیا...... اور وہ عمارت سے نکل آئے...... باہر نکل کر ابھی انہوں نے دروازہ بند نہ کیا...... انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عمارت [illegible] اب اڑی کہ اب اڑی۔

دوڑتے دوڑتے وہ اپنی گاڑی تک پہنچ گئے۔

"بس! اس سے زیادہ آگے جانے کی ضرورت نہیں...... اگر عمارت اڑی تو ہم محفوظ رہیں گے" روتان بولا۔

"لیکن اگر عمارت اڑی...... تو ہماری تو ساری محنت پر پھر جائے گا پانی...... ہم سے بھاری غلطی ہوئی...... ہم نے بلاوجہ انہیں زندہ چھوڑا...... جب وہ عمارت کے اندر پھنس گئے تھے...... تو ہمیں چاہیے تھا انھیں اسی وقت ختم کر دیتے"۔

"لیکن اب پچھتانے کا کیا فائدہ...... میرا خیال ہے...... وہ یہاں اپنا کام کر کے جا چکے ہیں"۔

"ارے یہ کیا...... ہائیں" بجران نے چیخ کر کہا۔

وہ گھبرا گئے...... بجران کی نظریں گاڑی کے ٹائروں پر جمی تھیں...... چاروں ٹائر پنکچر ہو چکے تھے۔

"یہ بھی انہی کا کام ہے...... تاکہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں...... افسوس"۔

"ہم بھاگے نہیں"۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری...... وہ بری طرح اچھلے...... چاروں طرف دیکھا...... لیکن کہیں بھی نظر نہ آئے۔

"کہاں ہو تم...... سامنے آؤ" بجران غرایا۔

"سامنے آنے کے لیے ہی تو ہم یہاں ٹھہر گئے تھے...... ورنہ اس

malikji www.urdufanz.com

وقت تک تو نہ جانے ہم کہاں ہوتے...... اور ایک اور بات کے لیے بھی ٹھہر گئے تھے"۔

"اور وہ کس کے لیے" روتان چلایا۔

"اس عمارت کو اپنی آنکھوں سے تباہ ہوتے دیکھنے کے لیے"۔

"نن نہیں...... نہیں"۔

"یہ اب تھوڑی دیر کی مہمان ہے"۔

"کیا...... کیا تم اس کو تباہ ہونے سے روک سکتے ہو" روتان بولا۔

"نہیں" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"تم ہو کہاں...... یہاں تو صرف سڑکوں کا جال پھیلا ہوا ہے...... اور کوئی عمارت تو ہے نہیں کہ تم اس کی اوٹ میں ہو...... نہ یہاں کوئی درخت ہے...... تب پھر تم کہاں چھپے ہوئے ہو"۔

"ابھی ہم یہ بھی نہیں بتا سکتے"۔

"ہائیں...... آواز تو ہمارے بالکل نزدیک سے آ رہی ہے" روتان نے بوکھلا کر کہا۔

پھر انہوں نے ادھر ادھر دوڑ بھاگ کر ان لوگوں کو دیکھنے کی کوشش کی...... لیکن وہ نظر نہ آئے...... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھری۔

"نہیں نظر آئیں گے...... جب تک عمارت تباہ نہیں ہو جائے گی...... ہم نظر نہیں آئیں گے"۔

malikji www.urdufanz.com

"حیرت ہے...... میں پاگل ہو جاؤں گا...... کیا یہ لوگ جادوگر ہیں" روتان چلایا۔

"نہیں مسٹر روتان...... یہ جادوگر نہیں ہیں...... بس یہ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنی عقل سے کام لیتے ہیں...... اب معلوم نہیں...... اس غبار کو انہوں نے کیسے بے اثر کیا...... عمارت کا دروازہ کیسے کھول لیا...... جب کہ وہ صرف لہروں سے کھلتا ہے اور اس میں اندر بم کیسے نصب کر دیے...... جب کہ ان کی تلاشی ہم نے لی تھی"۔

"کیا کہا مسٹر بجران بم...... آپ خوش فہمی میں مبتلا ہیں...... ہم نے اس میں ایک بھی بم نہیں رکھا"۔

"تب پھر" وہ بولے۔

"تب پھر یہ کہ ہمارے ساتھ یہ جو پروفیسر داؤد ہیں نا...... یہ عجیب انسان ہیں...... کبھی کبھی تو ایسا کام دکھاتے ہیں کہ بس کیا بتاؤں...... اس بار تو انہوں نے حد ہی کر دی...... آپ لوگوں کو وہ چکمہ دیا کہ زندگی بھر زخم چاٹتے رہیں گے...... تب بھی نہیں بھریں گے"۔

"کک...... کون سے زخم...... جمشید...... مم...... میں نے تو انہیں بالکل بھی زخمی نہیں کیا" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو...... میرا مطلب تھا...... شکست کے زخم"۔

"اچھا اچھا...... اب میں سمجھا"۔

"میں کہتا ہوں...... اس عمارت کو تباہ ہونے سے روک دو...... منہ

مانگے دام ملیں گے"۔

"وہ دام آپ نہیں دے سکتے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں نہیں دے سکتے...... پوری تین حکومتوں کا منصوبہ ہے یہ...... تین حکومتیں مل کر آپ لوگوں کو کیا کچھ نہیں دے سکیں گی"۔

"اس کی قیمت وہ پھر بھی نہیں دے سکیں گی"۔

"اوہو مانگ کر تو دیکھیں"۔

"تینوں ملک مسلمان ہو جائیں"۔

"حد ہو گئی...... یہ آپ نے قیمت مانگی ہے" روتان نے جھلا کر کہا۔

"اس سے بڑی قیمت اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی"۔

"اس صورت میں تو پھر اس عمارت کی ضرورت ہی نہیں رہے گی" بجران ہنسا۔

"آپ مسٹر بجران...... ہنس رہے ہیں...... ہماری یہ عمارت تباہ ہونے والی ہے"۔

"اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں...... یہ شکست ہماری نہیں...... ہمارے سائنس دانوں کی ہے" بجران نے برا سا منہ بنایا۔

"سب سے بڑی حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں نظر نہیں آ رہے...... اس کے بعد بڑی حیرت یہ ہے کہ یہ عمارت سے نکل کیسے آئے...... پھر بڑی حیرت یہ ہے کہ انہوں نے غبار کو بے اثر کیسے کر دیا...... ایک حیرت یہ بھی ہے کہ بغیر کھائے پیے یہ اب تک چلتے

پھرنے کے قابل کیسے ہیں...... اور آخری حیرت یہ ہے کہ بموں کے بغیر
یہ اس عمارت کو تباہ کیسے کر سکتے ہیں" شارا نے پریشان آواز میں کہا۔
"آپ تو پھر حیرتوں میں گھری ہوئی ہیں" فاروق کی آواز ابھری۔
"ہاں! ایسا ہی لگتا ہے" اس نے منہ بنایا۔
"کم از کم اتنا ہی بتا دو...... تم ہو کہاں" روتان بولا...... لہجے میں بے
چارگی تھی۔
"آپ نے دیکھا مسٹر روتان...... آپ شروع سے ہی ہمارے
مقابلے میں کس قدر آن بان اور شان کے ساتھ آئے تھے...... کس قدر
ہوا تھا آپ کا...... اور کس قدر زبردست منصوبہ آپ لے کر آئے تھے وہ
ایٹمی پلانٹ والا منصوبہ...... پھر کیا انجام ہوا تھا اس کا...... ہونا تو یہ
چاہئے تھا...... آپ مدتوں خاموش رہتے...... بلکہ ہمیشہ کے لئے ہمارے
مقابلے میں آنے سے توبہ کر لیتے...... لیکن آپ نے کیا اس کے بالکل
الٹ...... فوراً ہی پھر مقابلے میں آگئے...... اب آج کی لڑائی میں چاہے ہم
ہار کیوں نہ جائیں...... فتح پھر بھی ہماری ہے...... اس لیے کہ یہ عمارت
تباہ ہو کر رہے گی"۔
عین اس لمحے وہ سڑکوں کا میدان نیلگوں روشنی سے چمک
اٹھا...... اور ساتھ ہی وہ انہیں نظر آنے لگے...... وہ ان سے زیادہ دور
نہیں تھے۔
"ارے باپ رے...... یہ نیلی روشنی کہاں سے ٹپک پڑا" پروفیسر

داؤد بوکھلا اٹھے۔
"یہ ہمارے سائنس دانوں کا جوابی وار ہے...... اسی لیے ہم نے
آپ لوگوں کو باتوں میں لگا رکھا تھا...... اور اب یہ عمارت بھی ضائع نہیں
ہوگی...... کیوں مسٹر مڈونگ"۔
"ہاں نہیں ہوگی...... میں نے چیک کر لیا ہے...... عمارت میں
کہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہے...... کوئی بم نہیں ہے...... نہ کوئی اور ایسی
چیز...... جو اس عمارت کو نقصان پہنچا سکے"۔
"بہت خوب مسٹر مڈونگ ہمیں آپ کے انہی الفاظ کا انتظار تھا"
روتان ہنسا۔
"یہ مسٹر مڈونگ کون ذات شریف ہیں...... اس سے پہلے تو ان کا
نام تک سننے میں نہیں آیا"۔
"یہ پروفیسر داؤد کے باپ ہیں"۔
"ارے باپ رے" وہ بوکھلا اٹھے۔
"آپ کو کیا ہوا"۔
"ہم...... میرے والد کو فوت ہوئے ایک مدت گزر گئی"۔
"اوہو...... یہ سائنس کے میدان میں رہے ہیں"۔
"یہاں سائنس کا میدان کہاں ہے...... یہ تو سڑکوں کا میدان
ہے" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔
"حد ہو گئی...... اس قدر بے وقوف آدمی بھی بھلا سائنس دان

malikji www.urdutanz.com

malikji www.urdufanz.com

ہو سکتا ہے...... جو بالکل سامنے کی ایک سیدھی سادی بات تک نہ سمجھ سکے" مسٹر مڈونگ کی آواز عمارت سے ابھری۔

"تو اب آپ اس عمارت میں ہیں"۔

"میں تو شروع سے عمارت میں تھا...... تم لوگوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا اور ان لوگوں کو بھی جس کمرے میں میں اور میرے ساتھی سائنس دان موجود ہیں...... وہاں ہم آس پاس کی ہر چیز بخوبی دیکھ سکتے ہیں"۔

"تب تو آپ ہمیں بتا سکتے ہیں...... یہ سب کیسے ہوا...... ان لوگوں نے بھوک پر کیسے قابو پایا...... غبار کو کیسے بے اثر کیا...... دروازہ کیسے کھولا...... اور یہ عمارت کو تباہ کرنے کا دعویٰ کیسے کر رہے ہیں...... جب کہ انہوں نے اس میں کوئی بم نہیں رکھا اور آپ چیک کر چکے ہیں...... عمارت کو کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"ہاں! بالکل...... میں بتاتا ہوں...... چند باتوں میں پروفیسر داؤد کو واقعی ماننا پڑے گا"۔

اس شخص نے بھوک کا ذکر کرنے پر نہایت خاموشی سے ٹافی قسم کا ایک ایک ٹکڑا ان سب کو چوسنے کے لیے دیا تھا...... ایک ٹکڑا اس نے خود بھی منہ میں رکھا تھا...... تلاشی کے دوران آپ لوگوں نے ان کو ٹافیاں خیال کیا ہوگا"۔

"ارے باپ رے...... ہاں...... یاد ہے...... وہ ٹافیاں پروفیسر دا،

کی جیب میں تھیں...... لیکن چونکہ ہمیں معلوم تھا...... پروفیسر داؤد کی چند عادات بالکل ننھے بچوں والی ہیں...... مثلاً بھوک محسوس کرنا...... ہم نے ان ٹافیوں کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی"۔

"اور یہی آپ لوگوں کی سب سے بڑی غلطی تھی...... غالباً ان ٹافیوں سے بھوک محسوس نہیں ہوتی" مڈونگ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"خیر...... اس طرح ان کی بھوک کا مسئلہ حل ہوا...... لیکن انہوں نے غبار کو کیسے بے اثر کیا...... جب کہ آپ بھی یہاں موجود تھے"۔

"میں اور میرے ساتھیوں کے اس عمارت میں ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... اس لیے کہ ہم تو اپنی جگہ سے ہٹ ہی نہیں سکتے...... غبار پوری عمارت میں اسی لیے پھیلایا ہوا ہے کہ کوئی دشمن کسی طرح اندر آ بھی جائے تو اس غبار کا شکار ہو جائے"۔

"غغغ...... غبار کا شکار...... ارے باپ رے" فاروق کی بوکھلائی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں...... یہ...... بالکل ہو سکتا"۔

"لیکن انہوں نے اس کا اثر کس طرح زائل کیا"۔

"پتا نہیں...... یہ بات میں نہیں سمجھ سکا...... نہ انہیں میں نے کچھ کرتے دیکھا...... پھر یہ اٹھ کر دروازے کی طرف گئے تھے دروازہ خود بخود کھل گیا...... میں تو حیران رہ گیا...... پھر میں نے سوچا...... باہر

malikji www.urdufanz.com

جا رہے ہیں...... جائیں...... آپ لوگ انہیں روک لیں گے اور پھر ہمارا مسئلہ یہ عمارت ہے...... نہ کہ یہ لوگ۔

"یہ بات بھی ہے" بجران نے فوراً کہا۔

"لیکن پھر...... اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ ان ٹافیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھ سکے"۔

"ہاں! میں یہ تو سوچ سکتا ہوں کہ شاید ان ٹافیوں میں ہی کوئی ایسی بات تھی...... جس نے غبار کا اثر ان سے دور کر دیا...... ان کی بھوک زائل کر دی...... لیکن دروازہ انہوں نے کیسے کھولا...... یہ میں اب تک نہیں جان سکا"۔

"مسٹر جمشید...... آپ کچھ وضاحت کر سکتے ہیں"۔

"یہ باتیں پروفیسر داؤد صاحب کی ہیں...... یہی ان کو جانتے ہیں...... ہمیں کچھ معلوم نہیں"۔

"پروفیسر صاحب...... وضاحت کرنا پسند کریں گے"۔

"ہاں! کیوں نہیں...... یوں بھی ہمیں آپ لوگوں کو کچھ دیر کے لیے باتوں میں لگانا ہے...... جب تک یہ عمارت تباہ نہیں ہو جاتی"۔

"ایسی تو خیر کوئی بات نہیں ہے"۔

"کک...... کیسی"۔

"تباہ ہونے والی"۔

"آپ بھول رہے ہیں مسٹر ٹڈونگ...... اگر یہ لوگ غبار کے اثر کو

اس طرح زائل کر سکتے ہیں کہ آپ کو پتا تک نہیں چلا...... بھوک کو زائل کر ڈالا...... تو اس طرح یہ عمارت کو تباہ کیوں نہیں کر سکتے...... کیا خبر ان لوگوں نے کوئی چال چلی ہوئی ہو...... اور ہمیں اس کا علم نہ ہوا ہو"۔

"نن...... نہیں...... نہیں" ٹڈونگ نے چیخ کر کہا۔

"مہربانی فرما کر آپ فوراً آلات کو چیک کر لیں...... اگر اچانک بات سامنے آئی تو پھر کیا ہو گا"۔

"اچھا...... میں دیکھتا ہوں...... آپ فکر نہ کریں"۔

"ہم پھر ذرا ان سے دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں"۔

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں...... یہ تو کرنا پڑے گا...... آخر ہم انہیں کیوں جانے دیں" روٹان نے ہنس کر کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی روٹان اور بجران پارٹی ان کی طرف مڑی اور ایک ایک قدم چلنے لگی...... ادھر وہ ایک لائن میں ترتیب کے ساتھ کھڑے تھے...... ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ سیدھے ہو گئے...... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ پہلے آپ لوگ اس عمارت کو تباہ ہونے دیں"۔

"یہ تباہ ہو ہی نہیں رہی" بجران نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

maliku www.urdufanz.com

"ہم چھے ہیں...... اور آپ چھ سے زائد...... لہٰذا پہلے ایک کے مقابلے میں ایک کیوں نہ آئے"۔

"ایسا کر لیتے ہیں"۔

"تب پھر میں انسپکٹر جمشید سے لڑوں گا" بگران مسکرایا۔

"اور میں انسپکٹر کامران مرزا سے...... روٹان بولا۔

"اور میں خان رحمان کا کانٹا نکالوں گی" شارا ہنسی۔

"رہ گئے ہم تین...... ہم تینوں ان میں سے ایک ایک کو قابو میں کر لیں گے"۔

"یہ لڑائی زیادہ طویل نہیں ہو گی"۔

"بہتر ہو گا انسپکٹر جمشید...... تین روٹانوں کے لیے اپنے تین ساتھیوں کا اعلان کر دیں"۔

اچھا...... محمود! آصف اور شوکی ان تین کا مقابلہ کریں...... باقی لوگ چوکس رہیں گے اور مقابلہ دیکھیں گے۔

"بہت خوب! تب پھر جنگ کا آغاز ہوتا ہے"۔

"اس سے پہلے کیا آپ اپنی نوٹ بک پڑھ کر نہیں سنا دیتے...... آپ نے اس منصوبے کے بارے میں کیا خیال قائم کیا ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں...... ضرور" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے اپنی نوٹ بک نکالی...... اس کو کھولا اور پڑھنے لگے۔

"اس عمارت کے بارے میں ہمارا شروع سے یہ خیال رہا ہے کہ یہ

ہمارے ملک کے اندر دشمن ملک کے میزائلوں کا ایک اڈا بنایا گیا ہے"۔

"کیا!!!" ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! یہی بات ہے...... آپ مانیں یا نہ مانیں"۔

"اگر یہ میزائلوں کا اڈا ہے...... تو اس کو یہاں بنانے کی ایسی کیا ضرورت تھی...... شارجستان اس پہاڑ کے دوسری طرف تو موجود ہے...... شارجستان میں یہ عمارت کسی جگہ کیوں نہیں بنائی جا سکتی تھی...... جب کہ یہ کام ہمارے لیے زیادہ آسان تھا"۔

"یہی تو اصل بات ہے"۔

"کیا مطلب...... کیا بات اصل ہے"۔

"میزائلوں کا اڈا شارجستان کی سرزمین پر بنایا جا سکتا تھا...... اور بہت آسانی سے بنایا جا سکتا تھا...... لیکن اس سے آپ لوگ وہ کام نہیں لے سکتے تھے جو اس اڈے سے لے سکتے تھے"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"۔

"یہ بہت زوردار بات ہے"۔

انسپکٹر جمشید نے پراسرار انداز میں کہا اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا...... ان کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا...... انہوں نے بھی اپنی نوٹ بک نکال لی۔

اب وہاں بگران اور روٹان پارٹی پر سکتا تھا...... اور شاید [illegible] پر بھی۔

malikji www.urdufanz.com

نوٹ بک

"ہم سمجھے نہیں...... تم لوگ کہنا کیا چاہتے ہو"۔

"اب اس سے آگے انسپکٹر کامران مرزا اپنی نوٹ بک سے پڑھیں گے" انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... جب ہمیں اس بات کا پتا چلا کہ اس جگہ کوئی گڑ بڑ ہے...... اور گڑ بڑ ہے بھی ہمارے ملک کی سرحد کے اندر...... اور ہمیں اس جگہ کے بارے میں علم بھی نہیں تو ہم سب بہت پریشان ہوئے...... کیونکہ یہ خطرناک بات تھی اور ہم اس جگہ کی تلاش میں نکلے...... یہ بات ہمیں اس وقت معلوم نہ تھی کہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے پہلے ہمیں ایک پورے شہر سے ٹکرانا پڑے گا...... جہاں باقاعدہ عدالت موجود ہے...... جیل موجود ہے...... تھانے موجود ہیں...... اور یہ کہ اس شہر کی تلاش میں ہمیں بہت پاپڑ بیلنا پڑیں گے...... خیر...... وہ تو ہم نے بیلے...... لیکن دروازے کی طرف سے شہر میں پھر بھی داخل نہ ہو سکے...... کیونکہ ہمارا دارالحکومت تک اس شہر

میں نصب میزائلوں کی زد میں تھا اور نمونے کے طور پر ایک بے آباد جگہ کو انہوں نے نشانہ بنا کر دکھایا بھی تھا...... اس لیے ہمیں کسی اور راستے سے اندر داخل ہونا پڑا...... اس کے بعد کے حالات سے تو آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں"۔

"وہ ہم سب جانتے ہیں...... جاننا تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ اس غبار کی قید سے کیسے نکل آئے"۔

"وہ کوئی خاص بات نہیں...... خاص بات تو اس کیس میں صرف یہ ہے کہ جب شارجستان کی حدود میں آپ میزائلوں کا یہ اڈا بنا سکتے تھے...... تو پھر آپ نے یہ ہمارے ملک میں کیوں بنایا...... آپ کے ملک میں تو یہ حد درجے آسانی سے بن سکتا تھا اور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ بھی پیش نہ آتی...... بلکہ کانوں کان کسی کو پتا نہ چلتا...... لیکن آپ لوگوں نے میزائلوں کا یہ اڈا بنایا بھی تو کہاں...... ہمارے ملک میں...... ایک ایسی جگہ جو چھپی ہوئی تھی...... بلکہ کمپیوٹرائزڈ نقشے میں تو جگہ ہمارے ملک میں ہی نظر آتی ہے نا...... سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی...... آپ نے یہ اڈا شارجستان میں کیوں نہیں بنایا" انسپکٹر کامران مرزا یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"اگر آپ اندازہ لگا چکے تھے اور اس نوٹ بک پر لکھ چکے تھے تو اب بتاتے کیوں نہیں...... ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں" زوتان نے منہ بنایا۔

"بس ایسے ہی...... ذرا دل کو خوش کرنے کے لیے...... ویسے آپ

کو بتاؤں۔۔۔۔۔ انشارجہ ایک مدت سے ہماری حکومت سے یہاں میزائلوں کے اڈے کے لیے جگہ مانگ رہا تھا۔۔۔۔۔ تاکہ وہ اپنے دشمن ملکوں کو وہاں سے نشانہ بنا سکے۔۔۔۔۔ لیکن ہماری حکومت نے آج تک اس کے اس مطالبے پر کان نہیں دھرے۔۔۔۔۔ یہ مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا۔۔۔۔۔ تاہم انشارجہ کے پاس شارجستان میں اڈا موجود ہے۔۔۔۔۔ وہ وہاں سے کسی بھی ملک کو نشانہ بنا سکتا ہے۔۔۔۔۔ تب پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہاں اڈا بنانے کی کیا ضرورت تھی" انسپکٹر کامران مرزا ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

"اوہو" تو بتایئے نا۔۔۔۔۔ اگر آپ جان چکے ہیں"۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔۔۔۔۔ کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔۔۔۔۔ نہ صرف یہ کہ ہم دونوں۔۔۔۔۔ بلکہ ہمارے تو بچے بھی جان چکے ہیں اب"۔

"بالکل انکل۔۔۔۔۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات رہ گئی ہے اب" محمود نے کہا۔

"ارے ارے۔۔۔ وہ کیا" ایسے میں شوکی چلا اٹھا۔

اس کی نظریں عمارت کی چھت کی طرف لگی تھیں۔۔۔۔۔ چھت پر دھوئیں کی ایک باریک لکیر اٹھ رہی تھی۔۔۔۔۔ روتان اور بجران نے بھی اس طرف دیکھا۔۔۔۔۔ پھر روتان بلند آواز میں بولا۔

"مسٹر ہُدونگ۔۔۔۔۔ یہ دھواں کیسا ہے"۔

ہُدونگ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

malikji www.urdufanz.com

"مسٹر ہُدونگ! کیا آپ سمجھ گئے ہیں۔۔۔۔۔ عمارت سے دھواں اٹھ رہا ہے"۔

اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔۔۔۔۔ وہ بری طرح گھبرا گئے۔۔۔۔۔ لگے عمارت کی طرف مڑنے اور انہیں بالکل بھول گئے۔۔۔۔۔ وہ وہیں پرسکون انداز میں کھڑے رہے۔۔۔۔۔ انہوں نے جلدی سے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ وہ پرسکون انداز میں کھڑے تھے۔۔۔۔۔ گویا اس دھوئیں نے انہیں پریشان نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ بلکہ خوشی دی تھی۔

"اب ہم یہاں کیوں کھڑے رہیں۔۔۔۔۔ بس چلتے ہیں" شوکی نے تجویز پیش کی۔

"اور انہیں چھوڑ جائیں۔۔۔۔۔ ان خطرناک ترین لوگوں کو؟" وہ بولے۔

"ہاں کیا حرج ہے۔۔۔۔۔ ہم تو خیریت سے اپنے ملک پہنچ جائیں گے نا"۔

"بھئی ابھی جانے کو دل نہیں کرتا۔۔۔۔۔ ابھی تو ہم نے عمارت کو تباہ ہوتے نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ جب یہ تباہ ہو رہی ہو گی۔۔۔۔۔ تو ہم کس قدر خوش ہوں گے"۔

"اس میں شک نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن ان چھبے کا مقابلہ کرنا بھی خالہ جی کا گھر نہیں ہو گا" اخلاق نے کہا۔

"کوئی پروا نہیں۔۔۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔۔۔ ایک ضروری کام تو میں نے

کیا ہی نہیں...... پروفیسر صاحب آپ کو یقین ہے نا"۔

"کس...... کس بات کا"۔

"اس عمارت کے تباہ ہونے کا"۔

"سو فیصد سے بھی زیادہ یقین ہے...... کام شروع ہو چکا ہے...... ڈڈنگ کی طرف سے جواب نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معمول کے مطابق کام نہیں کر رہا ہے...... یا تو وہ اور اس کے ساتھی مارے جا چکے ہیں...... یا بری طرح پھنس چکے ہیں...... تم تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو"۔

"بہت بہتر...... جو آپ دکھائیں گے...... ہم دیکھ لیں گے"۔

اور پھر انہوں نے خفیہ جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا...... اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کی...... پھر سلسلہ ملنے پر کہا۔

"حرکت میں آنے کا وقت ہے...... اب آپ کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا"۔

"او کے! میں سمجھ گیا" دوسری طرف سے کہا گیا۔

سیٹ بند کر کے انہوں نے پھر اسی جیب میں رکھ لیا...... اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی...... انہوں نے دیکھا روتان اور بجران وغیرہ واپس آ رہے تھے...... ان کے سانس پھولے ہوئے تھے...... ان کے نزدیک آ کر وہ رک گئے...... چند لمحے تک انہیں گھورتے رہے...... پھر بجران بولا!۔

malikji www.urdufanz.com

"یہ دھواں کیسا ہے...... پروفیسر ڈڈنگ جواب کیوں نہیں دے رہے"۔

"یہ تو آپ مسٹر ڈڈنگ سے پوچھیں...... اور یہ دھواں موت کا دھواں ہے"۔

"کیا کہا...... موت کا دھواں"۔

"ہاں! موت کا دھواں"۔

"نہیں" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس دھوئیں نے سب سے پہلے کنٹرول روم کا صفایا کیا ہو گا...... اس کے بعد عمارت کے دوسرے حصوں کی طرف گیا ہو گا...... جب پوری عمارت میں پھیل گیا ہو گا...... تب کہیں جا کر یہ اوپر اٹھا ہو گا...... گویا اوپر اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ عمارت کے تمام حصوں میں موجود ہے"۔

"آخر یہ ہے کیسا دھواں"۔

"حد درجے زہریلا...... اس کی موجودگی میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا...... یقین نہیں تو تم لوگ بھی اندر جا کر دیکھ لو"۔

"نن نہیں...... نہیں" وہ چلائے۔

"اب تم لوگ سوچ رہے ہو گے کہ اس دھوئیں سے بھلا میزائلوں کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے...... اور میزائلوں کی تمام تر مشینری...... اور دوسرے تمام آلات کا کیا بگڑ سکتا ہے...... تو یہ تم لوگوں

malikji www. urdufanz.com

کی خوش فہمی ہے“ پروفیسر داؤد یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

”آپ کا مطلب ہے...... یہ دھواں تمام آلات اور میزائلوں کو ناکارہ بنا دے گا“۔

”نہیں...... میرا یہ خیال ہرگز نہیں ہے“۔

”تب پھر؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دھواں ہے ہی ان آلات اور میزائلوں کا“۔

”کیا...... کیا کہا“۔

”کبھی کبھی آگ اس طرح بھی لگتی ہے...... کہ اس سے شعلے نہیں اٹھتے...... صرف دھواں اٹھتا ہے...... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز جلتی نہیں...... بالکل جل جاتی ہے...... اور ابھی کیا ہے...... تو اس عمارت کی دیواریں تک دھواں دیں گی“۔

”نن...... نہیں“۔

”تم لوگوں کی چالوں کے جوابات اس قدر سخت ہونے چاہئیں...... تم بھی تو باز نہیں آتے...... کوئی گنتی ہے...... تم لوگوں کی سازشوں کی...... آئے دن تم ہمارے ملک کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہو...... جیسے ہم تو پیدا ہی تمہاری سازشوں کے لیے ہوئے ہیں...... آخر اسلام نے تمہارا کیا بگاڑا ہے...... کیوں تم لوگ مسلمان ملکوں کو چین کی زندگی بسر کرنے نہیں دیتے“ ان کا انداز

جذباتی ہو گیا۔

”اسلام سے ہی تو ہمیں سب سے بڑا خطرہ ہے...... چودہ سو سال پہلے دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو گیا تھا اور یہودی اور عیسائی یہ خیال کرنے لگے تھے کہ اب ان کا نام و نشان دنیا سے مٹ جائے گا...... لیکن پھر یہودیوں میں سے ایک شخص عبداللہ ابن سبا کو مسلمانوں میں شامل کیا گیا...... اس نے جھوٹ موٹ اسلام قبول کیا...... اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے لگا...... اس کی سازشوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑایا...... اور یہ لڑائیاں آج تک جاری ہیں...... یہی وجہ ہے...... اب مسلمان اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ ہم ان کے خلاف سازشیں کرتے رہنے کے قابل ہو گئے ہیں...... پہلے تو ہماری کوئی سازش کامیاب ہی نہیں ہوتی تھی...... جب سے ہم نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانا شروع کیا...... ہماری سازشیں کامیاب ہونے لگیں...... تمام ملکوں میں ہم سازش کے بیج بو دیتے ہیں اور کامیابیاں حاصل کرتے رہتے ہیں...... بس ناکام ہو جاتے ہیں تو یہاں آکر...... اور یہاں اس لیے کہ تم لوگ جو موجود ہو...... افسوس! اس بار پھر ہم ناکام ہو گئے“ جبران نے روانی کے عالم میں کہا۔

”یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ موجود ہے...... آخر انہیں ہمارے ملک کی زمین پر یہ شہر آباد کرنے کی کیا ضرورت تھی...... یہ اڈا تو یہ اپنے ملک کے دوسری طرف بھی بنا سکتے تھے“ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"اسی بات کا جواب تو ہم نے نوٹ بکوں میں لکھا تھا" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

malikji www.urdufanz.com

"تب پھر وضاحت کر دیں..... ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا"۔

"اس دور میں تمام ملکوں نے کمپیوٹرائزڈ نقشے لگوار کھے ہیں..... یعنی اپنے ملک کے بھی اور دشمن ملکوں کے بھی..... ملک میں کہیں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو..... ان نقشوں پر وہ جگہ واضح نظر آنے لگتی ہے..... جس طرح ہمیں سر لاس کی جگہ پر گڑبڑ نظر آئی..... لیکن ہمارے نقشے میں اس جگہ کوئی آبادی نہیں تھی..... جب ہم اس جگہ کی تلاش میں نکلے تو یہاں پورا شہر آباد نظر آیا..... یہ چیز ہمارے لیے حد درجے خوفناک تھی..... بعد کی کہانی تو تمہیں معلوم ہی ہے..... اب ان سے ٹکرانے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ یہ شہر تین ملکوں کی مدد سے آباد کرایا گیا ہے..... شارجستان ' انشارجہ اور بیگال..... یہ تینوں ہی بدترین اسلام دشمن ہیں..... ان کے لیے اپنے ملکوں میں ایسے اڈے بنانا کوئی مشکل کام نہیں..... بلکہ انہوں نے بنا رکھے ہیں..... ان اڈوں میں میزائل نصب ہیں..... تاکہ یہ جب چاہیں..... جس ملک کے شہر کو چاہیں..... نشانہ بنا ڈالیں..... اب سوال یہ ہے کہ جب ان تینوں ملکوں نے ایسے اڈے بنا رکھے ہیں تو انہیں ہمارے ملک میں ایسا اڈہ بنانے کی کیا ضرورت تھی..... اور اڈے کے ساتھ باقاعدہ شہر بنانے کی کیا ضرورت تھی..... تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے جب کسی ملک کے شہر کو

نشانہ بنایا جاتا تو اس ملک کو پتا چلتا تھا یا نہیں"۔

"بالکل چلتا تھا"۔

"تب اسے کیا پتا چلتا" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب" وہ زور سے چونکے۔

"ہاں! میں مثال کے طور پر کہتا ہوں..... یہاں سے اگر بازن طان کے کسی شہر پر میزائل گرتا تو اسے کیا پتا چلتا"۔

"یہ کہ پاک لینڈ نے اس پر میزائل گرایا ہے"۔

"اوہ..... اوہ ہاں..... بالکل"۔

"لیکن پاک لینڈ بیان دیتا کہ نہیں..... اس نے میزائل نہیں گرایا..... اب اس کی بات پر کون یقین کرتا..... اسی طرح خانستان پر میزائل گرایا جاتا..... تو خانستان کو معلوم ہوتا کہ پاک لینڈ نے ایسا کیا ہے..... اور اس طرح دونوں اسلامی ملکوں کے تعلقات خراب ہوتے یا نہیں..... صرف خراب نہ ہوتے بلکہ دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ جاتی..... اور اب میں صاف طور پر اعلانیہ کہتا ہوں..... یہ سازش اصل میں پاک لینڈ اور خانستان کو لڑانے کی سازش تھی..... ہم جانتے ہیں..... ان دنوں خانستان میں ایک نئی حکومت بنی ہے..... خالص اسلامی حکومت..... جنہوں نے مکمل طور پر اسلام کا قانون اپنے ملک میں نافذ کیا ہے..... جو طالبان کہلاتے ہیں..... اللہ ان کی حکومت کو قائم رکھے..... انہیں ہر قدم پر فتح دے..... دن دوگنی..... رات چوگنی

malikji www.urdufanz.com

ترقی دے...... چودہ سو سال پہلے اسلام کی جو برکات نظر آئی تھیں وہ اب
پوری دنیا میں صرف وہاں نظر آنے لگی ہیں...... اور یہی چیز اشارجہ
ہیگال اور شارجستان جیسے ملکوں کو تڑپا رہی ہے...... وہ انگاروں پر لوٹ
رہے ہیں...... ان کا بس نہیں چل رہا...... کہ کسی طرح ان کی حکومت کو
ختم کر دیں...... ان کے خلاف بھی یہ سازشوں پر سازشیں کر رہے
ہیں...... وشاس کو ان کے خلاف ابھارا ہوا ہے...... بازن طان کو بھی ان
کے خلاف کھڑا کر رکھا ہے...... اور شارجستان سے بھی ان کے خلاف
کارروائیاں کر رہے ہیں...... لیکن ان تمام کارروائیوں سے زیادہ
خطرناک کارروائی یہ تھی ان کی...... اس طرح ان کا تو کچھ بھی نہ
بگڑتا...... اور یہ نام ہوتا ہمارے ملک کا...... بات صرف بدنامی تک نہ
رہتی...... دونوں ملکوں میں جنگ چھڑتی...... پھر ابن سبا کی اولاد اس
جنگ کو اور ہوا دیتی...... بالکل اسی طرح جس طرح ان لوگوں نے چودہ
سو سال پہلے لڑایا تھا...... دونوں طرف کے مسلمان لڑنے کے لیے تیار
نہیں تھے...... صلح کی کوششیں ہو رہی تھیں...... کہ ان لوگوں نے کچھ
تیر ادھر سے چھوڑ دیے...... کچھ تیر دوسرے لشکر سے چھوڑ
دیے...... اور اس طرح صلح کی کوششوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا...... ہر بار
ان لوگوں نے یہی چال چلی...... یہاں تک کہ میدان کربلا میں بھی یہی
کچھ ہوا...... بالکل یہی منصوبہ انہوں نے ایک بار پھر بنایا تھا...... یہ شکاری
نئے ہیں...... لیکن چال ان کا وہی پرانا ہے...... باقی شکاری بھی نئے

نہیں...... وہ ہیں تو اسی ابن سبا کی اولاد...... اب یہ اور بات ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے مہربانی فرمائی...... اور ان کی سازش نوٹ کر لی گئی...... اب لگتا
ہے...... ان لوگوں نے جب اس منصوبے پر کام شروع کیا تھا تو پروفیسر
داؤد صاحب کے سابقہ لیبارٹری انچارج راجا دل نواز سے کوئی سودے
بازی کرنا چاہی تھی...... لیکن اس نے انکار کر دیا ہوگا...... جب اس
منصوبہ پر عمل کا وقت آیا...... تو انہوں نے سوچا...... منظر سامنے آنے پر
راجا دل نواز بھی پروفیسر صاحب کو ان لوگوں کے بارے میں بتا نہ دے
کہ کچھ لوگوں نے اس سے ملاقات کی تھی...... اور ان کا یہ پروگرام
تھا...... چنانچہ انہوں نے راجا دل نواز کو قتل کرا دیا...... یہاں حیرت کی
بات یہ ہے کہ اتنا عرصہ راجا دل نواز خاموش کیوں رہا...... اسے تو فوری
طور پر پروفیسر صاحب کو بتا دینا چاہیے تھا...... سو جواب اس کا یہ ہے کہ
ان لوگوں نے کسی طرح اسے بلیک میل کر کے خاموش رہنے پر مجبور
کر دیا ہوگا...... امید تو یہی ہے کہ بات اتنی سی ہوگی...... لیکن تحقیقات
کرنے پر صورت حال واضح ہو جائے گی...... ہاں تو مسٹر بجران اور
روتان اور مس شارا...... یہ تھا منصوبہ...... آپ کا یہ میزائلوں کا اڈا تو گیا
کام سے" یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

سب نے دھوئیں کی طرف دیکھا...... دھواں واقعی بہت گہرا ہو
چلا تھا...... یوں لگتا تھا جیسے میزائل اب تیزی سے جل رہے تھے۔

"سب کچھ جل گیا...... لیکن" روتان چلایا۔

malikji www. urdufanz.com

"لیکن کیا جناب" شوکی نے طنزیہ کہا۔

"ہم تم لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے"۔

"تو پھر آجائیں...... یہ کام بھی کر ہی لیں" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"اس لڑائی میں تم لوگوں کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا...... ہم شہر کے لوگوں کو تم پر چڑھا لائیں گے...... جب پورے شہر کے لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے...... اس وقت انسپکٹر جمشید...... تم لوگ کیا کر سکو گے"۔

"پہلے تو آپ ہم سے مقابلہ کر لیں...... جب شہر کے لوگ آئیں گے...... اس وقت انہیں دیکھ لیں گے"۔

"مسٹر بجران آپ ان لوگوں کو روکیں...... میں ذرا فاصلے پر جا کر شہر کے لوگوں کو خبردار کرتا ہوں...... وہ تو آئیں گے یہاں دوڑے"۔

"روکو بھئی...... اسے...... ابھی یہ پیغام نہ دینے پائیں" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

ان میں سے کئی روتان کی طرف دوڑ پڑے...... اس نے بھی دوڑ لگا دی...... بجران وغیرہ نے انہیں روکنے کے لیے ان کے پیچھے دوڑ لگا دی...... اس طرح وہاں ایک ہڑبونگ سی مچ گئی۔ اب ہر کوئی بھاگ رہا تھا...... روتان کے ہاتھ میں ایک آلہ تھا...... اس نے دوڑتے دوڑتے اسکا بٹن دبا دیا تھا...... لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتا...... کوئی پیغام دے

سکتا...... انسپکٹر جمشید اس سے جا ٹکرائے...... وہ اوندھے منہ گرا۔ ساتھ ہی انسپکٹر جمشید گرے اور اس سے آلہ چھینتے ہوئے دور اچھال دیا...... فوراً ہی شارا نے آلے کی طرف چھلانگ لگا دی...... لیکن اسی وقت محمود کی ٹھوکر آلے کو لگی...... وہ اور دور چلا گیا...... اس طرف سے شوکی دوڑا آ رہا تھا...... اس نے رخ بدل کر آلے کو ایک اور ٹھوکر رسید کر دی...... دوسری طرف بجران موجود تھا...... اس نے آلہ فوراً اٹھا لیا اور بولا۔

"ہیلو...... کیا تم سن رہے"۔

ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ سب کے سب چیخنے چلانے لگے...... اس قدر شور مچایا کہ بجران کی آواز دب کر رہ گئی۔

اس نے بے بسی کے عالم میں روتان اور شارا کی طرف دیکھا اور باقی تین روتانوں کی طرف بھی دیکھا۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں ان کی ترکیبوں کو" اس نے جھلا کر کہا۔

"ہاں؟ دیکھ رہے ہیں...... اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں...... لہٰذا کیوں نہ ہم مل کر ان سب کو پیس کر رکھ دیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔

بجران نے آلہ دور اچھال دیا...... اور دھاڑا۔

"ایسی کی تیسی میں گئی اطلاع...... ان کے لیے تو ہم ہی کافی ہیں...... ہم تو ان کی ہٹا کر رکھ دیں گے چٹنی"۔

malikji www.urdufanz.com

اور پھر وہاں ایک ہولناک جنگ شروع ہو گئی...... وہ سب گویا لوہے کے بنے ہوئے تھے...... لہٰذا ان میں سے جس کا مکا بھی ان کے لگ گیا...... وہی الٹ پڑا۔

"سنبھل کر...... ہوش میں رہ کر" انسپکٹر جمشید چلائے۔

انہیں ایک جھٹکا لگا...... اس وقت جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہے...... وہ پلٹیاں اور لڑھکنیاں کھاتے وہاں سے دور ہو گئے...... لیکن انہوں نے بھی پیچھا نہ چھوڑا...... آخر وہ رک کر ان کے مقابل آ گئے...... اور باقاعدہ مقابلہ شروع کیا۔

اب انسپکٹر جمشید اور آمنے سامنے تھے...... اب انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں سے اصل روتان کون سا ہے...... انسپکٹر کامران مرزا کے مقابلے میں بجران تھا...... خان رحمان کے سامنے شارا تھی...... باقی تین روتانوں میں سے ایک منور علی خان کے مقابلے پر تھا...... ایک کے مقابلے میں محمود اور آصف آ گئے...... باقی رہ گیا ایک...... اسے باقی سب نے مل کر گھیرے میں لے لیا۔

روتان نے آگے بڑھ کر انسپکٹر جمشید کی ٹھوڑی پر مکا مارا...... وہ جھک گئے، مکا سر کے اوپر سے گزر گیا...... انہوں نے جھکا ہوا سر اس کے سینے پر دے مارا...... لیکن وہ بھی اسی وقت ترچھا ہو گیا...... اور دائیں ٹانگ ان کی پنڈلی پر دے ماری...... وہ اگر اچھل نہ گئے ہوتے تو ٹانگ انہیں لے بیٹھتی...... جونہی وہ اچھلے ا

پیٹ کی طرف آتا نظر آیا...... یہ مکا طوفانی تھا...... وہ یک دم فرش پر گر گئے...... ساتھ ہی روتان نے ان پر چھلانگ لگا دی تاکہ انہیں چھاپ بیٹھے...... وہ پلٹنی کھا گئے...... روتان سڑک پر گرا...... انسپکٹر جمشید نے بائیں ہاتھ کی کہنی اس کے سینے پر دے ماری اور اس وقت انہیں یاد آیا...... روتان کا جسم تو پتھر جتنا سخت ہے...... ان کی کہنی کا اس پر بھلا کیا اثر ہو سکتا تھا...... الٹا ان کی کہنی پر شدید چوٹ آئی...... انہیں رات میں تارے نظر آنے لگے...... ان کا پورا بازو سن ہو گیا...... روتان نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور دونوں ہاتھوں پر خود کو ٹکا کر اپنی ٹانگیں پوری قوت سے گھمائیں...... اس کی ٹانگیں ان کے پہلو سے ٹکرائیں اور وہ دور تک لڑھکتے چلے گئے...... ساتھ ہی ان کے منہ سے چیخ بھی نکل گئی...... روتان نے ان کی طرف چھلانگ لگائی...... اور انہیں جا لیا...... دوسرے لمحے وہ ان کے سینے پر چڑھ گیا اور اس کے ہاتھ ان کی گردن پر جم گئے۔

"آج نہیں چھوڑوں گا...... ہرگز نہیں" وہ غرایا۔

انسپکٹر جمشید کوئی جواب نہ دے سکے...... ابھی کہنی کی تکلیف سے سنبھل نہیں پائے تھے کہ اس کی دونوں ٹانگیں ان کے پہلو پر لگیں...... اس ضرب سے نہیں سنبھل پائے تھے کہ اس نے گردن دبوچ لی...... عجیب تیز طرار اور سخت ترین دشمن تھا وہ۔

اس کا دباؤ ان کی گردن پر بڑھتا چلا گیا...... ایسے میں اس نے ہنس کر کہا۔

"کو انسپکٹر جمشید...... تم تو گئے کام سے...... زندگی کے بدلے میں اگر تم نے اس شہر کو...... اس منصوبے کو تباہ کیا تو کیا کیا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اور زور لگایا...... انہیں اپنا سانس رکتا محسوس ہوا...... اچانک انہیں یاد آیا...... ان کے دونوں پیر فارغ ہیں...... وہ فوراً ان کو اس کے سر کی طرف لائے...... یہ ان کا اور انسپکٹر کامران مرزا کا پرانا وار تھا اور اس وار کے ذریعے وہ ان گنت دشمنوں کو شکست فاش دے چکے تھے...... ان کے دونوں پیر اس کے سر پر دونوں کانوں کے پاس جم گئے...... اور لگے اوپر کی طرف زور لگانے...... انہوں نے روتان کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے...... تو اپنے اندر اطمینان کی لہر دوڑتے محسوس کی...... انہوں نے اللہ کا نام لے کر اور زور لگایا...... اچانک روتان کے ہاتھ ان کی گردن سے ہٹتے محسوس ہوئے...... انہوں نے اور زور لگایا...... روتان بھرپور زور لگا رہا تھا کہ ہاتھ گردن سے نہ ہٹیں...... اس طرح دونوں کے جسم کمان کی طرح تنے ہوئے تھے...... اور ایڑی چوٹی کا زور لگ رہا تھا...... اچانک ہاتھ بالکل ہٹ گئے...... انہوں نے ایک لمبا سانس لیا...... ہاتھ جونہی گردن سے ہٹے ان کے پیروں پر جا کر جم گئے...... اب وہ ان سے پیروں کو اپنے سر سے ہٹانے کے چکر میں تھا کہ انہوں نے اسے ایک طرف اچھال پھینکا...... ساتھ ہی وہ اس کی طرف دوڑ پڑے...... اور اس پر چھلانگ لگائی...... اب اس کی گردن ان کے ہاتھوں میں تھی...... اور وہ برابر زور لگا رہے تھے...... ادھر روتان

نے بھی ان کا داؤ ان پر آزمانا چاہا...... اپنے دونوں پیر ان کے سر کی طرف لایا...... لیکن وہ ہوشیار تھے...... فوراً جٹ گئے...... اور اس کے سر سے بالکل نزدیک اپنا سر لے آئے...... ایسے میں انہیں جانے کیا سوجھی...... اپنا سر اس کے ناک پر دے مارا...... انہیں سر پر شدید چوٹ لگنے کا احساس ہوا...... گویا اس کی ناک پر بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور ان کو چوٹ لگی تھی...... انہوں نے اب پوری توجہ اس کی گردن پر صرف کر دی...... پورا زور لگا دیا...... ایسے میں انہوں نے اس کی آنکھوں کو باہر نکلتے دیکھا...... گویا اس کا سانس رک رہا تھا...... اور اس کے دونوں پیر ان کے سر کے اوپر جھول رہے تھے...... جسم انتہائی سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ دونوں پیروں کو اس حد تک نہیں جھکا سکا تھا...... کہ ان کے سر کو گرفت میں لے سکتا...... اور پھر انہیں اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہوتے محسوس ہوئے...... ایسے میں انہوں نے اس کے منہ سے آواز نکلتے سنی...... وہ پھسی پھسی آواز میں کہہ رہا تھا...... میں آؤں گا...... تم لوگوں کے مقابلے میں آؤں گا"۔

ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی...... انسپکٹر جمشید نے اب بھی اس کی گردن پر سے ہاتھ نہ ہٹائے...... کیونکہ یہ اس کا دھوکا بھی ہو سکتا تھا...... پھر جب ان کا اطمینان ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے تو اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے...... ایسے میں ان کی نظریں ایک سمت میں اٹھ گئیں...... ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا"۔

"ارے"۔

malikji www.urdufanz.com

mahkiji www.urdufanz.com

عجیب بات

انہوں نے دیکھا...... اب پوری عمارت کے ہر حصے سے دھواں اٹھ رہا تھا...... گویا دھوئیں کی ان گنت لکیریں اوپر جاتی نظر آ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ابا جان...... کیا ہم آپ کی مدد کے لیے آئیں" ایسے میں انہوں نے محمود کی آواز سنی۔

انہوں نے اس کی طرف دیکھا...... وہ اور فاروق اس وقت ایک روتان سے بھڑے ہوئے تھے اور وہ انہیں رگیدے ڈال رہا تھا۔

وہ ہنس دیئے...... خود پھنسے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کیا ان کی مدد کے لیے آئیں...... انہوں نے دو تین لمبی چھلانگیں لگائیں اور روتان کی کمر کی طرف پہنچ گئے...... ساتھ ہی اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ کر لوٹ لگا گئے۔

"اس کی ایک ٹانگ تم پکڑ لو محمود...... اور دوسری فاروق تم پکڑ لو...... یہ ٹانگیں میرے سر کی طرف نہ لانے پائے۔

"صرف پکڑنے سے کیا بنے گا...... ہم یہ ٹانگوں پر بیٹھ جاتے ہیں" فاروق مسکرایا اور واقعی وہ اس کی پنڈلی پکڑ کر ٹانگ پر بیٹھ گیا...... محمود نے بھی ایسا ہی کیا...... اس نے ٹانگیں چھڑانے کے لیے زور لگایا...... کامیاب نہ ہو سکا...... تو پھر اپنے دونوں ہاتھ ان کی گردن کی طرف لے آیا۔

"ہاں ہاں آؤ...... تم یہ بھی کر کے دیکھ لو" وہ مسکرائے۔

اس کے دونوں ہاتھ ان کی گردن پر جم گئے...... انسپکٹر جمشید کو اس وقت بہت حیرت ہوئی...... کہ یہ کوشش اس روتان نے کیوں نہیں کی...... جس سے ابھی ان کا مقابلہ ہوا تھا...... وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کام میں کیوں نہ لایا...... لیکن کوئی بات سمجھ میں نہ آ سکی...... ادھر ان کا دباؤ اس کی گردن پر خوب لگ رہا تھا...... جب کہ نیچے دبا ہوا ہونے کی بنا پر وہ اتنا زور نہیں لگا سکتا تھا...... ادھر اس کی دونوں ٹانگیں محمود اور فاروق کے قابو میں تھیں۔

"محمود، فاروق...... ایک ایک ہاتھ فارغ کر کے اس کے بازوؤں کو میری گردن پر سے ہٹانے کے لیے زور لگاؤ"۔

"جی بہتر" دونوں ایک ساتھ بولے۔

اب انہوں نے ایک ایک ہاتھ پنڈلی سے ہٹایا اور اس کی کلائی پر جما دیا...... اب دونوں زور لگانے لگے...... لیکن پورا زور لگا کر بھی وہ ہاتھ کو گردن پر سے نہ ہٹا سکے...... تاہم اس سے اتنا ضرور ہوا کہ اس کی توجہ

ہٹ گئی اور وہ ان کی گردن پر پورا زور نہ لگا سکا...... اس طرح ان کا دباؤ اس کی گردن پر بڑھتا چلا گیا...... یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑتے نظر آئے...... انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ابھی مضبوطی سے پکڑے رہنا...... ہو سکتا ہے...... یہ مکر کر رہا ہو"۔

"آپ فکر نہ کریں...... جب تک آپ نہیں کہیں گے...... ہم اسے نہیں چھوڑیں گے" محمود شوخ آواز میں بولا۔

"انسپکٹر جمشید نے اور زور لگایا...... اچانک اس کے ہاتھ ان کی گردن سے بالکل ہٹ گئے...... پھر اس کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئیں...... ہاتھ پیر بالکل ڈھیلے پڑ گئے...... اور آخر وہ ساکت ہو گیا...... اس حالت میں بھی وہ اسے پکڑے رہے...... آخر جب پورا یقین ہو گیا تب اسے چھوڑا...... اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"دو روتان تو گئے کام سے" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا واقعی" شوکی کی آواز میں حیرت تھی۔

اب انہوں نے سب پر نظر دوڑائیں...... انسپکٹر کامران مرزا بجران سے پوری طرح بھڑے ہوئے تھے...... خان رحمان اور شارا زندگی اور موت کی جنگ کر رہے تھے...... دونوں لہولہان نظر آ رہے تھے...... منور علی خان اور پروفیسر داؤد ایک روتان سے ٹکرا رہے تھے...... باقی بچے آخری روتان سے لڑ رہے تھے اور کافی کمزور پڑ رہے

تھے...... لہٰذا ان دونوں نے اس کا رخ کیا...... اب جو لپک کر انہوں نے اس روتان پر وار کیا تو وہ بری طرح چکراتا نظر آیا...... آخر انہوں نے اس پر بھی وہی گردن دبانے والا وار آزمایا...... جلد ہی وہ روتان بھی ڈھیر ہو گیا...... اب وہ منور علی خاں کی مدد کو بڑھے...... اور اس طرح آخری روتان بھی ان کے ہاتھوں شکست کھا گیا...... سڑک پر لمبا لیٹ گیا۔

اب انہوں نے دیکھا...... میدان میں صرف بجران اور شارا رہ گئے تھے...... اب باقی لوگ انسپکٹر کامران مرزا اور خان رحمان کی مدد کے لیے لپکے...... بجران اور شارا پر چاروں طرف سے چوٹیں پڑنے لگیں...... آخر کب تک...... وہ دونوں بھی گر گئے۔

"چلو چھٹی ہوئی" فاروق نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ عجیب چھٹی ہوئی...... لگتی نہیں" آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا نہیں لگتی" مکھن نے پوچھا۔

"چھٹی اور کیا"۔

"حد ہو گئی...... تمہیں چھٹی چھٹی نہیں لگتی...... تو اور کیا لگتی ہے" آصف نے جھلا کر کہا۔

"دیکھو نا...... اس بات کو یوں لو...... یہ اتنے بڑے دشمن اتنی آسانی سے کیوں گر گئے...... کیا یہ بات عجیب نہیں" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"عجیب ہے یا غریب...... بس گر گئے...... ہم تو یہ جانتے ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"میرا خیال ہے...... آفتاب کا خیال ٹھیک ہے" ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

ان کا اس قدر آسانی سے گرنا عجیب بات ہے اور ہمارے لیے پریشان کن ہے"۔

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید بگران وغیرہ کی طرف مڑے...... ایسے میں ان لوگوں نے لمبے لمبے قہقہے لگائے۔

"د...... دیکھا...... میں نہ کہتا تھا" آفتاب چلا اٹھا۔

"اور میں نے کہا تھا...... آفتاب کا خیال ٹھیک ہے" وہ مسکرائے۔

"ہاں! آپ نے یہ کہا تھا...... لیکن یہ سب کیا چکر ہے...... یہ پھر سے اٹھنے کے قابل کس طرح ہو گئے"۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے...... ادھر بگران وغیرہ ایک ایک کر کے اٹھتے نظر آئے...... ایسے میں انہیں ایک زوردار جھٹکا لگا۔

"میں سمجھ گیا...... اب تک یہ ہمارے ساتھ صرف کھیل رہے تھے"۔

"جی...... کیا کہا...... یہ کھیل رہے تھے"۔

"ہاں اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"تب پھر اب ہم ان سے کھیلیں گے" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہاہاہا...... تم کھیلو گے" بگران ہنسا۔

malikji www.urdufanz.com

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے...... جس طرح آپ لوگ جان بوجھ کر بے ہوش ہو گئے...... اسی طرح اب ہم آپ کو بے ہوش ہو کر دکھائیں گے" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہاہاہا...... ہاہاہا" وہ پھر زور زور سے ہنسنے لگے۔

"آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات؟" آصف نے جھلا کر کہا۔

"تم لوگ ایک بات بالکل بھول گئے...... ورنہ پہلے ہی سمجھ سکتے تھے کہ ہم تم سے کھیل رہے ہیں"۔

"کیا مطلب...... کون سی بات" وہ چونکے۔

"یہ کہ ہم تو صرف ایک جھرجھری لے کر تم لوگوں کو دور پھینک مارتے ہیں...... پھر کیا وجہ تھی کہ ہم نے جھرجھری نہیں لی" اس نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں واقعی...... ہم یہ بات بالکل بھول گئے...... لیکن آپ لوگوں نے جھرجھری کیوں نہیں لی" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی...... دوسرے بھی اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہم آپ لوگوں کو ذرا خوش کر رہے تھے...... بلی جیسے چوہے سے کھیلتی ہے نا...... بس ہم اسی طرح کھیل رہے تھے"۔

"تب پھر آپ بھی ایک بات بھول گئے" شوکی نے منہ بنایا۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ کبھی کبھی وہ چوہا بلی کے ہاتھوں سے نکل کر اپنے بل میں جا

گھستا ہے...... اور ملی ہاتھ ملتے رہ جاتی ہے...... اس وقت آپ سے بھی یہی غلطی ہوئی ہے۔" یہ

"کیا مطلب...... کون سی غلطی"۔

"یہ کہ آپ ہم لوگوں سے کھیلتے رہے...... آپ نے موقعے سے فائدہ نہیں اٹھایا" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تو اب کیا ہو گیا...... ہمارے پاس موقع ہی موقع ہے"۔

"نہیں...... اب آپ کے پاس موقع ہے نا موقعے کی ذات" آفتاب مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی" بجران نے منہ بنایا۔

"پتا نہیں...... یہ کوئی بات ہوئی یا نہیں...... لیکن آپ کو اس سے کیا آپ کے پاس تو موقع ہی موقع ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں...... آپ لوگوں کو مارنے میں دیر ہی کتنی لگے گی...... ایک ایک ہاتھ کی مار ہیں آپ لوگ"۔

"آپ پھر ایک بات بھول رہے ہیں...... میرا خیال ہے...... ہم آپ کو وہ بات بھی یاد دلا ہی دیں"۔

"اچھی بات ہے...... دلائیں پھر یاد"۔

"اور وہ بات یہ ہے...... کہ پچھلی مرتبہ ہم نے آپ لوگوں کو کیسی شکست فاش دی تھی"۔

"اس کیس میں ایک تو پروفیسر داؤد کے چاقو درمیان میں کود

پڑے تھے...... دوسرے وہ گدگدی [illegible]...... اور تیسرے میری ان میں وہ خاص جگہ جس میں [illegible]...... لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں، ہم سب انتظام کر کے چلے ہیں"۔

"لیکن یہ شہر اس قدر جلد تو آباد نہیں ہو گیا ہو گا...... ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے تو ہمارا آپ کا سامنا ہوا تھا"۔

"یہ منصوبہ ہمارے تو علم میں بھی نہیں تھا...... بہت مدت پہلے ان تین ملکوں نے یہ شروع کیا تھا...... ہمیں تو اس میں اس وقت سے شامل کیا گیا جب آپ لوگوں نے اس شہر میں دلچسپی لینا شروع کی، اس وقت ان تین طاقتوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آپ لوگ اس منصوبے کو بھی چوپٹ نہ کر دیں...... لہٰذا ہمیں آپ کے راستے میں رکاوٹ بننے کی ڈیوٹی سونپی گئی...... ورنہ ہمیں اس منصوبے کی تفصیلات معلوم نہیں تھیں...... بس یہ ہے کہانی"۔

"اب آپ لوگوں کے حق میں یہ بہتر ہے کہ آپ خود کو ہمارے حوالے کر دیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں...... ابھی تو یہ میزائلوں کا اڈا ہی آپ لوگوں نے تباہ کیا ہے...... اس پورے شہر میں آپ لوگوں کے دشمنوں کے سوا کوئی نہیں ہے...... کوئی ایک آپ کا ہمدرد نہیں ہے...... اور ابھی ہم سب زندہ سلامت ہیں...... پھر آپ کے حوالے خود کو کیسے کر دیں...... ہے کوئی تک؟"۔

malikji www.urdufanz.com

"نہیں...... کوئی تک نہیں...... لیکن آپ کے نزدیک...... ہمارے نزدیک نہیں...... شہر کے لوگ آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے"۔

"ارے تو ہمیں ان کی مدد کی ضرورت کیا ہے؟" شار چلائی۔

"اگر آپ لوگ نہیں مانتے...... تو آپ کی مرضی...... اب جو ہوگا اس کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے"۔

"اچھی بات ہے...... یونہی سہی ہم کب کہتے ہیں کہ ذمے دار ہم نہیں ہوں گے" بجران ہنسا۔

وہ ایک بار پھر آمنے سامنے آگئے...... اب انہیں ان کی جھر جھری سے خود کو بچانا تھا...... اس سے پہلے تو انہوں نے جان بوجھ کر جھر جھری نہیں لی تھی...... اب وہ یہ ہتھیار استعمال کرنے والے تھے۔

جھر جھری کا علاج کیا ہے...... فرزانہ، فرحت اور رفعت...... تمہیں لڑنے کے ساتھ ساتھ یہ سوچنا ہے" انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

"جی...... جج...... جی بہتر" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس سے پہلے کہ یہ کچھ سوچ سکیں...... ہم ان کی چٹنی بنا دیتے ہیں" ان الفاظ کے ساتھ ہی بجران، شار اور ایک روتان نے ان تینوں کی طرف وحشیانہ انداز میں چھلانگیں لگا دیں...... اور انہیں ایک ایک ہاتھ رسید کر کے دور نکل گئے...... وہ سب دھک سے رہ گئے...... کیونکہ وہ تینوں بری طرح اچھلی تھیں اور جب سڑک پر گریں تو بالکل

ساکت نظر آئیں...... ان سب کی سٹی گم ہو گئی۔

"لو...... اب ان سے پوچھو جھر جھری کا علاج" بجران نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جب یہ ہوش میں آجائیں گی...... تب پوچھ لیں گے" آصف نے منہ بنایا۔

"اس وقت تک تم لوگ بھی اس قابل کہاں رہ جاؤ گے کہ علاج پوچھ سکو...... اور اس کا کچھ فائدہ اٹھا سکو"۔

"اللہ مالک ہے" اشفاق بولا۔

"اب تم لوگوں کی باری ہے...... ہم چھے ہیں...... اور تم جیسے چھے سو پر بھاری ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

پھر وہ ان پر بلا کی رفتار سے ٹوٹ پڑے...... ان سب نے بھی اپنے طریقے کے مطابق ان کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی...... کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

انسپکٹر جمشید کے حصے میں اس بار شار آگئی...... وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"بہت دنوں بعد آمنا سامنا ہو رہا ہے...... آج خوب مقابلہ ہو گا"۔

"چلیے ٹھیک ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں نے اس دوران ایک مشق کی ہے...... آپ نے اگر میری اس

malikjiwww.urdufanz.com

مشق کا جواب دے دیا تو میں شکست کھا جاؤں گی...... ورنہ آپ"۔

"اور وہ مشق کیا ہے"۔

"میں اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بالکل سیدھی کر کے انسانی جسم پر کسی جگہ مارتی ہوں...... مقابل کھڑا نہیں رہ سکتا...... گر جاتا ہے...... اور اٹھ نہیں سکتا...... اگر وہ اٹھ جائے تو میں اس سے نہیں جیت سکتی...... اپنی ہار مان لیتی ہوں...... گویا آپ کو میری دو انگلیاں کھانا ہوں گی"۔

"اور اگر میں دو انگلیاں وصول ہی نہ کروں"۔

"وہ ایک الگ بات ہے...... لیکن اپ میرے مقابلے میں پھرتی نہیں دکھا سکیں گے...... آخر میں عورت ہوں آپ سے کئی گنا پھرتیلی ہوں"۔

"چلئے خیر...... ابھی معلوم ہو جاتا ہے"۔

"میری دو انگلیاں آپ کی طرف آ رہی ہیں...... وار روک سکتے ہیں تو روک لیں"۔

"میں تیار ہوں" وہ بولے۔

یہ بات چیت ان سب نے سنی تھی...... لہٰذا آصف بولا۔

"حضرات کیوں نہ ذرا ہم سب رک کر دو انگلیوں کا مقابلہ دیکھ لیں"۔

"ضرور کیوں نہیں...... اس میں دیر ہی کتنی لگے گی" شارا نے

کہا۔

"او کے مس شارا...... ہم آپ کی خواہش کے احترام میں ٹھہرے رہیں گے" رونان ہنسا۔

اب سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے...... ایسے میں بجران بولا۔

"بلکہ مزا ہی ایسی لڑائی میں آتا ہے جب ایک وقت میں سب لڑتے ہیں اس وقت کچھ پتا نہیں چلتا کون کیا کر رہا ہے...... اس طرح ذرا لطف رہتا ہے"۔

"تب پھر باقی مقابلے بھی اسی طرح ہوں گے"۔

"ویسے کیا مس شارا...... آپ نے اب تک اپنا یہ دو انگلیوں والا وار کسی پر نہیں کیا...... میرا مطلب ہے...... ہم میں سے کسی پر"۔

"نہیں...... ابھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی...... یہ انتہائی خطرناک وار ہے...... آپ کو پتا چل ہی جائے گا...... آپ اٹھ نہیں سکیں گے...... عام طور پر میں دل پر وار کرتی ہوں...... دل کی حرکت فوراً بند ہو جاتی ہے"۔

"ارے باپ رے" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی...... یہ بھی کوئی گھبرانے کی بات ہے" فاروق نے منہ بنایا۔

"تب...... تب پھر...... گھبرانے کی بات کون سی ہے"۔

"کوئی بھی نہیں...... جو اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے

malikji www. urdufanz.com

لڑتے ہیں...... انہیں کیا فرق پڑتا ہے...... وہ لڑائی میں کام آ جائیں تو شہید...... زندہ رہیں تو مجاہد...... اللہ کی رحمتیں انہیں ہر حال میں مل کر رہتی ہیں''۔

''میں آ رہی ہوں...... ہمارے پاس ان باتوں کا وقت نہیں ہے'' شارا بولی۔

''او کے'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ساتھ ہی وہ تیر کی طرح انہیں اپنی طرف آتی نظر آئی...... انسپکٹر جمشید فوراً اونچا اچھل گئے...... تاکہ اس کے اوپر سے گزر کر اس کی کمر کی طرف آ سکیں...... لیکن دوسرا لمحہ حیران کن تھا...... جب ان کے نزدیک پہنچتے ہی وہ بھی اوپر اچھلی اور اسی حالت میں اپنی دونوں انگلیاں ان کے سینے کی طرف لے آئی...... وہ بری طرح تڑپے...... اور گھوم گئے...... شارا کا ہاتھ ان کے کپڑوں کو چھوتا آگے نکل گیا...... ساتھ ہی ان کے دائیں ہاتھ کی ہڈی اس کی کلائی پر لگی۔

وہ دھپ سے نیچے گری...... انسپکٹر جمشید بھی نیچے آئے...... اب وہ پھر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے...... شارا انہیں خونی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میرے لیے یہ عجیب بات ہو گئی''۔

''چلیے کوئی بات نہیں...... دوبارہ کوشش کریں''۔

''ہاں! کیوں نہیں'' وہ ہنسی...... اس وقت تک اپنے غصے پر قابو پا چکی تھی۔

اب پھر اس نے ان کی طرف چھلانگ لگائی...... ہاتھ کی دو انگلیاں بالکل سیدھی انہیں اپنی آنکھوں کی طرف آتی نظر آئیں...... گویا اس بار اس نے ان کی آنکھوں کا نشانہ لیا تھا۔

ان سے اگر لمحے بھر کی دیر ہو جاتی تو ان کی دونوں آنکھیں پھوٹ چکی تھیں...... وہ عین اس لمحے نیچے بیٹھے تھے...... جب وہ ان کے بالکل نزدیک آ گئی تھی...... اس طرح وہ ان سے ٹکرا کر گری...... اس کا ہاتھ ان کے سر کے اوپر سے آگے نکل گیا۔

وہ بجلی کی طرح تڑپے، مڑے اور اس کا ہاتھ کلائی پر سے پکڑ لیا۔

''بہت خوب؟'' انسپکٹر کامران مرزا بھرپور انداز میں مسکرائے۔

''اب تو انگلیوں والا ہاتھ میرے قابو میں ہے...... اب آپ کیا کریں گی محترمہ''۔

''یہ کوئی خاص بات نہیں''۔

یہ کہہ کر اس نے ان کے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا اور وہ دور جا کر گرے...... باقی لوگ دھک سے رہ گئے۔

☆☆☆

malikji www.urdufanz.com

پروفیسر ہوں تو......

"انسپکٹر جمشید آپ کو معلوم ہونا چاہیے...... اگر روتان صاحبان جھرجھری کے ماہر ہیں تو ہم دونوں جھٹکے کے ماہر ہیں...... اور اپنے ان جھٹکوں سے ہم آپ لوگوں کا جھٹکا کر دیں گے"۔

"جملہ پسند آیا شارا...... اب وقت بھی ان کا جھٹکا کرنے کا ہے...... کیونکہ" بجران کہتے کہتے رک گیا...... اس کی پیشانی پر الجھن کی لکیر نظر آ رہی تھی۔

"کیونکہ کیا؟" شارا بولی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے...... ہم لوگ ان کے جال میں آتے جا رہے ہیں...... اب تک ہم یہ خیال کرتے رہے ہیں کہ اڈا تو تباہ ہو گیا...... لیکن ہم ان لوگوں کو کیوں زندہ سلامت جانے دیں اور یہ جا بھی کیسے سکتے ہیں...... جب کہ پورا شہر ان کے دشمنوں سے بھرا پڑا ہے...... لیکن اب میں محسوس کر رہا ہوں...... پورا شہر ہمارے کسی کام نہیں آئے گا"۔

"کیا مطلب پروفیسر بجران...... یہ کیا بات ہوئی...... کیوں کام

نہیں آئے گا" شارا نے بوکھلا کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے...... انسپکٹر جمشید نے اڈے کے تباہ ہوتے ہی فوج کو خبر کی ہے...... اور فوج نے شہر کو گھیر لیا ہے...... بلکہ حملہ کر دیا ہوگا اب وہ لوگ اس اڈے کی بنیاد پر اکڑ کے رہتے تھے...... اس کے ذریعے فوج پر میزائل برسانا شروع کرا دیتے تھے...... شہر کے ڈپٹی کمشنر نے فوج کی دھمکی ملنے پر مسٹر مڈونگ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہوگی...... لیکن ظاہر ہے...... رابطہ نہیں ہوا ہوگا...... لہٰذا ان میں خوف پھیل گیا ہوگا...... شہر کے لوگ فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے...... لہٰذا فوراً ہتھیار ڈال دیں گے...... اور اس کے بعد فوج ادھر کا رخ کرے گی...... اس وقت بھی تو ہمیں بھاگنا ہوگا...... لہٰذا جلد از جلد ان لوگوں کا جھٹکا کر کے نکل چلتے ہیں"۔

"ان کی فوج ہمیں کیسے روک سکے گی...... سوال تو یہ ہے"۔

"راکٹ لانچر سے تو ہمیں گرایا جا ہی سکتا ہے اور فوج کے پاس ہماری اسلحہ ہوتا ہے...... طیارہ شکن توپ کے گولے اگر ہمیں ملیں تو کیا ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں گے"۔

"نن نہیں" وہ سب بولے۔

"بس تو پھر جلد از جلد ان کا کام تمام کر دو" بجران دھاڑا۔

اب وہ ان سب پر ٹوٹ پڑے...... ادھر وہ دوڑ پڑے...... انہوں نے بھی سوچ لیا تھا...... ان سے بھڑنے کی بجائے...... دوڑ بھاگ کر ان

کے وار سے خود کو بچائیں گے...... ایسے میں انسپکٹر جمشید چلائے۔

"اپنا رخ شہر کی طرف ہونا چاہیے...... تا کہ اس لڑائی کا ہر قدم ہمیں شہر سے نزدیک کر دے...... اس طرف سے بری فوج کے کمانڈر انچیف خالد سفیان صاحب آ ہی رہے ہوں گے"۔

انہوں نے رخ مشرق کی طرف کر لیا...... ایسے میں ان کی نظریں اوپر پڑیں...... اب عمارت کے ہر حصے سے گہرا دھواں اٹھ رہا تھا...... انہیں پروفیسر داؤد کے اس کارنامے پر حیرت ہونے لگی...... اور اگر اس وقت انہیں بجران اور روتان وغیرہ سے مقابلہ نہ کرنا ہوتا تو وہ دل کھول کر حیران ہوتے...... اپنی حیرت ظاہر کر کر کے ان کو خوب تنگ کرتے۔

اب وہ آگے تھے اور بجران پارٹی ان کے پیچھے تھی...... پھر اچانک شارا، بجران اور ایک روتان دوڑتے ان سے آگے نکل گئے۔

روتان آگے نکلتے ہی ان کی طرف مڑا...... اور انسپکٹر جمشید سے ٹکرا گیا...... دونوں دھم سے گرے...... اس طرح پیچھے آنے والے ان سے ٹکرا ٹکرا کر گرے...... بلکہ باقی روتان بھی الجھ کر گرے...... ادھر انہوں نے دیکھا کہ بجران اور شارا رکے بغیر شہر کی طرف اڑے جا رہے ہیں...... یہ دیکھ کر فرزانہ چلائی۔

"ارے ارے...... آپ ادھر کہاں بھاگے جا رہے ہیں"۔

"فوج کا رخ تبدیل کرنے کے لیے ہمیں جانا ہو گا"۔

malikji www.urdufanz.com

"ارے باپ رے...... فرزانہ...... رفعت...... فرحت جلدی کرو...... پکڑو انہیں" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے...... ہم پکڑیں" رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! ہم جانتے ہیں...... تم ہم سے تیز دوڑ سکتی ہو"۔

"ارے باپ رے...... یہ راز آپ کو کس نے بتا دیا" فرزانہ بول اٹھی۔

ساتھ ہی تینوں دوڑ پڑیں...... دیکھتے ہی دیکھتے...... وہ تینوں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں...... جب کہ پروفیسر بجران اور شارا ان سے پہلے ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

"یہ کیا ہوا بھلا" پروفیسر داؤد کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"یہ...... یہ ہوا پروفیسر صاحب...... بجران اور شارا میری اور انسپکٹر کامران مرزا کی شکل میں آگے جا کر خالد سفیان کو روکیں گے اور انہیں غلط سمت میں روانہ کر دیں گے...... کہ دیں گے کہ بجران، شارا اور روتان اس سمت میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں...... ہم چونکہ پیدل تھے اس لیے ان تک نہیں پہنچ سکے...... آپ گاڑیوں پر ان کے تعاقب میں روانہ ہو جائیں...... اس طرح خالد سفیان اپنا رخ تبدیل کر لیں گے...... اور یہ دونوں پھر ہماری طرف یعنی اس طرف لوٹ آئیں گے...... اس طرح یہ لوگ اطمینان سے ہمارا مقابلہ کریں گے...... اور اس مقابلے میں کس کا پلہ بھاری رہتا ہے...... کچھ نہیں کہا

جا سکتا...... کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ فرار ہو سکتے ہیں...... جب کہ فوج اگر اس طرف آئے...... تو ان کے فرار ہونے کے امکانات بالکل نہیں رہ جائیں گے"۔

"ارے باپ رے...... تب تو یہ اور بھی خطرناک بات ہو گئی" خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

"وہ...... وہ کیسے"۔

"آپ نے دنیا کے دو خطرناک ترین آدمیوں کے مقابلے میں فرزانہ، فرحت اور رفعت کو بھیج دیا"۔

"ان کی تیز رفتاری کی بنا پر"۔

"اوہو...... فرض کیا...... وہ انہیں جالیں...... تو کیا روک سکیں گے" خان رحمان بولے۔

"ہاں! یہ بھی مشکل کام ہو گا"۔

"تب پھر ہم سب اس طرف دوڑ لگاتے ہیں"۔

"ہاہاہا...... اور تم لوگ ہمیں بھول گئے" چاروں روتان ہنسے۔

"نن نہیں...... بھولے نہیں...... تم چاروں کو ہم چاروں روکیں گے...... چھوٹی پارٹی دوڑ لگائے گی...... ارے بھئی...... لگاؤ دوڑ" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

اور وہ دوڑ لگا گئے...... محمود ان سب سے آگے تھا...... اور اس میدان میں چار روتان ان کے مقابلے پر تھے۔

"پروفیسر صاحب...... آپ ذرا ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جائیں...... اور کھیل دیکھیں...... کھیل کی دھار دیکھیں...... ویسے یہ دھوئیں والا کارنامہ آپ کا بہت شاندار رہا...... مدتوں یاد رہے گا"۔

"کک...... کیا کہا...... دھوئیں والا کارنامہ" پروفیسر داؤد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کک...... کیوں...... آپ کو کیا ہوا؟" منور علی خان نے حیران ہو کر کہا...... وہ اب تک اپنی رسی کھول چکے تھے اور ان کا آنکڑا سائیں سائیں کرتا...... ان کے سروں پر کسی ہیلی کاپٹر کے پروں کی طرح گھوم رہا تھا۔

"میرا مطلب ہے...... یہ...... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے؟"۔

"حد ہو گئی...... انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"بلکہ دھت تیرے کی" انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"ہم سب میں کہیں ان سب کی روحیں تو حلول نہیں کر گئیں" خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

"نن نہیں" پروفیسر داؤد کانپ گئے۔

روتان انہیں حیران ہو کر دیکھنے لگے۔

"کس بات پر حیران ہو بھئی...... جلدی سے بتا دو...... تاکہ تمہاری حیرت دور کرنے کا بندوبست کیا جا سکے"۔

malikji www.urdufanz.com

"آپ لوگ تو بالکل اپنے بچوں کے انداز میں باتیں کرنے لگے"۔

"ہاں ہمارے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہے..... جب وہ پاس ہوتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں تو ہم انہیں ڈانٹتے ہیں..... جھاڑ پلاتے ہیں اور جب وہ پاس نہیں ہوتے تو پھر سوچے سمجھے بغیر ان کے انداز میں باتیں کرنے لگتے ہیں..... ہے کوئی تک؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"بالکل کوئی تک نہیں ہے اس بات کی..... اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے تکے لوگ ہیں" روتان ہنسا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں..... لیکن یہ تو بتائیں..... آپ میں سے اصلی روتان کون ہے"۔

"اصلی روتان..... ہم میں سے ایک ہے بس..... اب اس سے زیادہ کیا بتائیں"۔

"لیکن وہ کون سا ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کو اس سے کیا..... پیڑ گننے سے مطلب یا آم کھانے سے"۔

"پیڑ گننے سے انسان کی صحت پر بہت خوش گوار اثر پڑتا ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"فرض کرلیں..... میں اصلی ہوں" ایک نے ہنس کر کہا۔

"فرض کرنے سے مزا نہیں آئے گا"۔

"نہ آئے..... ہمیں اس سے کیا"۔

"اچھی بات ہے" انسپکٹر جمشید بولے اور پھر وار روکنے کے لیے تیار

ہو گئے..... پروفیسر داؤد اس وقت تک ایک طرف ہو گئے تھے اور ان کا ایک ہاتھ جیب سے کوئی چیز نکالنے میں مصروف تھا۔

"ایک ایک روتان..... ایک ایک ہم..... باقی رہ گئے پروفیسر صاحب..... وہ لڑائی کا نظارہ کریں گے"۔

"نہیں جمشید" وہ بول اٹھے۔

"جی کیا فرمایا..... نہیں جمشید"۔

"ہاں! یہی فرمایا" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"۔

"میں صرف لڑائی نہیں دیکھوں گا..... لڑائی کا رنگ بھی دیکھوں گا"۔

"گویا آپ ضرب المثل پر عمل کریں گے..... خیر..... یونہی سہی"۔

"غلط سمجھے" وہ مسکرائے۔

"اوہ اچھا..... آپ ضرورت پڑنے پر ہماری مدد کریں گے"۔

"ہاں! بالکل..... بس تم دیکھتے جاؤ"۔

"شکریہ..... پروفیسر داؤد ہوں تو آپ جیسے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہائیں..... یہ میں ہی تو ہوں"۔

"جی ہاں! جی ہاں..... بالکل یہ آپ ہی تو ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

اور پھر ایک روٹان نے انسپکٹر جمشید کی طرف دوڑ لگادی...... جونہی وہ ان کے نزدیک پہنچا...... وہ نیچے بیٹھ گئے اور اسے دونوں ہاتھوں پر روکا...... ساتھ ہی اسے اچھال پھینکا...... وہ چند قدم دور جاکر گرا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا...... اس نے طنزیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر دوڑ لگائی...... اس مرتبہ انسپکٹر جمشید نے دائیں طرف چھلانگ لگادی...... وہ اپنی جھونک میں آگے نکل گیا...... انسپکٹر جمشید فوراً اس کی طرف مڑے اور اس کے پاس پہنچتے ہی بائیں پہلو پر ایک ٹھوکر رسید کر دی۔

انھیں یوں لگا جیسے ان کا پاؤں کسی چٹان سے ٹکرا گیا ہو...... ساتھ ہی ان کا پاؤں روٹان کے دونوں ہاتھوں میں آگیا...... اور جونہی ان کا پاؤں اس کے ہاتھوں میں آیا اس نے انھیں پکڑ کر گھمادیا اور...... خود بھی ان کے ساتھ گھومنے لگا...... اب ان کا جسم پھرکی کی طرح چکر کاٹ رہا تھا...... اچانک اس نے ان کا پیر چھوڑ دیا...... وہ چکر کھاتے، ہوا میں اڑتے دور جاکر گرے اور ساکت ہوگئے...... روٹان نے فاتحانہ انداز میں ان کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"تمہارا ایک ساتھی تو گیا کام سے...... اب یہ نہیں اٹھ سکے گا"۔

"نن نہیں" وہ چلائے۔

"یقین نہیں تو جاکر پہلے دیکھ لو...... پھر ہم سے لڑلینا...... ہم کبھی بھاگے نہیں جارہے...... ہم یوں بھی تم لوگوں کو بھگانے کے لیے آئے

ہیں" اس نے منہ بنایا۔

وہ دوڑ کر انسپکٹر جمشید کی طرف پہنچے...... ان کی نبض دیکھی ...... دل کی دھڑکن دیکھی...... دونوں باقاعدہ چل رہی تھیں...... ساتھ ہی وہ مسکرا دیے...... لیکن آنکھ کھول کر اشارہ کردیا کہ روٹانوں کو نہ بتائیں...... وہ بالکل ٹھیک ہیں"۔

"دل کی دھڑکن جاری ہے...... اور نبض بھی چل رہی ہے...... تمہارا دعویٰ غلط ہے"۔

"یہ سن کر حیرت ضرور ہوئی...... لیکن خیر...... یہ جلد ہوش میں نہیں آئیں گے"۔

"یہ کب ہوش میں آتے ہیں...... اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے...... خیر کوئی بات نہیں...... ابھی ہم تمہارے مقابلے میں ہیں"۔

"آؤ آؤ...... تمہاری بھی اب چٹنی بنے گی...... اور ادھر بجران اور شارافوج کو اُلو بناکر اس کا رخ تبدیل کریں گے...... واہ...... کیا پروگرام ہے"۔

"اور میزائلوں کے اڈے کے بارے میں پروگرام کیسا رہا"۔

"کوئی بات نہیں...... اس کے لیے کوئی اور جگہ تلاش کرلی جائے گی"۔

"ہم بھی پھر اس ایک اور جگہ پہنچ جائیں گے"۔

دوسرے روٹان نے انسپکٹر کامران مرزا پر نئے انداز سے حملہ

malikji www.urdufanz.com

کیا...... وہ پہلے نیچے گرا اور کسی گیند کی طرح لڑھکتا ہوا ان کی پنڈلیوں سے جا ٹکرایا...... وہ بہت اونچا اچھلے اور نیچے گرے..... انہیں اپنی پنڈلیاں ٹوٹتی محسوس ہوئی تھیں...... تاہم وہ اس تکلیف کو کسی نہ کسی طرح پی ہی گئے...... جونہی وہ اٹھے...... روتان پھر ان کے سر پر پہنچ چکا تھا اس کے دائیں ہاتھ کا مکا انہیں اپنے ناک کی طرف آتا نظر آیا...... وہ فوراً گرے اور دائیں پیر کی ٹھوکر اس کے پیٹ میں جڑ دی...... وہ کمان کی طرح آگے کی طرف جھک گیا...... لیکن ساتھ ہی اس کے سر کی ٹکر ان کے سینے پر لگی...... انہیں یوں لگا جیسے پتھر کی سل ان کے سینے پر آ گری ہو...... انہیں اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا...... وہ اوندھے منہ گرے اور ساکت ہو گئے۔

"لو بھئی...... تمہارا دوسرا ساتھی بے کار ہو گیا...... یہ بھی اب نہیں اٹھ سکے گا...... چاہو تو تم ان کی نبض اور دل کی دھڑکن دیکھ لو"۔

وہ ان پر جھک گئے...... انہوں نے بھی آنکھ کا اشارہ کیا اور وہ سیدھے ہو گئے۔

"کوئی بات نہیں! ہم ابھی موجود ہیں"۔

"تم...... تم تو ہو کس کھیت کی مولی"۔

"یہ میرا آ... تائے گا تمہیں" منور علی خان بولے اور ساتھ ہی رسی تیسرے روتان کی گردن کے گرد لپٹ گئی۔

"ارے ارے یہ...... یہ تم رسی کہاں لپیٹ رہے ہو ... مسٹر

شکاری"۔

"میں نے سوچا...... تم لوگ جسم کے گرد کسی رسی کو تو تڑا لیتے ہو...... گردن کے گرد کسنے والی رسی کو تڑاتے ہو یا نہیں"۔

منور علی خان کی ہنسی سنائی دی...... ساتھ ہی تیسرا روتان تڑ سے گرا۔

☆☆☆

malikji www. urdufanz.com

یہ آپ ہیں

فرزانہ ' رفعت اور فرحت بے تحاشہ دوڑ رہی تھیں..... بجران اور شارا ان کے دوڑ پڑنے سے پہلے ہی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے اور وہ کوئی کم رفتار لوگ نہیں تھے..... وہ تو چھلاوے تھے..... انہیں جا لینا کوئی آسان کام نہیں تھا اور نہ اس بات کا امکان تھا' لیکن اس کے باوجود وہ جان توڑ کر دوڑ رہی تھیں۔

"ہم جانتی ہیں..... ہم ان تک نہیں پہنچ سکتیں..... پھر ہم کیوں دوڑ رہی ہیں" فرحت نے مشکل سے کہا..... اس قدر تیز دوڑتے ہوئے بات کرنا بھی تو آسان نہیں ہوتا۔

"اس لیے کہ ہمیں دوڑنا ہے اور بس..... اس وقت اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور کام بھی تو نہیں ہے"۔

"ہوں یہ بھی ٹھیک ہے..... لیکن اگر ہمیں دوڑنا ہی ہے تب پھر آج اس طرح کیوں نہ دوڑیں کہ اپنا بھی ریکارڈ توڑ دیں"۔

"ہاں کیوں نہیں..... آؤ"۔

یک دم ان کی رفتار اور بڑھ گئی..... انہوں نے اپنا پورا زور لگا دیا..... ایک بات تھی..... وہ بہر حال ان دونوں سے ہلکی تھیں..... وہ اگرچہ بھاری بھی کم نہیں تھے..... دبلے پتلے تھے اس لیے..... ان کی نسبت کم تیز دوڑنے والی بھی نہیں تھیں وہ۔

"ارے..... شاید وہ دوڑے جا رہے ہیں" رفعت کو دو دھبے سے نظر آئے تو وہ چلا اٹھی۔

"یقین سے نہیں کہا جا سکتا..... ہو سکتا ہے..... یہ سڑک پر بنے نشان ہوں" فرحت نے کہا۔

"خیر..... وجہ معلوم ہو جائے گی..... اگر یہ نشان ہیں تو جلد ہی ہم ان تک پہنچ جائیں گی اور اگر بجران اور شارا ہیں..... تو ہم جلد ان تک نہیں پہنچ سکیں گے..... سر توڑ کوشش کے بعد ایسا ہو سکے گا"۔

"دیکھا جائے گا..... ہمارا کام ہے..... دوڑتے رہنا"۔

وہ دوڑتی رہیں..... پھر دھبے بڑے ہونے لگے..... اچانک رفعت کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔

"ارے باپ رے"۔

"کک..... کیا ہوا؟"۔

"خوف ناک غلطی ہونے چلی تھی"۔

"اور وہ کیا"۔

"رفتار میں 5 فیصد کمی کر دو"۔

maliksji www.urdufanz.com

"ارے باپ رے...... اس طرح تو یہ دونوں دھبے چھوٹے ہوتے
چلے جائیں گے...... بڑی مشکل سے تو دھبے بڑے ہونے شروع ہوئے
تھے"۔

"ہاں! میں یہی چاہتی ہوں...... دھبے چھوٹے ہو جائیں...... تاہم
رہیں ہماری نظروں میں" رفعت نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ اوہ...... واقعی غلطی ہو چلی تھی" فرزانہ اچھلی...... دوڑتے
دوڑتے اچھلنا بھی ایک فن تھا۔

"اوہ ہاں واقعی...... چلو شکر ہے رفعت...... تمہیں عقل آ گئی......
ورنہ ہم تو مارے گئے تھے...... ہمارا پروگرام تھا...... دوڑتے دوڑتے ان
سے آگے نکل جائیں...... اور انہیں فوج کی طرف نہ جانے دیں......
تا کہ وہ فوج کا رخ نہ تبدیل کر سکیں...... لیکن بگران اور شارا کا مقابلہ کرنا
کوئی آسان کام نہیں تھا...... اس جنگ میں انہیں شکست بھی ہو سکتی
تھی...... فتح کے امکانات کم تھے اور شکست کے زیادہ...... لیکن اب جو
بات سمجھ میں آئی ہے...... اس پر عمل کرنے کی صورت میں ان کی
شکست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا...... اب انہوں نے درمیانی فاصلہ
اتنا رکھا کہ وہ دھبے نظر آتے رہیں اور پھر کئی سڑکیں صرف ایک
سڑک میں تبدیل ہو گئیں...... یہ نشان تھا اس بات کا کہ اب اڈے کی
حدود ختم اور شہر کی شروع ہو گئی تھیں...... بگران اور شارا ا یم
سرپٹ دوڑ رہے تھے۔

ایسے میں انہیں اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی
دیں...... فرزانہ نے مڑ کر دیکھا تو محمود وغیرہ چلے آ رہے تھے۔

"آہا...... آخر ہم نے تمہیں پکڑ لیا اور اب ہم تم سے آگے نکل
جائیں گے" محمود کی شوخ آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ایسی غلطی نہ کرنا" فرزانہ بولی۔

"یہ غلطی کیسے ہو گی"۔

"ہم نے اپنی رفتار پانچ فیصد کے قریب کم کی ہے"۔

"یہ کیا پاگل پن ہے...... اس وقت ضرورت رفتار بڑھانے کی
ہے...... نہ کہ گھٹانے کی" آصف نے چیخ کر کہا۔

"نہ بڑھانے کی ضرورت ہے...... نہ گھٹانے کی...... بس جتنی رفتار
ہے اتنی ہی رکھو"۔

"آخر کیوں"۔

"وہ دیکھو...... دو دھبے نظر آ رہے ہیں"۔

"ہاں بالکل...... یہ کیسے دھبے ہیں"۔

"بہت خوب صورت دھبے ہیں" رفعت ہنسی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" آفتاب نے چلا کر کہا۔

"یہ بات یہ ہوئی کہ اگر ہم دوڑتے ہو۔ ان دونوں تک پہنچ
گئے...... تو ان سے جنگ کرنا پڑے گی...... یہ کوئی آسان جنگ
نہیں ہو گی...... وہ آخر بگران اور شارا ہیں...... کوئی نہیں ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"تو ہوتے رہیں...... جب ہمیں مقابلہ کرنا ہے...... تو بس کرنا ہے...... چاہے فتح ہو چاہے شکست"۔

"دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر ہمیں شکست ہو گئی تو اس کا نقصان کیا ہو گا...... وہ فوج تک پہنچ جائیں گے اور اس کا رخ تبدیل کر دیں گے...... اور اس طرح ہم سب مشکل میں گھر جائیں گے...... لیکن اگر ہم ان تک نہیں پہنچتے اور تعاقب میں لگے رہتے ہیں تو جب یہ فوج تک پہنچیں گے...... اسی وقت ہم پہنچ جائیں گے اور فوج کو صورت حال سے باخبر کر دیں گے...... اس طرح فوج ان دونوں کو گرفتار کر لے گی...... اور روتانوں کو بھی ہم آخر کار گرفتار کر لیں گے...... اس طرح ہم ایک مکمل فتح حاصل کر سکیں گے...... اب تم بتاؤ...... کون سی ترکیب بہتر رہے گی"۔

"اس میں شک نہیں...... تم نے بالکل درست سوچا ہے"۔

"تب پھر تم بے شک لوٹ جاؤ...... ہو سکتا ہے...... روتانوں کے مقابلے میں لیا جان وغیرہ کو تمہاری ضرورت ہو" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"تو ہاں! واقعی...... ادھر تو پھر ہماری کوئی ضرورت نہیں رہی"۔

"بالکل نہیں...... اوہ ارے ہائیں...... یہ...... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں" ایسے میں فرزانہ چلائی۔

"کک...... کیا دیکھ رہی ہو"۔

"دیکھیے لمحہ بہ لمحہ بڑے ہو رہے ہیں...... اس کا مطلب ہے...... وہ دونوں رک گئے ہیں"۔

"لیکن کیوں" وہ چلائے۔

"پہلے ہمیں رک جانا چاہیے"۔

"بالکل ٹھیک" محمود بلند آواز میں بولا۔

اور پھر وہ بھی رک گئے۔

"شاید بجران اور شارا نے یہ بات بھانپ لی ہے کہ اگر دونوں پارٹیاں آگے پیچھے فوج تک پہنچیں...... تو ان کی چال کارگر نہیں ہو سکے گی...... اس طرح وہ انکل جمشید' کامران مرزا کے میک اپ میں بھی دھوکا نہیں دے سکیں گے"۔

"ضرور یہی بات ہے...... لیکن اب وہ رک کر بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے"۔

"ہوں! یہی بات ہے"۔

"بس تو پھر ہم بھی یہیں کھڑے ہیں"۔

"اوہ...... وہ...... وہ آ رہے ہیں...... اب...... ہماری طرف دوڑ رہے ہیں...... دوڑو" آصف چلا اٹھا۔

انہوں نے واپس دوڑ لگا دی...... کہاں تو وہ آگے کی طرف دوڑ رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح بجران اور شارا تک پہنچ جائیں...... پھر دوسرا خیال آنے پر انہوں نے رفتار کم کر دی تھی......

پھر کہاں انہیں رک جانا پڑا اور اب واپس دوڑنا پڑ رہا تھا...... عجیب صورت حال تھی...... بہر حال یہ چال کا جواب تھا جو انہوں نے بجران اور شارا کو دیا تھا اور خوب جواب تھا۔

malikji www.urdufanz.com

"پیچھے بھی دیکھتے رہنا...... کہیں وہ دھوکا دے کر پھر واپس نہ مڑ جائیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

وہ مڑ مڑ کر دیکھتے بھی رہے اور دوڑتے بھی رہے...... اب پھر درمیانی فاصلہ کم ہو چلا تھا...... گویا بجران اور شارا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ کسی طرح ان تک پہنچ جائیں...... اور انہیں ایک ایک ہاتھ رسید کر کے چلتے بنیں اور بنائیں پھر فوج کو بے وقوف...... اور ایسا کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا...... کیونکہ وہ دونوں میک اپ کے بغیر اپنے حلیے تبدیل کر سکتے تھے اور جس کی شکل چاہتے اختیار کر سکتے تھے...... اور آواز اور لہجے...... بلکہ حرکات اور سکنات کی بھی نقل کر سکتے تھے۔

انہوں نے دیکھا...... بجران اور شارا ان کے بہت نزدیک پہنچ گئے...... اب تو انہیں خوف محسوس ہونے لگا...... ان کی چال کے جواب کا انہوں نے بھی جواب دے دیا تھا۔

"رک جاؤ بے وقوفو! ورنہ ہم تمہیں شوٹ کر دیں گے"۔

وہ سہم گئے...... وہ واقعی اتنے فاصلے سے انہیں شوٹ کر سکتے تھے...... اور پھر رک کر ان کی طرف مڑ گئے۔

"یہ کیا بے وقوفی تھی" بجران دھاڑا۔

"کک...... کون سی بے وقوفی انکل گران" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"بجران" وہ چلایا۔

"اوہ معاف کر دیں...... غلطی ہو گئی"۔

"حد ہو گئی...... آخر تمہیں سوجھی کیا...... کہاں تو تم ہمارے پیچھے چلے آ رہے تھے...... شاید ہمیں روکنے کے لیے...... کہاں تم نے رفتار کم کر دی...... پھر کہاں تم بالکل رک گئے اور جب ہم تمہارے پیچھے دوڑے تو پھر الٹے بھاگنے لگے...... تم لوگوں کی کسی بات میں بھی کوئی تک ہے"۔

"جج...... جی نہیں" آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"اور حیرت؟ ہمیں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا پر ہے...... کہ تم لوگوں کو ساتھ لیے پھرتے ہیں"۔

"جی...... بس...... اب ہم کیا بتائیں" شوکی نے شرما کر کہا۔

"یہی بتا دو...... پروگرام میں تبدیلی کیوں کی"۔

"دماغ چل گیا ہو گا انکل" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب...... کس کا دماغ چل گیا ہو گا"۔

"ہمارا اور کیا آپ کا" آصف بولا۔

"تو پھر جاؤ تم کام سے...... جب تم لوگوں کو مرنا ہی ہے...... تو پھر

malikji www.urdufanz.com

تم ہمارے ہی ہاتھوں کیوں نہ مرو۔"

"ارے ارے انکل..... یہ ظلم نہ کریں۔"

"کیا کہا..... یہ ظلم ہے؟" شارا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں تو اور کیا۔"

"اور تم لوگوں نے جو یہاں آ کر کیا..... وہ ظلم نہیں ہے۔"

"یہ ہمارا ملک ہے..... آپ کو یہاں آ کر سازش کے بیج بونے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ہمارا کام ہے۔"

"تو پھر آپ لوگوں کی سازشوں کو ناکام بنانا ہمارا کام ہے۔"

"اور تم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ہمارا کام ہے۔"

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے" محمود مسکرایا۔

ساتھ ہی انہوں نے ان کی طرف فائر جھونک مارے..... وہ پہلے ہی ہوشیار تھے..... ادھر ادھر لڑھک گئے..... فاروق اس وقت تک جیب سے پروفیسر داؤد کا دیا ہوا ایک کھلونا نکال چکا تھا..... اس سے پہلے کہ وہ کھلونا ان کی طرف اچھالتا..... بول اٹھا۔

"حیرت ہے..... آپ لوگوں کا نشانہ اتنا کچا کب سے ہو گیا۔"

"بیوقوف ہو تم" بگران جھلا اٹھا۔

"یہ بات تو ہم خود ایک دوسرے کو کہتے رہتے ہیں۔"

"تب پھر..... خود کو مانتے کیوں نہیں" شارا ہنسی۔

"یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ہم خود کو بے وقوف نہیں مانتے ہیں..... ہم بالکل مانتے ہیں..... ویسے اس وقت خاص طور پر یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ہم بے وقوف ہیں اگر اس کی وضاحت کر دیں تو عین نوازش ہو گی۔"

"ہمارا نشانہ اور چوک جائے..... ناممکن..... ہم نے جان بوجھ کر غلط نشانہ لیا تھا۔"

"اس مہربانی کی وجہ؟"

"تم ہمیں بہت پسند ہو..... ہم تم لوگوں کو کبھی بھی جان سے مارنا پسند نہیں کریں گے۔"

"کک..... کیا واقعی..... کیا بالکل سچ؟" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! سو فیصد سچ۔"

"تو پھر یہ لیں..... ہمارے انکل کی طرف سے تحفہ" فاروق نے کہا اور کھلونا اچھال دیا۔

بگران نے ہاتھ اونچا کر کے کھلونا دبوچ لیا اور الٹا ان پر کھینچ مارا..... وہ بھڑک کر ادھر ادھر بھاگے..... کھلونا دھماکے سے پھٹ گیا لیکن کسی کو نقصان نہ پہنچ سکا۔

"ہائے بے چارہ..... یونہی ضائع ہو گیا" فاروق نے سرد آہ بھری۔

"پروفیسر یہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں..... ان کے ایک ایک

malikji www. urdufanz.com

ہاتھ رسید کر دیں...... تاکہ ہم آگے جا کر فوج کو روک سکیں۔"

"بالکل ٹھیک"۔

اور پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئے...... بجلی کی طرح ایک ایک ہاتھ ان کے رسید کرتے چلے گئے...... وہ تڑاتڑ گرتے چلے گئے...... انہوں نے ایک نظر ان پر ڈالی اور پھر بھاگ نکلے...... جونہی وہ کافی فاصلے پر پہنچے...... محمود نے آہستہ آواز میں کہا۔

"کیا سب بے ہوش ہیں...... یا میری طرح کوئی ہوش میں بھی ہے"۔

ان میں سے کوئی نہ بولا...... گویا صرف وہ ہوش میں تھا اور اس وقت وہ ان کے ساتھ چال کھیل گیا تھا...... اس ہڑبونگ میں جب سب ایک ایک ہاتھ کھا کر گر رہے تھے وہ ہاتھ کھائے بغیر ہی گر گیا تھا...... اور بالکل ساکت ہو گیا تھا...... پھر جونہی بجران اور شارا نظروں سے اوجھل ہوئے...... وہ اٹھ کر ان کی طرف دوڑ پڑا...... اب اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک وہ دھبے نظر آئیں...... وہ رفتار بڑھاتا چلا جائے گا...... لیکن جونہی دو دھبے نظر آئیں گے...... رفتار کم کر دے گا...... اس حد تک رکھے گا کہ دھبے مشکل سے نظر آ سکیں...... تاکہ بجران اور شارا مڑ کر اسے دیکھ نہ لیں۔

وہ دوڑتا رہا...... ایک دو بار اس نے مڑ کر بھی دیکھا کہ شاید کوئی ساتھ آ رہا ہے...... لیکن کوئی آتا نظر نہ آیا...... آخر پندرہ منٹ کی دوڑ

کے بعد اس نے دور سے فوج کے دستے کو آتے اور بجران اور شارا کو فوج سے نزدیک ہوتے دیکھ لیا...... اب اس نے رفتار بڑھا دی...... کہ کہیں اس کے پہنچنے سے پہلے ہی فوج اپنا رخ نہ تبدیل کر دے۔

اس نے سوچا...... اب بجران اور شارا اس کے والد اور انکل کے میک اپ میں آ چکے ہوں گے...... وہ دل ہی دل میں مسکرایا...... کہ اب وہ ان کا منصوبہ چوپٹ کر کے رکھ دے گا...... وہ سر پر پیر رکھ کر دوڑنے لگا...... ایسے میں اچانک شارا نے مڑ کر اس کی طرف دیکھ لیا...... اس نے بجران کی طرف مڑ کر کچھ کہا...... بجران نے بھی اس کی طرف دیکھ لیا...... پھر شارا نے اس کی طرف دوڑ لگا دی...... جب کہ بجران بدستور فوج کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔

یہ اور بات ہے کہ اس وقت تک فوجیوں نے اس بھاگ دوڑ کو دیکھ لیا تھا اور شاید وہ حیران ہو رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے...... ایسے میں محمود نے خالد سفیان صاحب کی آواز سنی۔

"آہا...... انسپکٹر جمشید...... یہ آپ ہیں"۔

☆☆☆

جیسے لاشیں

"بہت خوب منور علی خان...... یہ وار بہت زبردست رہا" پروفیسر داؤد چلائے۔

"لل...... لیکن...... اب میں باقی روتانوں کا کیا کروں"۔

"اب تم کچھ نہیں کر سکو گے...... تمہاری رسی تو پھنس گئی" ان الفاظ کے ساتھ ہی تین روتان ان کی طرف بڑھ گئے...... وہ بری طرح بوکھلا اٹھے اور بولے۔

"ارے ارے یہ کیا بھئی...... ایک وقت میں تین روتان...... دماغ تو نہیں چل گیا تم لوگوں کا"۔

"کیا مطلب؟" روتان بولا۔

"مطلب یہ کہ...... تم میں سے تو صرف ایک بھی میرے لیے کافی ہے...... تب پھر تین کو حملہ آور ہونے کی کیا ضرورت ہے"۔

"اوہ...... ہاں واقعی...... لیکن ہم اس قصے کو جلد از جلد ختم کرنا چاہتے ہیں"۔

"وہ تو پہلے ہی ختم ہو گیا"۔

"منصوبے کی حد تک...... تم لوگوں کی حد تک نہیں...... تم نے منصوبے کو ختم کیا...... ہم تمہیں ختم کریں گے...... باقی لوگ پہلے ہی گر چکے ہیں...... ایک تم رہ گئے...... باقی بچتے ہیں پروفیسر داؤد...... وہ ہیں کس شمار میں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان تینوں نے ان پر تابڑ توڑ مکے دے مارے...... وہ بے چارے کیا...... مکے ہضم کرتے گرتے چلے گئے۔

عین اس لمحے تین روتانوں کی گردنیں...... انسپکٹر جمشید...... انسپکٹر کامران مرزا اور خان رحمان کے بازوؤں میں آگئیں...... وہ بری طرح چونکے...... لیکن مڑ کر دیکھ نہ سکے۔

"یہ...... یہ کس نے کیا؟" ایک روتان نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ ہم نے کیا...... ادھر دیکھو...... جہاں ہم پہلے لمبے لیٹے ہوئے تھے...... اب وہاں آپ کو نظر نہیں آئیں گے"۔

"یہ...... یہ کیسے ہو گیا"۔

"ہم جان بوجھ کر بے ہوش ہو گئے تھے...... اور وار ہم نے اوچھے وصول کیے تھے...... جب کہ تم لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔

"نن نہیں" وہ چلائے۔

! "اب نہیں کہو یا ہاں...... جو ہونا تھا...... وہ تو ہو بھی چکا"۔

malikji www.urdufanz.com

malikji www. urdufanz.com

"لیکن فائدہ کیا ہوگا" روتان بولا۔

"کیا مطلب ؟" وہ چونکے۔

"تم لوگ بھول گئے ...... ہم ابھی ایک جھرجھری لیں گے اور تم لوگ لڑھکنیاں کھاتے نظر آؤ گے"۔

"آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"او کے ...... یہ لو پھر"۔

اور پھر تینوں نے جھرجھری لی ...... وہ واقعی دور جا کر گرے ...... انسپکٹر جمشید لڑھکتے ہوئے اس روتان کے پاس جا کر گرے ...... جس کے گلے کے گرد منور علی خان کی رسی پھنسی ہوئی تھی ...... اس کا سانس اب تک بری طرح پھول چکا تھا ...... آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں ...... اور وہ رسی کو گردن سے ہٹانے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا ...... ایسے میں ان کے دماغ میں بجلی سی کوند گئی ...... ادھر ایک روتان ان کی طرف چھلانگ لگانے کی پھر سے تیاری شروع کر چکا تھا ...... وہ بلا کی رفتار سے جھکے اور رسی میں لپٹے روتان کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

"ارے ارے ...... یہ کیا"۔

اس نے بوکھلا کر کہا جو ان پر چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو چکا تھا ...... اب اس نے بے تحاشہ ان کی طرف دوڑ لگا دی ...... جونہی وہ ان کی زد میں آیا ...... انہوں نے اس روتان کو اس پر کھینچ مارا۔

دو روتان ایک دوسرے سے ٹکرائے ...... ایک دھماکا ہوا ......

جیسے دو چٹانیں ایک دوسرے سے ٹکرائی ہوں ...... اور دونوں ساکت ہو گئے۔

"واہ! یہ ترکیب بھی خوب رہی" منور علی خان ہنسے۔

اب ان کے مقابلے میں دو روتان رہ گئے تھے۔

"آپ چار ہیں ...... اصلی روتان کون ہے ؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں بتا سکتے" ایک نے منہ بنایا۔

"کوئی پروا نہیں ...... چاروں کی چٹنی کیسی رہے گی"۔

"کوشش کر کے دیکھ لو ...... یہ فیصلہ بعد میں کر لیں گے" چٹنی کیسی رہے گی"۔

اب ان چاروں نے دونوں روتانوں پر چھلانگیں لگائیں ...... ایک روتان پر انسپکٹر جمشید اور خان رحمان نے دوسرے پر انسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان نے ...... اب وہاں ہولناک جنگ چھڑ گئی ...... دونوں روتان انہیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگے ...... ان میں اس قدر تیزی آ گئی تھی کہ وہ ان کی تیزی کا جواب نہیں دے رہے تھے ...... نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بے دم ہو کر گر پڑے ...... ان میں اتنی سکت نہ رہی کہ اپنے پیروں پر اٹھ سکیں ...... اور وہاں رہ گئے صرف پروفیسر داؤد۔

"بوڑھے پروفیسر ...... اب تم بھی آؤ ...... تمہارے چاروں سورماؤں کے تو نکل گئے دم خم" ایک روتان ہنسا۔

"تو تم ہو اصلی روتان" پروفیسر بولے۔

malikjt www.urdufanz.com

"ہاں! میں ہوں اصل روٹان...... غور سے دیکھ لو...... لیکن جب ہم چاروں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں گے...... اور آپ آنکھ بند کر کے کھولیں گے...... تو یہ نہیں بتا سکیں گے کہ اصلی کون سا ہے"۔

"لیکن اس وقت تو میرے سامنے اصلی ہے نا" پروفیسر مسکرائے۔

"ہاں! لیکن آپ مسکرا کیوں رہے ہیں"۔

"بس عادت ہے مسکرانے کی...... یہ لو میری طرف سے ایک تحفہ وصول کرو چاکلیٹ کا مزا آجائے گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ایک چاکلیٹ جتنا پیکٹ ان کی طرف اچھال دیا...... وہ تیز دھماکے سے پھٹا اور روٹان دوسری طرف الٹ گیا۔

"ہائیں تم کیوں کھڑے ہو/...... جب کہ تم اصل نہیں ہو...... یہ لو اور ایک ٹافی تم بھی"۔

یہ کہ کر انھوں نے ٹافی اچھال دی...... اس میں سے بجلی کی سی چمک نکلی اور وہ اپنی آنکھوں کو پکڑ کر بیٹھتا چلا گیا۔

"ارے میں مرا...... میری آنکھیں گئیں کام سے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اچھل کر پروفیسر داؤد کی گردن پکڑ لی۔

"یہ...... یہ کیا" پروفیسر دھک سے رہ گئے۔

"میں اداکاری کر رہا تھا...... ورنہ یہ کھلونے تو ہمارے بچوں کو بھی نہیں بہلا سکتے" روٹان ہنسا۔

"اور...... میں اصلی والا بھی نہیں ہوں...... بس آپ کا ذرا دل خوش کر رہے تھے"۔

"نن نہیں"۔

"نمبر تین...... تم ان کی گردن پکڑے رہو...... میں سر پر ہاتھ مار کر آج ان کا بھیجا نکالتا ہوں...... اس بڈھے نے بہت پریشان کیا ہے ہمیں"۔

"بہت خوب! یہ پروگرام مزے دار رہے گا"۔

روٹان ان کے قریب آگیا...... وہ تیسرے روٹان کے ہاتھوں میں بالکل بے بس ہو کر رہ گئے تھے...... ایسے میں روٹان ان کے قریب آگیا...... اس کا ہاتھ سر سے اونچا ہو رہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے پکڑ لیا...... نہ صرف پکڑ لیا...... بلکہ اپنی طرف کھینچ لیا...... وہ اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا...... اس کا رخ تبدیل ہوا تو اس نے دیکھا...... اس کا بازو انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں تھا اور انھوں نے بازو اس طرح پکڑا تھا کہ اس کا پورا جسم دہرا ہو کر رہ گیا تھا...... اب اگر وہ جسم سیدھا کرتے تو بازو ٹوٹ جاتا...... اس نے سنا...... انسپکٹر جمشید کہہ رہے تھے۔

"دراصل ہم اصل روٹان کو پکڑنا چاہتے تھے...... لہٰذا ہم بھی

ادا کاری کر رہے تھے"۔

"اور ہو سکتا ہے..... روٹان تین بھی اداکاری کر رہا ہو..... لہٰذا کیوں نہ میں اسے قابو ہی کر لوں"۔

انسپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھری۔

"بالکل ٹھیک" منور علی خان بولے۔

"ارے ہائیں..... گویا ہم چاروں ٹھیک ہیں" خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! اللہ کا شکر ہے"۔

"تب پھر ایک ایک روٹان پر دھیان دیں..... ان سے بھی نبٹ لیں گے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ ان تینوں کی طرف مڑ گئے..... جو دو آپس میں ٹکرائے تھے..... وہ تو بالکل بے ہوش تھے اور ان کے جلد ہوش میں آنے کے کوئی امکانات نہیں تھے..... پھر بھی منور علی خان نے ان میں سے ایک کو اٹھا کر دوسرے پر دے مارا..... خان رحمان نے پہلے کو اٹھا کر دوسرے پر دے مارا۔

"اب ان دونوں کو چیک کریں..... ہوش میں آنے کا کوئی امکان باقی رہا یا نہیں"۔

"یہ چیکنگ تم نہیں کر سکو گے..... اور دھوکا کھا جاؤ گے"۔

انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی..... وہ تیسرے روٹان کی ط

malikji www.urdufanz.com

رہے تھے..... اس وقت بھی روٹان درست حالت میں تھا۔

"کیوں کامران مرزا! ہم یہ چیکنگ کیوں نہیں کر سکیں گے"۔

"یہ چیکنگ خاص آلات کے ذریعے ہو سکے گی..... اور یہ کام پروفیسر صاحب کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک" پروفیسر مسکرائے۔

وہ ان دونوں کی طرف بڑھے..... خان رحمان اور منور علی ان کی طرف دیکھ رہے تھے..... پھر جونہی وہ ان پر جھکے..... ان دونوں نے اپنا اپنا بازو ان کی گردن کے گرد کس دیا۔

"ارے باپ رے" پروفیسر بوکھلا اٹھے۔

منور علی خان اور خان رحمان بھی گھبرا گئے..... منور علی خان نے فوراً اپنا آنکڑا نکالا اور ایک کے سر پر زور زور سے بجانا شروع کر دیا خان رحمان کو اور کچھ نہ سوجھا..... اپنا جوتا اتار کر اس کے سر پر جمانے لگے..... اس کے نیچے کیل لگے ہوئے تھے..... اور یہ کیل بھی خاص قسم کے تھے۔

جلد ہی ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑنے لگے۔

"یہ طبلہ ابھی جاری رہے گا..... کہیں یہ پھر اداکاری نہ کر رہے ہوں" انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

ادھر تیسرے روٹان اور انسپکٹر کامران مرزا میں اس وقت خوفناک جنگ جاری تھی..... اصلی والا..... انسپکٹر جمشید کے قابو میں تھا..... غالباً

malikji www.urdufanz.com

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرے...... ایسے میں ان کی نظریں انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اٹھ گئیں...... یہی وہ لمحہ تھا جب روتان نے دوسرے ہاتھ سے ان کے سر کے بال پکڑ لیے...... "اس سے کیا ہوگا"۔

"کیوں نہیں ہوگا" روتان بولا۔

"یہ دیکھو" انہوں نے کہا اور کلائی ذرا سی اور موڑ دی...... اس نے بال فوراً چھوڑ دیے...... اس جگہ سے وہ بری طرح سے قابو میں آیا تھا۔

عین اس لمحے انہوں نے ایک ہولناک دھماکے کی آواز سنی...... وہ سب کے سب بری طرح اچھلے...... اس قدر اونچا اچھلے کہ خود اتنی اونچی چھلانگ لگانا چاہتے...... تو نہ لگا سکتے...... اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی ان کے ہوش ختم ہو گئے۔

اب وہ سڑک پر ادھر ادھر اس طرح بکھرے پڑے تھے...... جیسے لاشیں ہوں...... انہیں کسی قسم کا کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔

☆☆☆

پورے نہیں ہیں

محمود نے رفتار اور بڑھا دی اور وہیں سے چلا کر بولا۔

"انکل...... انکل خالد...... ان کی باتوں میں نہ آیئے گا...... انہیں فوراً گرفتار کر لیں...... یہ بجران اور شارا ہیں"۔

خالد سفیان صاحب اور دوسرے فوجی یہ آواز سن کر زور سے اچھلے۔

"ہائیں! یہ آواز تو اپنے محمود کی ہے...... اور یہ اس نے کیا کہا...... آپ بجران اور شارا ہیں"۔

"یہی مجھے ڈر تھا" بجران فوراً بولا۔

"کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر جمشید...... کیا ڈر تھا آپ کو"۔

"شارا ہے دراصل محمود کے روپ میں...... آپ کو ورغلانے آئے ہیں...... جب کہ ہم آپ کو بتانے کے لیے آئے ہیں...... میزائلوں کا اڈا دراصل اس طرف ہے...... ہمارے باقی سب ساتھی ان لوگوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں...... اور ان سب کی لاشیں بھی ادھر ہی بکھر

maliksji www.urdufanz.com

پڑی ہیں... آپ کی مدد حاصل کرنے کے لیے ہم نے دوڑ لگائی تو شارا یہ کہہ کر دوڑ پڑی کہ وہ محمود کی شکل میں آ کر فوج کو غلط راستے پر ڈال دے گی"۔

"اوہ... نن نہیں" خالد سفیان دھک سے رہ گئے۔

اتنے میں محمود نزدیک آ گیا۔

"یہ بجران اور شارا ہیں... ان کی باتوں پر اعتبار نہ کریں" محمود بلند آواز میں بولا۔

"لل... لیکن ان کا بیان ہے... تم شارا ہو"۔

"غلط... بالکل غلط... یہ ان کا دھوکا ہے"۔

"اب مجھے کس طرح معلوم ہو... کون غلط ہے اور کون صحیح" خالد سفیان جھلا کر بولے۔

"اس کا آسان طریقہ موجود ہے" محمود بھرپور انداز میں بولا۔

"اور وہ کیا؟"۔

"ہماری آپ کی ملاقات اکثر ہوتی رہتی ہے... آپ ان سے کچھ ایسے سوالات کریں... جن کا تعلق سابقہ ملاقاتوں سے ہو اور کچھ سوالات مجھ سے کریں"۔

"کیا خیال ہے... ایسا کر لیا جائے" خالد سفیان نے ان کی طرف دیکھا۔

ان کے رنگ لمحے بھر کو اڑے... پھر بجران نے کہا۔

"کوئی اعتراض نہیں"۔

اب انہوں نے پہلے محمود سے سوالات کیے... وہ فر فر جواب دیتا چلا گیا... خالد سفیان حیرت زدہ تھے... پھر انہوں نے ان دونوں سے سوالات شروع کیے... وہ بھی فر فر جواب دینے لگے... لیکن خالد کے چہرے کا رنگ سرخ ہوتا چلا گیا... آخر وہ چلائے۔

"ان دونوں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے... یہ واقعی بجران اور شارا ہیں"۔

ان الفاظ سے پہلے بجران اور شارا خالد سفیان کی طرف بڑھ چکے تھے... جونہی وہ خاموش ہوئے... ان دونوں نے خالد سفیان کو پکڑ لیا اور کچھ اس طرح پکڑا کہ وہ ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتے تھے... اگر حرکت کرتے تو ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ سکتی تھی۔

"آپ کو اگر گردن کی ہڈی تڑوانی منظور ہے تو کرا لیں ہمیں گرفتار" بجران غرایا۔

"مجھے اپنی گردن کی ہڈی عزیز نہیں... اپنی ڈیوٹی عزیز ہے... لہٰذا میں اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان دونوں کو گرفتار کر لیں... ہڈی ٹوٹتی ہے... ٹوٹ جائے"۔

"نہیں سر... ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں... اس کے لیے کوئی دوسری ترکیب سوچی جائے"... ان کے ایک ماتحت نے کہا۔

"یہ حکم عدولی ہے... میں تمہارا کورٹ مارشل کراؤں گا"۔

"ہم مجبور ہیں سر..... آپ بھی اس ملک اور قوم کی امانت ہیں"۔

"اگر ان کی گردن بچانا چاہتے ہو تو اس میدان سے 1 کلو میٹر دور ہٹ جائیں..... سب کے سب..... اور دو فوجی یہاں چھوڑ جائیں"۔

"جو یہ کہ رہا ہے وہ..... کریں" خالد سفیان کے ماتحت نے چلا کر کہا۔

"اوہ اچھا جناب"۔

دو فوجیوں کو وہاں چھوڑ دیا گیا..... خالد سفیان ان کی گرفت میں وہیں رہ گئے..... محمود کو بھی فوجیوں کے ساتھ وہاں سے ہٹنے کا اشارہ ملا تھا..... لہٰذا اسے بھی ہٹنا پڑا..... ویسے وہ اس صورت حال سے بھی خوش تھا..... کہ بجران اور شارا فوج کو غلط راستے پر ڈالنے میں ناکام ہو چکے تھے..... وہ کافی دور نکل آئے..... یہاں تک کہ بجران اور شارا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اب وہ رک گئے..... اور انتظار کرنے لگے کہ اب بجران اور شارا کیا کرتے ہیں..... اچانک وہ دو فوجی بھی واپس آتے نظر آئے..... لیکن خالد سفیان ان کے ساتھ نہیں تھے..... جونہی وہ نزدیک پہنچے ایک آفیسر بے تابانہ بولے۔

"جنرل صاحب کہاں ہیں"۔

"وہیں رہ گئے ان کے پاس..... اور اب وہ آپ سب کو ادھر بلا رہے ہیں فوراً"۔

ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ اچھا" وہ ایک ساتھ بولے۔

سب کے سب فوجی اس طرف دوڑ پڑے..... بس محمود وہیں کھڑا رہ گیا..... وہ ہونقوں کی طرح آنکھیں گھمانے لگا..... پھر خود سے بولا۔

"یہ سب کیا ہے..... کہیں وہ دونوں کوئی چوٹ تو نہیں دینے والے"۔

اچانک اسے ایک جھٹکا لگا..... وہ وہیں مت بن کر کھڑا رہ گیا..... وہ اس وقت چونکا جب فوجی واپس اس کے نزدیک پہنچ گئے..... اب خالد سفیان ان کے ساتھ تھے۔

"تو یہ لوگ آپ کو چھڑا لائے"۔

"نہیں..... یہ نہیں چھڑا لائے..... ان دونوں نے مجھے خود چھوڑ دیا تھا..... لیکن چھوڑنے سے پہلے سر پر کوئی چیز مار کر بے ہوش کر دیا تھا"۔

"اوہ اوہ" محمود کے منہ سے نکلا۔

"لیکن یہ معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا..... ایک آفیسر نے کہا۔

"کیا مطلب..... آپ کی سمجھ میں کیا نہیں آیا"۔

"جہاں میں بے ہوش پڑا ملا..... وہاں وہ دونوں فوجی بھی بے ہوش پڑے پائے گئے ہیں..... ان کا کہنا ہے..... وہ وہی دونوں فوجی ہیں..... عجیب بات یہ ہے کہ ان کی وردیاں غائب ہیں"۔

maliki www.urduzan.com

"کیا؟؟؟؟" محمود زور سے اچھلا۔

"کیوں...... کیا ہوا"

"بگران اور شارا دونوں نے ان دونوں فوجیوں کا حلیہ اپنایا اور ادھر آ گئے...... پھر سب کو ادھر بھاگ پڑنے پر مجبور کر دیا...... اور اس کا مطلب ہے...... اب وہ فوج میں شامل ہیں...... کیونکہ میں یہیں رک گیا تھا اور دو فوجیوں کو فوج سے الگ ہو کر میں نے سرکتے نہیں دیکھا"۔

"تب تو انہیں پکڑ لینا آسان ہے"۔

"نہیں...... آسان نہیں ہے...... وہ کسی بھی لمحے کسی بھی حلیے میں آ سکتے ہیں...... اب وہ ان دونوں فوجیوں کے حلیے میں تو ہرگز نہیں رہے ہوں گے"۔

"اوہ...... اچھا...... تو پھر"۔

"نہیں فوج سے الگ کر کے گرفتار کرنا بھی انتہائی ضروری ہے...... وہ کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں"۔

"اوہ...... نہیں" خالد سفیان چلائے۔

"ہم انہیں تلاش کر لیں گے...... آپ پریشان نہ ہوں...... لیکن اس کام میں وقت ضائع ہو گا"۔

لہٰذا کیوں نہ پہلے ہم اپنے باقی ساتھیوں کی خبر لے لیں...... وہ وہاں روناتوں سے جنگ کر رہے ہیں"۔

"اوہ...... اوہ" وہ بولے۔

پھر سب اس طرف روانہ ہو گئے...... بلکہ دوڑ پڑے...... محمود اب اس ساری فوج سے پیچھے تھا...... اس لیے کہ وہ دونوں کہیں فرار نہ ہو جائیں۔

اس طرح وہ اس میدان میں پہنچے...... جہاں جنگ ہوتی رہی تھی...... وہ یک دم رک گئے...... ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے...... ان کے سب ساتھی بالکل بے ہوش پڑے تھے اور چاروں روناتان بھی بالکل بے ہوش پڑے تھے...... چاروں روناتوں کو فوراً جکڑ لیا گیا"۔

"یہ اس طرح قابو میں نہیں آئیں گے سر...... ان زنجیروں کو تو یہ ایک جھٹکے سے تڑا لیں گے"۔

"اوہ...... تب پھر"۔

"ہمارے پروفیسر انکل نے اس بار ان کے لیے ایک خاص انجکشن بنا رکھا تھا...... وہ ان کی جیب میں ہو گا...... ان چاروں کو اس انجکشن کا تھوڑا تھوڑا سا حصہ لگا دیا جائے"۔

"لیکن یہ ہوا کیا...... یہ سب تو بالکل بے ہوش ہیں"۔

"یہ تو یہ ہوش میں آ کر ہی بتائیں گے"۔

پھر ان چاروں کو انجکشن دیا گیا...... باقیوں کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی گئیں...... آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

"آپ کو کیا ہوا تھا"۔

malikjiwww.urdufanz.com

maliksji www.urdufanz.com

"اوہ...... اس طرف...... اڈے کی طرف دھماکا ہوا تھا"۔

"اڈا...... کک...... کیا اڈا" خالد سفیان چلائے۔

"آیئے دیکھتے ہیں...... اور ہاں...... رونالوں کا کیا بنا"۔

"وہ اس طرف بدھے پڑے ہیں"۔

"ان زنجیروں سے کیا ہوگا"۔

"انجکشن بھی لگادیا گیا ہے...... انکل والا"۔

"اوہ! تب ٹھیک ہے...... اور وہ بحران اور شارا"۔

"ان کا معاملہ ٹیڑھا ہو گیا"۔

"وہ کیا؟"۔

محمود نے تفصیل سنادی...... انسپکٹر جمشید سن کر مسکرا دیئے اور بولے۔

"خیر تم بہت اچھے رہے...... وہ اپنی چال تو نہیں چل سکے...... اب رہ گیا مسئلہ انہیں تلاش کرنے کا...... سو وہ کرلیں گے...... پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اڈے کی طرف کیا ہوا ہے"۔

وہ سب اڈے کی طرف دوڑ پڑے...... اور پھر ان کے دوڑتے قدم رک گئے...... سیاہ رنگ کا غلیظ سیال مادہ موٹی چادر کی صورت بہتا چلا آرہا تھا...... اور اس میدان میں اب اس عمارت کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

"اوہ...... یہ...... یہ کیا پروفیسر صاحب"۔

"پہلے عمارت دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہوئی اور پھر اس کا بچا ہوا حصہ پانی بن گیا...... لیکن پانی بہت گاڑھا ہے...... اس میں ان تمام میزائلوں کا مواد موجود ہے...... شاید اس لیے"۔

"یہ...... یہ اڈا...... میزائلوں کا تھا" خالد سفیان ہکلائے۔

"ہاں...... انشارجہ، بیگال اور شارجستان کی مشترکہ سازش...... ہمارے ملک کی حدود میں اڈا بنایا گیا...... یہاں سے یہ مسلمان ملکوں کو نشانہ بنایا کرتے اور وہ اسلامی ملک ہمارے دشمن بنتے چلے جاتے...... وہ ہماری حکومت کے بیانات پر بالکل یقین نہ کرتے...... کیونکہ ان کے کمپیوٹرائزڈ نقشے انہیں بتاتے کہ میزائل ہمارے ملک سے داغے گئے ہیں...... اس طرح ہمارا ملک تمام عالم اسلام سے کٹ جاتا...... ان کی دوستی سے محروم ہو جاتا...... بلکہ الٹا وہ ملک ہمارے دشمن بن جاتے...... ذرا سوچیں...... یہ کس قدر خوفناک ہوتا"۔

"اف مالک...... یہ...... یہ تو حد درجے ہولناک ہوتا...... خوفناک اور خطرناک ہوتا"۔

"بہت خوب! جمشید...... میں تم لوگوں کو مان گیا"۔

انہوں نے صدر کی آواز سنی...... وہ سب چونک کر مڑے...... اسی وقت وہاں صدر صاحب کی گاڑی آکر رکی تھی...... غالباً انہیں ان تمام حالات کی خبر ہو گئی تھی۔

"اوہ...... تو آپ ہماری باتیں سن چکے ہیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"ہاں لیکن بھئی...... سوال یہ ہے کہ اب تم لوگ بجران اور شارا کو کس طرح گرفتار کرو گے"۔

"آیئے چلتے ہیں...... یہ کام ہم خالد سفیان صاحب کے آفیسرز کی مدد سے کریں گے...... یہ آخر اپنے ماتحتوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں...... لہٰذا آپ یہ کام ہمیں سونپ دیں"۔

"پہلے بھی ایسے تمام کام تم لوگ ہی کرتے ہو" وہ مسکرائے۔

آخر یہ قافلہ واپس روانہ ہوا...... شہر میں آکر کھلے میدان میں...... تمام فوجیوں کو قطاروں میں کھڑا کیا گیا...... جن آفیسرز کے ماتحت وہ فوجی تھے...... ان سب نے اپنے اپنے فوجیوں کو الگ الگ کیا۔

"پہلے آپ لوگ ان لوگوں کو پہچان لیں...... کیا وہ چہرے ان میں موجود ہیں...... کیونکہ پہلے وہ صرف دو فوجیوں کے حلیے میں فوج میں شامل ہوئے تھے...... لیکن جب اصل بات معلوم ہوئی...... تو انہوں نے اس سے پہلے اپنے حلیے تبدیل کر لیے ہوں گے...... اور ظاہر ہے اب وہ اور ہی حلیے میں ہوں گے" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک...... ہم ابھی چیک کرتے ہیں"۔

"اور آپ لوگ اپنے اپنے ماتحتوں کو گن بھی لیں"۔

"اچھا" وہ بولے۔

اب یہ کام شروع کیا گیا...... تمام آفیسرز نے اپنے اپنے فوجیوں کو گنا...... اور چیک کیا...... پھر سب ان کی طرف آئے اور بولے۔

"نہیں جناب...... ہمارے تمام ماتحت پورے نہیں ہیں...... دو عدد کم ہیں"۔

"اوہ نہیں"۔

وہ چلائے۔

☆☆☆

maliki www. urdufanz.com

ڈکی

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے" انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"محمود...... تم واقعات ذرا پھر سے دہراؤ...... تم سب بے ہوش ہوگئے...... سوائے تمہارے...... لیکن بجران اور شارا نے یہی خیال کیا تھا کہ تم بھی بے ہوش ہوگئے ہو...... اس کے بعد کے واقعات سناؤ"۔

"جی بہتر! میں نے دوڑ لگادی...... کافی دیر تک دوڑنے کے بعد مجھے بجران اور شارا دھبوں کی صورت میں نظر آگئے...... اب میری رفتار اس حد تک تھی...... کہ وہ پھر مجھے دیکھ کر میری طرف نہ پلٹ آئیں...... میں چاہتا تھا...... جب وہ فوج تک پہنچیں یا فوج ان تک پہنچے، عین اس وقت میں ان کے پاس پہنچ کر ان کا پول کھول دوں...... کیونکہ وہ آپ کے اور انکل کے حلیے میں اڑے جارہے تھے...... اور پھر ایسا ہی

ہوا...... جونہی وہ اور فوج آمنے سامنے ہوئے...... میں بھی وہاں پہنچ گیا...... اور محترم خالد سفیان صاحب کو جلدی سے صورت حال بتادی...... انہوں نے دعویٰ کیا کہ نہیں...... میں غلط کہہ رہا ہوں...... اس پر خالد سفیان صاحب نے ہم سے خاص قسم کے سوالات پوچھے...... میں نے جوابات دے دیئے...... وہ دونوں نہ دے سکے...... اس طرح فوج کو معلوم ہوگیا کہ میرا بیان درست ہے...... خالد صاحب نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا...... لیکن انہوں نے فوراً خالد صاحب کو اس طرح پکڑا کہ ان کی گردن ان کے قابو میں آگئی...... اب اگر وہ ذرا سا جھٹکا دے دیتے...... تو گردن کی ہڈی ٹوٹ سکتی تھی...... انہوں نے مطالبہ کیا کہ پوری فوج پیچھے ہٹ جائے...... وہاں صرف دو فوجی رہ جائیں...... سب پیچھے ہٹ گئے...... اگرچہ اس وقت خالد صاحب نے حکم دیا تھا کہ ان کی جان کی پروانہ کی جائے اور انہیں گرفتار کرلیا جائے...... لیکن بلاوجہ اپنے کمانڈر کو قربان کرنے پر کوئی تیار نہیں تھا...... لہٰذا ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا...... مجھ سمیت سب پیچھے ہٹتے چلے گئے...... یہاں تک کہ وہ چاروں نظروں سے اوجھل ہوگئے...... اس کے بعد وہ دو فوجی لوٹ کر آئے...... اور انہوں نے بتایا کہ انہیں فارغ کردیا گیا...... جب سب لوگوں نے واپس وہاں جاکر دیکھا تو وہ دو فوجی تو دراصل وہاں بے ہوش پڑے تھے اور خالد صاحب بھی بے ہوش تھے...... اس کا مطلب یہ تھا کہ بجران اور شارا نے ان دونوں فوجیوں کا

mahkji www.urdufanz.com

روپ دھار اتھا...... کیونکہ ان کی وردیاں بھی وہاں اتری ہوئی تھیں۔ اب وہ فوجیوں میں شامل ہو چکے تھے...... فوری طور پر ان کی تلاشی آسان کام نہیں تھا...... لہٰذا سب لوگ آگے بڑھے...... تاکہ روتان اور ہمارے باقی ساتھیوں کی صورت حال معلوم کی جا سکے...... آگے سب لوگ بے ہوش ملے...... عمارت سیاہ رنگ کے سیال مادے میں تبدیل ہو چکی تھی...... یہ بتانا بھول گیا کہ جب فوج آگے بڑھی تھی...... صورت حال جاننے کے لیے میں سب سے پیچھے رہ گیا تھا...... تاکہ وہ دونوں پیچھے ہی پیچھے فرار نہ ہو جائیں...... لہٰذا میں یہ بات یقین سے کہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں ہیں فوج میں شامل...... فرار نہیں ہو سکے...... ابھی تک"۔

"تب پھر فوجیوں کی تعداد پوری ہونی چاہیے...... جب کہ ایسا نہیں ہے" خالد سفیان مسکرائے۔

"ہاں سر...... جو دو فوجی بے ہوش ملے تھے...... انہیں اس وقت آرام کے بعد بھیج دیا گیا تھا...... وہ اس وقت باقی لوگوں میں شامل نہیں ہیں...... اب اگر ان کی جگہ بجران اور شارا یہاں ان سب میں شامل ہیں تو ہماری تعداد وہی ہونی چاہیے...... جو روانہ ہونے کے وقت تھی...... لیکن تعداد دو عدد کم ہے...... گویا وہ کسی نہ کسی طرح نکل چکے ہیں" خالد سفیان کے ایک ماتحت آفیسر نے کہا۔

"میں بھی یہی کہ رہا ہوں"۔

"اب تم کہو محمود" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا خیال تو یہی ہے...... کہ وہ فرار نہیں ہو سکے...... آپ دیکھ چکے ہیں...... اس پورے میدان میں صرف سڑکوں کا جال پھیلا ہوا ہے...... اگر کوئی فوج کے دستے سے نکل جانا چاہتا تو ضرور جاتے ہوئے نظر آتا...... نظر چا کر نکلنے کا یہاں کوئی راستا ہی نہیں ہے"۔

"تب پھر ہم سے کوئی بھول ہو رہی ہے" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"بھول...... کیا مطلب؟" صدر صاحب بول اٹھے۔

"جی...... وہ...... بھول کا مطلب تو سر بھول ہی ہوتا ہے" وہ گڑبڑا گئے۔

"سر! آپ یہاں کیسے پہنچے" صدر صاحب بولے۔

"گگ...... گاڑی کے ذریعے" انہوں نے فوراً کہا۔

سب ہنسنے لگے۔

"یہ بات مذاق کی نہیں...... میں نے سنجیدہ ہو کر پوچھا ہے...... آپ اچانک یہاں کس طرح پہنچ گئے"۔

"اچانک نہیں...... خالد سفیان صاحـ ... جب تمہارا پیغام ملا جمشید...... تو انہوں نے مجھے صورت حا ... تو انہوں نے کہا آپ بھی آ رہے ہیں...... میں نے کہا...... خـ ... پھر میں تو فوج لے کر شہر پر حملہ آور ہو گیا تھا...... یہ بعد م

malikji www. urdufanz.com

"اور شہر کے لوگوں نے کیا کہا۔"

"کچھ بھی نہیں...... جب انہیں میزائلوں کے اڈے کی طرف سے کوئی مدد نہ ملی تو انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے...... ان کی اصل اکڑ تو اس اڈے کی وجہ سے تھی اور ہمیں جو یہاں شکست پر شکست ہوتی رہی تھی...... تو وہ اس اڈے کی وجہ سے۔"

"بہت خوب...... پھر آپ ان لوگوں پر فتح حاصل کر کے آگے آگئے...... جہاں آپ کا سامنا ان لوگوں سے ہوا اور اس کے بعد صدر صاحب کی گاڑی یہاں پہنچی۔"

"بالکل یہی بات ہے جمشید۔"

"میں آپ کی گاڑی کو چیک کرنا چاہتا ہوں" وہ پرسکون انداز میں بولے۔

"کیا مطلب جمشید۔"

"مطلب یہ کہ میں آپ کی گاڑی کو چیک کرنا چاہتا ہوں...... وہ دونوں ضرور آپ کی گاڑی میں چھپے ہوئے ہیں۔"

"اوہ...... اوہ...... نہیں" صدر صاحب اچھل پڑے۔

ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... پھر وہ کانپتی آواز میں بولے۔

"جج...... جلدی کرو جمشید۔"

وہ اسی وقت گاڑی کے پاس پہنچ گئے...... ڈرائیور انہیں دیکھ کر فوراً نیچے اتر آیا...... اور صدر صاحب کے لیے دروازہ کھول دیا۔

"نہیں بھئی...... ہم ابھی جا نہیں رہے...... گاڑی میں اندر کوئی اور تو نہیں ہے۔"

"جی...... کوئی اور...... کیا مطلب؟"

"ہم دیکھ لیتے ہیں سر...... آپ پریشان نہ ہوں" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر انہوں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا بغور جائزہ لیا...... گاڑی کے اندر کوئی نہیں تھا۔

"ڈکی کھولیں ذرا۔"

"جی...... ڈکی" ڈرائیور نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کیوں...... کیا ہوا؟"

"ڈکی کی چابی...... نہیں ہے میرے پاس...... وہ سر اپنے پاس رکھتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے" یہ کہہ کر صدر صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا...... پھر حیران ہو کر بولے۔

"اوہو...... وہ تو شاید گھر رہ گئی۔"

"کوئی بات نہیں...... ہم ڈکی اپنی چابی سے کھول لیتے ہیں۔"

"مشکل ہے جمشید" وہ مسکرائے۔

"جی...... کیا مطلب...... کیا مشکل ہے۔"

"یہ ڈکی کسی اور چابی سے نہیں کھل سکتی۔"

"کوشش تو کر لینے دیں سر۔"

malikji www.urdufanz.com

"ضرور...... ضرور" انہوں نے کہا۔
انہوں نے ڈکی کھولنے کی پوری کوشش کر ڈالی...... لیکن کامیابی نہیں ہوئی...... آخر مایوس ہو کر بولے۔
"واقعی سر...... یہ نہیں کھل سکی"۔
"لیکن جمشید...... جب میں اس کی چابی ہی گھر بھول آیا ہوں...... تو پھر کوئی اس کو کس طرح کھول سکتا تھا...... یہ تو شروع سے اب تک بند ہے...... اس کو دیکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے"۔
"آپ کی بات بجا...... لیکن سراغرسانی کا اصول اس پر فٹ نہیں آتا سر...... وہ اصول کہتا ہے...... ڈکی کی تلاشی لی جائے...... لہٰذا آپ ایوان صدر فون کریں اور چابی منگوائیں"۔
"ارے باپ رے...... اس میں تو جمشید بہت وقت لگ جائے گا" صدر صاحب بوکھلا اٹھے۔
"تو لگ جائے"۔
"نہیں...... اس کی ضرورت نہیں...... تم بلاوجہ ڈکی پر شک کر رہے ہو"۔
"نہیں سر...... میں ڈکی دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا"۔
"میرا بھی یہی خیال ہے" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔
"کیا مطلب...... کامران مرزا...... تمہارا کیا خیال ہے؟"۔
"یہ کہ ہمیں ڈکی دیکھنا ہو گی"۔

"یا پھر...... ایک اور طریقہ بھی ہو سکتا ہے" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔
"یہ ایک اور طریقہ کہاں سے نکل آیا" محمود نے منہ بنایا۔
"بس میرے دماغ سے نکل آیا"۔
"تب پھر درست ہی نکلا ہو گا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"کیا کہنا چاہتی ہو فرزانہ" انسپکٹر کامران مرزا نے الجھن کے عالم میں کہا۔
"کیوں نہ ہم صدر محترم کی تلاشی لے لیں"۔
"کک...... کیا...... کیا کہا" وہ چلا اٹھے۔
"کیا مطلب!" خالد سفیان بھی چلائے۔
باقی سب لوگ سکتے کے عالم میں فرزانہ کو دیکھ رہے تھے۔
"یہ تم نے کیا کہا...... صدر صاحب کی تلاشی...... ہے کوئی تک" خالد سفیان چلائے۔
"سراغرسانی کا اصول بھی ہمارے آڑے آ رہا ہے سر" فرزانہ بولی۔
"کیا کہنا چاہتی ہیں فرزانہ"۔
"صدر صاحب کا کہنا ہے کہ یہ چابی گھر بھول آئے ہیں...... اگر بات یہی ہے تب تو واقعی ڈکی کو دیکھنے کی ضرورت نہیں...... اور اگر ان کی جیب میں چابی موجود ہے...... تو پھر"۔
"دماغ تو نہیں چل گیا...... کیا میں نے جھوٹ بولا ہے کہ میرے

پاس چابی نہیں ہے...... اور میں گھر بھول آیا ہوں...... بھلا مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔

"پتا نہیں سر...... لیکن تلاشی تو آپ کو دینا ہوگی" فرزانہ سرد آواز میں بولی۔

"آپ سن رہے ہیں خالد سفیان" صدر ان کی طرف مڑے۔

"یس...... یس سر" انہوں نے گڑبڑا کر کہا۔

"تب پھر فرزانہ کو لگام دیں"۔

"فرزانہ بری بات ہے...... اپنی اوقات میں رہو...... اوقات سے بڑی بات نہ کرو" خالد سفیان گرجے۔

"نہیں سر...... ہم لوگ کبھی اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں نہیں کرتے" محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

صدر صاحب کا رنگ اڑ گیا...... وہ دہشت زدہ نظر آئے۔

"ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے" آخر انہوں نے حکم دیا۔

"جی...... یہ آپ نے کیا فرمایا...... بے شک اس وقت فرزانہ نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے...... تب پھر صرف فرزانہ کو گرفتار کرنا چاہئے...... نا کہ سب کو"۔

"ان سب کو" صدر بولے۔

"سب کا کیا قصور سر؟" خالد سفیان نے حیران ہو کر کہا۔

"میں آپ کو حکم دے رہا ہوں...... آپ انہیں گرفتار کریں"۔

"جو حکم" یہ کہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"آپ گرفتاری دے دیں بھئی"۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... لیکن اس صورت میں...... جب یہ حکم صدر صاحب کا ہو...... اگر حکم دینے والا کوئی اور ہے...... تب نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے...... اب ان کے ہاتھ میں ایک پستول نظر آیا...... عجیب قسم کا پستول...... انہوں نے اس کا رخ صدر صاحب کی طرف کر دیا۔

"آپ نے دیکھا" وہ خالد سفیان کی طرف دیکھ کر چلائے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں" خالد سفیان نے انسپکٹر جمشید کو گھورا۔

"ہم اب اور کیا کریں سر"۔

"انہیں گرفتار کریں اور کیا کرنا ہے...... یہ حکم ہے میرا" وہ چلائے۔

"میں آپ کو گرفتار کرنے پر مجبور ہوں جناب" وہ انسپکٹر جمشید سے بولے۔

"ہم آپ سے کہ تو چکے ہیں"۔

"کک...... کیا کہ چکے ہیں"۔

"اگر یہ حکم صدر صاحب کا ہو...... تب آپ ضرور حکم کی تعمیل کریں...... لیکن صدر صاحب کے میک اپ میں کوئی اور حکم دے رہا ہے...... تو پھر ہم آپ کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ آپ ہمیں گرفتا

malikji www.urdufanz.com

malikji www.urdufanz.com

کریں"۔

"تب تو کیا...... آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ صدر صاحب نہیں ہیں"۔

"نہیں...... یہ مسٹر بگران ہیں...... پروفیسر بگران...... دنیائے جرائم کا مانا ہوا شخص...... جس کو اپنا حلیہ تبدیل کرنے کے لیے...... میک اپ کے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی"۔

"نن نہیں...... نہیں...... یہ...... یہ کیسے ہو سکتا تھا...... آپ جو کہہ رہے ہیں...... وہ سوچے سمجھے بغیر کہہ رہے ہیں" خالد سفیان چلائے۔

"وہ کیسے جناب؟" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ ایسے کہ بگران اور شارا آپ لوگوں کے خیال کے مطابق فوج سے الگ نہیں ہوئے...... پھر...... صدر صاحب کی جیپ میں کس طرح پہنچ گئے...... وہ بھی صرف پروفیسر بگران...... اور شارا کہاں ہے...... ہاں پہلے ذرا یہ تو بتائیں"۔

"شارا ڈکی میں ہے...... ہمارے صدر بھی ڈکی میں ہیں"۔

"نن...... نہیں...... نہیں"۔

وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆

خلا پر نہیں ہوتے

سب لوگ بت بن کر رہ گئے...... پھر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"آپ فوراً سے پہلے صدر صاحب کی تلاشی لے لیں...... ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا"۔

خالد سفیان گھبرا کر رہ گئے...... ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... وہ کس کا حکم مانیں۔

"اور مسٹر خالد سفیان...... آپ ان لوگوں کو فوراً گرفتار کریں...... انہوں نے ملک کے صدر کی توہین کی ہے" صدر نے گرج کر کہا۔

"ہرگز نہیں...... وہ تو ڈکی میں بند ہیں"۔

"تب پھر ایوان صدر سے چابی منگوا ہی لیتے ہیں" صدر مسکرائے۔

"اب اس کی ضرورت نہیں...... وہ آپ کی جیب میں ہے"۔

"نہیں ہے"۔

"تب پھر تلاشی لینے دیں"۔

malikji www.urdufanz.com

"تم اس کا اختیار نہیں رکھتے کہ میری تلاشی لے سکو" صدر نے بھنا کر کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے سر...... میں اس کا اختیار نہیں رکھتا...... لیکن صرف صدر ہونے کی صورت میں...... اگر آپ صدر نہیں ہیں...... تب میں یہ حق رکھتا ہوں...... اور آج آپ کی تلاشی لی جائے گی"۔

"دماغ چل گیا ہے تمہارا...... خالد سفیان! آپ ان لوگوں کو گرفتار کیوں نہیں کرتے"۔

"میں ان لوگوں کو گرفتار ضرور کروں گا سر...... لیکن آپ کی گاڑی کی ڈکی کو دیکھنے کے بعد" خالد سفیان بولے۔

"کیا...... کیا کہا...... خالد سفیان صاحب آپ نے...... آپ کا بھی دماغ گھوم گیا کیا ان کے ساتھ"۔

"یہ بات نہیں سر...... سوچنے کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں...... دیکھیے...... میں وضاحت کرتا ہوں...... فرض کیجیے...... انسپکٹر جمشید کا خیال ٹھیک ہے"۔

"غلط...... بالکل غلط...... ٹھیک نہیں ہے...... آپ یہ بات فرض کر کیسے سکتے ہیں" صدر صاحب چلائے۔

"اوہو...... میں صرف فرض ہی کر رہا ہوں نا سر...... سچ مچ تو ایسا نہیں کہہ رہا"۔

"نہیں! میں آپ کی ایسی بات فرض کرنے کی بھی اجازت نہیں دے سکتا"۔

"چلیے خیر یونہی سہی...... اب سوال یہ ہے کہ بجران اور شارا کہاں ہیں...... اگر وہ ان دو فوجیوں کی جگہ کسی اور حلیے میں فوج میں کہیں موجود ہیں تو فوج کی تعداد پوری کیوں نہیں ہے...... دو عدد کم کیوں ہیں...... جب کہ بجران اور شارا کو کسی بھی روپ میں کسی نے جاتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

"تفتیش کرنا میرا نہیں...... ان لوگوں کا کام ہے" انہوں نے منہ بنایا۔

"آپ بتائیں...... آپ کیا کہتے ہیں...... خالد سفیان بولے۔

"آپ میری موجودگی میں ان سے کیا پوچھ رہے ہیں...... میں نے جو آپ کو حکم دیا ہے...... اس کی تعمیل کریں؟"۔

"اس طرح ہم اپنے صدر صاحب سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور آپ ساری زندگی پچھتائیں گے...... کیونکہ یہ سب آپ کی وجہ سے ہوگا...... دوسری طرف کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے...... یعنی ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے...... ہمیں تو جب جی چاہیں گرفتار کر لیں...... اچھا چلیں یوں کریں...... پہلے ہمیں گرفتار کر لیں...... ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں...... پھر آپ ان کی کار کی ڈکی کو دیکھ لیں...... اگر اس میں سے کچھ نہ نکلے...... تو ہمیں ضرور جیل بھجوا دیں اور وہ کریں...... جو یہ حکم

malikji www urdufanz.com

دیں...... کیا اس تجویز میں بھی کوئی اعتراض ہے آپ میں سے کسی کو"۔

"ہونا تو نہیں چاہئے...... کیوں سر" خالد سفیان بولے۔

"ٹھیک ہے...... پہلے انہیں ہتھکڑیاں لگائیں" صدر بولے۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہتھکڑیاں لگادی جائیں"۔

"اوکے سر" ان کے ماتحت نے کہا اور پھر سب کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں۔

"کیا اب ہمیں اجازت ہے سر...... ڈکی کھول کر دیکھ لیں"۔

"لیکن کھولیں گے کیسے...... اصل چابی کے بغیر تو یہ نہیں کھلے گی"۔

"تو آپ جیب سے اصل چابی نکال کر دے دیں" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اس کا مطلب ہے...... تمہارا خیال یہ ہے کہ چابی میری جیب میں ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"اچھی بات ہے"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال دیا...... واپس باہر نکلا تو اس میں ایک عجیب انداز کا پستول تھا...... وہ سب بری طرح اچھلے۔

"واہ...... کیا شاندار چابی ہے" فاروق چہکا۔

ادھر خالد سفیان کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا...... جب کہ ان کے ماتحت اس قدر خوف زدہ نظر نہیں آرہے تھے۔

"سر...... کیا بات ہے...... آپ اس قدر خوف زدہ"۔

"م...... میں...... اس پستول سے خوب واقف ہوں"۔

"ہاہاہا...... یہ رہی چابی مسٹر خالد سفیان" اس بار صدر کی جائے بجران کی آواز گونج اٹھی۔

"ارے باپ رے...... تو انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کا خیال درست تھا"۔

"ہاں! یہ لوگ بہت تیز ہیں" بجران بولا۔

"اور مس شارا...... اور ہمارے صدر...... کہاں ہیں؟"۔

"ڈکی میں...... گاڑی کا ڈرائیور بھی ڈکی میں ہے...... اور اس وقت آپ کے صدر بھی ان کی زد میں ہیں شارا چاہے تو ڈکی سے آپ کے صدر زندہ نہیں نکل سکتے"۔

"نن...... نہیں...... نہیں" وہ چلائے۔

پھر خالد سفیان نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔

"ان کی ہتھکڑیاں کھول دیں"۔

"خبردار...... اگر کسی نے ایسا کرنے کی حرکت بھی کی تو خالد سفیان تو گئے کام سے اور فوج کا بھی بیشتر حصہ مارا جائے گا...... صرف [illegible] سے...... یہ گیس پستول ہے...... اور اس میں دنیا کی خوفناک

ترین گیس بھری ہوئی ہے...... اس گیس کی معمولی مقدار بھی ہزاروں آدمیوں کو ایک سیکنڈ میں ہلاک کر دیتی ہے...... یقین نہیں تو اپنے کمانڈر صاحب سے پوچھ لیں"۔

سب کی نظریں خالد سفیان کی طرف اٹھ گئیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں...... یہی بات ہے" وہ کانپ کر بولے۔

"اس کا مطلب ہے...... یہ دو چار فائر کر کے پوری فوج کا صفایا کر سکتے ہیں"۔

"ہاں! اور ہمارے صدر بھی ڈکی میں ان کے قبضے میں ہیں"۔

"تب پھر اب کیا کیا جائے"۔

"میں بتا دیتا ہوں" بگران ہنسا۔

"چلئے پھر بتائیے"۔

"تم سب سے ہمیں کوئی غرض نہیں...... اپنے صدر کو لے کر یہاں سے چلے جائیں...... صرف ان لوگوں کو ہتھکڑیوں سمیت یہاں چھوڑ جائیں اور چاروں روتانوں کو بھی یہیں چھوڑ جائیں"۔

"کیا...... کیا مطلب؟" خالد سفیان بہت زور سے اچھلے۔

"یہ تینوں پارٹیاں یہیں رہیں...... باقی لوگ چلے جائیں...... بولو...... منظور ہے...... اگر نہیں تو میں ابھی سب پر فائر کر دیتا ہوں...... میرا کیا جاتا ہے"۔

"لیکن مسٹر بگران...... خود آپ اس گیس سے کیسے محفوظ رہیں

گے"۔

"ہم نظر نہ آنے والی گیس ماسک پہنے ہوئے ہیں...... ہمارے بارے میں آپ فکر نہ کریں"۔

"لیکن ہم اپنی قوم کے ہیروز کو آپ لوگوں کے حوالے کر کے یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے"۔

"تب پھر...... سب مرنے کے لیے تیار ہو جائیں"۔

"نہیں...... یہ ٹھیک نہیں...... آپ سب لوگ چلے جائیں...... آخر ہمارے ساتھ آپ کیوں اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھوتے ہیں...... ہمیں یہاں چھوڑ دیں اور آپ چلے جائیں"۔

"نن نہیں...... نہیں" وہ سب چلائے۔

"آپ کو ایسا کرنا ہوگا...... اس لیے کہ یہ صرف ہماری جانیں لینا چاہتے ہیں...... آپ اگر ہمارے ساتھ مرتے ہیں...... تو اس سے ملک اور قوم کو کس قدر نقصان ہوگا...... ایک فوجی کی تیاری میں قوم کتنا خرچ کرتی ہے...... اور یہاں کتنے لوگ ہیں...... ذرا یہ سوچیں...... لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں...... آپ لوگ چلے جائیں...... یہ آپ کا ہم پر احسان ہوگا"۔

وہ سوچ میں پڑ گئے...... پھر کچھ آفیسر پکار اٹھے۔

"انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں...... بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں...... اگر ہمارے یہاں مرنے سے کسی کو بھی کوئی فائدہ پہنچتا ہو،

malikji.www.urdufanz.com

maliknn www.urdufanz.com

تب تو ہم جانیں دیں بھی...... اور اگر کوئی فائدہ نہیں...... نقصان ہے...... تو ہمارا یہاں سے چلے جانا بہتر رہے گا"۔

"لیکن اس بات کا افسوس ہمیں تا زندگی رہے گا" خالد سفیان بولے۔

"وہ تو خیر ہے...... لیکن اب اس میں ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے...... پھر یہی سہی"۔

"آپ صدر صاحب کو نکالیں" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"شارا...... انہیں ڈکی سے باہر لے آئیں"۔

ڈکی کھل گئی...... شارا، ڈرائیور اور صدر باہر نکل آئے...... ڈکی بہت بڑی تھی...... وہ آرام سے بیٹھ سکتے تھے اس میں...... صدر صاحب ہوش میں تھے...... لیکن ان کے منہ پر ٹیپ چپکی ہوئی تھی...... خالد سفیان کے ایک ماتحت نے آہستہ آہستہ ٹیپ اتار دی۔

"اف...... تم لوگوں نے کس قدر خوفناک فیصلہ کیا ہے...... میں جمشید وغیرہ کو موت کے منہ میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا"۔

"لیکن سر...... اس کا کوئی فائدہ نہیں"۔

"نہیں ہے تو نہ سہی...... یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں"۔

"اب فیصلہ ہو چکا ہے...... آپ کو جانا چاہیے...... اس میں اس قوم کی بھلائی ہے...... اس میں ملک کی بہتری ہے"۔

"لیکن جمشید...... اس ملک میں ہم تمہارے بغیر کس طرح رہیں گے...... کون ان لوگوں کے آئے دن کی سازشوں کے پردے چاک کرے گا" صدر نے قریباً روتے ہوئے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں...... اس ملک میں ہم جیسے ان گنت نکل آئیں گے" کسی کے مرنے سے اس دنیا کا نظام رک نہیں جاتا"۔

"لیکن خلا پر نہیں ہوتے" صدر بولے۔

"کوئی بات نہیں سر" وہ مسکرائے۔

"تم جمشید...... ان حالات میں بھی مسکرا سکتے ہو"۔

"کیا کیا جائے سر...... مسکرانا ہی پڑے گا"۔

اور وہ رو پڑے...... ان گنت کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے...... پھر وہ جانے کے لیے مڑ گئے...... وہ ہر قدم پر مڑ کر انہیں دیکھتے ہوئے چلتے رہے...... مڑ مڑ کر انہیں دیکھتے رہے...... ساتھ ہی رخصتی انداز میں ہاتھ بھی ہلاتے رہے...... اور پھر وہ ان سے دور ہو گئے...... نظروں سے اوجھل ہونے لگے...... انہ[illegible] نے آخری بار پرجوش انداز میں ہاتھ ہلائے...... سب کے سب۔ [illegible] واز میں خدا حافظ کہا...... ادھر ان لوگوں نے ہتھکڑیوں والے ہا[illegible] خدا حافظ کہا اور ہاتھ نیچے کر لیے...... اس وقت وہ نظروں سے [illegible] گئے۔

"اب رہ گئے ہم اور آپ...... بلکہ صرف ہم...... [illegible] دل تو اب

malikji www.urdufanz.com

دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں"۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی" انسپکٹر جمشید الجھن کے عالم میں بولے۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ گاڑی آپ تک کیسے پہنچ گئی...... یا آپ لوگ صدر کی گاڑی تک کیسے پہنچ گئے۔

"ڈرائیور ہمارا آدمی ہے...... اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے اطلاع دی کہ صدر یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں...... میں نے اسے ہدایات دیں کہ فوج کے نزدیک جب یہ آئے گا تو میں اور شارا گاڑی میں سوار ہو جائیں گے"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور اب...... آپ لوگ مرنے کے لیے تیار ہو جائیں" بگران نے کہا اور اس کا پستول والا ہاتھ تن گیا۔

☆☆☆

ناانصافی کا جواب

"یہ کیا انصاف ہوا...... بلکہ یہ کیا بہادری ہوئی...... ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اور آپ کے ہاتھ میں گیس پستول...... ایسی گیس کا پستول جو ایک سیکنڈ میں ہم سب کو ختم کر دے گی...... تب پھر ان حالات میں وہ دعوے کہاں گئے"۔

"کون سے دعوے؟" بگران ہنسا۔

"یہ کہ آپ ہمیں جان سے نہیں مارنا چاہتے...... ورنہ پھر آیندہ منصوبوں میں اور مہمات میں کیا خاک مزا آئے گا"۔

"ہاں! ہم ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں...... لیکن...... سب تم لوگوں کو خوش کرنے کے لیے...... ورنہ ہم سے زیادہ بڑا دشمن تم لوگوں کا کوئی نہیں ہو گا...... انشارجہ، بیگال، شارجستان، اناس، برٹائین اور ان جیسے دوسرے اسلام دشمن ممالک کیا تم لوگوں کے دشمن ہوں گے...... جتنے ہم ہیں"۔

"کیوں جناب! ہم نے کیا آپ کی مرغیاں چرائی ہیں" فاروق نے

malikjiwww.urdufanz.com

جل کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے" شارا بولی۔

"کیا کہا..... یہی بات ہے" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"لیکن یہ بہت عجیب بات ہے"۔

"ہو گی..... بس آپ ~~ہمارے بدترین~~ دشمن ہیں..... اور اب جب کہ صورت حال ہمارے ہاتھ میں ہے..... ہم آپ لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے"۔

"اگر یہ پستول آپ کے پاس تھا..... تو پہلے اتنے موقعے آپ کو ملے..... آپ نے کیوں اس کو نہیں نکالا" فرزانہ نے پوچھا۔

"یہ پستول صرف اور صرف آخری مرحلے کے لیے رکھا گیا تھا..... یہ کوئی اتنا سستا پستول نہیں ہے..... اور اس میں بھری جانے والی گیس دنیا کی قیمتی ترین چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے..... میں ایک بار ٹریگر دباؤں..... تو یہ پوری گیس ساری باہر اگل دے گا اور پھر اس میں یہ گیس نہیں بھری جا سکے گی..... بناتے وقت ہی اس میں گیس بھری جاتی ہے..... اور پھر یہ پستول بے کار ہے..... کیا سمجھے..... اس کی قیمت کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے..... لہٰذا عام موقعوں پر اس کو نکالا ہی نہیں جا سکتا"۔

"چلیے خیر..... یہ بات تو آ گئی سمجھ میں..... اب آپ اس پستول کو

جیب میں رکھ کر ہماری ہتھکڑیاں کھول دیں..... اور ہم سے دو بدو جنگ کریں..... یہ ہو گی بہادری کی مثال..... ورنہ ایسے موقعوں پر ہمیں پھر جبرال کی یاد آئے گی"۔

"ارے تو آتی رہے..... ہم کیا کریں..... نہیں دکھائیں گے ہم ایسے موقعوں پر بہادری" جبران دھاڑا۔

"حد ہو گئی..... آپ تو حد درجے بے مروت نکلے..... ذرا سی دیر میں طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں..... تمام پرانی مہمات کو بھول گئے..... ہے کوئی تک"۔

"نہ ہو گی کوئی تک..... ہمیں نہیں ضرورت تک وک کی" شارا مسکرائی۔

"تو یہ ہے انکل..... یہ تو بالکل چکنے گھڑے بن گئے..... ان پر تو کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا" فرحت چلائی۔

"لیکن میری بات کا ان پر ضرور اثر ہو گا..... ذرا مجھے ان کے سامنے آنے دو" پروفیسر داؤد بولے..... ان کی آواز قدرے بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔

"آپ کی آواز کو کیا ہوا" رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"شش..... شاید اس پر بھی موت کا خوف سوار ہو گیا ہے" وہ بولے۔

"رہنے دیں پروفیسر صاحب..... یہ نہیں مانیں گے..... اس سے

malikji www.urdufanz.com

یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم آخری وقت میں اپنے خالق ' اپنے مالک ' اپنے رازق ' اپنے مسبب الاسباب کو یاد کر لیں..... اس سے معافی مانگ لیں..... کہ وہ آیندہ ملنے والی زندگی میں ہم پر رحم فرمادے"۔

"لیکن بھئی..... ان سے ایک بات کہنے میں کیا حرج ہے"۔

"کہہ لینے دیں انسپکٹر جمشید..... بے چارے پروفیسر کو ایک بات..... اس میں کون سا آپ لوگوں کا وقت ضائع ہو جائے گا"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے..... آجایئے پھر آگے"۔

اس وقت تک وہ ان سب سے پیچھے کھڑے رہے تھے..... اب ان کے درمیان سے نکل کر سامنے آگئے..... ہتھکڑیوں والے ہاتھ ان کی طرف اس طرح رکھے ہوئے تھے..... جیسے وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے ہوں۔

"واہ! اس وقت..... اس صورت میں آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں" بجران نے خوش ہو کر کہا۔

"شش..... شکریہ" وہ ہکلائے۔

"اچھا تو آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"میں اس پستول کو نزدیک سے..... دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"یہ کیا بات ہوئی..... آپ تو ان سے کچھ کہنے کے لیے آگے آئے تھے..... ان سے کوئی درخواست کرنا چاہتے تھے..... اور اب کہہ رہے ہیں..... اس پستول کو دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"یہ میرا پیشہ جو ہوا..... میں دیکھنا چاہتا ہوں..... یہ پستول کیسا ہے..... اور ہمارے کمانڈر انچیف اس پستول سے کس طرح واقف ہیں"۔

"یہ بات تو خیر ان سے ہی پوچھی جا سکتی تھی..... تاہم آپ نزدیک آکر پستول دیکھ لیں..... لیکن بس اتنا نزدیک کہ آپ پستول تک ہاتھ نہ لا سکیں"۔

"میں بے چارہ کیا ہاتھ لا سکوں گا اس تک..... ہاتھ تو پہلے ہی بندھے ہوئے ہیں..... ویسے آپ لوگوں کی یہ ناانصافی یاد رہے گی اور ہم اس ناانصافی کا جواب ضرور دیں گے"۔

"ناانصافی کا جواب..... کیا مطلب..... آپ لوگ کس طرح دے سکیں گے..... کیا اب بھی آپ لوگوں کو بچ نکلنے کی کوئی امید ہے"۔

"ہاں! امید تو اب بھی سو فیصد ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نہیں..... ناممکن..... تم لوگ پوری طرح مایوس ہو چکے ہو"۔

"جی نہیں..... مسلمان کو مایوس ہونے سے منع فرمایا گیا ہے" اشفاق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اور مایوسی گناہ ہے..... یہ بھی ہمیں اسلام نے بتایا ہے..... لہٰذا ہم آخر وقت تک مایوس نہیں ہو سکتے..... بلکہ مرتے وقت بھی ہم مایوس نہیں ہوں گے..... اس لیے کہ ہم اپنے رب سے رحمت کی امید رکھیں گے"۔

malikji www.urdufanz.com

"اب تم لوگوں سے کون مغز مارے...... لو میں تو جا رہا ہوں...... تمہاری فوج اب تک بہت دور جا چکی ہو گی"۔

"نہیں خیر...... دور تو وہ نہیں جائے گی...... نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد رک گئی ہو گی...... ہمارا انجام دیکھے بغیر وہ جا بھی کیسے سکتے ہیں...... اور اس پستول کو فائر کرنے کے بعد آپ لوگ بچ کر نہیں جا سکیں گے" انسپکٹر جمشید نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"کک...... کیا مطلب؟" دونوں بری طرح اچھلے۔

"مطلب یہ کہ آپ ہمیں یہ بات بتا چکے ہیں...... کہ اس پستول سے فائر صرف ایک بار ہو سکتا ہے...... پھر نہیں ہوتا...... لہٰذا جب ہم اس گیس سے مر جائیں گے تو بھی ہمارے کمانڈر خالد سفیان فوری طور پر آپ لوگوں کو راکٹ لانچروں سے اڑا دیں گے...... میں نے انہیں یہی ہدایت دی ہے" انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب...... آپ نے انہیں یہ ہدایت کب دی...... ہم نے تو نہیں سنا"۔

"ہم کچھ باتیں آنکھوں میں بھی کر لیتے ہیں...... کچھ باتیں اشاروں میں بھی کر سکتے ہیں"۔

"لیکن خالد سفیان کو یہ بات معلوم نہیں کہ یہ پستول صرف ایک بار فائر کرے گا...... پھر نہیں کرے گا"

"آپ شاید بھول رہے ہیں"۔

"اور ہم کیا بھول رہے ہیں" وہ حیران ہو کر بولا۔

"یہ کہ خالد سفیان اس پستول سے واقف ہیں"۔

"لیکن ضروری نہیں کہ انہیں یہ بات بھی معلوم ہو"۔

"اگر پہلے معلوم نہیں تھی...... تو اب معلوم ہو چکی ہے"۔

"اب...... اب کیسے" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ میری گھڑی کیچ کریں...... اس گھڑی کے ذریعے وہ یہاں ہونے والی تمام بات چیت سنتے رہے ہیں...... بلکہ آپ کو بھی اپنی آواز سنا کر ثابت کر دیں گے کہ وہ ہر بات سن چکے ہیں...... اور اس وقت تک آپ کو چاروں طرف سے راکٹ لانچروں کی زد میں لے چکے ہیں...... آپ کو یقین نہیں تو اس گھڑی کے ذریعے ان سے بات کر لیں...... یہ صرف گھڑی ہی نہیں...... ٹرانسمیٹر بھی ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے گھڑی اتار کر ان کی طرف اچھال دی...... اس کی چین ایسی تھی کہ کلائی سے الگ ہو سکتی تھی...... ہاتھ سے نکالے بغیر۔

پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بائیں ہاتھ سے گھڑی کیچ کر لی۔

"اس کو کان سے لگا لیں"۔

"خبردار پروفیسر...... کہیں یہ کوئی چال نہ ہو"۔

"نہ لگائیں کان سے...... گھڑی واپس اچھال دیں" انہوں نے منہ

mahikiwww.urdufanz.com

ہٹایا۔

"اب آپ گھڑی کا کیا کریں گے...... آپ تو مر رہے ہیں"۔

"میرے ملک کے کسی اور آفیسر کے کام آئے گی...... یہ آپ کے کام بھی تو نہیں آئے گی...... آپ بھی تو مر رہے ہیں"۔

"اس بات پر یقین نہیں آیا کہ ہمیں راکٹ لانچروں کی زد پر لے لیا گیا ہے"۔

"اس گھڑی کو کان سے لگالیں...... پتا چل جائے گا"۔

اس کا ہاتھ مشینی انداز میں کان کی طرف اٹھ گیا۔

"کیا کر رہے ہیں پروفیسر" شارا چلائی۔

"اوہو...... شارا...... کچھ نہیں ہوگا"۔

اور پھر گھڑی کان سے لگ گئی۔

"کوئی آواز نہیں آرہی"۔

"اس پر لگا سرخ بٹن دبائیں...... شاید اچھالنے اور کیچ کرنے میں بٹن دب گیا" انہوں نے کہا۔

"چال ہے...... یہ چال ہے" شارا بولی۔

"نہیں چال ہے" بجران ہنسا۔

پھر اس نے سرخ بٹن دبا دیا...... کچھ نہ ہوا...... تو بجران بولا۔

"دیکھا...... کچھ نہیں ہوا"۔

"ہاں! ٹھیک ہے...... واقعی" وہ بولا۔

"میں اس حرف خالد سفیان بات کر رہا ہوں مسٹر بجران...... آپ پوری طرح راکٹ لانچروں کی زد میں ہیں...... کسی طرف سے بھی بچ کر نہیں جا سکیں گے...... آپ ان لوگوں کو اگر ختم نہ کریں گیس پستول فائر نہ کریں...... تو ہم آپ کو صرف گرفتار کریں گے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... کہ ہم انہیں موت کے گھاٹ نہ اتاریں"۔

"آپ کی مرضی"۔

بجران نے گھڑی کان سے ہٹالی۔

"یہ میری طرف اچھال دیں"۔

"نہیں...... میرے کام آئے گی"۔

"اچھا تو پھر سرخ بٹن آف نہ کریں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں...... سرخ بٹن آف کرنے سے کیا ہو جائے گا" بجران چونکا۔

"کک...... کچھ نہیں...... بس کچھ نہیں"۔

"کوئی بات ضرور ہے انسپکٹر جمشید...... جو آپ چھپا رہے ہیں"۔

"نن نہیں...... میں...... میں کچھ نہیں چھپا رہا"۔

"میں سرخ بٹن دبانے لگا ہوں...... ورنہ بتا دیں...... سرخ بٹن دبانے سے کیا ہوگا" بجران گرجا۔

"نن نہیں...... نہیں...... انسپکٹر بوکھلا اٹھے۔

"کیا کہا نہیں" بجران نے جھلا کر کہا۔
ہاں نہیں...... یہ بٹن نہ دبائیں گے۔
اب تو میں ضرور دبا کر دیکھوں گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا دیا...... گھڑی ایک ہولناک دھماکے سے پھٹی...... بجران اور شارا کی چیخیں بلند ہوئیں اور ان کے جسم سڑک پر گرے...... بری طرح تڑپتے نظر آئے...... چند منٹ تک وہ چیختے رہے...... چلاتے رہے...... پھر ان کے جسم ساکت ہو گئے۔

چوبیس گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے جمشید...... بے فکر ہو جاؤ۔

بہت خوب" باقی لوگ بولے۔

ویسے جمشید...... تم گھڑی کا وار نہ کرتے...... تو بھی میں ان دونوں کا انتظام کر چکا تھا اور اسی لیے باقی لوگوں سے آگے آیا تھا" انہوں نے کہا۔

"اور آپ نے کیا انتظام کیا تھا ان کا"۔

"زہریلی سوئی کا ایک ننھا سا پائپ میرے منہ میں ہے...... میں اس میں پھونک مارنے ہی والا تھا کہ تم درمیان میں کود پڑے...... ورنہ ان دونوں کی تو اس وقت یہاں لاشیں پڑی نظر آتیں"۔

"اوہ بہت خوب!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"چلئے یہ بھی ٹھیک رہا"۔

"لیکن اس طرح تمہاری گھڑی ضائع ہو گئی"۔

"ہاں! اب تو آپ کو ایسی گھڑی پھر سے بنانا پڑے گی"۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں...... بن جائے گی گھڑی اور...... اور...... وہ پستول کہاں گیا" وہ بری طرح چونکے۔

انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں...... بہت دور پستول پڑا نظر آیا...... محمود دوڑ کر گیا اور اس کو اٹھا لایا۔

"یہ مجھے دے دو...... میں اس جیسا بنانے کی کوشش کروں گا" پروفیسر مسکرائے۔

محمود نے پستول انہیں دے دیا...... جلدی فوجی آتے نظر آئے...... وہ پر جوش انداز میں دوڑتے چلے آ رہے تھے...... ان کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی...... یہ اس قدر شاندار فتح تھی کہ وہ جتنا بھی خوش ہوتے کم تھا۔

اشتیاق احمد
بازار لوہاراں، جھنگ صدر
فون : 613295 - 614295

malikjiwww.urdufanz.com

اشتیاق احمد کے سنسنی خیز اور ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

گزشتہ ماہ کے ناول

6… باس کا نام — مشترکہ مہم — 120 روپے

برف کے اس پار — مشترکہ مہم — 120 روپے

انداز بک ڈپو۔3۔عابد مارکیٹ، جوائے شاہ روڈ، سانده کلاں لاہور

محترم اشتیاق احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خیریت بخیریت کے بعد عرض یہ ہے کہ میں اسٹیٹ لائف انشورنس کے گوجرانوالہ زون کے زونل آفس میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کام کرتا تھا۔ لیکن اکثر علماء سے سنا کرتا تھا کہ یہ سودی کاروبار کا ادارہ ہے خیر ہمت کر کے اس نفسانفسی کے دور میں ملازمت چھوڑ دی جس کا نتیجہ یہ ہے ستمبر ۹۷ء سے آج تک بے روزگار ہوں خیر خط لکھنے کی وجہ یہ ہے ملازمت چھوڑنے کے بعد وقت گزارنے کے لئے حافظ آباد روڈ پر انجم لائبریری کے مالک عباس صاحب جو کہ میرے بہت اچھے دوست بھی ہیں کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے دوست بھی زیادہ نہیں ہیں اس لیے مجھے کوئی کتاب دیں تاکہ وقت اچھا گزر سکے انہوں نے رضیہ بٹ نامی خاتون کا ناول دیا (نام یاد نہیں رہا) جب پڑھ کر واپس کرتے ہوئے میں نے کہا کہ آپ کو پتہ ہے کہ میں نے اس ناول کو آدھا پڑھا ہے میں اس طرح کی کہانیاں نہیں پڑھتا تو انہوں نے مجھے آپ کا ایک ناول پڑھنے کے لئے دیا۔ بس پھر کیا تھا میں نے آپ کے ناولوں کی لسٹ جو ان کے پاس تھی لے لی اور نمبر ۱ سے لے کر نمبر ۱۶۳ تک میں نے مسلسل ۱۰ ماہ میں آپ کے ناول پڑھ لئے حالیہ جن + شیطان پڑھا آپ کے لکھنے کا انداز بالکل وہی ہے جو میری سوچ ہے یعنی آپ کے کرداروں میں سے کوئی بھی باہر غیر شرعی کام ہوتے دیکھ کر تبلیغ سے نہیں رہ سکتے خاص کر توحید کے معاملے میں میرا بھی یہی حال ہے بلکہ ایک دفعہ تو ایک مشرک سے توحید کے معاملے پر مار بھی کھائی ہے حتیٰ کہ وہ چھری لینے چلا گیا لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ خیر آپ میرے حق میں دعا کریں آپ نیک آدمی ہیں۔ میں ہومیو پیتھک کا طالب علم بھی ہوں۔ آپ کے ناولوں میں ہومیو پیتھک کے متعلق بھی

بھی پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ جب میں آپ کی دو باتیں پڑھتا ہوں تو اپنے اردگرد ہونے والے واقعات جمع کرتا ہوں تاکہ جب آپ کو خط لکھوں تو آہستہ آہستہ یہ مواد آپ کو ارسال کردوں لیکن تہیہ یہ کیا تھا کہ جب تک آپ کے اب تک کے لکھے ہوئے تمام ناول نہیں پڑھ نہیں لیتا آپ کو پہلا خط نہیں لکھتا۔ محترم اشتیاق صاحب میرے خط کو بھی ضرور شائع کریں اور میں آپ کو دو عدد کافروں کی جوڑ توڑ اور سازش بذریعہ اخباری تراشا ارسال کر رہا ہوں اور ایک میری زبانی یقین کریں کہ آج سے تقریباً ۴ یا ۵ دن پہلے صبح کی نشریات میں میزبانوں نے اسے نیز (یاد رہے یہ عیسائی گلوکار ہے) کو دعوت دے کر بلایا اور تقریباً" آدھا گھنٹہ انٹرویو کیا۔ آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ وہ شراب کے نشے میں تھے میں گھر والوں سے مزید تصدیق کے طور پر دیکھا یا کہیں مجھے غلطی تو نہیں لگی لیکن آخر میں ہومیو سٹوڈنٹ ہوں انہوں نے بھی تصدیق کی۔ آپ دو باتوں میں یہ بات ٹی وی کے ارباب اختیار سے کریں کہ آپ کو شرم آنی چاہیے تھی کہ وہ شراب کے نشے میں آیا پھر بھی آپ نے انٹرویو لے لیا۔ انٹرویو لینے والوں میں ایک عورت میزبان بھی تھی (زرمین شیخ نامی) کہاں گئی مسلمان کی غیرت؟ میرے پاس اور بھی مواد ہے جو میں نے آپ کے ناول پڑھنے کے دوران دو باتیں پڑھ کر آپ کے لئے بطور مواد جمع کرنی شروع کر دیں تھیں لیکن اس خط میں اتنا ہی کافی ہے امید ہے حوصلہ افزائی فرمائیں گے اور میرے روزگار کے لئے ضرور دعا فرمائیں گے۔

میں آپ کو بتادوں کہ میں عباس صاحب کے ساتھ آپ کے دفتر میں لاہور میں سانده کلاں میں ۷ یا ۸ سال پہلے آیا تھا۔ عباس صاحب کو آپ سے کام تھا وہ مجھے ساتھ لے آئے لیکن آپ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔

آپ کا دائمی ساتھی

طاہر ایوب جنجوعہ ولد محمد ایوب جنجوعہ

مکان نمبر ۱۰/۳۳۲ گلی نمبر ۳ محلہ گلشن آباد

(آبادی حاکم رائے) گوجرانوالہ

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

خیریت موجود + خیریت مطلوب۔ کچھ دن پہلے مجھے آپ کا سب سے بڑے خاص نمبر "غار کا سمندر" دکان پر دیکھا تو خرید لیا کیونکہ مجھے یہ ناول نہ مل سکا تھا اور دکانوں پر سے بھی جلدی ختم ہو گیا تھا اور جب ملا تو پڑھنا شروع کر دیا۔ شروع میں دو باتیں پڑھیں تو پڑھ کر مزا آگیا اور ناول کے شروع میں ہی سسپنس کا ایک سمندر موجود تھا۔ درمیان میں تھوڑا بور ہو گیا تھا مگر آگے چل کر پھر سسپنس بڑھ گیا اور ناول پڑھ کر بہت مزا آیا۔

اس ماہ کے یعنی جنوری کے ناول بھی بہت زبردست تھے۔ خاص طور پر جنگ اور جنگ۔ اس میں پروفیسر بگران 'شارا' جاگو اور را کا ایک بہت مضبوط منصوبہ لے کر آئے تھے مگر تینوں پارٹیوں نے ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور اس کے علاوہ باقی ناول بھی بہت اچھے تھے۔ فروری سے آپ دوبارہ سوالات کا سلسلہ شروع کر کے بہت اچھا کر رہے ہیں کیونکہ میں آپ کا نیا قاری ہوں اور کبھی سوالات کے جوابات نہیں دیے اس لئے مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔

انکل مجھے آپ سے ایک شکایت ہے وہ یہ کہ آپ نے میرے جنوری کے خط کا جواب نہیں دیا ان میں میں نے آپ سے کچھ بہت اہم پوچھا تھا۔

آپ کا بھتیجا

محمد طارق

NW-332 سید پور روڈ راولپنڈی

☆☆☆

ڈیئر انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کے توسط سے ارم صاحب کو ایک بات پہنچانا چاہتا ہوں۔ لیکن ٹھہریں آپ اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔ ہم قارئین آپ کے ساتھ ہیں۔

ارم صاحب! یہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کرو۔ اسلام نے کسی مذہب کی توہین کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ جو اس بات کے خلاف کرے گا وہ عظیم گناہ کا ارتکاب کرے گا۔ ایک مومن کبھی کسی کے مذہب کی توہین نہیں کرتا۔ البتہ غلط کو غلط ضرور کہتا ہے۔ مرزائیوں کی توہین جائز اس لئے کیونکہ مرزا نے صحابہؓ کی توہین کی۔ اس نے حضرت عیسٰی پر بھی وہ الزام لگائے کہ خدا کی پناہ۔ ان الزامات کی رو سے مرزا حضرت عیسٰی (یسوع) کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔ اس لئے مرزا اور اس کے پیروکاروں کی توہین کوئی جرم نہیں۔ اب آپ کو اسلام قبول کر لینا چاہیے کیونکہ آپ نے اپریل ۹۸ء کے ناول "گونگی چیخ" میں دعویٰ کیا ہے کہ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ مسلمان کسی دوسرے مذہب کی توہین نہیں کرتا تو آپ اسلام قبول کر لیں گی۔ مومن ہی حقیقی مسلمان ہے اور کہلانے کا حقدار ہے۔

گونگی چیخ میں آپ نے فرزانہ کے تعاقب والی بات کی وضاحت نہیں کی جو ۲۵۶ صفحہ پر ہے۔ ناول میں سسپنس' ایکشن' سراغ رسانی بہت زیادہ' مزاح مناسب تھا۔ یہ ناول اس سال کا سب سے اچھا ناول ہے۔ پہلے بھی کہا تھا اب بھی کہتا ہوں کہ بگران اور شکرال کی خصوصیات کسی انسان میں ممکن نہیں۔ انہیں مروا دیں تو بہتر ہو گا۔ ابن صفی کے کردار تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا میں صرف یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے چہرے کے نقوش تبدیل کرتی تھی اس کا حلیہ بتانا ممکن نہ تھا۔ جو ممکن ہے لیکن ہر انسان کی شکل و صورت دھار نا رنگ تبدیل کرنا ان پر تو وہ قادر نہیں تھی۔ آپ سلاٹر جیسے مجرم لائیں۔ ہو سکے تو دوبارہ کسی ناول میں لائیں۔ آپ کو جو تجویز بتائی تھی اس کا اعلان ایک دو مہینے پہلے کر دیں۔ تاکہ شوکی پسندوں اور کامران پسندوں کو معلوم ہو جائے۔ شکریہ۔ خدا حافظ

جنید رفیق

مکان نمبر ۱ گلی نمبر ۷۔ کرم آباد

وحدت روڈ لاہور

☆☆☆

محترم انکل اشتیاق احمد

آداب!

یہ میرا پہلا خط ہے میں نے تقریباً آپ کے تمام ناول پڑھ لئے ہیں۔ مجھے آپ کے تمام ناولوں میں سے سب سے اچھا ناول مذہبی اور جاسوسی ناول "باطل قیامت" اور "قیامت کے باغی" اچھے لگے ہیں۔ یہ ناول ایسے ناول ہیں جن کا پہلے کسی مصنف نے تذکرہ نہیں کیا اور یہ ناول عالم اسلام کے لئے انوکھے ناول ہیں۔ پہلے میں

گھر میں اکیلا ناول پڑھتا رہتا تھا میرے بڑے بھائی مجھے ڈانٹا کرتے تھے کہ کیا ہر وقت ناول لے کر بیٹھا رہتا ہے لیکن ایک دن انہوں نے ایک ناول پڑھا اور اب بار بار مجھے کہتے ہیں کہ ناول نہیں لایا۔ انکل مجھے تمام ناولوں کی فہرست چاہئے اور ہاں انکل میں ۹۵۰ میں سے ۷۹۷ نمبر لے کر اول آیا ہوں یہ میں نے اس لئے بتایا ہے کہ آپ کے پڑھنے والے نالائق نہیں۔ خدا حافظ

محمد خرم خان

1/391 لیاقت آباد نمبر ۱ کراچی نمبر ۱۹

☆☆☆

ڈیئر انکل اشتیاق

السلام علیکم!

امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ آپ کے ناول میں تقریباً ۱۰ سال سے پڑھ رہی ہوں جب میں کلاس فور میں تھی تو ابتداء کی تھی اب میں ایم اے کر رہی ہوں۔ اور میرا شوق اسی طرح جاری ہے۔ تقریباً ایک سال بعد "باس کا نام" پڑھا حسب معمول بہت مزا آیا۔ ناول شروع سے لے کر آخر تک شاندار اور زبردست تھا۔ ہمیں شروع میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ مجرم نے سب کے دماغ میں آلہ فٹ کر رکھا ہے لیکن آخر میں جا کر کہیں پتا چلا کہ مجرم کا نام کیا ہے۔ انکل! ناول اچھا تھا لیکن آپ شوکی برادرز کا کام کیوں نہیں کرتے سوائے ناموں کے ان لوگوں کا کوئی کام کیوں نہیں ہوتا جبکہ یہ بھی اچھے خاصے مشہور ہیں امید ہے آئندہ ناولوں میں ان کا کام زیادہ ہو گا۔ انکل! دوسری بات جو آپ سے کرنی تھی وہ بم دھماکے تھے۔ آپ کا کیا خیال ہے اس سلسلے میں جس قسم کے ڈاکٹر ثمر مبارک کے بیانات اخبارات میں آئے آپ کیا کہیں گے۔ جبکہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی کوئی ویلیو نہیں ہے۔ جبکہ ہمارے خیال میں یہ ایک ٹیم ورک تھا۔ جس کا کریڈٹ ڈاکٹر اشفاق، ڈاکٹر عبدالقدیر اور ڈاکٹر ثمر مبارک اور متعدد لوگوں کو جاتا ہے لیکن ڈاکٹر قدیر ایک عظیم آدمی ہیں جبکہ کراچی کے اخبارات میں یہاں تک کہا گیا کہ ڈاکٹر قدیر کو اردو بولنے کی سزا دی جارہی ہے اور ایٹم بم کو پنجابی بم بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایک شخص نے جان کو عذاب میں ڈال کر ملکی دفاع کے لئے کام کیا اور ہم اسے ویلیو دینے کو تیار نہیں۔ اس سے بہتر تو شاید انڈیا رہا کہ اس کے یہاں ایک مسلمان سائنس دان کے سر سارا کریڈٹ رہا اور بی جے پی جیسی جماعت انہیں قبول کرتی ہے۔ اور ایک آخری بات میں نے کل کے اخبارات میں پڑھا ہے کہ عیسائی کمیونٹی کی جو جماعت ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اسمبلیوں سے استعفیٰ دے دیں گے اگر توہین رسالت کا قانون ختم نہیں کیا گیا اور آج کے اخبار میں تحفظ رسالت والوں کا بیان چھپا ہے کہ وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے ہماری حکومت دباؤ میں آجائے گی۔ رائے ضرور دیجئے گا۔

نادیہ لطیف

کراچی

☆☆☆

ڈیئر انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم

میں آپ کے ناول بہت شوق سے پڑھتا ہوں شاید ہی آپ [illegible] ناول ایسا ہو جو میں نے نہ پڑھا ہو۔ ماشاءاللہ آپ قلم کے ذریعے جو جہاد کر [illegible] ہیں اس کی جزا آپ کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ آپ کا ناول فرنگین فور ہمیں نہ مل سکا آج جب کافی عرصہ

گزرنے کے بعد فریکن فور ملا دو باتیں پڑھ کر کافی دکھ ہوا۔ وہ خبیث کا بچہ کاشف بریلوی
جس کا آپ نے خط شائع کیا ہے میں بریلویت کے کچھ عقیدے بتانا چاہتا ہوں۔

۱- مفتی احمد یار خان روڈ گجرات اپنی کتاب میں بکواس کرتا ہے کہ (خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے)

۲- فتاویٰ رضویہ مصنف مولوی احمد رضا خان بریلوی صفحہ ۲۶۲
خدا جھوٹ بول سکتا ہے خدا کھانا کھاتا ہے خدا پیتا ہے خدا کو پیشاب کی حاجت ہوتی ہے (نعوذ باللہ)
انکل بتائیں یہ کفر ہے کہ نہیں۔ جواب قارئین پر چھوڑ دیں۔

۳- مولوی احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب ملفوظات میں بکواس کرتا ہے کہ جب ابوالبرکات کا انتقال ہوا میں اس کے جنازے میں جا رہا تھا۔ مولانا سید احمد کو خواب میں حضورؐ نظر آئے۔ حضور سرخ رنگ کا لباس پہنے گھوڑے پر سوار تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ کہاں جا رہے ہیں۔ حضورؐ نے جواب دیا برکات کا جنازہ پڑھنے جا رہا ہوں (آگے بکواس کرتا ہے) الحمد للہ کہ وہ جنازہ میں نے پڑھایا۔

انکل اشتیاق آپ اس خبیث کے بچے کاشف بریلوی کو بتائیے یا میرا یہ خط اس تک پہنچا دیں۔

کہ معراج کی رات حضورؐ آسمانوں پر گئے تمام انبیاء موجود تھے۔ آدم موجود ہیں ابراہیم خلیل اللہ موجود ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام موجود ہیں موسیٰ کلیم اللہ موجود ہیں
مصلے پر کون جائے۔ جماعت کون کرائے۔
اللہ فرماتے ہیں
پکڑ کر مصلے پر کھڑا کر دیں تاکہ دنیا

کو پتا چل جائے کہ میرے محمد کی موجودگی میں کوئی شخص مصلے [illegible]ت نہیں بن سکتا اور خبیث احمد رضا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سے بھی بڑھ گیا اور یہ بکواس کرے کہ حضورؐ کو نماز تو نے پڑھائی۔

آخر میں انکل اشتیاق یہ پڑھ کر دکھ ہوا کہ اس نے آپ کو دیوبندی کہا مگر آپ نے انکار کیا حالانکہ رب کعبہ کی قسم ہم کو سورج سے زیادہ یقین کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اس بات پر ہے کہ اس وقت حق پر جو جماعت ہے وہ اہلسنت والجماعت دیوبند ہے۔ ہمارے علماء کو برا بھلا کہتے ہے یہ کمینہ کاشف بریلوی ہمارے دیوبند کے مدرسہ نے انوار شاہ کشمیری جیسا محدث پیدا کیا الیاس دہلوی جیسا مبلغ پیدا کیا اشرف علی تھانوی جیسا حکیم الامت پیدا کیا اور مفتی کفایت اللہ جیسا مفتی اعظم پیدا کیا اور مولانا محمد علی جوہر اور بڑے بڑے علماء کو پیدا کر کے ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں حدیث کی کتابیں پھیلا دیں۔ تفسیر کی کتابیں پھیلا دیں۔ کہیں قرآن پھیلا دیا تاریخی کی کتابیں پھیلا دیں۔ تم اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی کو گستاخ رسول کہتے ہو ان سے بڑا عاشق رسول کہاں پیدا ہوا ہو گا جو قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تو مدینہ سے سات میل دور اپنا جوتا اتار لیتا ہے کسی نے کہا حضرت یہاں پتھر لگیں گے کہا جوتے اس لئے اتارتا ہوں کہ ان پتھروں پر آج سے ۱۴۰۰ سال قبل حضورؐ کے نبوت والے قدم آئے ہوں اور نانوتوی کا گستاخ جوتا کہیں وہاں نہ آ جائے۔ بدمعاشو وہ نانوتوی جو حضورؐ کے جوتوں سے حیا کرتا ہے وہ گستاخ رسول ہے لعنت ہے تمہاری سوچ پر تمہارے اکابرین پر تمہارے عقیدوں پر حضرت گنگوہی جن کا عقیدہ تھا کہ مدینے کی مٹی میں بھی شفا ہے ان کو گستاخ رسول کہتے ہو۔ میں مولانا قاسم نانوتوی کا یعنی علمائے دیوبند کا نسب لکھ رہا ہوں انکل پلیز اس کو اپنی کتاب میں ضرور شائع کریں یہ

شک اپنے نام سے۔ مولانا نانوتوی نے کن سے سیکھا ان کے استاد نے کن سے اور ان کے استاد نے کن سے۔ نیچے ترتیب وار لکھ رہا ہوں۔

مولانا قاسم نانوتوی نے علم سیکھا

شاہ عبدالغنی سے۔ شاہ عبدالغنی نے شاہ اسحاق سے۔ شاہ اسحاق نے شاہ عبدالعزیز سے۔ شاہ عبدالعزیز نے شاہ ولی اللہ سے۔ شاہ ولی اللہ نے شیخ ابوطاہر مدنی سے۔ شیخ ابوطاہر مدنی نے علامہ محمد بن احمد سے۔ علامہ محمد بن احمد نے شیخ حسام الدین سے۔ شیخ حسام الدین نے شیخ ربیع سے۔ شیخ ربیع نے امام عیسیٰ ترمذی سے۔ امام عیسیٰ ترمذی نے امام بخاری سے۔ امام بخاری نے حضرت شیخ حماد سے۔ شیخ حماد نے عبداللہ ابن مبارک سے۔ عبداللہ ابن مبارک نے ابوحنیفہ سے۔ ابوحنیفہ نے انس ابن مالک سے۔ انس ابن مالک نے عبداللہ ابن مسعود سے۔ اور عبداللہ ابن مسعود نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے۔

ہمارا روحانی تعلق محمدؐ تک پہنچتا ہے۔

مرزا اورنگ زیب

بلاک نمبر ۳ گلی نمبر ۴۔ ڈینڈی ٹیلرز چیچہ وطنی

ڈیئر انکل اشتیاق احمد!

سلام عرض!

گزشتہ دنوں آپ کا نیا "سمندر" یعنی "حیرت کا سمندر" پڑھ ڈالا۔ واقعی اس کا نام بالکل اس کی کہانی کے عین مطابق رکھا گیا ہے۔ اس میں شروع سے درمیان تک حیرت ہی حیرت موجود ہے۔ بے حد حیرت' اس میں موجود واقعات کے متعلق آپ کے کرداروں سے انٹرویو لکھ رہا ہوں' امید ہے شائع کر کے عزت سے نوازیں گے۔

میں: سب سے پہلے میں "جاگو راکا" کو جگاتا ہوں اور یہ پوچھتا ہوں کہ آپ کو شکست کھا کر کیا محسوس ہوا؟

جاگو: بھلا یہ بھی کوئی سوال ہے۔

راکا: ہاں واقعی اگلا سوال کریں۔

میں: شکریہ۔ اب میں بگران اور شارا سے پوچھتا ہوں کہ "شکست کھانا اور گردے نکالنا کیسا لگا؟"

بگران: اپنا جملہ درست کریں۔ یہ جملہ اس طرح ہونا چاہیے۔ "شکست پینا اور گردے کھانا"

شارا: ابے بچے ہم آدم خور کب سے ہو گئے۔

بگران: جب سے اشتیاق جی نے مجھے "حیرت کا سمندر" میں کاسٹ کیا ہے اس وقت سے میں آدم خوری محسوس کر رہا ہوں۔

میں: مہربانی' ہاں تو مسٹر بھوتانی ذرا یہ جواب مختصر کر کے دیں کہ آپ کو اپنا پہلا ناول "ولن کا رول" کرنے کے بعد کیسا لگا۔

بھوتانی: گردے نکالنا اچھا۔ شکست کھانا برا۔

میں: یہ جملہ پورا تو کریں۔

بھوتانی: آپ نے مختصر جواب مانگا تھا۔

میں : اب میں اپنے "ہیروز" جو ہر ناول میں "صدر کے ہیروز" بنتے ہیں سے یہ پوچھتا ہوں کہ گردے نکلوا کر کیسا لگا؟

قوم کے ہیروز : بہت اچھا کیونکہ اس طرح ہمیں "قوم کے ہیروز" کا خطاب ملا۔

میں : آپ کو ایک اور "سمندر" میں ہیرو بن کر کیا سبق ملا؟

ہیروز : سبق یہ ملا کہ آیندہ بھی ہم "سمندر میں ہیرو" آتے رہے ہیں اور رہیں گے۔ مثلاً ہمارے آیندہ "سمندروں" میں "جھیل کا سمندر" "موت کا سمندر" "دریا کا سمندر" "کالا سمندر" "لاشوں کا سمندر" "ساحل کا سمندر" سرفہرست ہیں۔

میں : آپ بجران شار الور جاگور اکا کو پھڑکاتے کیوں نہیں؟

ہیروز : کیا کریں اب مجرموں کے ناموں کا مسئلہ بنا ہوا ہے' لہٰذا اشتیاق صاحب ان کو ہی اپنے خاص نمبروں کی "سلور جوبلی" تک چلاتے رہیں گے۔ ویسے میں (ہم) چند نئے مجرموں کے نام بتا دیتے ہیں۔ جیسے "رابرٹ کنگ" "بلوبرال" "ڈی مان" "پرنس" "بلیے مین" "ایس کوبرا"

میں : آپ کا بھلا!

اب میں چلا!

امید ہے آپ اس کاوش کو اپنے نئے خاص نمبر یا پہلے کسی ناول کی زینت بنائیں گے۔ اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ!

آپ کا دوست قاری
زاہد محمود' درجیز مودی
سینٹر' تلہ روڈ' لالہ زار' راولپنڈی

پیارے انکل اشتیاق احمد!

السلام علیکم!

امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گے۔ انکل آپ کے لیے میرے ذہن میں ایک سوال ابھرا۔ وہ یہ کہ آپ بہت سارے ناول لکھتے آرہے ہیں اور ان شاء اللہ آیندہ بھی لکھتے رہیں گے۔ میرے ذہن میں بھی ایک کہانی ابھری تھی اور میں نے لکھی بھی تھی۔ اب میں اگر اس کہانی کو پڑھوں تو حیرانگی ہوتی ہے۔ میں نے یہ کیسے لکھ دی۔ آپ جب اتنی ساری کہانیاں لکھتے ہیں تو کبھی آپ کو حیرانگی ہوئی یا۔ یہ ویسے قدرت کی طرف سے ذہن عطا کیا ہوتا ہے۔ انکل کبھی آپ اپنی لکھی ہوئی کہانیاں بھولے ہیں کیونکہ جب کوئی اپنی دوسری کہانی لکھنے بیٹھے تو اس کا سارا دھیان کہانی کو مکمل کرنے میں لگ جاتا ہے اور آپ نے ماشاء اللہ بہت سارے ناول لکھے ہیں۔ انکل آپ میری بات سمجھ رہے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔ انکل اجازت چاہتی ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میرا دوبارہ خط لکھنے میں حوصلہ بڑھایا۔ ان شاء اللہ آیندہ بھی لکھوں گی۔

ہما سلیم
کرشن نگر لاہور

محترم انکل اشتیاق احمد' میرے دل کے پیارے انکل

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں آپ کا بہت پرانا لیکن خاموش قاری ہوں۔ آپ کی خدمت میں پہلی خط تحریر کر رہا ہوں۔ امید کوئی بھی حماقت ہے ادبی معاف فرمائیں گے۔ کئی خط تحریر کرنے کا سوچا لیکن ہمت نہ کر سکا' لیکن آپ کا ناول "جاف کا جال"

پڑھ کر دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔ آپ کا انداز عزیز انسان کو اپنے گرفت میں لے لیتا ہے۔ یقین کریں ناول کا مطالعہ کرتے ہوئے رونا آگیا۔ غرضیکہ آپ اپنی پیاری خوشبو بھری تحریروں سے دینی و ملی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تحریروں سے آپ کے سچے مقصد' کچی لگن' ایک عظیم عزم کی خوشبو آتی ہے۔ اس دور میں آپ جیسے لوگ دین ملک و قوم کے عظیم سرمایہ ہیں۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ آمین۔ ثم آمین خدایا میرے پیارے بلکہ ہم سب کے پیارے انکل اشتیاق احمد کی عمر میں برکت عطا فرما اور ان کی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین۔ پہلی دفعہ خط ارسال کر رہا ہوں امید ہے شائع فرمائیں گے۔

آپ کا دیوانہ

انور رضوان